



فَسَيَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾

فَمَا أَشْكَاهُ الْيَوْمَ السَّوَالِخَ ﴿٥١﴾

آسن الفتاوى

بمخلف ميكرات و مخزن نجات فرائض مسائل غير مهمه



(اس)

فقیه العصر مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

(وہیل تقسیم کنند گانہ)

ایم سعید مینی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

مجموعہ کتب --- ۱۰۰ سن سنائی

جلد --- چھ اوروں

روزانہ پڑھ --- ایک ایم سعید کتب گراہی

صفحات --- ۸۰۰ صفحات

کتابت --- مشقی کمرانوی حوڈ پاد

تعداد --- ایک ہزار

پریم --- دو کتب پریم گراہی

طبع اول --- سن ۱۳۰۳

طبع بارہم --- ۱۳۲۵

مکمل کتابت

ایم سعید کتب

ادب منزل پکرن ناچک کر پتی

فہرست مضامین حسن الفتاویٰ جلد چہارم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳	سوال مثل بالا	۱۷	باب قضاء الفوائت
۲۴	امام کے ساتھ مسبوق نے غلام سلام پھیرا تو نماز فاسد ہو گئی	۱۸	فتنہ کی نسبت میں دن کی یسین ہزرد کی ہے نصائذ نقلیہ و روایتیہ پر چرچا چاہئے
۲۵	تعدہ اخیرہ چھوڑنے سے فرض نفل بن گئے تو سجود سہو نہیں	۱۹	وزن کی قضاء عطا نہ کر کے قوم خیر قزمت میں اتھ نہ اٹھاؤ
۲۶	چار رکعت نفل میں تعدہ اولیٰ پر سلام پھیر دیا تو سجود سہو نہیں	۲۰	عذر کی قضاء مغرب سے پہلے کرے
۲۷	دو رکعت نفل کی نیت کی اور تعدہ کے بعد سہواً دو رکعتیں اور چوتھیں تو سجود سہو نہیں	۲۱	چھ نمازوں سے کم قضاء ہو گیا تو ان میں ترتیب واجب ہے
۲۸	امام کے سجود سہو کے بعد شریک بچنے والے پر سجود سہو نہیں	۲۲	نمازوں کی قضاء کے لئے سنوں دادہم و اثنی عشر و چھوڑے
۲۹	مسبوق امام کے ساتھ سجود ہوئے قبل کھڑا ہو گیا	۲۳	اشارہ نماز میں وقت ختم ہو گیا تو نماز اوراد ہوگی یا قضاء
۳۰	مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا	۲۴	سفر کی قضاء عصر میں اور صبح کی سفر میں
۳۱	انکسے باوجود سجود سہو کیا تو مسبوق کی نماز کا حکم	۲۵	وزن کی قضاء میں بھی ترتیب واجب ہے
۳۲	تعدہ اخیرہ میں شہد باورد کے بخوار سے سجود سہو نہیں	۲۶	صاحب ترتیب کی قواعد
۳۳	تعدہ اولیٰ میں کمرۃ شہد سے سجود سہو واجب ہے	۲۷	خوف و وجہ مستقطب ترتیب نہیں
۳۴	تعدہ اولیٰ میں کمرۃ شہد سے سجود سہو واجب ہے	۲۸	قدیہ نماز کی مقدار
۳۵	تعدہ اولیٰ میں کمرۃ شہد سے سجود سہو واجب ہے	۲۹	یث کی طرف اس کا بیان نہ نماز اور اس کا ذکر
۳۶	تعدہ اولیٰ میں کمرۃ شہد سے سجود سہو واجب ہے	۳۰	باب سجود التہنؤ
۳۷	تعدہ اولیٰ میں کمرۃ شہد سے سجود سہو واجب ہے	۳۱	سورت بارہ بقوت چھوٹ گئی تو سورت کے لئے نماز کی طوالت نہیں تہرت کیلئے نہیں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۰	کھانسی وغیرہ کی وجہ سے تاخیر سے عید ہوں نہیں	۳۱	خانہ کا کھانا اور عید ہونے پر قرأتِ چہرہ میں اخفاء و باعکس
۴۱	تین عید کے لئے توجہ سے ہونا واجب ہے	۳۲	عید سے ایک حرکت بھی چھوٹ گیا تو عید ہونا واجب ہے
۴۲	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۳	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۳	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۴	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۴	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۵	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۵	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۶	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۶	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۷	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۷	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۸	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۸	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۳۹	عید کے بعد آٹھ گھنٹے
۴۹	عید کے بعد آٹھ گھنٹے	۴۰	عید کے بعد آٹھ گھنٹے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۱	عورہ نہ حلقہ میں بھولنے کی تلاوت سجدہ کا حکم	۵۰	فرض کی عمر کی رکعت میں صورت ملنے سے سجدہ سہو نہیں، رکعت بھول گئی
۶۲	آیت بھڑکے ترجمہ سے بھی سجدہ واجب ہے	۵۱	باب صلوات الرضی
۶۳	آیت بھڑکے ترجمہ سے ایک جہاں سجدہ والی آیت سے ایک آیت بعد سجدہ لکھا ہوا اس کا حکم	۵۲	کس پر بیعت کرنا زیادہ صحت مندرجہ میں قوت شدہ نماز کا حکم
۶۴	آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں	۵۳	مراہیں کے لئے مستقبل قبل کا حکم
۶۵	استاذ و شاگرد کا ایک ہی آیت پڑھنا	۵۴	جماعت میں کیا اگر قدرت چھو تو تہا نماز چھوے
۶۶	نماز و اسپیکر سے آیت سجدہ سنانا	۵۵	والی احتیاط والا
۶۷	فی وی پر آیت سجدہ سننے کا حکم	۵۶	معذور تہا اہلبارت سے نماز پڑھ
۶۸	ایک آیت ایک مجلس میں متعدد قارئین سے سننے	۵۷	مسکتا ہو تو جو صحت ترک کرنے
۶۹	سجدہ تلاوت کی نیت میں قسبیں ضروری نہیں	۵۸	سجدہ سے عاجز کا حکم
۷۰	ان کے سجدہ تلاوت پر مقتدی کو عام میں چلا گیا	۵۹	سجدہ سے عاجز پر قیام (حق نہیں)
۷۱	سجدہ تلاوت بلا وضو جائز نہیں	۶۰	باب سجود الاستلزام
۷۲	سواہی پر آیت سجدہ کا تکرار	۶۱	نماز میں سجدہ تلاوت
۷۳	سورۃ ص میں سجدہ تلاوت کا مقام	۶۲	نمازی نے قیام سے آیت سجدہ سننے
۷۴	نماز میں سجدہ تلاوت بھول گیا	۶۳	نمازی سے غائب نے آیت سجدہ سننے
۷۵	باب صلوات المسافر	۶۴	المام کا ذکر میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا
۷۶	وطنی اقامت کے قریب رات	۶۵	آیت سے قبل سجدہ کر لیا تو
۷۷	شیرا تو تہی نماز پڑھے	۶۶	نماز واجب الانادہ ہے
۷۸	مغرب پڑھ کر ہوئی تہا میں سواہ	۶۷	جب صاحب غرض بھڑکی یا بالغ سے آیت سجدہ سننے
۷۹	ہوا اور آفتاب و باران نظر آنے لگا	۶۸	بغرض مستہنام آیت سجدہ پڑھنا
۸۰	زوالی سفر میں دن بہت بڑا نہایت	۶۹	آیت سجدہ کی آیت سے سجدہ واجب نہیں
۸۱	سفر میں سنت پڑھنے کا حکم	۷۰	آیت سجدہ کے ضمن پڑھنا

صفحہ	عنوان	صفحہ
۸۸	بیل گاڑی پر نماز	۷۲
۸۸	دین گاڑی اور میں نماز	۷۳
۸۹	کشتی اور بحری جہاز میں نماز	۷۴
۸۹	ہوائی اور بحری جہاز میں نماز	۷۵
۹۰	بندرگاہ کرچی میں قصر نہیں	۷۵
۹۱	مسئلہ اول	۷۵
۹۱	القول اللہ فی تحقیق مسافہ سفر	۷۵
۱۰۰	وطن اور وطن بقی بقاہ الانتقال	۷۶
۱۲۱	باب الجمعہ والصیدین	۷۷
۷۷	غیر خطیب جمعہ پڑھ سکتے ہیں	۷۷
۷۷	مسافر اور خطیب جمعہ میں شریک ہو گیا	۷۷
۷۸	جمعہ فاسر میں اور وہاں پڑھنا خاص ہے	۷۸
۷۹	خطبہ جمعہ میں بقیہ خطبہ میں ہے	۷۹
۸۰	جیل میں جمعہ پڑھ کا حکم	۸۰
۱۲۳	ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے	۸۰
۸۱	خطیب میں حاضرین دور درشت میں ہیں	۸۱
۸۲	جمہ کی اذان اول کے بعد بیچ و شرار ناجائز ہے	۸۲
۸۳	عید میں روزمری رکعت کے	۸۳
۸۳	رکوع کی تکبیر واجب ہے	۸۳
۱۲۵	نماز عید یا خطبہ کے بعد رماہ	۸۳
۱۲۶	نماز عید میں بخیر چھوٹ گئی	۸۴
۱۲۷	اذان اول کے بعد گھانا	۸۴
۸۴	اذان جمعہ کے بعد مسافر کے لئے خرید و فروخت	۸۴
۸۴	جمعہ کی طرف جاتے ہوئے بیچ و شرار	۸۴
	دور و شہر سے پہلے پہلے قصر شروع ہو گا	
	جو آبادی شہر سے متصل نہ ہو وہ مستقل ہے	
	لنگر گاہ پر حکم قصر کی تفصیل	
	انصالی آبادی کا معیار	
	موت زمین ہونے سے وطن نہیں بنتا	
	وطن اصل میں موت زمین	
	دھانے سے وطن نہیں رہتا	
	تابع کو جمعہ کی نیت اقامت کا علم نہ ہوا	
	مسافر نے ہوائی جہاز کی نیت کر لی	
	مسافر نے ہوائی جہاز پڑھ لی	
	مسافر نے عمدہ انصر کیا تو قریہ اعلیٰ واجب ہے	
	جنگل قبرستان کے لئے حکم قصر	
	سوال مثل والا	
	مقیم کے چھ مسافر کی نماز فاسر	
	ہو گئی تو درگشت و نائے	
	اشباہ نماز میں خرید و فروخت کے بعد نیت اقامت	
	ہوائی جہاز میں مسافہ قصر	
	مسافر مسوق خلف مقیم حرمی نماز پڑھے	
	مسافر خلف مقیم چار رکعت کی نیت کرے	
	بحری جنگل مشغول میں حکم قصر	
	رہن قبیلہ سے چھ گئی	
	ڈرائیور حرم میں ہند قصر پڑھے گا	
	عورت مسافر میں وطن کے فریب پہنچے	
	پاک ہوئی تو روزی مسافر پڑھے	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۶	جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونا	۱۳۸	بوالخطبہ شاہ رحمہ اللہ کی انگریزوں کے بارے میں
۱۳۷	خبر عید کی اشداء و استباضہ	۱۳۹	کریمیت سے لے کر اذان کی حکمت و مقصد
۱۳۸	مسلل خبریں یہنا سبب ہو	۱۴۰	خطبہ سے قبل پڑھنا شروع ہونا
۱۳۹	جمعہ پڑھنے کے بعد دوسری خطبہ پڑھنا	۱۴۱	نماز عید کے لیے شہر سے باہر نکلنا
۱۴۰	خطبہ سے قبل دعا کا رسم	۱۴۲	نماز عید سے قبل نماز کی قضاء جائز ہے
۱۴۱	عید میں جمعہ سے قبل نماز کی سختی	۱۴۳	عید میں پڑھنا شروع ہونا
۱۴۲	مفسدوں کے لئے جمعہ سے تاخیر نماز	۱۴۴	روزانہ کے بعد نفل جائز ہے
۱۴۳	قضاء نماز کے بعد تشریف کا حکم	۱۴۵	کارخانہ میں جمعہ پڑھنا
۱۴۴	عید میں تشریف آؤ کی اشداء میں بار و تکبر کی	۱۴۶	وقت خطبہ سنت پڑھنا جائز نہیں
۱۴۵	مفسدوں کیلئے روز جمعہ واجب نہ کر دینا	۱۴۷	اذان ثانی کے بعد گھر میں سنتیں جائز نہیں
۱۴۶	بروز جمعہ مفسدوں کے لئے نظر	۱۴۸	وقت خطبہ گھڑی میں چلائی دینا جائز نہیں
۱۴۷	کی اذان و اقامت کر دینا	۱۴۹	ایسے مقام کا حکم جس کا شہر ہونا مشتبہ ہو
۱۴۸	جوانی میں جمعہ کی تحقیق	۱۵۰	خطبہ اقامت کے درمیان مسئلہ بتانا
۱۴۹	وقت ہجرت قبا میں وجہ قیام	۱۵۱	قنارہ مسجد کی حد
۱۵۰	یعنی سالم میں اذان جمعہ کی تحقیق	۱۵۲	پہلے خطبہ میں اذان باخوضا اور
۱۵۱	خطبہ میں ایسے جن کو میوں کی ممانعت	۱۵۳	دوسرے میں چھوڑنا عادت ہو
۱۵۲	شرط کو جن سے جمعہ قائم ہو سکے	۱۵۴	عرب میں عید پڑھا کر پاکستان
۱۵۳	سوال متعلق بالا	۱۵۵	میں بھی پڑھا سکتا ہے
۱۵۴	خطبہ میں جہر شرط ہے	۱۵۶	حجیر تشریف بھولا گیا
۱۵۵	سوق بدولت میں جمعہ صحیح نہیں	۱۵۷	اذان خطبہ کا جواب جائز نہیں
۱۵۶	نماز عید کے بعد تکبیر تشریف	۱۵۸	عید گاہ میں نماز عید کی جامعیت ثانیہ
۱۵۷	تحقیق صرف لا حرج	۱۵۹	منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا سنت ہے
۱۵۸	روا تشریف لانا معصومانہ	۱۶۰	اذان جمعہ خطبہ کے سامنے ہونا
۱۵۹	اعتقاد و نظر کی حقیقت		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۶	پختہ قبرستان	۱۵۰	اذان اول کے بعد دین کا بھی جائز نہیں
۱۹۷	قرین ایسٹ، پھر اولو و لوگونا	۱۵۱	قضاء نماز اور عید میں ترسیم و احباب نہیں
۱۹۹	قبر پر چار دیواری یا چتر بنانا منع ہے	"	غسل جنہ تک غسل محمد کی سنت اولو و لوگونا
۲۰۰	نماز جنازہ میں مسنون کا حکم	"	غلیبہ کو لنگر دینا جائز نہیں
۲۰۱	سوال متعلق بالا	۱۵۲	پوتہ خطبہ ہاتھ میں عصا لینا
۲۰۲	جورڈن پر پادری رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا	"	خبر تشریف ایک بار سے زیادہ کشا
"	وقت علی السیر میں پڑھنا	"	سوال مثل بالا
۲۰۳	فرنگی زمین میں دفن کرنا	۱۵۳	عید میں مسنون خبرات کس وقت کہے؟
"	قبر پر سلام کہنے سے کیا فائدہ؟	"	مرغ حور میں عید وہاں نہیں پڑھ سکتیں
۲۰۴	جسم بلا درجہ کو عذاب کیسے ہوگا؟	۱۵۴	برائے خطبہ پختہ السیر پڑھنا جائز نہیں
۲۰۵	حشر میں ارلاداروں میں سے ملاقات ہوگی	"	دائیرہ کے قریب تبلیغی اجتماع میں ضابطہ جمع
"	تلاوت کے اہل حال و آداب کے لیے ہر ایک کے لیے	۱۵۵	کرامت اللہ خطبہ کی مقدار
۲۰۶	مرغ کو صدقات کا ثواب ملتا ہے	"	خطبہ میں ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
"	خود کسی کو ملے والے پر نماز جنازہ	۱۵۸	رسالہ
"	خود لکھی کر کے والے کو ایصالِ ثواب	"	الغنی فی مسائل الحجۃ والعمرة
۲۰۷	بعد تحفین خریدہ حجامت معزز نہیں	۱۹۱	باب الجنازہ
"	رمضان میں موت سے عذاب قبر سے امن	"	حیاء الالباء علیہم السلام
۲۰۸	جمہ کی موت کی قیامت تک عذاب قبر حیات	"	سوال مثل بالا
"	جمہ حرمین میں کافر کی عذاب قبر نہیں ہوتا	۱۹۲	سوال مثل بالا
"	رمضان میں موت کی فضیلت کا حوالہ	۱۹۳	سید میں نماز جنازہ مکروہ ہے
"	جمہ کی موت سے عذاب قبر	۱۹۴	سوال مثل بالا
"	ذہب نے ہر اشکال کا جواب	۱۹۵	نماز جنازہ کا اسلام آہستہ کشا
۲۰۹	شب جمعہ میں دفن کی فضیلت	۱۹۶	خود زون کو قبرستان جانا منع ہے
"	قبر پر کتبہ لگانا	"	قبر پر ستر آن پڑھنا

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۰	فاتیماؑ نماز جنازہ	۲۱۰	نماز جنازہ کا کراہ اور نہ کرنا نہیں
۲۱۱	مصلیٰ میں بیٹے والے کی نماز جنازہ	۲۱۱	میت گھر میں ہونے کے بعد کھانا کھانا کرنا ہے
۲۱۲	خسفیٰ آنا یا نہ آنا پر نماز جنازہ کی دعا	۲۱۲	قبر میں کوئی مسلمان رہ جائے
۲۱۳	مسلم کو کافر غلط اصوات پر نماز جنازہ	۲۱۳	تو کھود کر کھانا کھانا کرنا ہے
۲۱۴	قبر میں میت کو کھود کر درست کرنا نہ کرنا نہیں	۲۱۴	مصلیٰ میں میت کے جنازہ کے ساتھ
۲۱۵	بوقتِ دفن اگر قبر جگہ کا حکم	۲۱۵	جاننا تو افسوس ہے افضل ہے
۲۱۶	اہل میت کو کھانا پہنچانا	۲۱۶	دفن سے قبل ٹوٹنے کے لئے
۲۱۷	سوالِ مصلیٰ بالا	۲۱۷	ولی میت سے اجازت لینا
۲۱۸	مرد پیدا ہونے والا بچہ بھی سفارش کرے گا	۲۱۸	میاں بوی میں سے ایک کا در حکم
۲۱۹	نابالغ کو اصالِ ثواب	۲۱۹	ک میت کو دیکھنا یا نہ دیکھنا
۲۲۰	برستان سے الگ دفن کرنا مکروہ ہے	۲۲۰	کھانا کی نابالغ اور لڑکا کا حکم
۲۲۱	مرد پیدا ہونے والے کے خسن و شرف کا حکم	۲۲۱	قبر پر وہ کے لئے اتھا اٹھانا
۲۲۲	وادیہ کے سر پر عمارت بنونا مکروہ ہے	۲۲۲	نماز جنازہ میں قبر سائے ہونا مکروہ نہیں
۲۲۳	نماز جنازہ میں پہلا بیت خان بیت سر ہے	۲۲۳	نماز جنازہ میں رکعت دعا کی تفصیل
۲۲۴	نماز جنازہ کے ولی کی تفصیل	۲۲۴	عید گاہ میں نماز جنازہ
۲۲۵	امام محلہ نے نماز جنازہ پر عادی	۲۲۵	نماز جنازہ میں عورت کی محاذافہ نہیں
۲۲۶	قودی کو اذان کا حق نہیں	۲۲۶	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر
۲۲۷	متعدد اصوات پر دفن نماز جنازہ	۲۲۷	نماز جنازہ کس طرح پڑھنی چاہیے
۲۲۸	میت کو مقام موت سے دوسرے	۲۲۸	نماز جنازہ مسنون کے بعد پڑھی جائے
۲۲۹	مقام کی طوط منقش کرنا	۲۲۹	نماز جنازہ میں یکساں سلام پڑھنا جائز نہیں
۲۳۰	سوالی مثل بالا	۲۳۰	میت کو سر کے رشتہ دار خود پہلانا نہیں
۲۳۱	نابالغ کو غسل بیت میں دھونکر ناجائز ہے	۲۳۱	تہللانے اور دھانے کی اجرت
۲۳۲	زیارت قبر کا مسنون طریقہ	۲۳۲	میت کا منہ دھانے کی رسم
۲۳۳	نابالغ کو بوقتِ نماز غسلینا	۲۳۳	شیعہ کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۲	شافعی کے کچھ نماز جنازہ میں بیچ دینے مستحب ہے	۲۲۰	جنازہ کے سے کھڑا ہونا جائز نہیں
"	غیر مسلم کی مسلم کے جنازہ میں شرکت	"	جنازہ کی جاو پر سب قرآن پکھنا جائز نہیں
"	مسلم کی غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت	۲۳۱	غنی بیت کے غسل کی تفصیل
۲۳۳	جنازہ درمیرے مکان میں رکھ کر نہ پڑھنا	۲۳۲	رات میں دفن کرنا
"	تعمیت کا مسنون طریقہ	۲۳۳	دفن کے بعد وہ زمین ہاتھ ٹھکانا مستحب ہے
۲۳۵	نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ	۲۳۳	خبر پر پانی پھر کرنا
۲۳۷	مرد و عورت کو نہانے میں شرکت حد	"	حیث کو قبر میں دیکھ کر پہل پر نہ ناسلت ہے
"	نہانے کے غسل موت میں مرد میں پانی نہ ڈالنا	۲۳۶	ایسی میت کا حکم جس کا اسلام یا کفر معلوم نہ ہو
۲۳۸	مرد و عورت کو نماز جنازہ پڑھیں	"	سیداب میں مرنے والے کو غسل دینا فرض ہے
۲۳۹	بحری جناز میں فوت ہونے والے کا حکم	"	ناخن پالش پھر ملے بغیر
"	میت خاک ہو جائے تو اس پر	۲۳۸	عقار اور نماز جنازہ پکھ نہیں
۲۵۰	میت کو دوسرے کو دفن کیا جائے	"	نماز جنازہ میں سلام سے قبل ہاتھ چھوڑنے
"	میت کے کندہ میں دعویٰ دانت رو جائیں	۲۳۹	غسل میت میں کلور کا استعمال
"	حضرت عائشہ کا حضرت عمر	۲۳۹	میت کا سر زمین جانب ہو کر نماز جنازہ پکھ ہے
۲۵۱	کی قبر پر پہلے پردہ نہ جھانکا	"	نماز جنازہ میں مہینے سے گزرنا
۲۵۲	لحد کی گہرائی	"	نماز جنازہ میں مسلم بھولی گیا
"	نماز جنازہ کے لئے جو عتبہ بھوکے سنگار کی رسم	۲۵۰	نماز جنازہ میں چرختی بھی بھولی گیا
"	میت کے پاس تلاوت کا حکم	"	نماز جنازہ میں نظر بھان رکھے
۲۵۳	میت کو چھلانے والے کیسے غسل مستحب ہے	"	شیعہ کو غسل دے کر دفن کرنے کا حکم
"	دفن کا اکیسالی نواب	۲۵۱	قبر کے سرانے آرت قرآن پکھنا جائز نہیں
"	تلقین بعد الموت	"	مرد و عورت کے (حضرت زکریا)
۲۵۴	فصل فی التہنیت	"	و حیت میت برد واجب ہے
"	حادثہ میں مرنے والے کا حکم	"	شافعی امام کے کچھ نماز جنازہ
"	شیعہ شہید نہیں ہو سکتا	"	میں باخبر جس حکمیر نہ ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۴	بہاری کے مفید ہونے والے کا حکم	۲۵۴	فقیہ کو مقرّر زکوٰۃ میں اضافی ہونے پر حکم
۲۵۵	مسلمانوں کے باہر قتال میں ہونے والے کا حکم	۲۵۵	استعمال غمی کے لئے جائز نہیں،
۲۵۶	رسالہ متعلق بالا	۲۵۶	پروڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم
۲۵۷		۲۵۷	فرض پر جوہر زکوٰۃ کی تفصیل
۲۵۸	کتاب الزکوٰۃ	۲۵۸	جماعت اسلامی کو زکوٰۃ دینے سے ادا ہوگی
۲۵۹	دوسرے شہر میں زکوٰۃ دینا	۲۵۹	سناہم فرض زکوٰۃ دی تو ادا ہوگئی
۲۶۰	مسکین کو فرض صحت کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی	۲۶۰	حج کے لئے حج کر لیا ہوا رقم پر زکوٰۃ کا حکم
۲۶۱	مقرّر زکوٰۃ سے کسی کا فرض ادا کرنا	۲۶۱	عزّت سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ
۲۶۲	فرض سے نفاذ نصاب نہ ہو	۲۶۲	زکوٰۃ کی رقم ہلکے سے فوت ہوگیا
۲۶۳	قرآن و شریعت میں نہیں	۲۶۳	فرض وصولی ہونے کی امید
۲۶۴	ہر مومن مانع جوہر زکوٰۃ ہے	۲۶۴	نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں
۲۶۵	مقرّر زکوٰۃ سے دوسرے کی تعمیر یا نہیں	۲۶۵	رقم مندر پر زکوٰۃ فرض ہے
۲۶۶	مقرّر زکوٰۃ سے نفاذ دینا جائز نہیں	۲۶۶	بکری کے بچوں پر زکوٰۃ کا حکم
۲۶۷	غنی خالیہ کم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۲۶۷	کوئی چیز نیست نہایت غریب پھر نیست
۲۶۸	مانع میں ترقی سبب نفاذ عام نہیں کہایا	۲۶۸	ہو گئی پھر دوبارہ نیست کہی تیس زکوٰۃ نہیں
۲۶۹	زکوٰۃ کا نصاب	۲۶۹	تابع کے مال میں زکوٰۃ نہیں
۲۷۰	زکوٰۃ کا معرفت	۲۷۰	مالی زکوٰۃ میں اس مقام کی قیمت
۲۷۱	نصاب زکوٰۃ پر مال گزارنے کا مطلب	۲۷۱	مستحق ہوگی جہاں مال ہے
۲۷۲	زکوٰۃ مستحق کے زین خراج اعلیٰ سے ہے	۲۷۲	سولے کی زکوٰۃ میں وقت
۲۷۳	دین ہر کی وجہ سے حوریت کا امتثال تفصیل	۲۷۳	جوہر کی قیمت مضرب ہے
۲۷۴	حکم ادا زکوٰۃ پر بعد فوت	۲۷۴	ادارہ عشر کے باوجود زمین کی پیداوار سے
۲۷۵	زکوٰۃ بائعین اور مالکین	۲۷۵	محصّل کردہ نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے
۲۷۶	والے کو دینا حرام ہے	۲۷۶	بہن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
۲۷۷		۲۷۷	زکوٰۃ کی زکوٰۃ سے متعلق چند سوالات

صفحہ	عنوان	صفحہ	مضمون
۲۸۱	عائز کو نعت مقبول سے زبردیا نہ نہیں آئے	۲۸۱	گھنے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب
۲۸۱	سلاخی سٹارڈ کی کونسل حکومت پاکستان	۲۸۲	بکر پر مال کی زکوٰۃ کا نصاب
۲۹۵	کی طرف سے زکوٰۃ سے متعلق حوالات	۲۸۲	دبیل کی زکوٰۃ کا نصاب
۲۹۹	دبیل کے زکوٰۃ کے متعلق جو بھی زکوٰۃ نہیں دینا	۲۸۵	گائے بھینس کا اگر بھد نصاب
۲۸۵	دبیل کا زکوٰۃ میں رد و بدل کرنا	۲۸۵	بازر کے زکوٰۃ سے متعلق
۲۸۵	دبیل کا زکوٰۃ سے کوئی چیز خرید کر دینا	۲۸۵	جو مویشی جنگل اور کھو دوں چکر
۲۸۵	مستسیر کرتہ زکوٰۃ سے نکالنا بونا کرنا	۲۸۵	کے جوہر کی زکوٰۃ کا حکم
۲۸۶	حجر کا امیر کی بکری بونی نقدی پر زکوٰۃ فرض کرنا	۲۸۶	گرمی پر وہ حکمت و دلیل مویشی پر زکوٰۃ نہیں
۲۸۶	زکوٰۃ میں نقدی کی بجائے دھرمی چیز دینا جائز ہے	۲۸۶	نقدی مویشی پر زکوٰۃ
۲۸۶	حکایت کا بچاؤ کی اجرت زکوٰۃ سے دینا جائز ہے	۲۸۶	دروہر بچنے کی ہمت سے بانی
۲۸۶	رشتہ دار مسکین کو زکوٰۃ دینا زیادہ واجب ہے	۲۸۶	ہوڑا بھینس پر زکوٰۃ نہیں
۲۸۶	مذکورہ سے ہمت کی تعمیر و تکمیل جائز نہیں	۲۸۶	بکرین کی زکوٰۃ سے متعلق چند سوالات
۲۸۶	مسی کو اتنی زکوٰۃ دینا کہ وہ بڑھ کر نصاب ہو	۲۸۶	مسترد باغی کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں
۲۸۶	اتنی زکوٰۃ دینا کہ فرض ہو جائے کہ وہ ہے	۲۸۶	حس کی صرف
۲۸۶	مسلبہ زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینا	۲۸۶	جو اس کی شجرہ نہ لکھا ہو اس پر بھی زکوٰۃ حرام ہے
۲۸۶	نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے	۲۸۶	زکوٰۃ لینے کے بعد معلوم ہو کہ وہ معرفت نہ
۲۸۶	جو مسلمان غیبت خیرت لیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں	۲۸۶	شعبہ درکار انہوں کی زکوٰۃ دینے سے لانا ہوگی
۲۸۶	جو مسلمان غیبت خیرت لیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں	۲۸۶	مذکورہ سے خزانہ و دارالخمس کا حکم
۲۸۶	حیوان نمیک	۲۸۶	ان کی زکوٰۃ مسجد پر لگانا جائز نہیں
۲۸۶	حیوان نمیک کے زکوٰۃ جو سے نہیں	۲۸۶	مسترد کے زکوٰۃ میں کتب نہیں کرنا
۲۸۶	مذکورہ سے قیدیوں کو کھانا دینا	۲۸۶	نصاب پر سال پر ہونے سے قبل ملے
۲۸۶	دبیل زکوٰۃ اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا	۲۸۶	دان و رقم پر بھی اس کی زکوٰۃ فرض ہو
۲۸۶	دبیل زکوٰۃ اپنے ذی رحم کو دے سکتا ہے	۲۸۶	نہی حرام پر زکوٰۃ تو جب نہیں
۲۸۶	زکوٰۃ میں ان چیزوں کی قیمت فرحت معجزہ	۲۸۶	زکوٰۃ میں حرام مال دینے کا حکم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۲۲	شریعت ہلال شعبان کی تحقیق	۳۰۹	روائے از رحمت شریک و مکانوں پر رکوع ہے
۳۲۵	تیس رمضان کو بعد زوال کو شہادت میں رویت پر شہادت ہوئی تو انکار لازم ہے؟ چنانچہ بیشتر کی وجہ سے رویت ممکن نہ ہو	۳۱۰	چندہ کی رقم پر رکوع کا حکم کسی کی اولیٰ جگہ حاضرت رکوع کی قیادار نہیں ہوئی مرفی خاندان اور محلی کے تالاب پر رکوع کا حکم
۳۲۶	سورۃ یس رویت کا اعلان پاکستان کے لئے حجت نہیں	۳۱۱	رسالہ بریک آؤٹس سے حکومت کا رکوع وصول کرنا
۳۲۸	ہلال پر کسی کی شہادت قبول ہوئی تو اس پر رکوع واجب	۳۱۵	باب العشر والخراج عشر بر حصۃ مزارعان
۳۲۹	حسن کی ہلالی رمضان پر شہادت قبول نہ ہو تو وہ اکثر اس روز بھی لگے	۳۱۹	کارہ کے ہالی میں نصف عشر ہے مذہب شریعت پر خراج کے لئے فرض لینا بجائے پختے سے قبل کا فرق دینا
۳۲۹	برائے آخر الصلوۃ والسلام ایک یا سونے شہادت گزار	۳۲۰	اعتبار غلبہ نہ کا مطلب
۳۳۰	درہم لغرض شیعہ فانی کے حکم میں ہے	۳۲۸	یعنی اگر قبل الاداک میں عشر شریک ہے
۳۳۱	کائنات میں فانی جانا مفید نہیں	۳۲۹	رسالہ الخراج لا حکام العشر والخراج
۳۳۱	متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکون کو دینا جائز ہے	۳۳۰	باب صدقہ القطر
۳۳۲	آنکھش سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۳۳۱	شہید روزہ زکات و صدقہ افطر دینا یا نہیں صدقۃ الفطر کا فہم
۳۳۲	روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا	۳۳۲	صدقۃ افطر میں مجبوری کی قیمت معتبر ہے
۳۳۳	بہت زیادہ مال کا فدیہ ہے کفارہ نہیں	۳۳۳	رمضان سے قبل صدقہ افطر دینا جائز ہے سیر کو صدقہ افطر دینا جائز نہیں
۳۳۳	سفر کی وجہ سے رمضان اکثر یا غنیمت کی طرح	۳۳۴	رسالہ
۳۳۳	ہوائی سفر میں دن بہت بڑا ہے بھرا ہوا ہو جائے تو روزہ کا حکم طویل الہدایۃ میں روزہ کا حکم	۳۳۵	بسط البیان لفقہین اصناف کتاب الصوم
۳۳۴	شک میں اوقات عورت افطار	۳۳۵	روزہ ہلال میں مدنیہ وغیرہ کی شریک تحقیق
۳۳۴	کفارہ صوم میں فرض کی تفصیل	۳۳۶	
۳۳۴	روزہ میں عورت کا بول پر شرعی لگانا	۳۳۶	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۵	روزہ میں خونِ عکڑا مفسد نہیں	۲۲۵	ثبوت رمضان کی غلط فہمی سے روزہ نہ رکھ دیا
۲۲۶	قبل از غروب چاند دیکھ کر افطار کر لیا تو کفارہ لازم ہے	۲۲۶	غیر رمضان سے قبل اور باہر نہیں
۲۲۶	سوال مثل بالا	۲۲۶	گجور یا ایرانی ت افطار صحیح ہے
۲۲۶	روزہ میں راست نکلا دیا اس پر دوا لگا نا	۲۲۶	روزہ کی نیت کب تک کی جا سکتی ہے؟
۲۲۶	روزہ میں استبراء یا انقضائے کرم ضروری نہیں	۲۲۶	میکھ دینے کے بعد سفر کا ارادہ
۲۲۶	رجب کے روزہ کا حکم	۲۲۶	مگر تو روزہ پھر نرا جائز نہیں
۲۲۶	حائضہ کا رمضان میں کھانا پینا	۲۲۶	اور عورتوں میں بلا اختیار یہ دینے سے جانے کا حکم
۲۲۶	عکیر کا خونِ اندر یا مفسد ہے	۲۲۶	غسل روزہ میں معصوم یا آلودہ قرار دیا ہے
۲۲۶	آگ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۲۶	بجائے روزہ فرج میں دوا لگانا
۲۲۶	روزہ میں ٹھنسا کر دیا ہے	۲۲۶	کھانہ کے روزہ مسلسل رکھنا ضروری ہے
۲۲۶	کارِ نیک کے چھٹا یا مفسد ہے	۲۲۶	قدرت میں ہر چیز نیک ہے
۲۲۶	بلا سیری مست پر دوا لگانا مفسد نہیں	۲۲۶	مسکین کو کھانا کھانا کھانے میں نتائج شرط نہیں
۲۲۶	تاباغ روزہ توڑنے کو قضا ضروری نہیں	۲۲۶	کھانا پینے میں مسکین کو دقت کھانا ضروری ہے
۲۲۶	شوال میں قضا روزہ رکھنے میں کس قدر غلط نہیں ملتا	۲۲۶	بجائے قضا جان افطار کا حکم
۲۲۶	قریشہ سالی کے قدر میں بوقتِ رات کی قضا تیرہ	۲۲۶	مذہبی نیک سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۲۲۶	مشتبہ وقت میں مکرر کھانا کر دیا ہے	۲۲۶	حب مکھار کے درمیان حبس آگیا
۲۲۶	قدر کی کھانا	۲۲۶	دریہ روزے روزہ توڑنا
۲۲۶	قدر کا کھانا کافر کو بیجا نہیں	۲۲۶	بہت روزہ لگاؤ کا روزہ توڑنا زکوٰۃ کے بند کرنا
۲۲۶	صحت کے بعد غروب تک کھانا پینا جائز ہے	۲۲۶	سحری کھانے کے بعد کھانا کرنا
۲۲۶	روزہ میں نہ کا حکم	۲۲۶	باز کھانے کے بعد کھانا نہ بدعت ہے
۲۲۶	نہ کا مفسد کھانہ کھانا کھانا کھانا	۲۲۶	حرمِ بوقتِ نوافل یا نوافل یا نوافل یا نوافل
۲۲۶	کھانا کی مقدار	۲۲۶	بیری کی لڑی میں لکڑی ڈالنے کو مفسد کھانا قرار دیا
۲۲۶	روزہ کی مقدار میں دلی کی تعین	۲۲۶	دینے سے جان افطار کو مفسد کھانا کھانا
۲۲۶	مسواک کا پیشہ پیش میں جانِ مفسد نہیں	۲۲۶	پتھر سے نئی نکانا مفسد معلوم ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۱۲	حور کراحتکات میں حیض آگیا	۲۵۵	فروج قبل از آنکہ لعنہ پر افطار کر لیا
	مشکف فصل بعد کے لئے مکمل مسکتے	۲۵۶	فروج قبل از آنکہ پر افطار کر لیا
۵۱۳	احتکات مندرجہ کی مختلف صورتیں		بھاسہ روزہ فروج میں انگلی داخل کرنا
۵۱۵	تھابہ حاجت کے لئے نکلنے کو فصل نہیں کر سکتا	۲۵۷	درو کی سپاری کا فروج میں جو ناخوش ہے
	مشکف کا اخراج رک کے لئے فروج جاری نہیں		عورت دن میں یا کبھی تو کھانا پینا جاتا ہے
۵۱۶	مشکف کا حاجت بڑھانا		یہ چند چھوٹے پھلے روزہ کی نفا کا موقع نہ ملے
	مندرجہ احتکات قضاء بعد کے ساتھ بھی نہیں	۲۵۸	مسافر نے روزہ رکھ کر قزو و قزاق کھائے نہیں
۵۱۷	جس مہر میں حاجت ہو اس میں احتکات بھی ہے	۲۵۹	روزہ توڑنے کے بعد بار بار مسافر ہو گیا
	بعض امور مفیدہ و غیر مفیدہ		ذریعہ صوم سے ما جز کا حکم
۵۱۸	کتبہ اشباب الحج	۲۶۰	ذریعہ میں نابالغ و کھانا لانی نہیں
	حکم کا حکم		مہیام کفار و دوام میں یا اسٹھ دن؟
۵۲۰	منہج بھریر ایک ہی دم ہے	۲۶۱	ذریعہ اشباب
۵۲۱	عمر میں بکس بار فرضیت حج میں حکمت		بیون الزمان از قیۃ البطلان
	نفل حج کی نیت سے فرضی مطلق نہ ہوگا	۲۶۲	انطراح فتویٰ بر اطلاق
۵۲۲	محرم سے حلق کرنا	۲۶۳	باب الاحتکات
	جس نے اپنا حج نہیں کیا وہ حج دن رکھنا ہی		مہر سے نسیا نہ نکلتا متعاقب احتکات ہے
۵۲۳	احرام میں تو پاؤں پہنے کی جواز	۲۶۴	غسل قرعہ کے لئے کھانا جائز نہیں
	حج دیوان میں شیخ و قرآن کا حکم	۲۶۵	مشکف از آنکہ کے لئے مکمل مسکتے
	آٹائی کا ٹھہرے میں سے ریزہ چاکر تھ یا قرآن کرنا	۲۶۶	احتکات و محرم میں صفت کفار ہے
۵۲۵	کلی کا کٹائی سے دایہ پر غشی یا قرآن کرنا	۲۶۷	تازہ جذا یا عید و ست کے لئے نکلتا
	تین توڑے سے زائد یا من جماعت صلیب داخل نہیں	۲۶۸	نفس و ہر کے لئے نکلتا جاتا ہے
	میتقاس سے بدو ا حرام تجاوز	۲۶۹	کھانے کے بعد یا تھوہوئے کے لئے نکلتا
۵۲۷	سنگ کی استواء منکسہ واجب ہے	۲۷۰	بیت الطحطا حال پھرنے کے لئے احتکار کرنا
۵۲۸	حکومت حج نہ کرنے سے تو کیا حکم ہے؟	۲۷۱	مشکف کا صوم میں نہیں
		۲۷۲	احتکات و طے پر حکم قضاء

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۳۳	سوال متعلق بالا	۵۲۹	ایمان کے لئے چھ کا حکم
۵۴۲	نقاب پہننے سے لگ گیا		عموہ کرنے سے فرضیت حج پر تفصیل
۵۴۵	ترک کر دینا کا حکم		حج بدل گئی سے کیا کرنا چاہئے؟
۵۴۶	شیعوں کی طرف سے حج بدل جانے پر	۵۳۰	ماہِ محرم میں فضل و ضرر قائم رہنا مستحب نہیں
	مصر کے قید خانے کاٹ کر احرام کھول دیا		وقوف و زکوٰۃ جوڑنے کا حکم
۵۴۷	قانون عکوف کے بعد طواف تہہ نہ کرے	۵۳۱	سوال متعلق بالا
	موت کے بعد زوال کے بعد بھی		احرام میں انگوٹ یا میکر پہننا
	عزائم میں غروب کے بعد بیٹھنا		حرم میں چراغیں پہننا جائز نہیں
۵۴۸	سوال متعلق بالا	۵۳۲	عورت کے لئے طحا و سفر حج جائز نہیں
۵۵۰	نماز کے لئے قریب مقام ابراہیم کی سر		میت کی طرف سے بدون وصیت حج کرنا
	مقام ابراہیم پر، ماکا نفوت		سفر حج میں مرنے والے پر وجوہ میت و تفصیل
۵۵۱	بدون بارہ فکسے قبولِ حرم پر اگلا ثبوت	۵۳۳	آذان کی بجائے دینی بنی الزوال جائز نہیں
۵۵۵	طواف کی دوامیں		دینی میں اجازتِ نیات کی شرط
۵۵۶	مرحومین کے طواف نیچے کرے؟		حدائق زیارت پر دھوکہ کرنے سے وہم و گمان ہیں
	حاصل طواف میں بہت اندر نہ دیکھنا	۵۳۵	دم شدہ سے ماہر کا حکم
۵۵۸	استقبالِ بیت بوقتِ اسلام نہیں ہائی	۵۳۶	حرم میں مستحقِ طواف نبی کریم ﷺ کے سنگت میں
	ترک طواف زیارت	۵۳۷	زکات طواف مکہ و وقت میں پڑھنے کا حکم
۵۵۹	وقوف مزید لکھنے کے بعد فقیر اعدال جیوڑ دیتے	۵۳۸	راج میں تاخیر جائز نہیں
	حرم میں پانی کی بوتلی بھی حرام ہے		وقت فرضیت حج
۵۶۰	زیارۃ قبر النبی اکرم	۵۳۹	طواف زیارت ذکر کا قرآن کی وصیت واجب
	صلی اللہ علیہ وسلم		ایہ کفر میں طواف و دار جائز ہے
	وصیت اٹھان		عموہ و جہ الغلوئی کی وجہ ترک طواف و دار
۵۶۱	تحریر المسائل کی زوائد و بیانات	۵۴۰	حاصل سے زائد میں جو حج فرض ہے
۵۶۲	بعض ضروری مسائل کی	۵۴۱	احرام میں گزین گمان سے پیشانی ڈھانکنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب قضاء الفوائت

قضاء کی نیت میں دن کی تعیین ضروری کار :

سوال : میرے ذمہ کئی سالوں کی نمازیں قضا تھیں، اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو میں نے ان کی قضا پر صبی شروع کر دی مگر یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قضا نمازیں دن تعیین کرنا ضروری ہے کہ فلاں دن کی نماز قضا پڑھ رہا ہوں اس لئے مندرجہ سوالات کا جواب تحریر فرمائیں۔

- ① جب کسی کو یاد ہی نہ ہو کہ کس دن کی کوئی نماز اسکے ذمہ قضا ہے تو وہ قضا نماز کیسے پڑھے ؟
- ② جو نمازیں اب تک بلا تعیین پڑھی گئی ہیں کیا ان سب کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے ؟ یقیناً فقہاء

الجواب : باسمہ ملہمہم القضا ابے

① اگر دن و تاریخ یکو یاد نہ ہو تو اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ غرض کی جتنی نمازیں ہیں ان میں سے پہلی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اسی طرح دوسری نمازوں میں نیت کرتا رہے، قالہ فی شرح الصوری فی الخبر باب قضاء الفوائت کثرت الفوائت فی بعض اوقات ظہر علیہ و اولیہ (رد المحتار ج ۴ ص ۳۱۰)

② ایک قول یہ دن کی تعیین ضروری نہیں یہ قول بھی صحیح ہے اگرچہ شرط تعیین درج و اجواب ہے اگر نمازیں مٹانے میں حرج ہو تو اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، قالہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً ربوبہ کثرت الفوائت ہم وقیانہ یلزم التبعیہ فی البقاء کما فی صوم بام مزی و رمضان واحد و مشی علیہ امتنع فی ہر انکی مشورۃ نعم لکن فی قیل و قالہ لکھ التبعیہ فی مونی اعینہ لکن فی استثنائہ فی الاسراء و قالہ فی بعض النسخ لا ذکرہ، معہذا کذا فی بعض النسخ و فی الاصل ہم لاشترکوا فی ہذا و من صح فی المنقح ہذا فی وہما الخ و یہ جزو فی الفقہ کہ فیما فی فی بحث ابن حزم یہ ہذا صحیح و العذر لیساً (رد المحتار ج ۴ ص ۳۱۰) و قالہ فی بعض النسخ انما یلزم التبعیہ و الا لاشترکوا

خود وہ جزو فی فقہہ : «الحائز» لفظ واللہ فلاحہم غفر لہم

قضا نماز بھی طور پر پڑھنا چاہیے :

سوال : قضا نمازیں علامہ طور پر مسجد میں ادا کرنا افضل ہے یا کہ مخفی جگہ سے اگر ایک

شخص وترکی قضا مسجد میں پڑھتا ہے اور اس خیال سے کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو تیسری رکعت میں تکبیر قنوت کے لئے رہنے دیتے نہیں کرتا تو کیا اس کی وتر کی نماز صحیح ہو جائیگی؟ بینوا تو حرام۔

الجواب باسناد صحیحہ الصواب

قضا نمازوں کو مخفی طور پر ادا کرنا چاہیے لیکن مسجد میں اور ایسی جگہوں پر جہاں لوگ نہ ہوں تو لوگوں کو معلوم نہ ہونے پر وہ رہے ہیں یا قضا، اگر نماز عصر کے بعد اور پورا وقت لوگوں کے سامنے قضا نماز نہ پڑھے، کیونکہ اس وقت میں نوافل مکروہ ہیں، لہذا دیکھتے دلتے اس نماز کو قضا ہی سمجھیں گے اور گناہ کا اظہار بھی مستقل گناہ ہے، لوگوں کے سامنے وتر کی قضا میں دعا قنوت سے قبل تکبیر کہے مگر ہاتھ نہ اٹھائے۔ قال فی الشامیۃ عن الامام (رحمۃ اللہ علیہ) انما فی القضا دعاء الناس فلا یرفع حتی لا یطلع بعد علی قصیر واھ (رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ربیع الآخر سنہ ۱۰۵۵ھ

وترکی قضا علانیہ کرے تو تکبیر قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائے :

مسوال : قضا نماز مخفی طور پر ادا کرنی چاہیے، مگر وتر کی قضا میں تیسری رکعت میں دعا قنوت سے پہلے تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھائے تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا اس صورت میں کیا کرے؟ بینوا تو حرام۔

الجواب باسناد صحیحہ الصواب

ایسی صورت میں قنوت کے لئے تکبیر کہے مگر ہاتھ نہ اٹھائے، دلائل ابن ماجہ میں حدیث اللہ تعالیٰ تحت (قوله لا یغایب) وھذا کما فی الامداد عن جمیع الروایات لوقی الوقت، اما فی القضا عند الناس فلا یرفع حتی لا یطلع بعد علی قصیر واھ (رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ربیع الآخر سنہ ۱۰۵۵ھ

عبر کی قضا مغرب سے پہلے پڑھے :

مسوال : عصر کی نماز قنوت، ہوئی تو اذان مغرب کے بعد عصر کی قضا پڑھے یا مغرب کی نماز ادا کرے حالانکہ جماعت بھی ہونیوالی ہے؟ بینوا تو حرام۔

الجواب باسناد صحیحہ الصواب

اگر شخص صاحب ترتیب ہے تو پہلے عصر کی قضا پڑھے پھر مغرب کی نماز ادا کرے قنوت جماعت کو سقوط ترتیب کے لئے سبب قرار نہیں دیا گیا، اور اگر صاحب ترتیب نہیں تو پہلے نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کرے، بعد میں عصر کی قضا پڑھے، صاحب ترتیب وہ ہے

جس کے ذمہ عید تازی قضا کے ہو، حالانکہ فی المنقول الترتیب ہے، یعنی القروہ فی الخمسة والموتراد فی
وقضاء لازم (وہد اسطر) لا اذا ضایف الوقت او سبیت العائنة اوقات حقت اعتقادیہ
محرور وقتہ السامیۃ (رد المحتار ص ۴۷۳) فقہار اللہ تعالیٰ علیہ

۱۰. جہادی الزاویہ سے جہاد

پچھ نمازوں سے کم تقضا ہوں تو ان میں ترتیب واجب ہے :

معمولاً زبردست قریباً درواہ کی غازی قضا ہو گئیں، سب قضا کرنے کے بعد اب اگر ایک دو غازی قضا ہوں تو یہ صاحب ترتیب ہو گا یا نہیں؟ میتھو اللہ و!

الجراب باسم ملهم الصواب

صورت مذکورہ میں جب تک دوبارہ چھ ناریں نقصانوں صاحب ترتیب رہیں گے، تاکہ
قرن الثور والی ترتیب پہلے القرونی الخمسة والو تراوا وقضاء الذہر (الذہریہ) لا اذ انما ساق
القوتہ از نسبت العائستہ او انتہت سے اعتقادینہ وقر الشایعہ خروج القرینی العلوی وقر الوتر
وان الترتیب بینہ وبعین ذیرہ وان ہاں فرما لکذا لاجب مع المعانیۃ ہم (والدعا راجع ۱۶)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ روزه بالکلیه صحت ۹۴۰

نہاتروں کی قضا کے لئے سنن اور اہم نواقض نہ چھوڑے:

مسوالہ: کیا یہ جائز ہے کہ سنت، نفل اور تواجہ کی بجائے اسوقت میں تصانیف یورپی کرنے کی کوشش کروں، بیوقوف ہوں؟

الجواب باسم ما هم المصواب

قضا نمازی پڑھنے کے لئے مسیت کو گھر اور تواریخ نہ چھوڑیں، بلکہ حضرات فقہاء ارحمہم اللہ تعالیٰ نوافل کا ثورہ مثل ہی شرت، ادا ہیں اور صلوة التبییح وغیرہ کو بھی قضا پر مقدم فرماتے ہیں، مگر اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ اسباب ظاہر کے پیش ضرورت سے قبل قضا نمازوں کی ہر جگہ دشمنی کی توقع ہو، مگر قضا نمازیں بہت زیادہ ہیں اور حکم کفر آفریں ہے تو اھوں نوافل پر قضا کو ترجیح دینا لازم ہے، اقلانہ شرح الاستیعاب جو تشریح النوازل کے لئے وجہ علی الغرر لحد والسور علی النکاح والنفق الخواتم لا ھم اذ فی الشک فی ردہ وقولہ الخواتم یوہام ما یقیدہ ایں ما یجانبہ لحد من حلیہ نعم وقولہ غرر واما الظہار فقالت فی غیہہ لہ اثبات غیہہ بقضاء النوازل اولہ واما من النوازل

الاسمان الغروضة وهن الغواصات وصاوة التسبيح والصلوة المستمرة فيها الاظهار والاعتراف بالجملة
والاداء فلهذا الغرض والسنة بعد المخرجه (رد المحتار من جامع)

نحية المسجد كقضاء الرجوع دينا صحيح ليس، اس لئے کہ دخول مسجد کے بعد قضا بڑھے گا تو اسی سے
تیمہ مسجد بھی ہو جائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اشاء نماز میں وقت ختم ہو گیا تو نماز ادا ہوئی یا قضا؟

سوال: ایک شخص نے آخر وقت میں نماز شروع کی مگر نماز پوری ہونے سے پہلے وقت ختم
ہو گیا تو یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر نماز ہو گئی تو ادا ہوئی یا قضا؟ یا بتواتر جواب

الجواب: باسوة صلواتهم الصواب

اگر فجر کی نماز میں آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز فاسد ہو گئی، آفتاب نہ نچا ہونے کے بعد
قضا بڑھے، فجر کے سوا دوسری نمازیں شروع وقت سے فاسد نہیں ہوتیں،

ایسی نماز ادا ہوئی یا قضا؟ اس بارہ میں چار قول ہیں،

① اگر تحریمہ وقت میں ہوئی تو واجبہ ورنہ قضا،

② اگر ایک رکعت وقت میں ہوئی تو واجبہ ورنہ قضا،

③ جو حصہ وقت کے اندر پڑھا وہ ادا ہے اور بقیہ قضا،

④ جس نماز کا کوئی حصہ بھی وقت کے بعد ہوا وہ پوری نماز قضا ہے،

ذالہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی الذلہ باب قضاء الغواصة والغرض من قضاء الوقت بان يكون
اداء عند ما وقع من الشافعي رحمه الله تعالى، وقال: بغير ما بين ذلك الله تعالى وما ذكره من ان الله
بالغرض من ان يكون اداء عند ما هو ما جزم به في المحرم ذكر شافعي رحمه الله تعالى عن ابي حنيفة
الغرض من ان يكون اداء عند ما هو ما جزم به في المحرم ذكر شافعي رحمه الله تعالى عن ابي حنيفة
الغرض من ان يكون اداء عند ما هو ما جزم به في المحرم ذكر شافعي رحمه الله تعالى عن ابي حنيفة
فرجہ زبد المحتار ۹۵۳: ۳

وقال العلامة الطحطاوي رحمه الله تعالى معزيا عن شيخنا العلامة الباقلي نوادره ركعة من ركعتين
غير الصلوة الوقت ثم خرم الوقت هل يكون هذه الصلوة اداء او قضاء او ما في الوقتين من ركعتين
قضاء او لا قال الصلوة اولها او قطعه الغرض من المسافر الاقامة، فهذا ما يعبر بغير فعل وقت فلهذا معلوم
منه ان ركعة لا بد من ان يكون قضاء قال رحمه الله في تكملة الباقلي ان ركعة في شريم
المسافر من ركعتين الا ان دخلت اجرة فحينئذ يعبر بها بالصلوة من ان يكون في الوقت يكون اداء عند ذلك

برکت علی من شافہ من روضہ اللہ تعالیٰ عنہ (مصلحتی علی اعلانیہ ص ۲۰۲)

قول اول زیاد مشہور ہے اور باب قضاء غلو: است میں زیادہ تر یہی مذکور ہے۔ مگر بعض حنفی نے ناقدہ وقت عشر میں صرف قول ثالث ذکر فرمایا ہے جو دلیل ارجحیت ہے، نیز محکم کتب میں باب صلوات المسافر میں آٹھ نماز میں خروج وقت کے بعد نیت اقامت کو غیر متبر قرار دیا ہے جو اسی قول ثالث پر مبنی ہے۔
نقطۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۱۰۰۰ نمبر ۱۰۰۰

سفر کی قضاء حنفی میں اور حنفی کی سفر میں :

مسوالے : اگر سفر کی نماز کی قضاء سفر ختم ہو جانے کے بعد کرے تو کیا نظم اور عصر اور عشاء کی نمازوں کے لئے دو رکعت قصر ہی کی نیت کرے یا پوری چار رکعت ادا کی جائے، چونکہ اس سفر کی حالت نہیں ہے، اور اسکے برعکس صورت میں اگر سفر میں سابقہ نمازوں کی جو چار رکعت دو رکعت پڑھنا چاہئے تھی قصر کرے تو مذکورہ نمازوں میں پوری چار رکعت پڑھے یا دو نماز؟
بیتو! توجروا

الجواب بالاسم ملہم المصواب

نماز سفر کی قضاء میں قصر کرے اگرچہ سفر ختم ہونے کے بعد ہو اور نہ اس سفر کی قضاء پوری پڑھے اگرچہ سفر میں ہو، فقط واللہ تعالیٰ علیہ
۱۰۰۰ نمبر ۱۰۰۰

ورق قضاء میں بھی ترتیب لازم ہے :

مسوالے : کیا قضاء نمازوں میں وتر عشاء کے فرضوں سے پہلے بھی پڑھ لینے کی اجازت ہے یا فرضوں کے تابع ہونے کی شرط اس میں بھی ہے؟ بیتو! توجروا

الجواب بالاسم ملہم المصواب

قضاء میں بھی فرض اور وتر کے مابین ترتیب لازم ہے البتہ غیر صاحب ترتیب کی قضاء میں دوسری نمازوں کی طرح فرض اور وتر کے درمیان بھی ترتیب ملاحظہ ہے جس کے ذمہ پانچ فرض نمازوں سے زیادہ قضاء ہوئی وہ فیہ صاحب ترتیب ہے، اس تعداد میں وتر داخل نہیں، وتر کے علاوہ چھ یا اس سے زائد فرض قضاء ہوں تو ترتیب ملاحظہ ہوگی، فقط واللہ تعالیٰ علیہ
۱۰۰۰ نمبر ۱۰۰۰

صاحب ترمیم کی تعریف :

سوال: تشارٹاؤں میں ترتیب کس شخص پر مبنی ہے؟ بینو، نوچر

الجواب باسم المصطفى

جس کے ذمہ پھر غرض نمازیں قضا نہ ہوں وہ صاحبِ مرتب ہے، پھر یا زیادہ قضا کرے
یہ قضا اس کے ذمہ ہو تو اس پر ترتیب لازم نہیں، ورتما نہیں کے جائیں گے مثلاً ایک فجر
سے دوسری فجر تک کی نمازیں قضا ہو گئیں تو ان کی قضا میں ترتیب لازم نہیں اس سے کم قضا
ہوں تو ترتیب لازم ہے، فقط و فقط نقل از علامہ

۹، نۆمى تەدرىس سىز ۹۹ ھ

خوب نوٹ جہد مستطرتیب نہیں:

مسوالہ: کسی کی فحش نماز تھنا ہو تو اور بوقت جمعہ یا آئی و اب اگر تھنا پڑھتا ہے تو جمعہ فوت ہو جائے گا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: باسمهم الصواب

اگر صاحب ترتیب ہے تو فوراً کھڑا چلے پڑے اسکے بعد جسے مل جائے تو بہتر ورنہ
ظہر کو خانہ پڑھے ، نقلہ فی الشامیۃ عنہ الشارحانیۃ انہ یصلیہا عند ہواؤں خفاۃ خوستۃ الخیرۃ
مع الاقام ثوبیصلی الظہر وقلل عذرا ینزل الخیرۃ ثم یصلی الخیرۃ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۸)

فَقَطُّ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

۴۴۴

فدیہ نماز کی مقدار : ۲۰۵ گرام عیون کی قیمت،
میت کی طرف سے اس کا بیٹا فدیہ نماز ادا کر سکتا ہے۔

یہ دونوں مسئلے غلطی سے جلد ۳۲ باب صفۃ الصلوۃ میں درج ہو گئے ہیں اور
وہاں دیکھ لئے جائیں، اور الٰہی مکمل تحقیق کے لئے جلد ۱۲ باب صفۃ الصلوۃ کے آخر میں
رسالۃ الباع الثقیفین الصالح "ملاحظہ ہو، (ترجمہ)

باب سجود السہو

سورت یا دعا قنوت سہواً چھوٹ گئی تو سورت کیلئے قیام کی طرف لوٹے قنوت کیلئے نہیں:

سوال: ایک شخص سے سورت یا دعا قنوت متردک چوٹ گئی رکوع میں جا کر یاد آئے تو رکوع کو چھوڑ کر قیام کر کے سورت یا قنوت پڑھی تو نماز صحیح ہو گئی یا نہیں؟ بقیۃ التوحید

الجواب: ومنہ الصلوٰۃ والصواب

اگر سورت یا دعائی تو رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف رجوع کرے اور سورت پڑھے اگرچہ رکوع تمام کر کے قنوت کی طرف منتقل ہو چکا ہو، پھر دوبارہ رکوع کر کے قنوت میں سجدہ سہو کرے۔ اگر دوبارہ رکوع نہ کر لیا تو نماز ہو گئی۔ اگر یاد آجائے کہ باوجود قیام کی طرف نہ لوٹا تو اس کا حکم عداۃ نظر سے نہیں گزرا، لیکن تقیہ رحمۃ اللہ سے قیام کی طرف رجوع کا وجوب معلوم ہوتا ہے لہذا عمدائے ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعداد ہوئی، اور اگر قنوت چھوٹ گئی تو رکوع سے عداۃ الیقین نہ کرے صرف آخر میں سجدہ سہو کرے مگر عداۃ کی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی اس صورت میں رکوع کا اعداد نہ کرے سجدہ سہو کرے۔ اگر رکوع دوبارہ کر لیا تو بھی سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی اگر ایک سورت یا دعا کو دوسری سورت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف رجوع کیا تو اس کا حکم بعینہ ثبوت کی طرح ہے۔ (درمختصر فی شرح السنن بروحانیۃ لاجل عبادۃ بابہ سجود السہو) حفظ واللہ تعالیٰ اعلم

عارفی قدس سرہ

سوال مشن یا نا:

رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا کہ سورت نہیں پڑھی تو کیا سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائیگی؟ بقیۃ التوحید

الجواب: یا سمر مہلہم الصواب

رکوع میں یا قنوت میں ترک سورت یا دعا کیا تو سورت پڑھ کر دوبارہ رکوع کرے اور سجدہ سہو کرے، دونوں سورت پڑھے سجدہ سہو کر لیا تو بھی نماز واجب الاعداد ہے، اگر نماز کو دوسری نماز میں ایسی صورت پیش آجائے اور کثرت جماعت کی وجہ سے رکوع

کے بعد سورت پڑھنے اور دوبارہ رکوع کرنے میں لوگوں کی نماز کے نساؤ کا غلغلہ ہو تو اس کا حکم صراحتاً نظر سے نہیں گزرا، ابو جعفر ثریب کا علم ترک سجدہ سہو کے جواز پر قیاس کا متقاضی یہ ہو گا کہ اس صورت میں ترک سورت کی گنجائش ہے، اس صورت میں بھی سجدہ سہو واجب ہے، سجدہ سہو کا وجوب ہم سورت میں تاخیر کی وجہ سے ہے نہ کہ ترک سورت کی وجہ سے، اس لئے کہ ترک سورت تو ٹھیک کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوزی الجہ سنہ ۱۴۰۵ھ

امام کے ساتھ مسبوق نے عمدہ اسلام سہو پھر اتو نماز فاسد ہو گئی،

سوال: امام کو سہو ہوا تو مستند ہی مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرتے وقت سلام پھر نیکیا یا سلام سجدہ کر لے گا، اس میں اختلاف ہو رہا ہے اس لئے مدلی تحریر فرمائیں، اللہ اعلم

الجواب: وهذا المصداق والقواب

مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرتے وقت سلام نہ پھرے بغیر سلام کے سجدہ کرے، اگر مسبوق نے سلام پھر دیا تھا، تو اسے اپنا مسبوق ہونا یاد بھی تھا، یعنی یاد تھا کہ اس کے ذمہ نماز کا کچھ حصہ باقی ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اگر سہو اسلام پھر یعنی اسے اپنا مسبوق ہونا یاد نہیں تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگر مسبوق ہونا یاد تھا مگر مسئلے سے اجالت کی وجہ سے سلام پھر دیا تو بھی نماز ناجاتی رہی، اس لئے کہ اجالت عذر نہیں۔ قال فی الشامیۃ فی الجہ (والمسبوق سجدہ امامہ) قید بہ سجود لا یشاہد فی مسندہ بل یسجد معہ ویشہد قائم علی الزام قائم لہ لکن لکنہ ذلک سجدہ کان علیہ فاسد لہ ولا لا، وجب سطرین عن شرح النبیۃ ولسنہ علی خوارق علیہ ان یسجد لہو سلام عمل یتم الیہ لا یرد لغتاً، ص ۱۹۹، وفیہ از فوسلہ ولسنہ ص ۱۹۸، قید بہ لاندہ لیسلم معہ لا امام علی غلہ ان علیہ السلام معہ فہو ملازم فاسد کما فی الجہنۃ فی القیمۃ (وہذا لاندہ ۵۷۵)، فی الخزانہ او ملکہ لاندہ علیہ رکعت جبہ تبطل رکعت سلام (وہذا لاندہ ۵۷۶)

نیز لاندہ کے نزدیک سلام میں علیہ سجود سہو بخروجہ منہ یا صلیبہ خروجاً موثقاً لہ لکن سجدہ عاد الیہ ولا یرد لاندہ ص ۱۹۸، جہ سے معلوم ہو کہ سلام سجدہ سہو سلام تکمیل ہے اور سلام تکمیل سے حلقی ملائکہ کے فسادات مضمونہ میں ہے فساد التعمیہ مفسد مطلقاً وسداد التعمیل فی عمل (وہذا لاندہ ص ۱۹۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منتصف رجب المرجب سنہ ۱۴۰۹ھ

قعدہ اخیرہ چھوڑنے سے فرض نفلین گئے تو سجدہ سہو نہیں :

سوال : صلوٰۃ ظہر میں قعدہ اخیرہ بھول گیا اور رکعت خامسہ کو مقید بسجدہ بھی کر لیا تو سجدہ سہو ہے یا نہیں ! یقیناً فرما

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس صورت میں سجدہ سہو نہیں ، قالہ فی شرح التنبیہ ولا یسجد للہو علی الاہم الا ان التقصیر بالفساد لا یجوز فی الشایعہ (قوله لا یسجد للہو) مع الحاصلہ بمرکب القعدۃ لا یجوز یسجد للہو قالہ قلت انہ وانہ فسد وقتاً فقد صح نفلان ومنہ قول القعدۃ فی الفلانی ساجداً وجہ علیہ مجوز السجود فی الم یجب علیہ السجود نظر الی الراجح قلت انہ فی حالہ قریۃ القصدۃ لویکون نفلان بما تحقق النفلۃ بتقید الركعتہ بسجدة والظہر والفقہیۃ عارضة ما زلنا لہدہ مشہور م فقط واللہ اعلم

درجہ سہ ۵۵۵

چار رکعت نفل میں قعدہ اولیٰ پر سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو نہیں :

سوال : چار رکعت نفل کی نیت یا نہی اور قعدہ اولیٰ پر سہو سلام پھیر دیا بعدہ یا نہ یا تو ناسخ کی طرف قیام کر کے شفع ثانی کا صل کیا تو سجدہ سہو لازم ہو گا یا نہیں ؟ یقیناً فرما

الجواب ومنہ الصدق والاحتساب

اس صورت میں سجدہ سہو نہیں ، کیونکہ نوافل میں اربع رکعات کی نیت سے صرفت شفع واحد ہی واجب ہوتا ہے ، جب شفع ثانی واجب ہی نہیں تو سلام پھیرنے سے تفریق افروغ واقع نہ ہوتی جو سبب تعداد وجوب سجدہ کا ، باقی رہا یہ سوال کہ شفع ثانی صحیح ہو یا نہیں ! پس ناسخ کی طرف قیام کرنے وقت تکیر کہی ہو تو یہ تکیر تحریم کے قائم مقام ہو جائے گی۔ فقہ میں اس کے نظائر موجود ہیں کہ فقط تکیر کو اگرچہ تحریم کے سوا کسی اور نیت سے کہی ہو بمنزلہ تحریم کے قرار دیا گیا اور نیت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ لہذا شفع ثانی صحیح ہو جائے گا۔ البتہ اگر ناسخ کی طرف قیام کے وقت تکیر نہیں کی تو شفع ثانی کی ابتداء صحیح نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم

درجہ سہ ۵۵۵

مدد جلیہ اللہ العالیٰ الخیرات الخیرۃ ولعمریہ صمیم حوزۃ النصاراء لہ لو کہ یقر العیام لاندانی سلام سجدہ اولیٰ شرح التنبیہ واللہ اعلم ساجداً (یصلیٰ لاند دعا ورنہ وجہ رد الی الخ) ص ۳۰۳ (۱۹) ص

دور حرکت نقل کی قیمت کی اور قعدہ کے بعد ہوا دور رکتیں اور پڑھیں تو سجدہ سہو نہیں:

مسئلہ : دو رعیت نفل کی قیمت سے شمار شروع کی قعدہ کے بعد سبواً نہ لے کر اعراف پر کیا

(۱۰) شیعہ ثانی کا مسل کر لیا تو اس پر عہدہ سوارام ہے یا نہیں، یقیناً تو رہا

الاجواب ومنه الفصل في القبول والقبول

جب بناء النفس طوطمہ اللہ کے جاننے سے توجہ سے سہو کا کوئی سبب نہیں، بلکہ جب چار حرکت نفس کی نیت یا ناسی جائے تو بھی بھریم فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ شفع واحد ہی واجب ہوتا ہے۔ چار کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلا تسلیم اور بلا تخریر کے نفس قیام الی الثالثہ سے شفع خانی لازم ہوتا ہے۔ مگر اس صورت میں سہو نہیں تو اس پر قیاس کرنے سے ہونے صورت سہو میں بھی سہو ہونا ہوگا، کیونکہ اس میں بھی شفع خانی کا وجوب قیام الی الثالثہ سے ہوا ہے۔ قالہ فی شرح المنکر جو کہ شفع عند صلوة وفي المشاہدۃ کا ذکر فرماتا، اعلم ان مکذوب عن الخوارج علی رؤس المركبۃین فاذا قام الی شفع أخرک فی بابا صلوة علی ثوبین صلوۃ ومن ثم صرحوا بان قولہ اربعۃ لا یجب علیہ یعمونیتھا سرور المركبۃین فی المشاہدۃ عن الصحاح ولا یقام الی الثالثہ بخلافہ فقہریمہ مبنی آہ حق الی نساء والشفع الثالث لا یوجب نفس والشفع الرابع (زمخشریہ) یامہ صفۃ الصلوۃ ۱۳ ص ۲۱۸ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

المعلمين والطلاب

لہذا ہم کے سجدہ سہو کے بعد شریک ہونے والے پر سجدہ سہو نہیں:

سوال: اگر کوئی امام کے ساتھ ایسی حالت میں شہر چک ہوگا کہ امام سجدہ کے بعد دن میں سے

ایکسہ : دونوں کر چپکا تھا تو اس کا کیا حکم ہے ؟ یہودیہ اتوجہ دیر

الاجواب ومنه الصدق والشواب

گرد و سرست مسجد میں شریک ہو، تو اس پر پھلہا مسجد نہیں۔ اور اگر دونوں کے بعد شریک ہو، تو دونوں مسجد سے اس سے سنا جائیں۔ قالہ فی الھدیۃ فی فصل سہو الامام من الہدیۃ الثانی عشر: ولو دخل معہ بعد ما مسجد صحیۃ السجود یتابعہ فی التختۃ ولا یغضی نازلاً فی راسہ ولا یحضر معہ بعد ما مسجد عملاً یتقصیہا کذا فی التذکرۃ (عالمگیریہ ج ۳ ص ۶۶) وکن فی الشامیۃ البیضا فی باب سجود السجود ج ۱ ص ۱۶۶) فقط (تذکرۃ فی العلم

مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو سے قبل کھڑا ہو گیا :

سوالیہ : مسبوق کو سہو امام کا علم نہ تھا۔ اس لئے سجدہ سہو سے پہلے قیام کر لیا، بعد میں سجدہ سہو کا حکم ہوا تو کیا کرے ؟ بینوا توجروا

الجواب: ومنہما التہذیب والضمائم

جب تک رکعت کو مقید سجدہ نہیں کیا واپس لوٹ کر امام کی متابعت کرے اور اگر مقید سجدہ کر لیا ہے تو واپس نہ آئے بلکہ آخر میں سجدہ سہو کرے، اس صورت میں عذر کرنے سے نہ زقاسد ہو جائے گی۔ لحاظ فصلہ سہو امام منہ ایما ہے۔ لہذا فی ہشتم من التہذیب و لو لم یقام الامام فی سجدہ سہو وقام فی القضاء لایسقط عنہ ویسجد فی آخر صلاۃ ولو سلم الامام مقام المسبوق ثم رثی کر الامام انہ علیہ سجدہ فحیدلہ قبلہ انہ یفعل المسبوق الركعة بسجدۃ فعلیہ انہ یرفضہ فذلک ویعود الی متابعتہ ثم اذا سلم الامام قام فی القضاء ولا یستد برا فعلہ من التقیام والقراءۃ والوکوف وتولوا بعد الی متابعتہ الامام ومضى علی قضاء فاستہ تجوز صلاۃ ویسجد المسبوق بعد قرائۃ استحضاراً ولو سجد الامام بعد ما قیل فی المسبوق الركعة بسجدۃ فانی لا یعود فانی عذر الی متابعتہ فسدت صلاۃ کذا فی السراج (بہار منکر) ج ۲ ص ۶۶ وایضاً قال فی الفصل فی الساجد من الیما فی الخاتم فی قیام الی قضاء ما یستقر بہ وعلی الامام سجدت سجدہ قبل ان یدخل مصلی کائن علیہ ان یجوز فی سجدہ مع ما لہ فی تصحیح النکحہ بسجدۃ فانی لہ یسجد حق سجدہ یحضرہ وعلیہ ان یسجد فی آخر صلاۃ (عاشق مدینہ) ج ۲ ص ۶۶ والعداۃ انہ کورتلان مزبور تلان فی الشمیۃ ایضاً بتغییر یہ واحدہما فی بیان المسبوق ج ۱ ص ۵۵ و ص ۵۹ والاخوین فی باب سجود السجود ج ۱ ص ۶۶ :

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ محرم سنہ ۱۴۰۶ھ

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا :

سوالیہ : مسبوق نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور سلام کے بعد یاد آئے پر

اپنی تفسیر رکعت پر یہی کہی تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب: باسم ملہم التہذیب

اگر امام کے ساتھ اس طرح سلام پھیر کر امام کے نفل سلام کی ہم کے ساتھ مسبوق نے بھی

پڑھ لیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ یقیناً نوجو

الجواب ہے بآسہو ملہو الصواب

سجدہ سہو واجب نہیں، اس لئے کہ یہ وہاں و شاکر کا موقع ہے خواہ اس میں کتنا ہی طول ہو،
قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعافى ولو كرر التثنية فى القعدة الاخرة فلا سہو عنہ (المعراج فی شیعہ)
فقط والله تعافى العلم

۲ محرم سنہ ۵۸۹ھ

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہید سے سجدہ سہو واجب ہے :

سوال : اگر قعدہ اولیٰ میں پورا تشہید یا کچھ قعدہ دوبارہ پڑھ لیا تو اس کا کیا حکم ہے،
سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ یقیناً نوجو

الجواب ہے بآسہو ملہو الصواب

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہید سے فرض قیام الی انشاء میں تاخیر لازم آتی ہے، اس لئے بصورت
عمل نماز واجب الامامہ ہے اور بصورت سجدہ سجدہ سہو لازم ہے، اگر تاخیر بعد از رکن ہو یعنی بعد تین بار
سجدہ و قریۃ الاصل ۲۷ حرف مقرون ہو، اس سے کم تکرار پر سجدہ سہو نہیں، قال ابن نجیم رحمہ اللہ
تعافى ولو كرر التثنية فى القعدة الاخرة فعليه السهو لئلا يخبر بالقيام (المعراج فی شیعہ ج ۲)

فقط والله تعافى العلم

۲ محرم سنہ ۵۸۹ھ

قعدہ اولیٰ میں کتنی زیادتی موجب سجدہ سہو ہے :

سوال : آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی رک میں تین تیس کی مقدار سے جو سجدہ ہوگا حکم کر
اس سے تین بار سبحان اللہ براہیں بلکہ تین بار سبحان اللہ بوقت العظیما سجدہ کر دینی لازم ہوگا
اس پر یہ اشکال ہے کہ عام کتابوں میں لکھا ہے کہ پہلے قعدہ میں اگر اللہ بھلائے علین تک پڑھ لیا تو
سجدہ سہو واجب ہوگا حالانکہ یہ مقدار تین بار سبحان اللہ بوقت العظیما سے بہت کم ہے، امید ہے کہ
جواب مثالی سے نوازیں گے، یقیناً نوجو

الجواب ہے بآسہو ملہو الصواب

یہ اشکال تو سبحان اللہ پر بھی ہوتا ہے، تین بار سبحان اللہ کے مجروح و قریۃ متروکہ سنائیں کیا
معا تیس سے سبحان دینی لازم ہوگا، تفصیل باب منکرات بھڑوہ میں مقرر کئے گئے ہیں جہاں پر اس

فاتحہ کا تکرار موجب سجدہ سہو ہے :

سوال : امام نے سورۃ فاتحہ کا بعض یا اکثر حصہ تکرار کر لیا تو سجدہ سہو ہوگا یا نہیں ؟
بیشک واجب تو ہوگا

الجواب : بالنسب ما هو الصواب

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ظہیر سے سہواً اکثر سورۃ فاتحہ کے تکرار کو موجب سجدہ سہو قرار دیا ہے (خوہ دکن، ترک منکر، ص ۱۶۱) فقہ تراکھا فی دکنۃ من الاولیٰ مرتب میں وجہ سہو اس سہو واجبہ و ہوا سورۃ کافیۃ الخیرۃ وغیرہا دکنۃ انو قرأ اکثرھا ثم لادھا کی قرأ لظہیریۃ (رد المحتار ج ۱) سجدہ سہو عطاوی و ترمذی علی نے شرح الترمذی میں مطلقاً بعض فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو تحریر فرمایا ہے تو کورنٹا تہذیبہ بعضاً فی الحدیث الاولیٰ قبل السجۃ سجدہ سہو (عطاوی و ترمذی)

در حقیقت تکرار فاتحہ سے سجدہ سہو کے وجوب کی علت تاخیر سوت ہے جیسا کہ شامیہ کی عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے یہی وجہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا تکرار موجب سجدہ سہو نہیں، پس اگر اولیٰ میں سورۃ فاتحہ کا اس قدر تکرار ہو کہ اس حدیث منکر و تہذیبہ بار سجدہ سہو (لا یعنی کہنے کے برابر ہو گئے تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اسکا حساب لگایا گیا تو ثابت ہو کہ سجدہ سہو واجب نہیں صرفاً وجہ ہے اور یہاں منکر و تہذیبہ لایوں کی ”تک پورے ہوتے ہیں، لہذا اس حد تک تکرار موجب سجدہ سہو ہے۔

لفظ واللہ تعالیٰ علیہم

مرکز علم سنہ ۱۴۰۵ھ

قرأت جہرہ میں اختلاوہ بعکس سے سجدہ سہو کا حکم :

سوال : امام کے جہری نماز میں ستر یا ستر کی ذہن میں جہر کتنی قرات کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا ؟ بیشک واجب تو ہوگا

الجواب : بالنسب ما هو الصواب

بشمول حروف مخدوفہ نہیں حروف یا زیادہ بڑھ لئے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اگر کمزور تک نہیں حروف ہیں، لہذا اس سے آگے ایک حرف بھی بڑھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائیگا، قال فی التوضیح بعد فیما یحق فیہ دوکب بقدر ما یقویم الصلوۃ فی الغصیلین (رد المحتار ج ۱) فقہ واللہ تعالیٰ علیہم، مرکز علم سنہ ۱۴۰۵ھ

فاتحہ سے ایک حرف بھی چھوٹ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے :

سوال : نماز میں سورۃ فاتحہ سے سہواً ایک دو یا تین آیات چھوڑ دی تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟ یقیناً سوچو :

الجواب : بالسمع والہم الفصل الثواب

سورۃ فاتحہ سے اگر ایک حرف بھی سہواً چھوٹ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے :

قلان فی شہدۃ التزوید : بالسمع والہم الفصل الثواب اکثر ولا یحکم فی الجہل لیسجد بہ ذلک آیت منہا وهو اولہم قلنہ عنہ فکلن آتہ واجبۃ ذلک ابن عابن بن رحمہ اللہ تعالیٰ (قریلہ وعلیہ) اے ربنا، علم ہم کہ فی الجعۃ فکلن آتہ واجبۃ وفیہ نظر کلان الظاہر ان معانی الجعۃ یعنی علم علی الزام بافتادہا واجبہ و ذکر آیتہ فیہ لا تقبیلاً لا یترک فی جہل آیتہ اواقیل ولہو قرآن لا یقوض اشیا بطلان الذمیر ہوا واجبہ کلانہ ازا جب ہم ثلاث آیات غور قرآن دہا، کلانہ تارکاً لوجوب لغاۃ الرحمن (رد المحتار ج ۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ دینی سنہ ۱۴۰۰ھ

فقہہ اخیرہ کے بعد آئیے گویا :

سوال : ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء نماز سے شریک تھا فقہہ اخیرہ میں جب امام سر پہرے لگا تو اس شخص نے غلطی سے یہ سمجھا کہ اے ایک رکعت باقی ہے جب کھڑا ہو گیا تو یاد آیا کہ رکعت پوری ہو گئی اب اس شخص پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں ؟ یقیناً سوچو :

الجواب : بالسمع والہم الفصل الثواب

اگر سجدہ سے قبل یاد آیا تو ٹوٹ گئے اور سجدہ کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور مکمل کر دو نفل کر لے، دوسری صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔ قلان فی التزوید واضع فی نزاعہ مثلاً فقہ الشیخ شوقام عاود سلوۃ ابن سبیل الخامسۃ سلوۃ الوضو الیہا سلوۃ نصیر لکرت نہ لہ غلاو مسجد المسجود، قلان الشامخ فی صورتیں لقصاۃ لوضو، بتقصیر اسلام فی الاولیٰ و ترکہ فی الثانیۃ (رد المحتار ج ۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ سنہ ۱۴۰۰ھ

فقہہ اخیرہ کے بعد آئیے گویا تو ٹوٹ کر فوراً سجدہ سہو کرے :

سوال : آخری قہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آئے پر بیٹھ گیا تو

بیٹھ کر پھرے تشہد پڑھ کر سجدہ وسہو کرے یا کہ بیٹھتے ہی بغیر تشہد کے سجدہ وسہو کرے؟ میں جواب دیتا ہوں

الجواب: باسہو ملہم الصواب

تشہد پہلے پڑھ چکا ہے اس لئے بیٹھ کر دوبارہ تشہد نہ پڑھے بلکہ بیٹھتے ہی سجدہ وسہو کرے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

در ربیع الاول سنہ ۱۴۰۵ھ

قعدہ اخیرہ مہجور کراٹھ گیا:

سوال: اگر کسی نماز میں آخری قعدہ نہ کیا تیسری رکعت کے بعد یاد آیا، چار رکعت پوری ہو گئی اور سجدہ وسہو بھی کر لیا تو نماز چوٹی یا نہیں یعنی دو فرض اور دو نفل،

اگر ایسا واقعہ ظہر کی سنتوں میں پیش آجائے اور پانچویں رکعت کے بعد یاد آئے تو چوٹی بھی پوری کرے اور سجدہ وسہو بھی کرے تو نماز ہو گئی یا نہیں، چار رکعت سنت اور دو نفل،

اگر ایسا واقعہ نوافل میں پیش آئے اور تیسری رکعت کے بعد یاد آئے اور چاروں پوری کر لے اور سجدہ وسہو بھی کرے تو نماز ہو گئی یا نہیں، ان سب نمازوں کا اعادہ واجب ہوگا؟ بیٹھا اور

الجواب: باسہو ملہم الصواب

اگر نفل یا سنت نماز میں دو رکعت کی نیت ہاں بھی اور قعدہ اخیرہ بھولی گیا اور ساتھ دو رکعتیں اور ملائیں تو اس صورت میں سجدہ وسہو واجب ہے اور چاروں رکعات ہو گئیں مگر تراویح میں دو رکعتیں شمار ہونگی یعنی چار رکعتوں میں سے دو تراویح ہو گئیں اور دو نفل ہوں گی۔

ظہر کی سنتوں میں قعدہ اخیرہ سہوا چھوڑ دیا اور چھ رکعت پوری کر کے سجدہ وسہو کر لیا تو نماز ہو گئی، چار رکعت سنت ہو گئے اور دو نفل۔

فرضوں کی صورت میں پوری نماز نفل ہو جائے گی اور سجدہ وسہو واجب نہیں، قالہ: لا بد من التعمد ولا یجوز السجود الا مع لای القصد بالانفساد لا بالخبر فی الشاہد (تذکرۃ الفقہاء)

ایں المواصل بقدر القعدۃ لا یجوز سجود السجود ان قلت انہ وان قصد فرضا انما یجوز لیسوا بغير قصد ترک القعدۃ فی النفل ساء وجب علیہ سجود السجود فلما ذلک وجب علیہ نظر لیسوا بغير قصد

انہ فی حدیث ترک القعدۃ لم یکنہ لیسوا انما المقصود التعمد بتقصید لمرکبہ السجودۃ واضم فالقصد التعمد ما رفقہ (درما احتساب سنہ ۱۲۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۵ھ

تشہد سے قبل سجدہ سہو کر لیا :

سوال : اگر پھر سجدہ سہو واجب تھا مگر یہ نہ پڑنے بلا اہمیت کے سجدہ سہو کر لیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں یا اعادہ واجب ہوگا ؟ بیضاوی فرمادے

الجواب باسحواہم الصواب

اگر قصد ایسا کیا تو نماز واجب الاعادہ ہے اور اگر سہوا ہو گیا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قصد تشہد نہیں بنی تھا تو سجدہ سہو غیر لازم ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے لہذا تشہد کے بعد پھر سجدہ سہو کرے ، اگر نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی اور اگر قصد تشہد بیٹھنے کے بعد سجدہ سہو کیا لیکن نہ تشہد پڑھا اور نہ سلام پھیرا بلکہ یہی سجدہ کر لیا تو نماز صحیح ہو گئی اور وہی سجدہ کافی ہے ،

نقطہ اولیٰ تعالیٰ اعلم

۶۹ ریح الاوائل سنہ ۱۳۰۷ھ

پہلی رکعت پر قعود ہو جب سجدہ سہو کی مقدار :

مد والی : اگر کوئی شخص پہلی یا تیسری رکعت میں بھولی کر بیٹھ جائے تو کتنی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا ، ایک عالم فرماتے ہیں کہ تلوی سے دیر بیٹھنے سے بھی سجدہ سہو واجب ہے ، فیہ لیس کا قول روایت ہے ، کیا یہ صحیح ہے ؟ بیضاوی فرمادے

الجواب باسحواہم الصواب

منہ میں مطلق بیٹھنے سے سجدہ سہو کا وجب مذکور ہے مگر راجح یہ ہے کہ قیام یا سجدہ یا قیام الاعمال کی مقدار بیٹھنے سے جو سجدہ سہو واجب ہوگا اس سے کم پر نہیں ، اس لئے کہ وجب سجدہ سہو کی وجہ تاخیر قیام ہے اور تاخیر وقت معتبر ہے جو بقدر القصور کے مع مستم ہو ، اور وہ دیکھو سجدہ پر ان کی مستثنیٰ فصیح سبحانہ ، آیہ العظیم اور سبحانہ رکعتی ملاحظہ ہے ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے حروف مفردہ چودہ ہیں اور جن قصبات کے بالیس ، اور تشہد میں اٹھ گزہ " پر بالیس حرف مفردہ ہوتے ہیں لہذا اس سے کم پر سجدہ سہو واجب نہیں ، فیہ اجابت الفتاویٰ من الشیخ وکنا القعدۃ فی انوار الفیوض اذ ان اللہ تعالیٰ تعجب ترکہ ، و یزید من فعلہا ایضا تاخیر القیام الخ الثانیہ او الاولیٰ عن عملہ و فیہ اذا کان فی القعدۃ طویلۃ بعد الجلسۃ الخ فیہ الموقن استصحابہ ان اللہ تعالیٰ تعجب ترکہ غیر واجبہ عندنا بل هو الافضل کہ سیاق (درالاندازہ ص ۱۳۷) ذریعہ العلانیہ دیکھو لکن من علی صدار قدامہ بلا اعتد او وقوع و استراحتہ و وقوعہ لا بأس بوفی الشاہدین

قاری شمس الائمۃ المحمداوی الخلفاء فی الفضل حق تعالیٰ کی ہوسٹھین لا باس بہ، حسن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وافر فعل کیا ہو منہ جبہ لا باس بہ عندنا تاکذ اللہ المحيطہ قال فی الحلیۃ والزمیۃ انہ سئۃ اور مستحب عندہم العذر، فیکوہ فعل تازیانہ مون لیسہ بہ عندہم وجہہ فی الجہر والبیہ یشیر قولہم لا باس قائم یغلب فیما ترکہا فی القول ولا یزاد فی هذا ما قدما اشارہ فی الفراجہات حیث ذکر منہا قرینہ قعود قبلہ ثانیۃ ودرائدہ لادن ذالک ۴ مولیٰ علوہا بقعود الضمیر ولما اقبلت الجسد ہذا بالخفیۃ تأملہ (رد المحتار ج ۱) وقال ابن عابد بن عبد اللہ تعالیٰ فی حاشیئہ علی الجہر وقد لا یکنی ما یؤدی فیہ رکعہ (۱) ہی سئۃ کی فیدہ فی النبیۃ قال شارحہا ابن مہریم کہ ببالہ من السنۃ ای ہی ہوسٹہ برہ لیسہ من الکائنات السعۃ لا تسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً وهو تعقید غریب ولہ وجہ قریب ولہ لفظ علی التعمید بکونہ قصداً او طویلاً او ای تعقید الرکوع ای علی اورد قلہ لا یکنی طویلہ سئۃ کا لغوہ والآخر او القیام المستعمل علی قراءۃ المستوفیۃ الرکوع رکعہ تعقید کا کوکوم او السجود بسئۃ ای قدر ثلاث تسبیحات وباللہ فی جزمہ انہ ہائی علیہ فہم الخ المذنبہ حیث قال وذلک مقدار ثلاث تسبیحات اہ فافادہ اللہ الخ لا اقسام رکعہ وکانہ لادن الاحوال واللہ اعلم (مختار الخلفاء علی البحر الرائق ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

م کسر م سنہ ۱۶۷

ونرکی تیسری رکعت میں سو رت ملا نا بھولی گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا
سوال ۱ : ونرکی تیسری رکعت میں الحمد کے بعد سو رت نہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں، بیشوا توجروا

الجواب باسمہ ملہم الصواب

ونرکی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سو رت ملا نا واجب ہے لہذا سہو یا جھڑکنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے، اور جھڑا جھڑی ہو تو فاتحہ واجب الاقرار ہے، قر واجبۃ الصلۃ من العوبر وقم سورۃ فی الاربین من الفرقین (جیم الفعلی والقرۃ رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مر شعبان سنہ ۱۴۸۸ھ

فاتحہ کی جگہ تشہید پڑھ گیا :

سوال ۱ : الحمد کی جگہ التہیات للہ والصلوات تک پڑھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا

یا نہیں؟ بینوا تو جرو!

الجواب: باسم ملہم الصواب

فاتحہ سے قبل تشہد پڑھنے سے فرض قرار دے میں تاخیر ہوئی، اور فرض میں تاخیر بقدر تین بار سجدائیں پڑھنے الاصلیٰ موجب سجدہ سہو ہے، اس کے کیونکہ حروف مفروہہ یا ایس میں اور تشہد میں ایٹھا کی "م" تک یا ایس حروف مفروہہ ہو جاتے ہیں، لہذا سہو یا شک پر نہ لگے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اس سے کم پڑھیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غزوہ ذی الحجہ سنہ ۱۴۸۸ھ

تشہد کی جگہ فاتحہ پڑھ لی:

سوال: قعدہ میں بھولے سے التہیات کی جگہ کچھ اور پڑھ دیا، یا الحمد پڑھ لی، تو کیا سجدہ سہو واجب نہیں جیسا کہ "معصم الدین" میں لکھا ہے، بینوا تو جرو!

الجواب: باسم ملہم الصواب

اگر تشہد سے قبل تین بار سجدائیں پڑھنے الاصلیٰ (مجموعہ حروف مفروہہ یا ایس) کی مقدار سورۃ فاتحہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا، سورۃ فاتحہ میں اللہ کی "ی" تک یا ایس پڑھنا مفروہہ ہو جاتے ہیں البتہ آخری تشہد کے بعد فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں، قال فی الہدایۃ واذ انزل من السماء فلا یسویہ واذ اقوال الفاعلۃ مکن تشہد علیہ الصلوٰۃ والسلام واذ اقوال الفاعلۃ تم تشہد کا ذکر علیہ الصلوٰۃ والسلام فی حلیۃ روح اللہ تعالیٰ فی الواقعۃ للناظرین و ذکرہ فی اذاب الخیومۃ تشہد بالقراۃ تم تشہد علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقعۃ تم بالقراۃ فلا یسویہ (مکملۃ ۱/۱۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غزوہ ذی الحجہ سنہ ۱۴۸۸ھ

ناز مغرب میں قعدہ اخیرہ بھول گیا:

سوال: مغرب کی ناز میں قعدہ اخیرہ بھول گیا اور چوتھی رکعت پڑھ کر یاد آیا تو کیا قعدہ کی طرف لوٹ کر سجدہ سہو کر کے ناز تمام کی تو ناز ہو گئی یا نہیں یا پھر سے ٹوٹا بی بی اور صورت مذکورہ میں سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جرو!

الجواب: باسم ملہم الصواب

اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں، مغرب کے فرض نہیں ہوتے بلکہ یہ چار

رکعتیں نفل ہو گئیں اسلئے پانچویں رکعت نہ ملے البتہ اگر چوتھی رکعت کے سجدہ سے قبل یاد آجائے تو ٹوٹ کر سجدہ سبک کرنے سے فرض نماز صحیح ہو جائے گی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۰۹۵ھ

نماز مغرب میں قعدہ اخیرہ کے بعد کھڑا ہو گیا :

سوال : مغرب کی نماز میں دوسری رکعت تک کھڑا ہو گیا پھر یاد آیا کہ یہ چوتھی رکعت ہے قعدہ میں بیٹھ گیا تو کیا سجدہ سبک کرنے سے نماز ہو جائے گی؟ بینوا تو جودا

الجواب : باسہم ملہم الصواب

اگر چوتھی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بیٹھ کر سجدہ سبک کر کے نماز پوری کر لے یا اگر چوتھی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو پانچویں رکعت کا ملنا مستحب ہے آخری دو رکعت نفل ہو جائیگی سجدہ سبک اس صورت میں بھی واجب ہے، قال فی التنبیہ روانہ تصدق الرابعة فیرقام عاد و سلم روانہ مسجد الخصاصۃ سلموا و عظم انہا سادۃ، وقال ابن عابد بن حجر
نقل ابن نافع علی الاکلک و قیل و جوباح عنہ البصر (رد المحتار ص ۱۳۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ محرم سنہ ۱۰۹۲ھ

ترک سلام سے سجدہ سبک واجب ہے :

سوال : اگر کسی نماز میں سلام ایک طرف یا دونوں طرف نہ بھیجا اور نہ سجدہ، درود شریف، دعا پڑھ کر ایسے ہی کھڑا ہو گیا تو نماز ہو گی یا نہیں؟ اگر ہو گی تو بلا کراہت یا کراہت اور کراہت تحریمی یا تنزیہی؟ بینوا تو جودا

الجواب : باسہم ملہم الصواب

اگر ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوا تو نماز بلا کراہت ہو گئی، اس لئے کہ پہلے سلام سے نماز ختم ہو جاتی ہے مگر چونکہ دوسرا سلام بھی واجب ہے اس لئے قید ہے سید پھیرنے اور کوئی بات کرنے سے قبل یاد آجائے تو دوسرا سلام پھیرے، بہتر ہے کہ خشک سلام پھیرے، کھڑے کھڑے پھیر لیا تو بھی واجب ادا ہو گیا مگر خلاف سنت ہوا، اور اگر دونوں طرف سلام نہیں پھیرا اور مسجد سے نکلنے اور بات کرنے سے پہلے یاد آیا تو بیٹھ کر سجدہ کر کے سلام پھیرے ورنہ نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاطلاق ہوئی، اگر دونوں سلام نہ ادا

چھوڑ دئے تو مسجد سہو کا فی نہیں اعادہ واجب ہے۔

سلام اول سہو چھوٹنے کی صورت میں مسجد سے نہ نکلنے کی قید ہے اور سلام ثانی چھوٹنے کی صورت میں قبلہ سے مسجد نہ پھرنے کی اس کا فرق وہیں تسلیم من علیہ مسجد سہو نامیاداعا معاً (۱) (فارغ مسجد کا حکم عنوان "مسجد سہو بھول گیا" کے تحت ملاحظہ ہو) قال فی العلانیۃ ولحقہ السلام مہاجیر قالان واجبہ علیہ الاصل بوجہان دون علیہم وتقصی قداوہ بالاعان قبلہ علیہم علی المشہور عندنا وجہ علیہ السافیۃ (رد المحتار ص ۳۳۳) و فیہا ونوسی البیارات بہ بالم یستبرہ القیۃ فی الاصل وتقطع التحریر بتبلیغہ واسدہ بوجہان وتقدر (رد المحتار ص ۳۳۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۹ھ

تاخیر سلام موجب مسجد سہو ہے :

سوال : اگر کسی نے قعدہ خیرہ میں تشہد، دو رکعت رکعت اول اور دعا پڑھ لی، لیکن سلام پھیرنے اور خروج بھٹنے میں تاخیر کی، کیا ایسے شخص پر مسجد سہو لازم ہے، بینوا تو جرد

الجواب باسمہ علیہم الصواب

اگر مزید دعا میں پڑھتا رہا یا حمد و ثناء وغیرہ ذکر میں مشغول رہا تو مسجد سہو نہیں خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے، البتہ اگر بعد از تین بار سجدے کے بعد الاصلیٰ دعا خاموش رہا تو مسجد واجب الاعادہ ہے اور سہو اتنی در خاموش رہا تو مسجد سہو واجب ہے، نقل فی الامام مسجد سہو فی الصورین، نقصان فہم بتأخیر الصلاة فی الاصل وتکرہ فی الزانیۃ (۱)

(رد المحتار ص ۳۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ذی القعدہ سنہ ۱۴۰۹ھ

فرض کی تیسری رکعت میں ایک آیت جہرا پڑھ ل :

سوال : تیسری رکعت میں جہرا امام نے الحمد للہ پڑھی العین تک پڑھا تو مسجد سہو واجب ہو یا نہیں؟ بینوا تو جرد

الجواب باسمہ علیہم الصواب

فرض کی آخری دو رکعتوں میں اختار واجب ہے لہذا اس میں بشمول حروف مذکورہ تیس حروف یا زیادہ جہرا پڑھنے سے مسجد سہو لازم ہو گا، تیس حروف اگرچہ کم کی را مشدہ میں پڑھا

دار تک ہوتے ہیں اسنے صورت مسئلہ میں سجدہ سہو نہیں ہے ولبسات الصلوٰۃ من التور
والجھض والاسراف بما یجھر وفسس، وفي اشاعیۃ عن الجوز الاسرار یجب علی الامام وانفر
فیما یسرفیہ وهو صلوۃ الظہر والعصر والثلاثۃ من المغرب والاخریٰ من الضلوع (رد المحتار ج ۲)
وہی سجدہ سہو من التور والظہر فیما یجھر فیہ ومکسر بقدر ما تجوز بہ الصلوۃ فی الغلظہ
فی اشاعیۃ والصحیح ظاہر الروایۃ وهو انشد یرجح تجوز بہ الصلوۃ من غیر یقوتہ (رد المحتار ج ۲)
فقط واللہ اعلم

در محرم سنہ ۹۰ھ

جمعہ وعید میں سجدہ سہو کا حکم :

سوال : عید کی نماز میں امام صاحب دوسری رکعت میں تیسری تکبیر بھول گئے تو
اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟ بیذنا تو جواز

الجواب باسمہ منہذ الصواب

نماز عید میں چوتھی تکبیر دل میں سے ہر ایک تکبیر دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھی
واجب ہے لہذا ان میں سے کسی ایک کا ترک بھی موجب سجدہ سہو ہے مگر جمعہ وعیدین میں
اگر جماعت اتنی تکبیر ہو کہ سجدہ سہو کرنے سے نماز میں خلل کا اندیشہ ہو تو سجدہ سہو صواب ہے
غیر جمعہ وعیدین میں بھی جماعت کثیرہ کا یہی حکم ہے، فرد واجبہ الصلوٰۃ من الضلوع وتکبیرات
العیارۃ وکذا الاحلھا وتکبیر رکوع رکعت الثانیۃ (رد المحتار ج ۳) وغیرہ والصلوٰۃ من الضلوع
العیارۃ والجمعة والکثیرۃ والظہر سوا والاحتار عند المتأخرین عند مد فی الاالیہین کا فی جہۃ البحر
واقرب المصنف وہ جزم فی الدور وفي اشاعیۃ الفاضل ان الجسم الکثیر فیما سواہا لکن کا جہۃ
بعضہم وکن ایضاً الرجم وقال خصمہما فیہ لہذا فی حنفیۃ السعید عن اعز میۃ انہ یسجد لولہ
مدام جواز بل الا ان ترکہ فلا یقع التامس فی الغنۃ (۱) قوله وہ جزم فی الدور لکن قیدہ
حنفیہا لولہ بایضا حشر جسم کثیر والا فلا غیر والی القول ط (رد المحتار ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
در ربیع سنہ ۹۰ھ

رکوع میں قنوت پڑھنے سے سجدہ سہو ساقط نہیں ہوتا :

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ دعا قنوت قیام کی حالت میں
بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے کہ رکوع کی حالت میں دعا قنوت پڑھ لیا جائے تو سجدہ سہو

واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر رکوع کے بعد عارض قنوت یا رکعت کے بعد عارض قنوت سے پہلے دعا قنوت پڑھ کر بعد میں سجدہ سہو کرے یا نہیں؟ بینوا تو جھوٹا

الجواب باسمہ علیہم الصواب

دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر رکوع میں جا کر قنوت، یا قنوت میں جا کر رکوع یا قنوت میں قنوت نہ پڑھے بلکہ صرف سجدہ سہو پر اکتفا کرے، قنوت قرآن تنزیل و تہنیت، ثم قد کرم فی رکوعہ لا یغنی عنہ ولا یجوز فیہ التمام، فانہ عند الیہ وقفہ و احیاء الکریم نور نفسہ مدنیہ و مجدلسہو، و فی الشرح قنوت اول الزوالہ عن محلہ (رد المحتار صفحہ ۱۰۷) فقط والله تعالیٰ اعلم
۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۵ھ

کھانسی وغیرہ کی وجہ سے تاخیر پر سجدہ سہو نہیں؟

سوالیہ: اگر نماز میں کھانسی، ہچکلی یا چھینک آنے کی وجہ سے تین تسبیح کہنے کی مقدار قرأت سے رک جاتے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جھوٹا

الجواب باسمہ علیہم الصواب

اس صورت میں سجدہ سہو نہیں، نہ ہی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فقط والله تعالیٰ اعلم
فرہ جادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۵ھ

تین سجدے کرنے کو سجدہ سہو واجب ہے؟

سوالیہ: ایک رکعت میں تین سجدے کرنے کو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جھوٹا

الجواب باسمہ علیہم الصواب

فقد یاتقیا کے فرض میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے، قالہ بعض ائمہ رحمہم
تعالیٰ وحبیبہ بشکر الذکر نے غواہی پر کم مرتبہ اولیٰ سجدہ ثلاثہ مرات (غنیۃ مسکنہ ۱۳۲)

فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۲ جادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۵ھ

سجدہ سہو سے قبل وبعد درود احوط ہے :

سوال : متصل کے در سجدہ سہو واجب ہو تو صرف انصاف سے پڑھ کر سجدہ سہو کرے یا کچھ زیادہ درود شریف سے بھی پڑھے ؟ بتینا تو جوتا

الجواب : باسناد ملہم الصواب ۳

خواہ درود شریف پڑھ کر سجدہ سہو کرے یا پہلے، دونوں طرح درست ہے، بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو سے قبل بھی درود پڑھے اور بعد بھی، قال فی الخاتمة ومن علی السہو علی علی النہی ولہ الصلوۃ والسلام فی القعدة الاولى فی قولہ فی حنیفہ والیہ یوسف علیہما السلام قالہ فی قولہ فی القعدة الثانية والاحوط ان یصل فی القعدة ثلث وثلاثین علی ہامش العالمیۃ ص ۱۳۰) وفی الہندیۃ ورافۃ بالصلاۃ علی النہی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی قعدة السہو هو الصحیح وقیل یأثم بها فی القعدة الاولى کذا فی البیہقی والاحوط ان ین فی القعدة ثلث کذا فی فتاویٰ قاضی خان (عالمیۃ ص ۱۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳ شعبان سنہ ۹۳ھ

بدول سلام سجدہ سہو مکروہ تشریحی ہے :

سوال : زیر نے بھول کر بغیر سلام کے سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوگی یا نہیں ؟ بتینا تو جوتا

الجواب : باسناد ملہم الصواب

نماز ہوگئی عملاً ایسا کرنا مکروہ تشریحی ہے، قال فی شرح التنویر ولو سجد قبل السلام جائز کما تشرعنا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ هو ظاہر الروایۃ وفی المحیۃ وروی عن اصحابنا لا یحرمہ ویعیدہ بھر (رد المحتار ص ۶۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳ جمادی الآخرہ سنہ ۹۵ھ

قعدة اولی بھول گیا :

سوال : اگر امام ظہر کی نماز میں قعدة اولی بھول جائے پھر قعدہ لینے کے بعد بیٹھ جائے تو کیا سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی ؟ بتینا تو جوتا

الجواب : باسناد ملہم الصواب

اگر ٹھٹھے سیدھے ہونے سے قبل لوٹ آئے تو سجدہ سہو واجب نہیں، ٹھٹھے سیدھے

ہو گئے تو قعدہ کی قرأت کو نماز جائز نہیں، سجدہ سہر واجب ہے، اگر وجہ جہالت تھیں سجدہ
 ہونے کے بعد قرأت کیا تو مقتدی نہ ٹھہریں بلکہ کھڑے رہیں اور امام پر واجب ہے کہ قعدہ چھوڑ کر
 کھڑا ہو جائے، اگر کھڑا نہ ہوا اور تشہید پڑھ کر اٹھا تو بھی نماز ہو جائے گی مگر سجدہ سہر اس
 صورت میں بھی واجب ہوگا، قال فی التعلیق برسماعیل القعود الاذن من الغرض ثم ذکرہ
 عادالیہ ما لم یستقم قائما والا لا وجوب السہر فلو عاد الی القعود قضی حلیتہ ونبیلاً لا وجوب الاذن
 فی خلائیہ لا لفساد لکن یكون مبیہاً ولیمجد لتأخیر الواجب وهو لا ینہی عن حقیقۃ التکمال
 وهو الحلیۃ بصر، و فیہ استثنائیۃ یعنی اذا عاد قبل ان یستقم قائم وکان الی القعود اقرب غایت
 لا یجوز علیہ فی الاذن علیہ الا تذکرۃ واختار فیہ لولوا الحیۃ وجوب السہر واما اذا عاد وهو الی
 المقام اقول تعلیم سجدہ السہو کافی فی غیر الايضاح ودرجہ برحکایت اخذ فیہ ویمجد اعتبار ذلک
 فی التعلیم بما فی الکافی ان السہو المصعب الاستغفار وظہرہ بعد سجدتین جہا اقرب الی القیام
 زمان لم یستقر فہا اقرب الی القعود (وقولہ لکن یكون مبیہاً) ہی ویأتی تم کی فی التعلیم فلو حکان
 اماذا لا یعود مع القوم تحقیقاً للمخالفۃ ویزید القیام بالمخالفۃ شرح المنیۃ عن المنیۃ (رد المحتار ص ۵۵۱)
 محمود القیام کی صورت میں نماز کے اعادہ کا صریح حکم نہیں بلکہ مگر کلیہ کا مقتضی یہ ہے
 کہ نماز واجب الاعادہ ہے لہذا عدم المعاد واجب وقرآن عذاباً فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ارشاد ابن سبیر ص ۹۳

بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے تشہید کی بجائے قرات شروع کر دی:
 سوال: کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو بھول کر قعدہ میں تشہید کی بجائے الحمد
 شروع کر دی، بعد میں یاد آگیا تو کیا کرے؟ بیعتوا تہتہا

الجواب: باسیر ملہم الصواب

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں قرات، حکم قیام ہے اسلئے اگر نفل میں یہ صورت
 پیش آئی خواہ دوسری رکعت کے بعد ہو یا چوتھی کے بعد ہر کیف قرات چھوڑ کر تشہید پڑھے
 اور سجدہ سہو کرے، اور اگر بوجہ مرض فرض بیٹھ کر پڑھ رہا تھا تو قعدہ اولیٰ میں تشہید کی طہارت نہ
 ہوئے، دو قعدہ اخیر میں کھڑے دو دن صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے، اگر ہاتھ باندھ
 لئے ہوں مگر بھی قرات شروع نہ کی ہو تو یہ حکم قیام نہیں لہذا ہاتھ چھوڑ کر تشہید پڑھے سجدہ سہو
 واجب نہیں، قال ابن ماجہ بن زعمہ اللہ تعالیٰ اعلم ان حالۃ القراءۃ تنوب عن القیام فی

مریضے بصلی بالاجاز حق توکل فی حالۃ الشک الا ان فی حالۃ الغیام فقیراً شرک کر لا یعود الی الشک کما فی البحر عن الوو الجود (دعای حصار صفحہ ۱۳۱) و فی الخانیۃ رجل صلی اربع رکعات جالساً فلما فقد فی الركعة الرابعة منها قراً و ذکر کم قبل ان یشک قال ھو یقول فی الغیام ویفتن و لو کان حین رفع رأسه من السجدة الثانية فی الركعة الثانية نوعی الغیام و لو یقول آخر علو قال یدعو یشک لانه یجوز البتہ لا یصیر قاراً (خانیۃ علی هامش الشک ید صفحہ ۱۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۲ھ

نابالغ نے سجدہ سہو چھوڑ دیا :

سوال : نابالغ کو نماز میں سجدہ سہو واجب ہو جائے اور یہ نہ کرے تو اسکی نماز صحیح ہوئی یا نہیں ، یقیناً توجہ !

الجواب : باسب و لم یسجد الصواب

بالغ کی طرح نابالغ کی نماز بھی ناقص ہوئی ، البتہ بالغ پر ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے نابالغ پر اعادہ واجب نہیں ، مگر سات برس کا ہو تو اسکے ولی پر واجب ہے کہ اس کو اعادہ کا حکم دے اور دس برس کا ہو تو مارکر اعادہ کرائے ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۲ھ

ترک قعدہ کے بعد فوراً عود میں وجوب سجدہ سہو کی وجہ :

سوال : اگر سہو ادوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا اور تیسری کے لئے کھڑا ہو گیا ہونا صرف گھٹنے سیدھے ہو گئے ہوں اور پھر قعدہ کی رفٹ واپس آگیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے حالانکہ اس میں تین بار سجدانے رہے ، لاعلمی کی مقدار تاخیر نہیں ہوئی ، اسکی وجہ ہے ؟ یقیناً توجہ !

الجواب : باسب و لم یسجد الصواب

تاخیر بقدر رکن بطرفی مستوفی موجب سجدہ سہو ہونے کا قاعدہ اس وقت ہے جبکہ خود کوئی رکن نہ ادا کیا ہو ، صورت مسئلہ میں قیام خود رکن ہے ، لہذا قیام کی طرف انتقال ہی توجہ سجدہ ہے اگرچہ بعد تین تسبیح تاخیر نہ پائی جائے ، غالباً اسکا منہا پر صاحب منہ نہ پہلی اور تیسری رکعت پر مجروح ہو جس کو موجب سجدہ قرار دیا ہے مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف وجوب سجدہ کے لئے جلوس طویل کی سشرہ لگائی ہے اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سجدہ سے قیام

کی طرف انتقال میں غیر اختیاری طور پر روزانہ قعود ہوتا ہے اور بوقت ہذا جلسہ استراحت کی صورت میں تو قعوداً قعود ہے لہذا اولیٰ اور ثانیہ پر سہواً قعود کے کسی جدید رکن کی طرف انتقال نہیں پایا گیا، اسلئے یہاں مجرد جلوس موجب سجدہ نہیں بلکہ تاخیر بعد از رکن سے سجدہ واجب ہوگا۔

تفسیر: سوختہ رکعت کے لئے مسجد کا کھڑا ہو گیا یا گھٹنے سیدھے ہو گئے تو قعود کی طرف نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو پھر فوراً کھڑا ہو جائے، اگر فوراً دوبارہ کھڑا نہ ہو بلکہ تشہد پڑھنے کے بعد اٹھا تو بھی نماز ہو جائیگی، سجدہ سہو دونوں صورتوں میں واجب ہے، اگر چہ حالت سے امام بیٹھ جائے تو تقدی نہ ٹھہریں بلکہ کھڑے رہیں، قال فی العلانیۃ فلو عاد فی القعود بعد ذلك فعدس صلواته ففرض الفرض لما لم یس یفرضه وصحیح الزیلعی و تبرک لا تقصد لکنہ یکون مسبباً و مستحباً لتأخیر الواجب و هو الاشیء کی حقیقت الکما ان وهو الحق بمراد فی الشیء (قوله لکن یکون مسبباً) ای و بائیں کما فی الفتح فلو کان اماماً لا یجوز معه القوم تحقیقاً و علیاً و بجزء الصیام الخال شرم الحقیۃ عن القنیۃ (در المحتار ص ۱۹۱) حفظ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۵ھ

ایک سجدہ بھول گیا :

سوال : اگر نماز میں دوسرا سجدہ بھول گیا اور دوسری رکعت میں نہیں سجدے کر لئے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ یقیناً تو جواز

الجواب: باسمہ علیہم الصواب

اس صورت میں بھی نماز ہوگئی مگر بہتر یہ ہے کہ جب یاد آئے قعدہ سجدہ کر لے جس رکعت میں یاد آئے پھر سجدہ کیا اس رکعت کا عذر مستحب ہے البتہ قعدہ اخیر کے درمیان یا اس کے بعد سجدہ کیا کر تشہد کا عذر واجب ہے، سجدہ سہو پر صورت واجب ہے،

اگر مسلام پھر پڑھنے کے بعد سجدے لکھنے سے قبل یاد آگیا تو فوراً سجدہ کر کے پھر تشہد دوبارہ پڑھا کر سجدہ سہو کر کے اس کے بعد پھر حسب قاعدہ تشہد، زود شریعت اور عذر پڑھا کر مسلام پھر پڑھے، قال فی التوبۃ فی آخر باب الاستغفار و لو نذر کوئی کو بعد لوجوبہ سجدہ ۳ خیمہ عذر عذر یا دلی الشامیہ (قول سجدہ) افاد ان سجدہ عاقب التذکرہ غیر واجب لما فی البحر عن النسخ فی ان یغفر السجۃ المستورۃ عقب التذکرہ لہ ان یؤخرها الی آخر الصلوۃ فیقتصر ہا نک (در المحتار ص ۱۹۱)

وإن وجبات الصلاة تنها تحت (قوله كالسجدة) قال في شرح المغني حتى يوترك سجدة
من ركعة ثم تقرأ فيها سجدة من قيام أو ركوع أو سجوداً فإنه يقضيها ولا يقضي ما فعله
قبل قضاءها مما هو بعد ركعتها من قيام أو ركوع أو سجود بل يلزمه سجود السهو فقط لكن
يختلف في لزوم قضاء ما أتى أوها فقط أوها فيه كما لو أتى ركوعاً أو سجدة أنه لم
يسجد في الركعة التي قبلها فإنه يسجد لها وعلى بعيد الركوع أو السجود المتأخر فيه
ففي الهداية أنه لا يجزئ عاداته بل تستحب مطلقاً بأن لغزيب ليس بفرض بين ما
يكره من الاعتداء وفي الثانية أنه يعيده إلا فسدت صلواته (المراد قوله) قال المحقق
ما في الهداية فقد جزم به في الكفر وغيره في آخر باب الاستحاضة وصرح في التحرير بضعف
ما في الثانية هذا والتعبد بالترتيب بينهما وبين ما بعدهما لا الاحتراز عما قبلها من
ركعتيها فإن الترتيب بين الركوع والسجود من ركعة واحدة شرط كما مر فيه عليه في
الفتاوى وفي شرح المتن يونس سجدة من الأولى قلنا هو بعد السلام قبل الكلام لكن
يشهد ثم يسجد السهو ثم يمشي إلى الركعة الأولى في الصلاة والنواية ما لا يشهد به
فقرع المشهد لا الفصل في رد المحتار معتمدين وفي سجود السهو منه ووضو السهو وسجدة
صلية أو تلاوة يلزمه ذلك ما في السجدة (رد المحتار معتمدين) قلنا والله تعالى اعلم

١٠ صفر سنة ١٢٩٠ هـ

نہ گیا ہو، ۸۹، ۹۰ مربع میٹر یا اس سے بڑا کرو اور زمین یکم صحرارہ ہے، قال فی الاصل فی روض
فمن السجود وسجدة صلیبہ اور ثلاثہ بلزعمہ ذلک ما دام فی الصلح، وفي الشافعیۃ ۷
ان تحول عن القبلة استحب ان لا یسجد بکف فیکرم مکان واحد ولذا یصح ان یسجد فیہ وان
کان یسجد فی موضع واحد وانما ذلک لانه فی السجود فانہ قد کثر فی الذلک بحدود الصلح من خلفہ او
بجانبہ اور سارہ عادات فی قضاء ما علیہ لان ذلک الموضع یسجد بالیسجد وان سجد امامہ
فلا یصح موضع سجودہ اور سترہ ان کا تے لہ سترہ بہت بدیہ کہا فی البدایہ والنہج (در الحدیث)
نقطہ والله تعالیٰ اعلم

۲۰ شہین سنہ ۹۵۰ھ

امام نے سلام کے بعد پانچویں رکعت پڑھ لی :

سوال : مسجد میں نماز عصر ہو رہی تھی جماعت سے، امام آخری قعدے میں بیٹھا
پچھلے سے ایک مقتدی نے قعدہ دیا الشکر، جبکہ دو چوتھی ہی رکعت تھی، امام نے ایک
طرف سلام پھیرا تو اسی مقتدی نے دوبارہ الشکر کہا اب امام کو شک ہو گیا اور پانچویں
رکعت میں کھڑا ہو گیا پانچویں رکعت پر امام نے سجدہ سہو کیا اور سلام پھیرا کیا ایسی صورت
میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا دوبارہ پڑھیں؟ بینوا تو حوا

الجواب باسمہ علیہ الصواب

امام اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گئی، البتہ مسبق کی نماز نہیں ہوئی لہذا قعدہ
فی موضع الانفراد، مگر مسبق امام کی پانچویں رکعت میں اسکی اقتداء نہ کرتا بلکہ امام سے
الگ ہو کر اپنی گئی ہوئی نماز پوری کرتا تو اسکی نماز بھی صحیح ہو جاتی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۰ شہین سنہ ۹۵۰ھ

قنوت کی بجائے فاتحہ یا شہد پڑھ گیا :

سوال : دروں میں دعا قنوت کی جگہ الحمد شریف یا انعمت سہو پڑھ گیا تو
کیا سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں یا اگر دعا قنوت کی جگہ الحمد شریف پڑھایا انعمت، یا
آمنے پر دعا قنوت پڑھا تو پھر بھی سجدہ سہو واجب ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو حوا

الجواب باسمہ علیہ الصواب

ان دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب نہیں اسلئے کہ ورنہ آخری رکعت میں کوئی

بھی دعا پڑھ لینے سے واجب۔ اور ہوتا ہے الجسہ معہود دعا مسنون ہے اور دعا مسنون کے ساتھ مزید کوئی دعا ملنا افضل ہے، قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ وبقدر غیہ جائز وحقاً معہ غیہ کاف حسیاً (بیحرارۃ ص ۲۲۷) حمد و ثناء و تسبیح و تہلیل وغیرہ بھی دعا پر دفع الشیطان الکریم دعا ہے۔

یا اذکرہ بحق ام قد کفایتی شاکرہ ابن شیفک الحنبلی

یا شفعہ عیدک السر یحیی کفاد من تعرضک الشاہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ شوال سنہ ۱۳۹۰ھ

ترک سجدہ سہو سے نماز واجب الاعدادہ ہے :

سوال : حافظ صاحب تراویح کے آخری قعدہ پڑھنے میں مدھمکھنے ہو گئے فقر پڑنے پر فوراً بیٹھ گئے، پھر سجدہ سہو کیا تو نماز تمام ہو گئی یا دوبارہ واجب الاعدادہ ہو گئی؟ اگر نماز واجب الاعدادہ ہے تو ان دو تراویح کو دوبارہ ادا کرنے وقت قرآن مجید بھی دوبارہ پڑھے یا پھوٹی سورتوں سے دو تراویح ادا کرے شرعاً کیا حکم ہے؟ یتقوا! تو جہا

الجواب: باسمہ ملہم الصواب

یہ دو رکعتیں واجب الاعدادہ ہیں ان میں پڑھا ہوا قرآن بھی ونا پاجائے،

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ شوال سنہ ۱۳۹۰ھ

سکوت بقدر تین تسبیح موجب سجدہ سہو ہے :

سوال : تراویح میں حافظ احمد کے بعد یا درمیان میں پڑھتے پڑھتے خاموش ہو گیا اور یاد آنے میں تین تسبیح کی مقدار خاموش رہا تو سجدہ سہو واجب کیا نہیں؟ یتقوا! تو جہا

الجواب: باسمہ ملہم الصواب

تین بار سجدہ واجب الاعدادہ کہنے کی مقدار خاموش رہا تو سجدہ سہو واجب ہوگا

ورنہ نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ شوال سنہ ۱۳۹۰ھ

نماز کے بعد شک غیر معتبر ہے :

سوال : نماز پوری کرنے کے بعد اگر شبہ ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اعادہ کرے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب : باسورۃ فہم الصواب

ای وہ نہ کرے نماز ہو گئی ، قلے شارح التنویر رحمہ اللہ تعالیٰ ولا یصلی بعد صلوۃ مفروۃ
مثلاً فی الغرضۃ والجماعۃ والاعتقاد عند توہم الفساد لیس (رد المحتار ج ۲) وقی الشاہد
عنہ الختم لوطیۃ بعد الفراغ منها اوبعد ما تعدد رد الشہد لا یجوز (رد المحتار ج ۲)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۱ھ

تشہد سے ایک لفظ بھی چھوٹ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے :

سوال : اگر تشہد سے کچھ حصہ رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

بینوا تو جروا

الجواب : باسورۃ فہم الصواب

تشہد پورا واجب ہے ، اس میں سے ایک لفظ بھی رہ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے
قال فی رد المحتار : لصلوۃ والشہد انہ ویسجد السہو بترك بعضہ ککلام الخیر فی
الشمیۃ (قوله والشہد انہ) امر تشہد الفصۃ الاولیۃ والشہد الاخریۃ والشہد الموعود
عنہ اذ من مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجوز بل هو افضل من الموعود عنہ اذ من عباس
وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (قوله بترك بعضہ ککلام) قال فی البحر من باب سجود السہو
فانہ یجب سجود السہو بتركہ وبوتیلۃ فی ظاہر الوزیۃ لانه ذکر واحد منقول وترك بعضہ
کترك کلام (رد المحتار ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ ربیع الآخر سنہ ۱۴۱۱ھ

سورۃ فاتحہ بھول گیا :

سوال : نمازیں فاتحہ پڑھنا بھول گیا تو یاد کرنے پر سورۃ فاتحہ اور سورۃ کا

دو بارہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟ نیز سجدہ سہو بھی ضروری ہے یا نہیں ؟ تفصیل

سے آگاہ فرمائیں ، بینوا تو جروا

الجواب ہے یا سہو ملہذا الصواب

اگر سجدہ سے قبل سورۃ فاتحہ کا ترک یا دہا گیا تو فوراً سورۃ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ دوسری سورت پڑھے کیونکہ فاتحہ اور سورت میں ترتیب واجب ہے، اس کے بعد رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے، قال فی الذکر انما یصحف القرآن بالسجود فلو نکر ولو بعد النوف من الركوع عاد فقرأ عاد الركوع الا انه فی ذلک الفاتحہ یعید السورۃ ایضاً، وقال فی السید اسم الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حاشیئہ علی الذکر (قوله یعید السورۃ) انما لاجل الترتیب بینہما وفي البہار من الحیط لوترک السورۃ قدا کوہ قبل السجود عاد وقرأها وکل الوترک الفاتحہ نہ کرہا قبل السجود ویلید السورۃ لانہا تقع فیضا بالقراءۃ بخلاف ما لو نہا کوہ الفوت فی الركوع فانہ لا یعید وصح ما فی الکلام فادعیہا رکوعہ ولا یقاضہ وفي الخلاصۃ ویسجد لیسہو فیما افاد عاد اولہ یلید الی القراءۃ (قوله ایضاً) انہ کما یعید الركوع (طحاوی ج ۳ ص ۱۰۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ

سورت کے بعد تکرار فاتحہ موجب سجدہ سہو نہیں :

سوالیہ : حافظ نے نماز تراویح میں سجدہ تلاوت کرنے کے بعد دوبارہ سورۃ فاتحہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟ یتنوا تو جروا

الجواب ہے یا سہو ملہذا الصواب

سجدہ سہو واجب نہیں، اس لئے کہ فاتحہ کا تکرار ضم سورت کے بعد ہوا ہے، قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رد المحتار فی المسائل وکذا تروک تکریرہا قبلہ سورۃ الادلیہ، وفي الشامیۃ خلو قراءۃ رکۃ من الادلیہ منین وجبہ سجود السہو لتأخیر الوجہ وهو السورۃ (القول) اور قراءۃ قبلہ السورۃ موقدہ ہا سورۃ فلا یجبہ کما فی الخانیۃ واختارہ فی تعحیط والظاهر بینه والخلاصۃ وصحح الایضاً عدم لزوم التأخیر لانہ الركوع لیس واجباً بل السورۃ فاندلجہم بعین سورہین الفاتحہ لایجب علیہن کذا فی البہار (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۱) فقط وللفہ خاتمہ

۱۰ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ

فرض کی تیسری رکعت میں تکرار فاتحہ سے سجدہ سہو نہیں :

سوالیہ : اگر فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ دوبارہ پڑھی تو

سہو واجب ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سہو واجب نہیں، فقہ و حنبلیہ الصلوٰۃ من العلامۃ وکذا نکرہا قبل سورۃ الاحزاب، و فی الشامیہ قال فی شرح المنیۃ قید بالاولیٰ لان الاقتصار علی موقف الاخرین لیس بواجب حتی لا یلزم سہو و سہو متکون الفاعل فیہما سہو و توجہ لا یکرہ الم (رد المحتار ج ۳ ص ۱۶۱)

۲۲ رضوال سنہ ۱۴۰۰ھ

فرض کی تیسری رکعت میں سوڑ ملائے سے سہو نہیں!

سوال: فرض نماز مغرب میں تیسری رکعت میں نماز وتر کی طرح الحمد کے ساتھ سوڑ ملا جائے یا نہیں؟ اگر غلط سمجھا تو سہو واجب یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سب فرض میں یکساں حکم ہے یعنی صرف پہلی دو رکعتوں میں سوڑ ملا واجب ہے بعد والی میں واجب نہیں جائز ہے نہ ملا بہتر ہے، اگر سوڑ ملا تو سہو واجب نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ رمضان سنہ ۱۴۰۰ھ

رکوع بھول گیا

سوال: رکوع کرنا بھول گیا، پھر میں یا آیا تو ذرا رکوع کر کے دوسرا رکوع کرنا تو سہو ہے نہ ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

رکوع و سجود میں ترتیب فرض ہے، اس لئے پہلا سہو نہیں ہوا، رکوع کے بعد دو سہو فرض تھے آپسکے ایک کیا ہے، اس لئے نماز نہیں ہوئی، قال فی العلامۃ و فی من الغروض تبیین المفروض و ترتیب القیام علی الركوع و الركوع علی السجود و فی الشامیہ قولہ و ترتیب القیام علی الركوع الخ، ہی تقدیمہ علیہ رقی قولہ حتی یسجد ثم یسجد فان سجدنا نسبتا صحت لما قلنا من رد المحتار ص ۱۶۳ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷ شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ

باب صلوٰۃ المریض

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا :

سوال : زید نہیں آدمی ہے ایک پاؤں سے معذور ہے بیٹھ کر جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا ، احقر نے ایک دن جمعہ کو جماعت سے نماز پڑھتے اس طرح دیکھا کہ ایک کرسی مسجد کی جگہ رکھی اور ایک کرسی پر بیٹھا جماعت کے پنج میں ، تو طریقہ مذکورہ سے نماز پڑھی یا نہیں ، شرعاً یہ فعل درست ہے یا نہیں ؟ بتواتر جواب

الجواب : باسمہ الحمد للہ الصواب

اگر ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسری کرسی پر سجدہ کیا تو نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ مسجد کے وقت گھنٹے بھی کرسی پر رکھے ، مہذب الیسا کرنا گناہ ہے ، از میں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا چاہیے ، اور اگر بوقت سجدہ گھنٹے کرسی پر نہ رکھے تو یہ نماز واجب الامکان ہے ، معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ کرسی پر بیٹھ کر سجدہ کی بجائے اشدہ سے نماز پڑھتے ہیں اگر زمین پر بیٹھ کر سجدہ کی قدرت ہو تو کرسی پر اشارہ سے نماز نہیں ہوگی ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم ،

غزوہ شعبان سنہ ۱۴۸۵ھ

بیہوشی میں فوت شدہ نمازوں کا حکم :

سوال : آپرین کے لئے مریض کو بیہوش کیا جاتا ہے تو کیا بیہوشی کی حالت میں اس کی جو نمازیں قضا ہوں گی ان کی قضا ضروری ہے ؟ بتواتر جواب

الجواب : باسمہ الحمد للہ الصواب

اگر بیہوشی ایک دن یا اس سے کم رہی تو اس وقت کی نمازیں قضا کی جائیں گی ، اور اگر چھٹی نماز کا وقت بھی بیہوشی کی حالت میں گزر جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے اس لئے قضا کر لینا بہتر ہے ، یہ حکم اپنے اختیار سے بیہوش کرنے کا ہے ، قدرتی بیہوشی میں اگر پانچ نمازوں سے زیادہ قضا ہو گئیں تو بالاتفاق ان نمازوں کی قضا معاف ہے ، قالہ فی التنبیہ و فی وجہ اذ علیہ یوماً ونبیلاً فی نفس الخسران وانی زاد وقت صلوٰۃ لا ، زائد عقلاً بجمہ او خسرانہ القضا و ان طالت فی الشرع لانہ یعتمد العبد کا النوم کو فی السامیۃ او بد سقوط القضا حرفۃ بالافراذ احصلہ بأذنیہ سہاوۃ فلا یقاس علیہ ما حاصلہ بجمعہ وعند

محمد بن یسقط القضاء بالبنیع والذوال لائتہ میاج فصار کا مزمع کافہ البصر وعودہ والظاہرات
عطف المداد علی البصر عطف تفسیر ورائہ المورد ضرر البنیع (لجیل التجارہ اماو شرک) لاشکر
فیکیون معینہ یمنہ کالخضر (ردالمحتار ص ۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ محرم سنہ ۱۲۹۵ھ

مریض کے لئے استقبال قبلہ کا حکم :

سوال : آپریشن کے بعد کچھ وقت مطلقاً اس کے بعد کچھ روز تک حرکت کرنے کو
ڈاکٹر منع کرتے ہیں یہی صورت میں نماز گزشتہ کراشروں سے یا بیٹھ کر پڑھی جائے اور چارپائی
کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو تو کیا جس طرف بھی رخ ہو نماز پڑھ لی جائے ؟ بیٹنوا تو خیر

الجواب : باسمہ صلہ منہم الصواب

قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے ، اگر ہسپتال کا علاج اس میں تعاون نہ کرے تو اس وقت
جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھ لی جائے مگر بعد میں قضا ضروری ہے ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ محرم سنہ ۱۲۹۵ھ

جماعت میں قیام کی قدرت نہ ہو تو تنہا نماز پڑھے :

سوال : زیر معائنہ بیمار کی وجہ سے اگر مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز
پڑھتے ہیں تو امام کے ساتھ اتنی دیر قیام نہیں کر سکتا ، اس صورت میں بیٹھ کر جماعت سے نماز
پڑھے یا اگر جماعت ترک کر دے اور گھر ہی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے ، بیٹنوا تو خیر

الجواب : باسمہ صلہ منہم الصواب

جماعت سنت مکروہ یا واجب ہے اور قیام فرض ہے ، اس لئے جماعت میں شامل
ہونے کی فرض سے ترک قیام جائز نہیں ، بیشک نماز نہ ہوگی ، گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے ، لیکن
جو تو گھر میں جماعت کرے ، قل فی العلائق ولما منع من القیام المخرج للجماعۃ من غیر مہینہ
قائم ، یہ بقایہ خلافاً للاشبہاء وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعلق (قوله اعز ذم للجماعۃ) ای فی
المسجد وهو موصول علی ما ازام تفسیر لہ الجماعۃ فی بیئہ اذادہ ابو السعود (قوله یفرق)
وتجم انہ القیام فرضہ مغلطۃ الجماعۃ وہ کلان مطلق وانما فوج خلافاً لہی بناء علی انہ
الجماعۃ فرضہ علیہ (رد المحتار ص ۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ رمضان سنہ ۱۲۹۵ھ

معدود و تنہا طہارت سے نماز پڑھ سکتا ہو تو جماعت ترک کر دے :

سوال : ایک شخص رین کامریض ہے ، اگر تنہا نماز پڑھے تو با وضو پڑھ سکتا ہے مگر جماعت کے ساتھ با وضو نماز مکمل نہیں کر پاتا ، اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے ، جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور معدود ہونے کی وجہ سے اپنی نماز صحیح ہوئی یا کہ با وضو تنہا نماز پڑھا کرے ، میتواتی ہوگا

الجواب : بأسر مدھر الصواب

یہ شخص شرعاً معدور نہیں ، جماعت کے ساتھ بے وضو نماز پڑھے گا قونماز ہوگی۔ اس پر لازم ہے کہ گھر ہی میں تنہا نماز پڑھا کرے ، بکثرت وقت مجبوری نماز کی سنیں اور واجبات وغیرہ بھی ترک کر دے صرف فرض پراکتفا کرے ، قال فی العلائقہ : یجبہ رد عنہ وہ یؤتیہ بقدر قدرہ و یصلیٰ لہ من صیادہ و لا یصلیٰ ذاعدا و ، قال ابن عابین رحمہ اللہ تعالیٰ قالہ فی البحر و متقی قدر المعذور علیہ و لا یصلیٰ لہ برابطہ و خشو او کانت یوکلہ لایصلیٰ و لو فرام سالن و وجبت زودہ و خرجم بردہ و منیٰ انہ یكون صاحب عذر و یجبہ ان یصلیٰ جالساً یا مریضاً انہ مالہ بالیدان لان ترک السجود اھون من الصلوۃ مع الخوف منہ ام (رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۱) و قالہ ایضاً تحت (قوله و یوکلہ) قال فی الرحمۃ شریعہ لایشرط انہ لا یصلیٰ (الوضو و الصلوۃ) مع منہما اولاً و الا فساد علی فرضہما ؟ یراجع ام اقوالہ الفاضل الثالث ، تأمل فی رد المحتار ص ۱۰۱

قلت و یؤید الثاني ما تروہ البیہان ترک السجود اھون من الصلوۃ مع الخوف منہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷۷ رمضان سنہ ۱۴۱۵ھ

سجدہ سے عاجز کا حکم :

سوال : میرے والد صاحب بیمار ہیں ان کی ہڈیوں میں کرمیں اور گھٹنوں میں درد رہتا ہے سینہ میں بھی تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح طریقہ پر رکوع و سجود نہیں کر سکتے گزشتہ کئی ماہ سے وہ نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں رکوع و سجود میں ہتھ جھک سکتے ہیں اتنا جھک جاتے ہیں زیادہ جھکنے پر تکلیف ہوتی ہے کہ کچھ احباب نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ سجدہ بغیر کسی سخت چیز پر پیشانی رکھتے نہیں ہو سکتا ، اس کے لئے ایک تہائی بنوائی چابیہ اگر پیشانی فرش پر نہیں رکھی جاسکتی ہے تو اس تہائی پر کھنی چاہئے ورنہ نماز صحیح نہیں ہوگی زیادہ کم شرعی حکم تحریر فرمائیں ، جزاکم اللہ تعالیٰ

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر سرزنش جھکایا جاسکتا ہو کہ زمین تک ایک بالشت یا اس سے کم فاصلہ رہ جائے تو کسی اینٹ یا تپائی وغیرہ پر سجدہ کرنا لازم ہے، اشارہ سے نماز نہوگی بشرطیکہ ایسا کوئی چیز بستر ہو، اگر ایسی کوئی چیز موجود نہیں یا سرزنش نہیں جھک سکتا تو اشارہ سے نماز درست ہے،
نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم

مرتبہ شعبان سنہ ۹۹ھ

سجدہ سے عاجز پر قیام فرض نہیں؛

سوال: ایک شخص کی آنکھوں کا آپریشن ہوا ہے، ڈاکٹر نے نمازیں رکوع و سجدہ سے منع کیا ہے، یہ شخص بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھتا ہے، ولانکہ کھڑا ہو سکتا ہے، اور اس سے کوئی ممانعت بھی ڈاکٹر کی طرف سے نہیں، کیا بیٹھ کر اس کی نماز صحیح ہے؟
بیشوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جو شخص سجدہ پر قادر نہ ہو اس سے قیام کا فرض ساقط ہے اس کو اختیار ہے خواہ حالت قیام ہی میں سجدہ کے لئے اشارہ کرے یا رکوع کے بعد بیٹھ کر اشارہ کرے یا ابتدا ہی سے بیٹھ کر نماز پڑھے، آخری صورت افضل ہے، پھر درمیانی پھر پہلی، قال فی شرح التتویر (واللہ تعالیٰ اعلم) لیسے تعدد ہر امتداد بل تعدد والد سجد کا تعدد لا انقیام (او ما قاعد) وهو افضل من الایمان قائم بقویہ من الارض، وفي الشامية (قوله بل تعدد والد سجد دلالت) تعدد راجع حرث الید اثم وغیرہا وفي الذخیرۃ دحلر بملحقہ خراسان سجد سائل وهو قائم علی رکوع والقیام والمؤبدۃ یصلی قائم آیوی ولو صلی قائم رکوع وقعد او ما یا سجد اجزاء والاولی افضل لانہ القیام والركوع لغیر شریا قرۃ بنفسہما بل ینکونان وسیلتین الی السجدۃ (واللہ اعلم)
فقطہ واللہ تعالیٰ اعلم

مرتبہ شعبان سنہ ۹۹ھ

باب سجود التلاوة

تھانہ میں سجدہ تلاوت :

مسوالت: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ نماز میں سجدہ تلاوت فی القدر ضروری ہوتا ہے یا اس کے بعد کچھ آیات پڑھ کر بھی سجدہ ادا کر سکتا ہے اور ایت سجدہ کے بعد کتنی آیات پڑھی جا سکتی ہیں؟ ۱۔ یتواخو رجوا

الجواب باسم ربهم الصواب

آیت مجیدہ کے بعد تین آیات تک تاخیر جائز نہیں، ایک قول کے مطابق تین آیات تک بھی
جواز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں، قول اولیٰ الرابع والحد ہے، البتہ آخر سورت میں بالاتفاق
تین چار آیات تک تاخیر کی بھی گنجائش ہے، خواہ آیت مجیدہ پر سجدہ کر کے بقیہ سورت پوری کر کے رکوع
کرسے یا آیت پر سجدہ نہ کرے بلکہ سورت پوری کرنے کے بعد رکوع کرے، اگر وسط سورت میں آیت
مجیدہ کے بعد عرمان آیت آتیں، پڑھ لیں تو نادر واجب الاعداد ہے، مسئلہ معذہ میں یہی آیت مجیدہ
پڑھ کر سجدہ تلاوت کرے اور اگر سہواً اتنی تاخیر ہوگئی تو نمازی میں اس کی قص کرے اور آخر میں
مجیدہ سجدہ بھی کرے، قال فی العلائق الفیوض صیرور تھاجر ما منها ویاتم بتأخیر ما ویضییها
ما دام فی حرمة الصلوة و بعد السلام فتح، و قد استأثرنا فی الاصل وجہ بہ ما هو من افعالی العسافۃ
و من المقلدۃ و صادر منہ، جزائہا خوشت ادا و عافیت کما فی البدایہ و فی الاکان المختار و جوب
محمود و یقولون کذا یابعد عما یاء ۱۱۱ (ارد المحتار ص ۷۷) و قال فی مفرح التعلیم و یؤدی بکرم صلوۃ
افا کان المکرم علی الخیر من قوۃ زیۃ ادرائیں و کذا الثلاث علی الظاہ کما فی البحر، اہن فواء ع
کون المکرم سجدۃ ثلاثۃ علی الارض و قوۃ یسجد و ہا کذا علی من الغرور، و فی التبیان تحت
(قول علی الظاہ کما فی البحر) و فی الاصل ادا الاحتیاطاً قول شیخ الاسلام خواہر زادہ بالانظام
الغرور بالثلاثۃ و قال شمس الاکمل المحلو فی لای یقطعی ما یبقی اکثر من ثلاثۃ و قال کمال
المراد بالانظام قول المحلو فی ہو الروایۃ اھ قلت و ہر من فی الغنیۃ بالانظام و رواۃ فیان
محمداً فیصل علی انہ اذا بقی بعد السجدۃ آیات منہ انما السورۃ ای کسورۃ الانفاثانہ و
سورۃ یحییٰ امرا یلئے انہ ثلاثۃ السورۃ و دیکم لہا و انہ ثلاثہ سجد لہا ثلثاً و ما فی کسول
السورۃ ثلث رکع اھ و منہ فی الفتح لکن فی البحر عن المجتہد ان المکرم یتوبہ عنہا

بشرط انیہ دانے لا یصلح تلاوتہ الا اذا كانت التلاوة من آخر السورة او مقبضا ان
التلاوة فیما فی وسط السورة وان هذا هو الواقع درہ محرم فی الحلیۃ من الاصل وغیرہ
نعم قال بعد انہ الغرض غیر ظاہر بوجہ، قلے قد یوجہ بان قراۃ التلاوة من آخر
السورة لا تفصل لانها اتمام للسورة وعدم دفعہ یا فیها نکات فی قراۃ تہا زیادۃ طلب
فلم یفصل بحالات التلاوة من وسط السورة فانه لیس فیہا زیادۃ طلب لعدم ما ذکرنا
فعدتہ فاصلا تأملہ (رد المحتار ج ۱) حفظ واطل آنکس اعلم

المحرم سنہ ۷۷

نمازی نے غیر امام سے آیت سجدہ سُنی :

سوالیہ : ایک شخص غایب صلوٰۃ آیت سجدہ تلاوت کر رہا تھا اور دوسرے نے جو کہ
نماز میں تھا سن لیا، آیا اس معنی سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہوا یا نہیں؟ اگر واجب ہے
تو کب ادا کرے؟ اگر نمازی میں ادا کرنے پر سجدہ تلاوت ادا ہوا یا نہیں، نیز اس کی نماز
جو گئی یا نہیں؟

دوسری صورت یہ کہ نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کر رہا تھا اور دوسرے شخص نے جو
غایب صلوٰۃ تھا یا نماز میں تھا مگر پڑھنے والے کا مقتدی نہ تھا، تلاوت سُنی تو یہ شخص سجدہ
تلاوت کب ادا کرے، اگر اپنی نماز میں ہی سجدہ تلاوت ادا کرے تو ادا ہوا یا نہیں؟ اور اس کی
نماز جو گئی یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل! بیوکر الجلیل

الجواب ہے باسمہ علیہم الصواب

معنی سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہے نماز سے خارج ہونے کے بعد سجدہ تلاوت
کرے، اگر نماز کے اندر ہی سجدہ تلاوت کر لیا تو ادا نہیں ہوا نماز کے بعد دوبارہ سجدہ کرے اور
یہ نماز واجب الامارہ ہے، البتہ اگر سامع نے نماز کے اندر ہی خود بھی اس آیت کی تلاوت
کر کے نماز ہی میں سجدہ کر لیا تو یہ سجدہ ادا ہو گیا اور نماز بھی واجب الامارہ نہیں،

اگر کسی نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو بھی سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہے خواہ
سامع غایب صلوٰۃ ہو یا مالی سے الگ کسی دوسری نماز میں ہو، خواہ منفرد ہو یا کسی دوسرے
امام کا مقتدی ہو، اگر سامع بھی نماز میں ہے مگر مالی کا مقتدی نہیں تو اس کا دعویٰ حکم ہے جو سوال
کی شق اول کے جواب میں گزرا، یعنی نماز سے خارج ہونے کے بعد سجدہ تلاوت کرے، اگر

نماز کے خدہی کر لیا تو اور انہیں جو اور نماز واجب الاعادہ ہوگی بشرطیکہ سجدہ تلاوت کرتے وقت قاری کی قعدہ کی نیت نہ کی ہو، اگر قعدہ کی نیت کرنی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور سجدہ تلاوت بھی ادا نہیں ہوا۔ اور اگر اپنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد تالی کی قعدہ کی تو اس کے ساتھ سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اپنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ سے قبل سجدہ کر چکا ہو اگر سانس نے تالی کے سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد اسی رکعت میں اسکی قعدہ کر لی تو اس سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائے گا، ورنہ رکعت میں شرکت سے سجدہ ساقط نہ ہوگا، قال فی الدرر ولو سجد اصل السجدة من نیو لم یحیی فیہا الا تھا غیر مسلم شیعہ بے سجدہ بعد ما سجدھا من غیر مجبور و نہ یحیی فیہا لم تجزہ لا تھا ناقصہ للشیعہ فلا یثابروں مجاہدین اور انکارہ ائمہ الاستجداء من الا اذا تلاھا المصلی غیر الموم ولو سجد سما علیہ اسرام دونھا ائمہ المسلمون لانی نہ اذاعہ وادونہ المکذبة لا یغنیہ لا اذا کابه المصلی التالی من قبلہ لسانہ غیر امامہ ولا تجزہ نہ عما سجد تمسک وغیرہ، وفي التسمية تحت (قوله: ولا تھا الا) و الظاهر ان الاعادة واجبة كراهة التعليل بوجوب موقوف التعليل المذكور تأخر (رد المحتار ج ۴ ص ۳۰) وفي العلامة (مرجعہ) ما منہ سام و لو بافتدائہ بہ قائم بہ قبلہ ان سجد الامام لھا سجد معه، ولو لم یتم بعد لا یسجد، ولا کذا الخلق في الكون بعد الاصل و انہ لم یقتد بہ، ولا سجد عا و کذا، و ما قد تفرع فی رکعة آخری علی ما اختارہ ابو ذریع وغیرہ و غیر ظاہر الحدیث، وفي التسمية و به جزم فی انتفاء ما صلحها والغیر، و منہ المیزان کذا فی المواہب و قالہ نہ اراھم و بعد فی غیر الاعیان و قد علم فی الاطلاق اکثر الاصحاب غیر علی و قد صرح صاحب الکفر بطلان خلافتہ علیہ فی کتاب الکافر و صاحبہ انوار اللوح (رد المحتار ج ۴ ص ۳۰) فقط والله تعالیٰ اعلم

دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

نماز کے خارج سے آیت سجدہ سُنی :

مسوالہ : کیا فرمایا جس علماء دین و قضائی خرم منین، اس مسئلہ پر کہ کہیں تراویح وغیرہ میں قرآن شریف سنایا جا رہا ہو لیکن کوئی شخص اس میں شریک ہو چکے بیٹا ذکر وغیرہ کر رہا ہو کوئی دوسرا نام کر رہا ہو اسی دوران سجدہ کی آیت پڑھی گئی لیکن اس شخص کو پتہ نہ چلا کہ میں نے یہ آیت سُنی ہے لیکن پڑھ چکا ہے چلا چکا ہے سارے نمازیوں نے سجدہ کیا اب یہ شخص کیا کرے ؟

بیشوا تو جروا

الحجۃ ہے باسم ملہم الصواب

گرد گرد وغیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے آیت سجدہ کئی ہی نہیں تو سجدہ تلاوت واجب نہیں اور اگر آیت کئی ہو تو سجدہ واجب ہے اپنے غور سے سجدہ کر کے اس میں نام کی تعداد نہ کرے البتہ اگر کسی رکعت میں اس نام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کو اس سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائے گا، دوسری رکعت میں اقدار سے ساقط ہوگا، نقد و نقد نوازی، علم سہرناوال سنہ ۱۳۵۰ھ

امام کا رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا :

مما قال : امام نے نیت سجدہ کی تلاوت کے بعد فوراً رکوع کر دیا اور اس میں سجدہ کی نیت کر لی مگر مقتدی نے نیت نہیں کی تو سجدہ صلوة میں مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا یہ نہیں؟ ہتینا نوکلوا

الحجۃ ہے باسم ملہم الصواب

اس میں اختلاف ہے ایک قول پر مقتدی کا سجدہ ادا ہوگا، نہ رکوع میں اور نہ سجدہ میں، اسلئے مقتدی امام کے سلام کے بعد سجدہ تلاوت کر کے قعدہ : یا ارحم الراحمین پڑھے مگر رائے یہ ہے کہ رکوع میں امام کی نیت مقتدی کی طرف سے بھی کافی ہے، اسلئے رکوع میں امام و مقتدی دونوں کا سجدہ ادا ہو جائے گا، بہتر یہ ہے کہ امام رکوع میں نیت نہ کرے تاکہ سجدہ نماز میں امام و مقتدی دونوں کا سجدہ ملا اختلاف ادا ہو جائے، اور مقتدی کے لئے بہتر یہ ہے کہ اگر اس کو سجدہ کا علم ہو جائے تو رکوع میں نیت کرے اس احتمال کی وجہ سے کہ امام کے رکوع میں نیت کر لی ہو، حالانکہ وہ تلاوت کر رہا ہو رکوع دہر ہو یا العزم لم یجروا بسجدۃ الاستسلاام ولینا العقدة و نورکھا فسدت، صلوات کذا فی القنیۃ : یعنی حلقہ عنبر الجہویۃ نعم نورکم دسجد لھا نوراً نابہ ملانیۃ : و فی الشامیۃ و فی العنبرۃ و فی الخضرۃ و فی النیر الامام کا نیت کیلئے الکافۃ علوم ہو مقتدی نے جو سجدہ علی راوی فصیح بعد سلام الامام و وجبت العقدة الاخریۃ کذا فی امینۃ او : یعنی فیما عتہ و قولہ و یصحی حد علی الجہیریۃ : و اولو فی محل علی العزۃ بان نیت الامام لا تنوی عن نیت العزم و انشاؤہ منہ کلما العتۃ اور السابوت نہ خلاصہ الاصح حیث قال علی راوی نزلنا و زلنا العتۃ کلما : فقہا و اللہ اعلم فیہم سہرناوال سنہ ۱۳۵۰ھ

آیت سے قبل سجدہ کر لیا تو نماز واجب الاعادة ہے :

سوالی : امام نے دو رکعت نماز تراویح پڑھائی ، اس میں سجدہ تلاوت والی سورت پڑھائی اور محض کر سجدہ سے واپس آیت سے پہلے ہی سجدہ کر لیا اور نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو نہ کیا ، تو کیا یہ نماز پوری ہوگئی ؟ بینوا نوحروا
الجواب ہے یا سیدنا محمد الصواب

اس صورت میں نماز واجب الاعادة ہے ، سجدہ غیر واجب کی زیاہ کی وجہ سے سجدہ سہو کر لیا جاتا تو یہی نماز کا اعادہ واجب ہوتا ، کیونکہ یہ سہو نہیں بلکہ جہل ہے جو غلط نہیں بلکہ سنگم عہد ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۱/ رمضان ۱۴۲۶ھ

جنب ، حائض ، مجنون یا نابالغ سے آیت سجدہ ٹٹنی :

سوالی : جنب ، حیض و نفاس والی عورت ، مجنون یا بچے سے آیت سجدہ ٹٹنی تو سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں ؟ بینوا نوحروا

الجواب ہے یا سیدنا محمد الصواب

جنب نے آیت سجدہ پڑھی یا ٹٹنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے ۔
حائض ، مجنون اور نابالغ پر واجب نہیں ، خواہ خود پڑھیں یا کسی سے ٹٹیں ۔
جنب ، حائض اور مس منہ سے آیت سجدہ ٹٹنے والے پر سجدہ واجب ہے ۔
مجنون اور مس منہ سے سجدہ پر واجب نہیں ۔

قال في التوجريد حيث علم من كان اهلا لوجوب التلاوة اذ اعا وقضاه فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وسواهم من السجود والفساد قوله واياهم سجدوا تجب تلاوتهم خلا للمجنون والناطق ، وفي الهامية في شرح قوله اذ اعا وقضاه كلامهم انما تلا والجنب والسكران والناثم وفي الشامية على الفتحة قصته (قوله خلا للمجنون) لان السجدة لا تلا ولا تصححها ولا يصحها بالقبض ولم ير جمل وهذا التعديل بخلاف التفسير في الصبي فليكون هو المتأثر ان كان محمدا ارجب بالصالحين والافلاح واستحسنه في السنية (رد المحتار) ثم فقطر الله تعالى علم
دار جب سنہ ۱۴۲۶ھ

بغرض استنباط آیت سجدہ پڑھنا :

سوالی : ایک آدمی دوسرے سے پوچھتا ہے کہ تلاں آیت سجدہ تلاوت کی ہے

یا نہیں؟ یا آیت کا کوئی لفظ پڑھ کر پوچھا کہ اس لفظ پر کب تک تہجد ہوگا یا کس لفظ پر؟ اس سے کب تک تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ یقیناً توجہ دے۔

الجواب: باسمہ ملہم الصواب ہے

اگر آیت تہجد پوری نہیں پڑھی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں، اس لئے کہ سجدہ پوری آیت پڑھنے سے واجب ہوتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

آیت تہجد کی کبھی سے سجدہ واجب نہیں:

مسائل: اگر سجدہ کی آیت پچھلے کو بھی کرائی جائے تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

یقیناً توجہ دے

الجواب: باسمہ ملہم الصواب ہے

پوری آیت مسلسل پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، کبھی سے واجب نہیں ہوتا، قال فی شرح منہجہ صیغہ صیغہ تہجد: (تلاوت آیت تہجد بعد منہجہ اللہ تعالیٰ احقر علیہ لکھنا او تمباہا خلا سجدہ علیہ کی سیاق (رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

آیت تہجد کے معنی پوچھنا:

مسائل: ایک آدمی نے کس عالم سے آیت تہجد کے معنی پوچھ لئے اس سے بھی سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ یقیناً توجہ دے

الجواب: باسمہ ملہم الصواب ہے

اگر پوری آیت پڑھ کر معنی دریافت کئے تو سجدہ واجب ہے نہ نہ اور دہری آیت کی تلاوت سے واجب نہیں، البتہ ترجمہ کرنے والے اور ترجمہ سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا، اگر لفظ لفظ ترجمہ کیا ہو، آیت تہجد کی تفسیر سے سجدہ واجب نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

مدرسہ حفظ میں پچھلے کی تلاوت سے سجدہ کا حکم:

مسائل: حفظ خانہ میں پچھلے جو پڑھے ہیں اس سے بھی کب تک واجب ہوتا ہے یا

نہیں؟ یقیناً توجہ دے

الجواب باسم ملہم الصواب

نابینج حکم پر سجدہ واجب نہیں، بلکہ سجدہ سے پہلے ہی کہ سجدہ میں یہ تفصیل ہے کہ کچھ چیز
یعنی سجدہ ہو تو ساتھ ہی کہ سجدہ واجب ہے اور چھوٹے کچھ سے پہلے ہی کہ سجدہ واجب نہیں،

فقط والله تعالى اعلم

۱۰ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

آیت سجدہ کے ترجمہ سے بھی سجدہ واجب ہے :

سوال : اگر کوئی سجدہ کی آیت نہ پڑھے بلکہ صرف اسکا ترجمہ کرے تو سجدہ کرنے والے

اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں ؟ یقیناً تو جہاں

الجواب باسم ملہم الصواب

لفظی ترجمہ کرنے والے پر سجدہ واجب ہے اور سننے والے کو اگر معلوم ہو کہ یہ ترجمہ قرآن کی
اور اس کا مطلب بھی سمجھ جائے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہوگا ورنہ نہیں، یہ حکم جب ہے کہ
لفظ حفظ ترجمہ کیا ہو، اگر لفظی ترجمہ کی بجائے تفسیر کی تو پڑھنے والے اور سننے والے کس پر بھی
سجدہ نہیں، قال لا الطائفة والسباع شرط في غير القرآن ولو بالفارسية، فاما غير، وفي الشامية
زقوة (ذا الخبر) ہی ہاتھ آیت سجدہ سوار ہے اولاً، وهذا لعن الامام وعن حماد بن عمار
السامع ان يقرأ القرآن زمرة ولا يقرأ وفي البعض وفي النهر عن السراج الس
الامام رجوع الى قولها وعليه الاعتقاد والفراد من قوله ان يعلم السامع ان يفهم معنى الآية
كما في من لم يفهم حديث قال في حبيته عليه سواء فهم معنى الآية لولا اعتداه، وقال في من لم يفهم
وحديثه ولا ولا الآية اذا فهم كان سامعاً للقرآن من وجہ دون وجہ اه طحا (والاعتقاد) :
فقط والله تعالى اعلم

۱۰ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

آیت سجدہ پوری پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا :

سوال : سجدہ نہ کر دے کی آیت پوری پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے یا کچھ حصہ

پڑھنے سے بھی واجب ہو جاتا ہے ؟ یقیناً تو جہاں

الجواب باسم ملہم الصواب

پوری آیت پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، اگر آیت سے ایک لفظ بھی باقی رہے

گیا تو سجدہ واجب نہیں، بلکہ اگر بعد والی آیت کا بھی آیت سجدہ سے تعلق ہو تو ان دونوں آیتوں کی پوری تلاوت کے بعد سجدہ واجب ہوگا، قلن فی شرح التلویح بحسب تلاوة آية اعمی اکثرها مع حرف السجدة، وقال ابن عبد بن رحمہ اللہ تعالیٰ هذا اختلاف المعصم اللہ عن حزم بہ فی رد المحتار فی السوراء وہل فی سجدة السجدة بشروط قراءة جميع الآية ام بعضها فيه اختلاف والمعصم انہ اذا قرأ حرف السجدة وقبلة كلمة وجوب السجدة والاطلا وقبلة لا يجيب الا ان يقرأ الآية السجدة مع حرف السجدة ولو قرأ الآية السجدة كلها الا الحرف الاخری في آخرها لا يجيب عليه السجود الا ان يقرأ الآية السجدة ان يفتتحوا التلاوة من قوة الآية بتأمل كما يفهم من اطلاق المتن ویأتی قریبا ما یؤیدہ الا انہ یقتضی سیاق الآية قرینة علی ان المراد بقوله الا الحرف الا الكلمة التي فيها مادة السجود والاطلاق الحرف طرک الکلمة شاملاً فی غیرہ التلویح (و بعد اسطی) ان السجدة تلاوة آية تامة كما هو ظاهر اطلاق المتن وان المراد بالآية ما يشترط الآية والا يتعين انما كانت الثانية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة (و بعد اسطی) و به ظہر ان ما فی السوراء خلاف المذهب الذی عن مشی علیہ افضل المفسرین تأمل (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

جہاں سجدہ والی آیت سے ایک آیت بعد سجدہ لکھا ہے اسکا حکم :
سوال : کہیں کہیں حرف دالہ علی سجدہ سے آیت کے بعد یا کہ سجدہ لکھا ہوا ہو یا
وہاں بعد کسی جگہ پر کرنا چاہیے؟ یعنی توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

دوسری آیت پوری پڑھ کر سجدہ کرے، پہلی آیت پر سجدہ کر لیا تو وہ انہو کا، قلن فی القامیۃ ان المراد بالآية ما يشترط الآية والا يتعين انما كانت متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة (الخبر ان قال) ان لا يجيب بالسجود في سورة حم السجدة الا عند تنهائها الآية الثانية احتیاطاً کما صرح بہ فی المنہاج وغیرہا دونہ وجوبہ نہ یکرہ الابد وجوب سجدہ فی کل حال بعد الآية الاولى لا یکن لانہ یکرہ قبلہ سجدہ (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ واجب نہیں :

سوال : اگر سجدہ کی آیت لکھی مگر زبان سے تلاوت نہیں کی تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں ؟ بیٹو! توجرو!

الجواب : باسمہ ملہم الصواب

مرتب لکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ، قال فی التتویر : بحسب بطلاوة آیتہ ، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ : عانی احقر نہ عا نوکتہا ، او تھماھا فلا یسجد علیہ کاسیاقہ (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بہار رمضان سنہ ۱۴۰۰ھ

استاذ و شاگرد کا ایک ہی آیت دہرانا :

سوال : استاذ شاگرد کو قرآن پڑھا رہا ہے اور سجدہ تلاوت آجائے اور اس کو یہ بار پڑھنا پڑے تو سجدہ ایک واجب ہے یا دو ؟ بیٹو! توجرو!

الجواب : باسمہ ملہم الصواب

اگر ایک آیت ایک ہی مجلس میں بار بار پڑھے اور کتنے نو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا ، قال فی الشامیۃ : تحث (قوله یشرط اتحاد الآیۃ والمجلس) وان اجتمع التلاوة والسماع دبو من صحاح فقہی البدل ان لا یتکرر ولو اجتمع سببا الوجوب وہا التلاوة والسماع بان تلتاھا ثم سمعھا الربا تکون اول تکریر احدھا والی فی البزازیۃ سمعھا من آخر ومن آخر اخر او قرأھا کتبت سجدۃ واحدة فی الاھم لا اتحاد الآیۃ والمجلس او نحوہ فی الغنائیۃ فقہیہ ہذا او قرأھا وسمعھا بعضہم من بعض کتبت واحدۃ (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بہار جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

لاؤڈ اسپیکر سے آیت سجدہ سننا :

سوال : تراویح میں حافظ سے لاؤڈ اسپیکر میں غیر نمازیوں نے سجدہ تلاوت کی آیت سنی تو ان پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں ؟ خواہ ان کو سجدہ کی آیت معلوم ہو یا نہ ہو ، بیٹو! توجرو!

الجواب : باسمہ ملہم الصواب

راجع یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنائی دینے والی آواز خود کلم کی آواز ہے ، صوت مسموع

کی طرح صوت منکلم کی نقل نہیں، اس لئے لاؤ ڈا پیسکر سے سننے والوں پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگا البتہ اگر سننے والوں کو آیت سجدہ کا علم ہو تو ان پر سجدہ واجب نہیں آتا ہے فی الشامیۃ لا یجب علی الاصحیح ما لم یعلم بما فی القیمۃ اور دینے لم یفرم (رد المحتار ص ۱۷۳)

نقد واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ رجب سنہ ۱۰۹۰ھ

فی وی ہر آیت سجدہ سننے کا حکم :

مسوالہ : فی وی یا ربیو پر جو تلاوت کی جاتی ہے یا ختم قرآن فی الزاریع لشرب کیا جاتا ہے اور دکھایا جاتا ہے اس کے سامعین پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اس طرح ٹیپ ریکارڈر کا کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجروا

الجواب ہے یا سمر ملہم الصواب ہے

ٹیپ ریکارڈر سے سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں اسلئے فی وی اور ریڈیو پر اگر ٹیپ سنایا جا رہا ہو تو سجدہ واجب نہیں، اور اگر براہ راست قاری کی آواز ہو تو واجب ہوگا نقد واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیعہ سنہ ۱۰۹۱ھ

ایک آیت ایک مجلس میں متعدد لوگوں سے سُنی :

مسوالہ : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد نے آیت سجدہ تلاوت کی، اُستاد نے سُنی، پھر اسی طرح اُستاد نے تلاوت کی شاگرد نے سُنی یا اُستاد نے کئی شاگردوں سے وہی آیت سُنی تو کیا ان پر متعدد سجدے ہونگے یا اگر ایک ہی سجدہ کافی ہوگا؟ بیٹو! توجروا

الجواب ہے یا سمر ملہم الصواب ہے

تعدد سجدہ کے لئے ضروری ہے کہ سبب متعدد ہو یا اختلاف مکان ہو وہاں متعدد سبب ہے اور نہ اختلاف مکان، اس لئے سجدہ واحد کافی ہو جائے گا، قال فی الشامیۃ تحت فی قولہ بشروط اتمام الآیۃ (والجلسۃ) وفي الزاریۃ معها منہ آخر ومنہ آخر ایضا و قرأھا لنفسہ یحییٰ واحدة فی الزحمر (تھا والایۃ) والکافۃ وغیرہ فی الخاریۃ فعلیٰ هذا انوارھا مناعۃ ومعھا بعضهم منہ بعض کتبتہم واحدة (رد المحتار ص ۱۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ رجب الاول سنہ ۱۰۹۱ھ

سجدہ تلاوت کی نیت میں تعین ضروری نہیں :
 سوال : زید کے ذمہ تلاوت کے کئی سجدے ہیں کیا ان کو ادا کرتے وقت یہ نیت
 ضروری ہے کہ یہ تلاوت آیت کا سجدہ ہے یا صرف سجدہ تلاوت کی نیت کافی ہے ؟ بینوا تو جڑوا

الجواب : باسْمِ اللہ الصواب ہے

صرف سجدہ تلاوت کی نیت کافی ہے ، آیت کی تعین ضروری نہیں ، خالص نیت
 العلانیۃ بشرط الصلوۃ المتقدّمۃ خلا الحرمۃ ونبذ الشغلیۃ ، وفيه التامیہ ای تعین اٹھا
 سجدہ آیت کذا ، مخرج القنیۃ کما تعین کو کھانچنے کیلئے السلاطۃ بشرط ان تقدم فی بعض النسخ من
 شرط الصلوۃ الا اذا كانت فی الصلوۃ (سجدہا غولاً کہ مکتبہ (رد المحتار مشہور ہے)

نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۹ھ

امام کے سجدہ تلاوت پر مقتدی رکوع میں چلا گیا :

سوال : امام صاحب نے عصر کی نماز میں سورۃ انشقاق پڑھی اور آیت سجدہ پر سجدہ
 کیا مگر مقتدی غلط فہمی سے رکوع میں رہے ، بعض نے تنبیہ ہونے پر سجدہ کر لیا اور بعض امام
 کے اٹھنے پر رکوع ہی سے واپس اٹھ کھڑے ہوئے ، انکی نماز اور سجدہ تلاوت کا کیا حکم ہے ؟
 نماز اور سجدہ یوگیا یا نہیں ؟ بینوا تو جڑوا

الجواب : باسْمِ اللہ الصواب ہے

امام کو ایسا کرنا جائز نہیں تھا ، مقتدیوں میں انتشار ، انکی نماز میں غلط بلکہ خطرہ
 فساد اور انکے لئے ادا سجدہ کی کوئی صورت نہ رہنے کا خطرہ پیدا کرنے کا گناہ امام پر چوگا
 صحیح طریقہ یہ تھا کہ امام سورۃ پوری کر کے رکوع کرتا اور رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرتا ،
 اسکے بعد نماز کے سجدہ میں امام مقتدی سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ، سورۃ انشقاق
 میں آیت سجدہ کے بعد اگرچہ چار آیات ہیں مگر تکمیل سورت کیلئے اسکی گنجائش ہر سورت
 پوری کر کے رکوع کرے ، کذا فی التامیۃ ،

صورت سوالی میں مقتدیوں پر لازم تھا کہ تنبیہ ہونے پر رکوع چھوڑ کر سجدہ کریں ، بلکہ
 رکوع کے بعد تنبیہ ہوا تو بھی سجدہ تلاوت ادا کر کے امام کا اتباع کریں ، جن لوگوں نے سجدہ
 نہیں کیا انکے لئے ادا سجدہ کی کوئی صورت نہیں ، ترک واجب کا گناہ امام پر رہا ، اگر کسی

کفایت اللہ صاحب کا نمونہ ہے کہ یہ سجدہ غائب نہیں ہے اس کی تحقیق فرمائی، حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ کی ذرا
کاپی ارسال ہے۔ بقیہ التوجہ

(الجواب باسمہ وعلیہم الصواب)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب صحیح ہے، اس میں دونوں قول ہیں مگر دوسری
آیت پر سجدہ کرنے میں احتیاط ہے اس لئے یہ قول درست ہے، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ وفی
من عند وُحْشَن قَاب وھو اولی من قول الزبلی عند و اناب لسانہ صکرہ وفی حشر
السجدة عند وھو لا یساؤن ذل قولہ لا ینالو وجبت عند تعبدون فانما انھن الی
یسامون لا یفترخون العکس لانھا تكون قبل وجود سبب الوجوب فتوجب انصاف
الصلوة لو كانت سلیتیة ولا تنقص فیما قلناہ اصلہ کذا فی الجھر من البدائع امداد ملخصا
رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵ و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۵ وجوب سجدہ

نماز میں سجدہ ثلاث بھول گیا :

سوال : نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر سجدہ کرنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا تو اب کیا کرے؟

بقیہ التوجہ

(الجواب باسمہ وعلیہم الصواب)

اگر سلام کے بعد یاد آیا تو سجدہ ثلاث کر کے قنیدل وادہ پڑھے پھر سجدہ پہلو کر کے حسب قاعدہ
نماز پوری کرے، اگر آیت سجدہ کے بعد دو یا زیادہ آیات پڑھنے کے بعد نماز کے اعداد ہی یاد آگیا
تو پھر یہ ہے کہ کون سا سجدہ کر لے جس میں یاد آئے پر سجدہ کیا اس میں کمال اعادہ مستحب ہے آخر نماز
تک سجدہ کی تاثیر بھی جائز ہے، البتہ تعدد اخیر کے درمیان یا اس کے بعد سجدہ کیا تو صحیح کا اعادہ
فرق اور قنیدل کا اعادہ واجب ہے، اور ہر صورت سجدہ پہلو واجب ہے، کذا فی آخر باب الاستخوان
من الضامیۃ، اگر سجدہ ثلاث میں عمداً دو آیتوں سے زیادہ خیر کی تو نماز کا اعادہ واجب ہے، سجدہ
پہلو کافی نہیں، فقہا و اشرف تعالیٰ اعلم

۲۸ رمضان ۱۳۸۸ھ



باب صلوٰۃ المسافر

وطن اقامت کے قریب رات ٹھیرا تو پوری نماز پڑھے :

سوال : ایک سفر نے ٹھیرا ہی میں اقامت کی ، یہ پھیری لگا کر کپڑا بچتا ہے ، اسے ایک رات ٹھیر پور میں گزار دی ، وہاں عشاء کی نماز پڑھائی اور پوری چار رکعتیں پڑھیں ، کہتا ہے کہ میں ٹھیری میں مقیم ہوں اور ٹھیری سے ٹھیر پر مسافت سفر نہیں ، اس بار وہیں کیا تسبیح پڑھتا ہوں کی نماز صبح ہوئی یا نہیں ؟ بیٹو اتور جرو

الجواب ومنہ الصدق والقول

اگر صرف ٹھیری میں کم از کم پندرہ شبہ مسلسل گزارنے کی نیت کی ہو تو ٹھیری اس کا وطن اقامت ہو گیا اس کے بعد جب تک ٹھیری سے باقاعدہ سفر شرعی نہیں نکلے گا ٹھیری اور اس کے گرد فواح میں پوری ہی نماز پڑھے گا ، لہذا ٹھیر پور میں اسکا پوری نماز پڑھنا صحیح ہے ، پھر جاز نہیں ، قال فی شرح التنویر ویطون وطن الإقامة بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر ہو فی الشاصیہ عنہ الکافی وللتاویضانیہ خراسانی قدم بغداد یقیم بمحضضہ شھر ومکن قدم المکوفۃ کذلک شہر خرمین منہا الی قصر ابن عبیدہ فانہا یتان فی طریقہ العصر الا ان من بغداد الی المکوفۃ سبعۃ ایام والقصر متوسعا بینہما اثم زید المحمدا رحمۃ جہ ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرہ وجب منہ ۳۷

نماز مغرب پڑھ کر ہوئی جہاز میں سوار ہوا اور آفتاب دوبارہ نظر آنے لگا :

سوال : ایک شخص مغرب کی نماز ادا کر کے ہوئی جہاز پر سوار ہوا ، جہاز مغرب کی طرف اتنا تیز چلا کہ آفتاب دوبارہ نظر آنے لگا تو کیا اس پر مغرب کی نماز دوبارہ واجب ہوگی ؟ نیز صائم نے روزہ افطار کر لیا تھا تو روزہ صحیح ہو گیا یا نہیں ؟ بیٹو اتور جرو

الجواب باسمہ علیہم الصواب

مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ، روزہ بھی صحیح ہو گیا ، مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غروب تک اسکا واجب ہے ، قال فی شرح الخواری فی ترتیبہ فیروز الدہلی بعد الوقت الاھرنعم ، وقال ابن ماجہ بن عبد اللہ تعالیٰ (قوله الظاہر انہم اجمعت علی انہم صحابہ العصر حبشہ قال ذکر الشافعیۃ ان الوقت یعود زانی قولہا قلے عن الزیۃ لہذا) مفعیل رد ما جئ

یہ عبادت سے بہت ہوا کہ غریب کی طرف جانے والا شخص اگر جو میں گھنٹے میں پانچ نمازیں ان کے وقت میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز میں کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے اور اگر اس کا دن سنا طویل ہو گیا کہ جو بس گھنٹے میں پانچ نماز ادا نہ کرے تو وہ اس کا وقت میں ادا کرے اور اگر اس کا دن کے فصل کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نمازیں پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے کہ اگر طویل سفر سے لے کر جو میں گھنٹے کے اندر غریب ہو جائے تو غریب کے بعد ادا کرے، جن ممالک میں مستقل طور پر ایام اسے طویل ہوں کہ جو میں گھنٹے میں صرف بقدر کفایت کھائے پینے کا رشتہ نہ ہو انہیں قبل المغرب ادا کی اجازت نہیں تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جائے تو طریق اولیٰ اس کی اجازت نہ ہو البتہ اگر جو میں گھنٹے کے اندر غریب ہو تو جو میں گھنٹے جو بڑے ہوئے سے اتنا وقت پہلے کہ اس بقدر ضرورت کفائی ہو ادا کرے، اگر ابتدای صیغہ صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں بعد میں قصداً رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہ تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے اور اسے طویل روزے کا قائل ہو کر سفر ناجائز ہے۔

جو شخص چاہے مشرق جا رہا ہے نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں نماز ادا کرے گا اور روزہ غریب کے بعد ادا کرے کیونکہ ہجوم کے معنی میں طویل سفر سے غریب شمس تک اس کا قال فی الخیر ہو اس کا حق المغفلات حقیقتاً اوجھل اور وقتے مخصوصہ وہی شہر وہی یوم وہی الحاضیۃ کی یوم الشہر کے معنی معلوم العاجز الخ لغروب (رد المحتار ج ۲) فقط لا تعلق بالحد

۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۱ھ

سفر میں سنت پڑھنے کا حکم

سوال: مسافر کے لئے سنن و نوافل کا ترک جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً الخیر

الجواب ہے بامعہ منہم القیوم

جدی کی صورت میں سنت فجر کے سوا دوسری سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے، بحالیت اثبات سنن مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں سننیں پڑھنا ثابت ہے (اعلام السنن ج ۲) (۱)

وقال فی الاشیئۃ و بالحق المسافر یا تسخیر الیٰہ کالذی فی حلیۃ امنیہ و قرار و الزمان کا روزہ خوفہ و قرار لا یؤتی لہا ہوا مختلفاً و لا یلزم ترک العشرین فیہ و قبلہ الامتہ

الفجر (۲) (والمحتار ص ۱۲۷ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴۹ شہری الاول سنہ ۸۰۹ھ

حدود شہر سے نکلنے پر حکم قصر شروع ہوگا:

مسائل سفر کا حکم کہاں سے شروع ہوگا، اپنے محلے سے نکل کر یا پورے شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد؟

ایک شخص کو روٹی کے سفر پر روانہ ہو رہا ہے آبادہ شہر کی کشیش پر قصر نماز پڑھے یا نہیں اور واپسی میں (نذرانی کشیش پر قصر پڑھے یا نہیں جبکہ کوئی عہد پہنچے تک نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے، تشریع سے وضاحت فرمائی،

الجواب: باسناد منہج الصواب

شہر کی جس جانب سے بیت سفر نکل رہا ہو اس جانب کے مکانات سے باہر نکلنے پر حکم قصر شروع ہوتا ہے، مکانات سے آباد مکانات مراد ہیں غیر آباد کھنڈرات کا اعتبار نہیں، اسی طرح بوت واپسی مکانات کی حدود میں داخل ہونے پر حکم قصر ختم ہو جاتا ہے، مکان خواہ کچن ہو یا شہر سے ملحق چھوٹے بازار وغیرہ ہوں، بلکہ چھوٹے بازاروں کے بعد ان سے متصل بسنی بھی اسی شہر کے حکم میں ہے،

اگر فناء، مصر، شہر کی ضروریات مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ اور گوندے وغیرہ کے لئے متعین میدان کے درمیان زرعی زمین عالی نہو اور عمارات سے قدر فلوہ (۱۰۰، ۱۰۰ میٹر) سے کم فاصلہ پر ہو تو فناء سے بھی تجاوز کے بعد قصر کا حکم ہوگا، بدلتے ایسی فناء کے بعد اس سے ملحق بسنی کا اعتبار نہیں، فی مصر میں صحت جسد کے سبب عدم الزام و قدر الفلوہ مسترد نہیں، صحت حکم قصر کے لئے پڑھنا ہے شاہ باب المسافر میں قدر فلوہ کے عدم اعتبار سے مقصد یہ ہے کہ خود فناء مقصود قدر فلوہ نہیں شہر سے فصل بقدر فلوہ معتبر ہے،

اگر شہر کی جانب سفر میں مکانات ختم ہو گئے مگر کسی ایک جانب راستے سے دور کوئی محلا اس طرف بڑھا ہوا ہے تو اسکا اعتبار نہیں، ایسا اگر دونوں جانب سے ہو تو ان کی مکانات سے شروع کے بعد حکم قصر ہوگا،

گراچی کی عمارت غالباً پیری آباد شہر تک پہنچ چکی ہیں، اسی کشیش اور نذرانی کشیش پر قصر صورت قصر جائز نہیں، پوری نماز پڑھے، دھنا چھو، ماحو شروع فی الاولیٰ والثنائیۃ اعتقاداً لہ تعالیٰ اعلم فوراً رجب سنہ ۸۰۰ھ

جو آبادی شہر سے متصل نہ ہو وہ مستقل ہے :

سوال: ایک شخص لاہور شہر سے پندرہ میل مسافت میں رہتا ہے، اس کے گھر سے چار میل کے فاصلہ پر ایک بس اسٹاپ ہے، اب اس کو مسافر کہاں سے شمار کریں گے پہلے اسٹیشن سے یا دوسرے سے ؟ آبادی مسلسل دوسرے بڑے کنٹیننٹ تک لگی ہوئی ہے اور اگر آبادی منقطع بھی ہو مگر یہاں کے عرف میں اس کو لاہور ہی شمار کیا جائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟ یعنی سفر اور اقامت کا حکم ضلع کے اعتبار سے ہوگا یا پستی کے اعتبار سے یعنی جس دیہات میں وہ رہتا ہے، یتو اتق تروا

الجواب ہے یا سہ ملہ صواب

اگر اس پستی سے شہر تک مسلسل عمارات نہیں بلکہ بچھڑے غلوہ (۱۲۷۰۰۰) میٹر یا اس سے زیادہ خلا ہے یا درمیان میں زرعی اراضی ہیں تو یہ مستقل آبادی شمار ہوگی اس کے مکانات سے نکلنے پر تصرف کا حکم شروع ہو جائے گا، اور اگر شہر سے متصل ہے تو وہ شہر کی نواحی کچی آبادی یا جوہر والا وغیرہ ہیں تو یہ شہر میں داخل ہے اس لئے حد درجہ شہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا۔ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو یعنی درمیان میں زرعی زمین یا ۱۲۷۰۰۰ میٹر خلا نہ ہو تو اس پر حکم تصرف نہیں، قال ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً (فصل من خرج من حارة موضع اقامتہ) و اشاروا بانہ یشتبہ بمفادۃ مکانات من توابع موضع الاقامة کربیعہ المصروعہ و حوزہ الدینۃ من بیوتہ و اسانک خانہ و حکم المصروعہ و القرینۃ المتصلۃ بالربیعۃ فی مجملہ (و بعد سطر) و اما الفناء و هو المكان العلیٰ لصلبہ الطیر کقصر الفناء و دفن الطویق و الفناء الخراب فانہ متصل بالمصرعہ و یجوز ان یلحق و انہ الفصل بقلۃ او مزیدہ خلا (القول) و الفریقۃ المتصلۃ بالفناء دون الربیعۃ لا تعتبر مجملہ و یقال علیٰ مجملہ کما فی شرح النبیۃ (و رد المحتار ج ۳ ص ۱۷) عبادت فقہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار روایت ظاہرہ پر ہے یعنی دیکھنے میں اتصال نظر آئے مگر جو مراد یا قاعدہ غلوہ پر کہیں موجب انفصال ہے کیونکہ خلاء مصرحت ہمہ میں اگرچہ مطلقاً حکم مصرعہ مصرعہ میں وجود و مزایع یا قاعدہ غلوہ الحاق بالصرعہ دانی ہے، حالانکہ خلاء متعلقات مصرعہ ہے تو قرینہ منفصلہ میں بفضل بطریق اولیٰ مانع الحاق ہوگا، البتہ فصل مذکور کے وجود اگر عام عرف میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو نکلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا۔

و یلو علیٰ اسٹیشن فناء مصرعہ میں داخل ہے، فقط و الله تعالیٰ اعلم و ارزی الجواب ۸۸

نظر گاہ پر حکم قصر کی تفصیل :

مسوالت : ہمارا شہر دریا کے کنارے پر واقع ہے فاصلہ تقریباً بیس گز سے زیادہ نہیں اور دریا میں کشتی تقریباً ایک سو تین سو گز کے فاصلہ پر رکھی ہے، گہرائی کم ہونے کی وجہ سے یہ قدیم زمانہ سے مشہور نظر گاہ ہے کیا اس سے نظر کا حکم شروع ہو گا؟ یقیناً تو ہوا

الجواب : باسمہ ملہمہ الصواب

نظر گاہ قنہ مصر ہے جس کا حکم یہ ہے کہ شہر سے ایک سو پچاس گز = ۱۳۵ ر ۱۰ میٹر سے کم فاصلہ پر جو دریا دریاں میں زرعی زمین ہو تو یہاں قصر نہیں، کم از کم، تا فاصلہ چوبیس دریاں میں زرعی زمین ہو تو حکم قصر شروع ہو گا۔ پس، نظر گاہ کے سامنے دریا کے کنارے پر کر کوئی عمارت ہے تو وہ شہر سے پچاس گز، اور اس سے نظر گاہ سو گز پر ہے، دریاں میں ۱۳۵ ر ۱۰ میٹر خطا نہیں اس لئے یہ حکم شہر ہے، اور اگر دریا کے کنارے پر کوئی مکان اس جانب نہیں تو شہر سے ۱۳۵ ر ۱۰ میٹر خطا ہوئے کی وجہ سے یہاں حکم قصر ہے، قالہ فی الشامیہ والما فی الغنیاء وهو الموضع البعد لصلح البطل کرخص اللہ دایمہ ودونہ الموقر والقائد الزاہد فائزہ العظمیٰ بالمصر اعتباراً بحدوث زمانہ الفصل مغلوطہ او غیر مغلوط فلا ضرر ولا ضرار ۱۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ رمضان سنہ ۱۴۰۱ھ

اتصال آبادی کا معیار :

مسوالت : ۱۔ جنگلوں، ایک تحصیل ہے اس کے اندر، بارہ موضع ہیں ایک دوسرے سے ڈیڑھ سو ایک میل، دوسرے کے فاصلہ پر واقع ہیں، ہر ایک کافی آبادی ہے جسے رقبے میں یہ موضع دائر کیا وہ سب علاقہ جنگل کہلاتا ہے، سندرجہ بام بیان کے تحت سندرجہ ذیل سوالات کا جواب کیا ہو گا؟
① جو شخص سفر کرنا چاہے وہ اپنی بستی کی آبادی سے باہر نکل کر مسافر ہے یا سب بستیوں سے تبادلاً کے بعد؟

② جب واپس آیا تو اپنی بستی میں داخل ہو کر مقیم ہو گا یا اسطرح جنگل میں داخل ہوئے سے؟

③ باہر کا آدمی کسی دن کی نیت سے جنگل آیا مگر کبھی اس بستی میں، کبھی اس بستی میں، یہ

نظر کرے یا پوری نذر ہوئے؟ یقیناً تو ہوا

الجواب : باسمہ ملہمہ الصواب

دو بستیوں کے درمیان وجود مزاد یا قدر غلوہ ۱۳۵ ر ۱۰ میٹر، عداستہ انقطاع ہے،

مسجد اگر دو مواضع صرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک موضع قرار دیا جائے گا۔

سوال میں مذکور تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر موضع مستقل ہے اور پھر اگر ان سبب مواضع پر شامل ملاؤ گا نام ہے، لہذا سفر کی ابتداء و انتہاء اہل اقامت میں ہر موضع الگ شمار کیا جائے گا، اگر گزراؤں کے چند روزہ غیب ایک جگہ گزارنے کی نیت ہو اور صرف دن میں دوسرے موضع میں رہائے تو مقیم ہوگا ورنہ نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۶ھ

صرف زمین ہونے سے وطن نہیں بنتا :

مسوالے : ایک شخص درساؤ چھوٹا رہنے والا ہے اور اس کی زمین بسیدہ میں ہے وہ اس کے اہل و عیال وہاں نہیں صرف زمین ہے، درساؤ چھوٹے بسیدہ تک بہتر میل کا فاصلہ ہے اب وہ شخص درساؤ چھوٹے کو رہی اگر جو بائیس میل ہے کچھ کھینچے قیام کر کے کراچی سے بسیدہ جائے جو کراچی سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے، تو کیا یہ شخص کراچی تک مقیم سمجھا جائے گا جبکہ شروع ہی سے اس کا ارادہ بسیدہ جانیکا تھا اور پھر بسیدہ جانے کے بعد وہاں زمین کی وجہ سے مقیم سمجھا جائے گا یا سفر؟ بشیروا خدا

الجواب : باسہر ملحقہ القواہب

یہ شخص بسیدہ جانے کی نیت سے درساؤ چھوٹے سے نکلنے ہی مسافر ہو گیا، کراچی میں مقیم کر چکا اور بسیدہ میں بھی مسافر بنا رہے گا زمین کی وجہ سے مقیم نہ ہوگا، قلنا فی شرح التتویۃ والین الاصلی ہو موطنہ ولادۃ او تاملہ او توطئہ (رد المحتار ج ۲، ۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ رمضان سنہ ۱۴۱۶ھ

وطن اصلی میں صرف زمین رہ جانے سے وطن نہیں رہتا :

مسوالے : والد صاحب نے ایک گھب میں زمین خریدی اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی، میں اس زمانے میں بالغ تھا مگر والد صاحب ہی کی کفالت میں تھا، اس لئے میں بھی اسی موضع کو اپنا وطن اصلی سمجھتا تھا، بعد میں بسیدہ ملازمت مختلف مقامات پر میرا قیام صحرائے عیال، دم سحران میں کے کسی موضع کو بھی میں نے وطن اصلی بنانے کی نیت نہیں کی، بالآخر کراچی پہنچے ہر اس کو وطن اصلی بنا لیا، اب سابق وطن اصلی میں صرف میری زمین ہے جو والد صاحب

نے اپنی حیات ہی میں مجھے سب فرمادی ہے، علامہ زکی الدہلوی صاحب اور دوسرے بھائی بھائی بھی
تعمیم ہیں، اس صورت میں وہ سنتیں میرے لئے واپس آگئی ہیں، وہاں چاکو کھڑکوں یا پوری
نماز پڑھوں؟ بینیتاً توجہ!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

کراچی کو وطن مہمل بنالینے سے سابق وطن باطل ہو گیا، صرف زمین باقی رہ جانے سے وہ وطن
نہیں رہے گا، قالہ شارح التذکرۃ الوطن الاصلی هو موطن ولادۃ او تاملہ او موطن بطنی مثلاً
اذ غلبت لہ بالاولی اھل، وفی الشامیۃ عن شرم المذبح ویکان لہ اھل بطنی فیمتدا دخلہ
صداً ومقاماً من مات فی زوجتہ فی احد اھل وبقی نہ فیہا اور، وعقار فیہ لا یبقی وطناً لہ
لغیرہ الاھل ووفی الدار کما توت اھل بطنی لا یستغنی عن سکن لہ ولیس فیہا دار وقیل یفوتہ
وفیہا رقبۃ اذ غلبت لہ بالاولی اھل، انھن واولی بقی نہ فیہ عقار قل فی السھر ووفی اھل
وعتاقہ ولہ ووفی البلد لا شفر ومنالہ وفیل یفوتہ کذا فی المعیط وغیرہ (رد المحتار ص ۳۳۰)
فقط واللہ اعلم

درمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

تالیخ کو متبوع کی نیت اقامت کا علم ہوا:

سوالی: ایک شخص نے مسافرت نماز پڑھی، دوران نماز میں اس نے ارادہ کیا کہ اب
مجھے بندہ روزہ تک نہیں رہنا ہے اس لئے وہ تو اپنی شروع کردہ نماز کو پوری کر کے فارغ ہوا
اسکے درمیان کو یہ علم نہیں تھا کہ اس کے مالک نے نیت اقامت کی کر لی ہے، نماز کے بعد اس کے
مالک نے اس کو بتایا تو درمیان روزہ دو بارہ پڑھے یا آئندہ سے چار پڑھے؟ بینیتاً توجہ!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

لازم کو جب تک مالک کی نیت کا پتہ نہ چلے اس وقت تک وہ نصر ہی پڑھے گا، لہذا
ڈرامہ کو کا یہ دو گنا صبیح ہو گیا، آئندہ پوری نماز پڑھے، منہذا احتیاطاً یہ نماز بھی نوتا ہے تو بہتر ہے
قالہ فی شرم التذکرۃ ولا بد من علم انہم مینۃ المعلوم قلو نوعی المتبوع الاقامۃ ولو بعزم انہم
لھو مسافر حتی یعلم علیہ الاصح وفی فیض وہ یفوتہ کما فی المعیط وغیرہ وفی السھر عنہ ووفی
الشامیۃ وقیل یزیدہ الاقامۃ لا لعل فی المحکم، اس سورتہ المولود وھو لاجلہ کذا فی الفتح وھو
ظاہر الروایۃ فی فتح الخلاصۃ ج ۱ (رد المحتار ص ۳۳۰ ج ۱)

اگر یہ دونوں جماعت کر لیتے، ماکہ امام بیٹا تو جماعت کا ثواب بھی ہوتا اور ڈرا بیٹوں کی نماز میں بھی کوئی اشکال نہ ہوتا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ

مسافر نے سہواً پوری نماز کی نیت کر لی :

سوال : سفر میں تھری بجائے سہواً پوری نماز کی نیت کر لی یا ضرر میں پوری نماز کی بجائے تھری نیت سہواً کر لی تو کیا کرنا چاہیے؟ کیا نمازی میں نیت کی تصحیح کرے؟
بیٹھا توجروا

الجواب : باسمہ والہم الصواب

نماز ہی میں نیت کی تصحیح کرے مگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے، دلی ہی دل میں نیت کرے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
مسافر نے سہواً پوری نماز پڑھ لی :

سوال : مسافر نے بھولی کر دو رکعت کی بجائے چار رکعتیں پڑھ لیں خواہ درسیان میں قعدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، دونوں صورتوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر قعدہ کر لیا ہو تو سجدہ سہو سے تکافی ہو جائے گی؟ بقیۃ التوجروا

الجواب : باسمہ والہم الصواب

قعدہ ادا کر لیا ہو تو سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں، تاہم فی تنویذ بعد اتمام مسافرانہ تعدد الارض تفرغیہ و اساء و ما زاد فعل و ان لور قعدہ بطلان فرضہ (۱۰۱۱ الحدیث) جسری رکعت کے بعد سے لیل یا دہ گیا تو لوٹ گئے وہ نماز واجب الاعداد ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۳ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۳ھ

سفر میں عملاً قصر نہ کیا تو توبہ و اعادہ واجب ہے :

سوال : اگر کوئی شخص سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرے بلکہ پوری نماز پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ بیٹھا توجروا

الجواب : باسمہ والہم الصواب

مسافر قصر واجب ہے، شخص ہر ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا ایسے اس پر توبہ اور اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۳ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۳ھ

جنگی قیدیوں کے لئے حکم قصر

سوال: مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ حضرات کا تہ میں قیام بلا اداۃ اور غیر اختیاری ہے اس لئے آپ قصر نماز پڑھیں، سنت پوری پڑھیں، جس جگہ پر قیام پائی نیست اور اداۃ سے بہرہ وہاں کے لئے یہی حکم ہے اس پر اکثر نقیذ اور محدثین کا اتفاق ہے کہ جس مقام پر مجبوراً قصر نماز پڑھے اور ہر وقت یہ نیت ہو کہ رکاوٹ دور ہوئے ہی انشا اللہ واپسی ہوگی تو وہاں بعضی وقت بھی قیام ہو قصر ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام میں رفت کی وجہ سے چھ بیٹے ننگے اُگے رہے اور قصر پڑھتے رہے جنگی حالات میں بعض صحابہ کرام کو بعض مقامات پر کئی ماہ تک مجبوراً قصر نماز پڑھا، حضرت انس دو سال تک شام میں ننگے رہے اور قصر فرماتے رہے۔ چھ آپ پر واجب نہیں پڑھ سکیں تو ثواب ملے گا۔

تعبیر الفرقان میں بھی انھوں نے یہی لکھا ہے اسکے برعکس آپ نے پوری نماز پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا یہ قیدیوں پر بھی لگاؤ ہے؟ حالات یہ ہیں کہ ہم عملاً ایک جیل کی چار دیواری میں بند ہیں جہاں اور گرد پہرہ ہے لہذا براہ کرم فقہ حنفیہ کے مطابق قدرے تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر روشنی ڈالیں کیا فتویٰ ہے؟ ابھی تک چونکہ نمازیں پڑھاتا ہوں سب میرے پیچھے پوری نماز پڑھ رہے ہیں مزید اطمینان کیلئے لکھ رہا ہوں

الجواب: باسمہ مدہم الصواب

نماز کے قصر و اتہام کا معیار اقامت اختیار کی اور اضطراری پر نہیں بلکہ اسکا مدار پندرہ روز تک اقامت کے تین دھم نشین پر ہے، چنانچہ بیوی، خادم، غلام اور قیدی کی اقامت اختیار نہیں ہوتی بلکہ شوہر اور مولیٰ کی اقامت کے تابع اور غیر اختیاری ہوتی ہے، لہذا جب انھیں پندرہ روز تک شوہر اور مولیٰ کی اقامت کا علم ہو جائے تو ان پر اتہام ضروری ہو مودودی صاحب کی تحریر میں جو حوالے نقل کئے گئے ہیں ان سب میں قصر اس بنا پر نہیں کہ اقامت غیر اختیاری تھی بلکہ اس بنا پر ہے کہ پندرہ روز تک اقامت کا یقین نہ تھا انھوں نے بے علمی کی وجہ سے غلط سمجھا اور اپنا مذہم فاسد اکثر فقہاء و محدثین کی طرف منسوب کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو علماء کی طرف، رجوع اور بدون علم شوق اجتہاد کی بجائے فسق و اہل الذکر ان کے کلمہ لا تعصون پر عمل کی ہدایت فرمائیں،

غرضیکہ جنگی قیدی کو اگر قرائن سے ظن غالب ہو جائے کہ پندرہ روز تک اسکے اس

مقام پر رکھا جائے گا تو اس پر اتمام ضروری ہے قصر نماز نہیں، آپ جمعہ پر جمعہ ہو سکتے ہیں،
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ رشتوال سنہ ۱۳۹۲ھ

سوال مثل بالا :

سوالیہ : طویل انتخاب کے بعد دو روز پہلے آپ کا سوال کا لکھا خط مستحق قصر نماز
میں اس دن پہنچا جبکہ مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب اور جاسدا شریف لاہور سے آمد
فتویٰ کے مطابق یہاں قصر نماز شروع کر دی گئی زانیہ طور پر آپ کا استدلال پسند آیا اور، تقیاً
قصر نماز پڑھا کر علیحدہ پوری نماز پڑھا رہا لیکن مقتدیوں کے اصرار پر صرف قصر نماز پڑھ لکھا
کر آیا پڑا،

الجواب باسم اللہ الصواب

۵۔ جنودی کا گوشت دو روز ہوئے موصول ہوا، بذریعہ یغنون والاعلم سے آنکے
فتویٰ متعلقہ فقرے متعلق دریافت کیا تو فتویٰ جواب دیا جو میں نے لکھا تھا یعنی اگر پندرہ
روز ایک مقام پر ٹھہرنے کا یقین نہیں تو قصر پڑھیں مجھے اس پر تعجب ہوا کہ اس سے
آپ نے اتمام کا حکم کیسے سمجھا؟ مسئلے میں نے ان سے فتویٰ کی نقل منگو کر دیکھی بس
میں یہ عبارت ہے

”جو پاکستانی مسلمان ہندوستان کی قید میں ہیں اگر انھیں یہ پتہ نہیں کہ کب خلاصی
ہو کر روزہ پڑھ جائیں گے یا کب ایکس کیپ سے دوسرے کیپ میں بھیجا جائے گا تو
انکی نیت اقامت معتبر نہیں ہووے براہ مسافری کہیں گے گھروں میں پہنچنے تک
یا قید سے جھوٹ کر کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن سے کم اپنے اختیار سے کام کرنے
تک ہمیشہ مسافر رہیں گے، دفعہ نسخۃ الفاعیۃ الامام العبد اذا خرج مع مولاه
ولا یعلم سیر السؤل فانہ یسألہ ان یشیرہ ان یشیرہ مدۃ السفر صلۃ صلوۃ
المسافر مینہ وانہ کانہ دورہ ذلک صلۃ صلوۃ الاقامۃ وانہ لم یجدہ بذلک انہ
کانہ مقبلاً قبلہ ذلک صلۃ صلوۃ الاقامۃ وانہ کانہ مسافراً قبلہ صلۃ صلوۃ المسافر
کن فی الخلاصۃ لا دفعی محیط صلۃ اسرہ العد وانہ کانہ صیرۃ العد وثلاثۃ ایام
بقصر وانہ کانہ دورہ ذلک یتم وانہ لم یعلم یسأل کما سرفہ العبد المحض لہ فیہ منہ“

فتویٰ مذکورہ کی عینیت احاد مراد سے قاصر ہے، اس کا متبادر مطلب وہی ہے جو آپ نے سمجھا ہے یعنی جب ربائی کی تاریخ کا کوئی علم نہیں تو قصر ہی کیا جائے، مگر یہ مطلب نہ صحیح ہے اور نہ ہی دارالعلوم والوں کی مراد ہے جنہوں نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے اور ان کے فتویٰ کی عربی عبارت سے بھی ایسی کی مشقت ہیں، ان کی مراد اس سے وہی ہے کہ پندرہ روز ٹھہرنے کا یقین نہ ہو تو قصر پڑھیں میں ان کو بھی کلمہ رہا ہو کہ وہ عبادت کی ترقی کر کے مستغنی کو بھی اسکی اطلاع کریں تاکہ مراد سمجھنے میں غلط فہمی نہ ہو اور غازیں مضائقہ نہ ہوں۔

حاصل یہ ہے کہ اس پر تمام ارباب فتاویٰ مستغنی ہیں کہ ایک مقام پر پندرہ روز ٹھہرنے کا یقین ہو تو اتمام کریں ورنہ قصر کریں اس میں اختیار دوام اختیار کر کوئی دخل نہیں البتہ اس میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے کہ حالات کے پیش نظر پندرہ روز کی اقامت ایک جگہ پر متیقن ہے یا نہیں؟ اس میں سیاسی حالت میں بعیرت، ٹھکنے والوں کی مارے کا اعتبار ہوگا، اگر ان کو ظن ذہب ہو کہ پندرہ روز سے قبل دہائی یا نقل مکانی متوقع نہیں تو اتمام فرض ہو گا ورنہ قصر کریں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۸ رزی الحکم سنہ ۱۳۲۰ھ

مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز فاسد ہوگئی تو دو رکعت لٹا سائے :

مسوالہ : ایک مسافر نے سیم امام کے ساتھ نماز شروع کی، تیسری رکعت میں مشغول ہوا اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیا، اس کے بعد علم ہوا کہ امام کے تابع ہو چکی ہے ورنہ اس پر چار رکعتیں فرض تھیں، اب اعادہ کے وقت دو رکعتیں پڑھے یا کہ چار کا اعادہ کرے؟
بیشک واجب ہوگا

الجواب ہے باسعم علیہم الصواب

دو رکعتیں پڑھے، ذالک فی العلامة واما اقتداء المسافر بالمقیم فی الوقت ویتیم لابعادہ فیما یتغیر وافر النصابۃ تھتہ (قوله یقیم فی الوقت ویتیم) ای سوا البقی الوقت او خرج قبلہ انما یلتحق بتغیر فیضہ بالمتبعۃ لا بالتصالی المتغیر بالسبب و هو الوقت و لو افسدہ صلی رکعتین لزوالة المتغیر بخلاف ما لوقتہ ے بہ مستغلاً حیثہ یصلی اربعاً اذا افسدہ لانه الغرم صلوة الامام (رد المحتار ص ۱۶۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اثناء نماز میں خروج وقت کے بعد نیت اقامت :

سوال : نید سفر میں خاصا نے غروب آفتاب سے کچھ قبل نماز عصر شروع کی مگر وہ گاہ نماز پوری ہونے سے قبل آفتاب غروب ہو گیا اور نماز ہی میں نید نے اس شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو یہ دو رکعتیں ہی پڑھے گا یا چار پوری کرے ؟ بیتنہ تہیروا

الجواب : بامصر صلیہ الصواہب

اگر غروب آفتاب سے قبل اقامت کی نیت کی تو پوری نماز پڑھے اور اگر غروب کے بعد نیت کی ہو تو قصر کرے ، قال فی شرح الصغیر اور بنو دہوقی الصلوۃ اذ لم یخرج وقتها ، وقت الحاشیۃ اور قبلہ انہ ینویحہ لاقامۃ لانہ اذا نواہا بعد صلاۃ رکعت ثم خرج الوقت فہو فی غرضہ الی الاربع اما یخرج الوقت وهو یحکم ثم یحیی الاقامۃ فلا ینحوی لہ ثلاثہ المسئلۃ کما فیہ ابصر من الخلافۃ (رد المحتار مشکہ ۱۲)

بعد صلیۃ رکعت قید احترازی نہیں بلکہ قول شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے احتراز مقصود ہے ، ائمہ اہل ایک رکعت وقت کے اندر ہونے سے پوری نماز ادا ہے اس لئے خروج وقت کے بعد بھی نیت اقامت مشیر ہونا چاہیے ، مگر عند الاحکاف علی المراجع وقت کے اندر اگر وہ حصہ ادا ہے اور بقید نماز ، لہذا خروج وقت کے بعد نیت اقامت مشیر نہیں ، دو رکعت صلوۃ رکعت قال فی الخلافۃ و بامصر یہ فی آخریۃ لفظ بالوقت یكون واحدین رکعت عند الشافعی ، وقت الحاشیۃ وما ذکرہ مؤرخ نہ بالآخر یہ یكون ادا عندنا ہو ما جزم بہ فی المصبر و ذکرہ شافعیۃ الشافعیۃ عند الحاشیۃ ثم نقل عن الحیطانۃ ما فی الوقت ادا والباقیۃ عندہ (رد المحتار مشکہ ۱۲) ولیہا فی بیان ذائقہ وقتہ العشاء المتقول علیہ فی حیطانۃ فیہ الوقت اقامۃ بعضا فی الوقت وبعضا خارجہ میں ما تم صحافہ الوقت ادا و ما تم خارجہ میں قضاء قضاء ادا مگر جزو ادا قائم (رد المحتار مشکہ ۱۲) وقالی الخلافۃ الطحاوی معز بالشرح العلاء الملقب بواو رکعت من غیر الضجر فی الوقت ثم خرج الوقت علی یكون هذه الصلوۃ ادا و اقتضاء اوصاف الوقت ادا و ما قبلہ قضاء اقرأہ المعنی الاولیاء و تفسیر الفقہ فی نیت المسافر وقتہ وقت یا بعد الضجر لان فیہ بطلان مطلق و قبلہ تا رکعت لانہ ما و تھا یكون قضاء قال الباقی و تفسیر (الباقی) لکن نقلتہ فی شرح المذاہب عن بعض اللادین انہ یقیم معز بالشرح عنہ بالآخر یہ فیہ الوقت یكون ادا و علی ما ذکرہ عند الشافعی فیہ الوقت ادا عند (طحاوی علی لا یتیم)

بجاء المسافر می جو کہ تہیروا قول ثالث میں ما فی الوقت ادا و ما قبلہ قضاء ادا کیا گیا ، فقط یقول علیہ السلام

الجواب باسم ملہم الصواب

ابتداء نماز میں امام کے تابع ہونے کی وجہ سے پوری چار رکعتیں پڑھے،

لفظ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ شعبان سنہ ۱۴۰۵ھ

مسافر خلف المقیم چار رکعت کی نیت کرے :

سوال : چار رکعت والی نماز میں مقیم امام کے پیچھے پڑھنے والی نیت کتنی

رکعت کی بناء سے گامینی نیت کرتے وقت چار کہے گا یا دو کہے گا ؟

الجواب باسم ملہم الصواب

امام کی متابعت کی وجہ سے مقتدی کی بھی چاروں رکعات فرض ہیں اس لئے چار کی نیت

کرے، لفظ واللہ تعالیٰ اعلم

بحری جہنگی مشقوں میں حکم قصر :

سوال : پاک بحریہ کے جہاز جب جنگی مشقوں کے لئے سمندر میں گشت کرتے ہیں

تو ان کا عہد نماز پوری پڑھے یا قصر کرے، ایک عالم دیوانے خود جہاز پر جا کر موقع دیکھ کر

اور حالات سن کر قصر پڑھے یا فتویٰ دیا مگر دارالافتاء مدینہ منورہ سے سنشمار

کیا گیا تو انھوں نے پوری نماز پڑھے کا فتویٰ لکھا یہ فتویٰ ارسال خدمت ہے ملاحظہ

فرما کر تحریر فرمادی کہ کونسا فتویٰ صحیح ہے؟ بیخود جواب

سوال : پاک بحریہ (پاکستان نیوی) کے جہاز جب سمندر میں مختلف جنگی مشقوں

کے لئے جاتے ہیں تو کیا ان میں نماز قصر پڑھنی ہوگی یا پوری، جبکہ ان جہازوں کے تقصیری

حالات صوبہ ذیل ہیں :

① کھانے پینے و بانش ۱۰:۰۰ دیگر تمام ضروریات نہ ملے گا جو ایسے ٹھہر میں منیم ایک

آدمی کے ساتھ ہوتا ہے جس سبب یہاں ہیں، جہاز اکثر دو دنوں سے لیکر ہفتہ عشرہ تک مسلسل حرکت

میں چلتے رہتے ہیں، بعض اوقات کراچی سے صرف تیس چالیس میل پر ہوتے ہیں لیکن

کل سفر کے حساب سے وہ سیکڑوں میل ایک ہی دن میں طے کر جاتے ہیں مثلاً کبھی ان

مشقوں کے دوران مشرقی کو کبھی مغرب و شمال و جنوب کو ۲۰-۲۵ یا ۳۰ میل قطر کے دائرہ

کے اندر گھومتے رہتے ہیں تو کیا یہاں کل سفر کا حساب ہوگا یا کراچی سے حاصل کا ؟

① ایک بادشاہ انھوں نے شرعی تین منزلیں ۲۰ م میں (کراچی سے فاصلہ ملے کر مینا اور پھر دو یا تین دن اس سے کم فاصلہ پر رہتے اور مختلف اطراف کو چلتے رہتے تو یہاں قصر ہو گئی یا نہیں؟

② جہاز صرف چند گھنٹوں کے لئے سمندر میں گیا کراچی بندرگاہ سے پورے آٹھائیس یا پچاس میل سیدھا ایک طرف گیا اور پھر سیدھا واپس بندرگاہ آ گیا تو کیا حکم ہے؟
③ جہاز چند گھنٹوں کے لئے کراچی سے روانہ ہوا پھر سیدھا ایک طرف نہیں بلکہ مختلف اطراف کو گزرتا ہوا۔ اس نے پچاس سے زائد میل سفر کیا اور اسی طرح واپس ہوئے ہوئے پچاس سے زائد میل سفر ہوا ایسے دو دن بھی آگے اور کسی جگہ پر بھی کراچی سے ۲۰ میل پر نہ تھا تو کیا حکم؟

④ بندرگاہ سے جہاز کا تین پچیس میل کے فاصلہ پر دو تین دن مشفق کرتے رہے پھر تیسرے یا چوتھے دن ۲۰ میل سے زائد فاصلہ پر جا کر پھر واپس آ گئے تو آیا بعد میں مباح نمازیں واپس بندرگاہ تک پوری ہو گئی؟

⑤ کراچی سے جہاز چلا پچاس سے زیادہ میل فاصلہ تک جانے کو ارادہ تھا پھر راستہ میں غریب ہو گیا کسی مصیبت کی بنا پر واپس آ گیا تو نماز پوری ہو گئی یا پھر؟
⑥ بعض اوقات جنگی مشقوں کی تعلیمتوں کی بنا پر کسی کو بھی نہیں بتایا جاتا سوائے چند خصوصی افراد کے جو اس کام ایسی سٹوں اور فاصلوں کا معلوم کرنا ہے اسور ہوتے ہیں کہ جہاز بندرگاہ سے اتنے فاصلے پر ہے تو کیا معلوم کرن فرض ہے جبکہ ان افراد کو جن کو معلوم جو حق سے منع کرو یا جو کہ کسی کو نہ بتائیں تو کیا وہاں اپنے اندازہ پر قصر یا پوری نماز پڑھیں گے؟
ملا وہ اگرچہ بحری سفر کے بارے میں شرعی احکام سے متعلق؟ گاہ فرمادیں کہ کتنے میل کی نسبت پر قصر کا حکم ہے؟ یا مینو تو جھوٹا

جواب از مدرسہ نیوٹن

① دو دن مشق اگر جہاز ۲۰ م میں سے کم فاصلہ کے قطر میں مشرق و مغرب جنوب شمال جکر لگاتے ہیں تو نماز پوری پڑھی جائے اگرچہ ٹکلی سفر کے حساب سے سیکڑوں میل طے کر جائیں جب تک ساحل کراچی سے ۲۰ میل فاصلہ نہ ہو جائے قصر نہ کیا جائے۔
② جب ایک باز ساحل کراچی سے ۲۰ میل سفر کیا اور سفر شروع کرنے وقت

۳۸ میل یا اس سے زیادہ کا ارادہ بھی تھا تو اس صورت میں روانگی کے بعد واپسی تک قصر کیا جائے۔

④ قصر کیا جائے۔

⑤ نماز پوری پڑھی جائے۔

⑥ اگر سفر شروع کرتے وقت ۳۸ میل یا اس سے زیادہ کا ارادہ تھا تو شروع سے قصر کیا جائے، اگر شروع سے ۳۸ میل کا ارادہ نہیں تھا تو ۳۸ میل ہو جانے کے بعد بندہ گاہ واپسی تک قصر کیا جائے

⑦ جس وقت ارادہ تبدیل ہوا اس وقت سے نماز پوری پڑھی جائے اس سے قبل قصر کیا جائے،

⑧ ظاہر ہے کہ جہاز کے عام ملازمین گماندہ کے تابع ہیں اور اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ متبوع میں گماندہ کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جب نیت معلوم نہ ہو سکے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے کہ نیت اور ارادہ معلوم کرنا مشکل ہے تو اگر تفسیر ان نادرہا میں تو ان کو دیکھ لیا جائے کہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں قصر کے ساتھ یا پوری نماز پڑھتے ہیں ورنہ تابع یعنی جہاز کے باقی حضرات اپنی حالت کا اعتبار کریں ۳۸ میل کے بعد قصر کریں اور اس سے پہلے تمام یعنی پوری نماز پڑھیں، حفظہ اللہ تعالیٰ اعظم

بحکم خرم الحرم سنہ ۱۴۱۰ھ

الجواب ہے باسمہ علیہ الصواب

جس عالم نے وجوب قصر کا فتویٰ دیا ہے ان کو غالباً اس مسئلہ سے اشتباہ ہوا ہے کہ جب کسی مقام تک پہنچنے کے دو راستے ہوں، قریب کے راستے سے مسافت قصر نہ ہو اور بعید راستے سے مسافت قصر ہو تو براہ بعید سفر کرنے والے پر قصر واجب ہے مگر صورت سوال کو اس پر تیس کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ مسئلہ مذکورہ اس صورت میں ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے راستے متعین ہوں جیسا کہ بالعموم ہر سفر میں ہوتا ہے، مسافر کا اصل مقصد ایک مخصوص مقام ہوتا ہے اور اسکا واپس بائیں مڑنا انحراف طریق کی وجہ سے ہوتا ہے پس انحراف طریق کی وجہ سے اگر مسافت سفر متعین ہو جائے تو قصر واجب ہے، اگرچہ خط مستقیم یا طریق قریب مسافت سفر سے کم ہو، اگر فی طریق سے قطع نظر مطلقاً بمبین ولسا انحراف کی

مسافت کا اعتبار کیا جائے تو اس پر لازم آئیگا کہ اگر کوئی شخص اپنے شہر سے باہر نکل کر شہر سے متصل ہی چکر کا شمار ہے یا ہل جوت سے یا کچھ لوگ شہر سے باہر نکل کر کبڑی کھین ٹھرنے گردیں اور عجمہ مسافت، مسافت سفر کے برابر ہو جائے تو ان پر قصر واجب ہو جائے اور یہ بذیہ، بطلان الجہر، والقول المستلزم للبطلان، باطل، غرضیکہ صورت مسئلہ میں وجوب کا قول صحیح نہیں، حدیثہ نیوٹاؤن کا جواب صحیح ہے مگر اس میں بھی سوال اول کے جواب میں چند اشتباہ واقع ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

① اس میں بری اور بحری میل کا فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا، بری میل ۶۰، اگر ۱۰۰ اور بحری میل ۶۰، ۲۰۶ گز ہوتا ہے۔

② مسافت سفر بصورت فقر کی قید صحیح نہیں بلکہ ساحل سے بعد کا اعتبار ہے خواہ بصورت فقر ہو یا نہ ہو۔

③ بحری سفر کو بھی بری پر قیاس کر کے اڑتائیں میل کو مسافت قصر قرار دینا صحیح نہیں، مذہب میں اصل اعتبار میلوں کی بجائے تین روز کی مسافت کا ہے بری سفر میں اسکا تخمینہ ۸۰ میل شرعی کیا گیا ہے مگر یہ فیصلہ بحری سفر پر جاری نہیں ہو سکتا، بحری جہاز کے کپتان سے تحقیق ہوتی کہ عام معمولی کشتی معطل ہوا میں پانچ میل بحری فی گھنٹہ طے کرتی ہے، ماہرین فن ملاحوں اور پاک بحریہ کے افسروں سے بھی اسکی تصدیق ہوتی۔ بحریہ پانچ شہادتوں سے ثابت ہوا کہ معطل ہوا میں معمولی کشتی کی اوسط رفتار ۵ میل بحری فی گھنٹہ ہے، لہذا بحری سفر میں مسافت قصر کا حساب یوں ہو گا تین دن = ۲۰ گھنٹے x ۵ = ۱۰۰ بحری میل

کشتی چونکہ رات دن مسلسل چلتی ہے اسلئے بحری سفر کی صورت میں تین دن رات مسلسل چلے کی مسافت کو مسافت قصر قرار دیا جائیگا اس سے کم مسافت کے قصد پر قصر کرنا جائز نہیں، (خاندل) میل انگریزی = ۶۰، ۱۰۰ گز، میل شرعی ۲۰۰۰ گز، میل بحری ۶۰، ۲۰۶ گز، بری سفر میں ۴۰ میل انگریزی مسافت سفر نہیں بلکہ ۴۰ میل شرعی ہیں، بلکہ معنی بقول کے قطعی ۵۰ میل شرعی = ۶۰ میل انگریزی مسافت سفر ہے تفصیل بندہ کے رسالہ الفتاویٰ الاظہار فی مسئلۃ السفر میں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الحسن، الفتاویٰ جلد ۱۰

ریل قبلہ سے پھر گئی :

سوال : ریل میں سفر کرتے ہوئے اس نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور نماز کے دوران میں گاڑی کا رخ کعبہ سے پھر گیا تو کیا اس کی نماز باقی رہے گی ؟ بیٹو! تو جروا

الجواب : باسہ ملہم الصواب

ریل کا رخ پھرنے کا علم ہونے ہی فوراً قبلہ کی طرف گھوم جائے ، اگر نہیں گھومایا گھومنے کی جگہ نہیں تھی تو نماز دوبارہ پڑھے ، البتہ نماز کے بعد ریل گھومنے کا علم ہو تو یہ نماز صحیح ہو گئی ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈرامیور سفر میں ہمیشہ قصر پڑھے گا :

سوال : شرک اور ریل چلانے والے ڈرامیور لوگ جبکہ ۵ میل سے زائد سفر کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو ہمیشہ ہی سفر ہی سفر میں ہوتے ہیں کیونکہ کراچی سے لاہور تک اور لاہور سے کراچی تک ، کراچی سے پشاور وغیرہ تک چلتے پھرتے ہیں تو یہ لوگ نماز قصر پڑھیں گے یا انعام کریں گے ؟ بیٹو! تو جروا

الجواب : باسہ ملہم الصواب

جب تک سفر میں رہیں گے قصر پڑھیں گے ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ رجب سنہ ۱۴۰۸ھ

عورت سفر میں وطن کے قریب جا کر پاک ہوئی تو پوری نماز پڑھے :

سوال : کوئی عورت سفر میں بیٹھ کے ساتھ ہو اور ایسی جگہ پہنچ کر پاک ہوئی جہاں سے وطن مسافت سفر سے کم ہو اور اس حالت میں اس پر نماز کا وقت آگیا تو یہ قصر پڑھے گی یا پوری نماز پڑھے گی ؟ اور اگر یہ نماز قضا ہو گئی تو پوری نماز قضا کریں گی یا دوگانہ ؟ بیٹو! تو جروا

الجواب : باسہ ملہم الصواب

خواہ اور پڑھے یا قضا ، ہر صورت اس پر پوری نماز فرض ہے ، قالہ فی العلانیۃ طہرت الحائض وحقه القضاء ما یومئذینم فیہ تصحیح کعبین بلفظ بجلالہ کا فیہم (درمختار ۱۳) یہ حکم جب ہے کہ ابتدا سفر سے حائضہ ہو ، اگر حالت طہارت میں سفر کی ابتدا ہوئی ہو تو حیض ختم ہونے کے بعد بھی قصر ہی پڑھے گی ، کما ینضم منہ قولہ ابن ماجہ فی ترجمہ

تعلانیٰ مشہور من الصلوٰۃ والنجس بعضہا فلیفت فیہما من الاولیٰ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۹ ربیع الثانی سنہ ۱۴۳۰ھ

ریل گاڑی پر نماز :

سوال : جبکہ گاڑی میں میں بیٹھتے ہوئے ہوں اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا
خواہ فرض ہو یا سنن و نوافل جو صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جوڑا

الجواب : یا سہم علیہم الصواب

فرغی پس منکرہ بدوں غدر جائز نہیں، نوافل جائز ہیں، اگر استقبال قبلہ مشکل ہو تو
وہ بھی معاف ہے، اسی طرح گھوڑے پر بھی نوافل پڑھے جاسکتے ہیں، مسجد کی بجائے املاؤ
کافی ہے۔ نہ استقبال قبلہ ضروری اور نہ ہی گھوڑے اور کاسب اور زمین وغیرہ کی طہارت،
خود نماز پر نجاست نہی، اگر گاڑی ایسی ہو کہ اسکا وزن جانور پر نہ ہو جیسے اونٹ گاڑی تو
اس پر فرض نماز بھی جائز ہے مگر استقبال قبلہ اور قیام شرط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۴۳۰ھ

ریل گاڑی اور بس میں نماز :

سوال : ریل گاڑی یا بس کے سفر میں نماز کیسے پڑھے ؟ اگر دایہ بند بس نہ دے کہے اور بس
مشابہ انشیش تک پیچھے میں وقت تک جانیکا خطرہ ہو، اگر کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز
ہو جائے گی ؟ اور قبلہ کی طرف رخ نہ ہو سکے تو کیا کرے ؟ بینوا تو جوڑا

الجواب : یا سہم علیہم الصواب

ریل گاڑی اور بس میں کھڑے ہو کر قبلہ رخ نماز پڑھیں، اگر نہ کاغذ ہو
کسی چیز سے ٹیک لگا کر یا ہاتھ سے کوئی چیز پکڑ کر کھڑے ہوں، حالت قیام میں ہاتھ باندھنا
سنت ہے فرض نہیں اور قیام فرض ہے، اسلئے بوقت ضرورت ہاتھ بھونکر کسی چیز سے
پکڑ کر کھڑے ہو، اگر قبلہ رخ ہونے کی گنجائش نہ ہو تو دو نشستوں کے درمیان قبلہ رخ کھڑے ہو کر
قیام و رکوع کا فرض ادا کرے اور سجدہ کے لئے پچھلی نشست پر کرسی کی طرح بیٹھ جائے
بعضی پادریاں پیچھے ہی رہیں اور سامنے کی نشست پر سجدہ کرے، اس صورت میں بحالت
سجدہ ٹھٹھنے کسی چیز پر نہیں ٹکیں گے مگر عمدہ میں ٹھٹھنے نہ کھانا فرض نہیں بلکہ واجب یا مستحب
بوقت غدر اس کے ترک سے نماز ہو جائے گی، اگر کسی وجہ سے قیام یا استقبال قبلہ کا فرض

کسی طرح بھی وہ انہر کے نو اس وقت جیسے بھی ممکن ہر نماز پڑھ لے مگر بعد میں ایسی نماز کا اعادہ کرے ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ رجب سنہ ۱۴۰۱ھ

کشتی اور بحری جہاز میں نماز :

سوال : کشتی نہارے سے لگی ہوئی ہو اور اس سے اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو تو کشتی کے اندر نماز صحیح ہوگی یا نہیں ؟ بحری جہاز کا حکم بھی کشتی کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے ؟
بیتنوا توجروا

الجواب ہے بامعروف و بالعرفان

کشتی اور بحری جہاز کا نماز زمین پر ٹکا ہوا ہو تو اس میں نماز صحیح ہے اور اگر زمین پر مستقر نہیں تو بعض نے اس کا بے خروج کے باوجود نماز کی صحت کا قول کیا ہے مگر راجح یہ ہے کہ اس صورت میں کشتی اور جہاز کے اندر نماز صحیح نہیں باہر نکل کر پڑھے ، بلکہ طبعی کشتی کو بھی اگر کنارے پر لگا کر ٹھکانا ممکن ہو تو قول راجح کی بنا پر اس میں بھی نماز درست نہیں ، اگر نماز کشتی کنارے سے لگائے پر راضی ہو یا بندر گاہ پر جہاز کا عمل باہر نکلنے کی اجازت نہ دے تو اندر ہی نماز پڑھ لی جائے مگر بعد میں اس کا اعادہ واجب ہے ، قالہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ و غایہ ما فی الہدایۃ و غیرہا : النجواز قائم مطلقاً سواء استقرت علی الارضۃ اولاً و صرح فی الایضاح بخبر فی التلخیص حیثۃ امکنۃ الخروج الحاقاً لہا بالادبۃ ثم واختارہ فی المعیط والبدائع و غیرہا فی الزمادۃ ایضاً ان الجمیع الروایات عن المصنف و جزم بہ فی نور الایضاح و علی ہذا ینبغي ان لا تجوز الصلوۃ لہما سائرۃ مع امکنۃ الخروج ان الجرد و ہذا فی المسائل الناسخ عنہا غافلون ، مشرہ المینیۃ (رد المحتار ص ۱۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۲ھ

ہوائی اور بحری جہاز میں نماز :

سوال : ہوائی جہاز میں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں ؟ اگر جائز نہیں اور جہاز کے اترنے تک نماز قضا ہوجانے کا خطرہ ہے تو کیا کرے ؟

بیتنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یوقت پر از ہوائی جہاز میں نماز کا حکم ملتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ہے۔ یعنی
اس میں بوجہ عذر نماز جائز ہے، کا الصلوٰۃ علی اللہ اذہ، البتہ ٹھیکہ کی حالت میں دونوں
کا حکم مختلف ہے، ہوائی جہاز زمین پر ہو تو اس میں بالافتان نماز صحیح ہے، اور بحری جہاز
کما سے کے ساتھ لگا ہوا ہو تو اس میں نماز کا جواز مختلف فیہ ہے، عدم جواز دایع ہے، اگر بحری
جہاز کا نماز کے لئے اترنے کی اجازت نہ دے تو جہاز میں نماز پڑھ لے مگر بعد میں اعادہ واجب ہے
لفظ اللہ تعالیٰ علم

در سوال سنہ ۹۸ھ

بندرگاہ کراچی میں قصر نہیں:

سوالی: کراچی کے رہنے والے لوگ یا جہاز کے ملازم بحری جہاز سے سفر کریں تو ان کو قصر
نماز کب شروع اور ختم کرنا چاہئے؟ کیا جہاز میں بیٹھ جانے کے بعد جب تک جہاز ساحل سمندر پر
گھڑا ہے قصر نماز پڑھتے رہیں؟ یا اس کے روزہ ہونے کے بعد قصر کرنا شروع کریں؟ جو جہاز سلطان
تجارت کے کو باہر جاتے ہیں یعنی کارگو شپ، ان پر غلہ یا دیگر سامان لادنے میں بعض اوقات
کافی وقت لگ جاتا ہے، اس طرح آنے والے جہاز کراچی پہنچنے کے بعد بھی ساحل پر کوئی برستھ
خالی نہ ہو تو محل سے کچھ فاصلہ پر سمندر میں گھڑے رہتے ہیں اور سامان کے اُتارنے میں کافی
وقت خرچ ہوتا ہے، ان وہ لوگ قصر نماز کب ختم کریں؟ جہاز کے کراچی پہنچنے پر یا جہاز سے اترنے
کے بعد؟ بینو، اوجردا،

الجواب باسم ملہم الصواب

بندرگاہ اور انتظار گاہ یعنی بندرگاہ برنگہ نہ ہونے کی صورت میں جہاز انتظار میں
ٹھہرائے جاتے ہیں فناء مصر میں داخل ہیں، فناء مصر کے درمیان زرعی زمین اور ۱۶۰۰ میٹر
کا فاصلہ ہو تو ان کا ہم سفر میں فناء بحر مصر ہے، البتہ ابوقتہ راگی اور وقت دایسی دونوں صورتوں
میں ان وقت میں نہ ہونی چاہئے البتہ جو شخص کراچی میں مقیم نہ ہو اور یہاں بندرہ روز ٹھہرنے کی
نیت نہ ہو وہ قصر پڑھے گا، نقطہ دانتہ تعالیٰ للعلم

۲۰ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ



وَمَا يُفْقِرُونَ إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَاسِينَ



القول الظاهر

في

تحقيق مسألة السفر



تحقیق مسافت سفر :

تحقیق مسافت و مسافت سفر (مسند) : مساند اذان شرعیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے متعلق ایک سوال کیا کہ چوبیس روزوں مسافت کی تحقیق کبھی کبھی چرکدروں مسئلہ ایک ایسا ہے جس سے متعلق ہم اس لئے ہر ایک کے لئے ایک نام تجویز کر کے اسے اس کے باب میں شامل کیا گیا ہے مسافت سے متعلق تحقیق بڑا بڑا لایع تحقیق اعتبار "باب صمدۃ الفہم میں ہے مسافت سفر کی تحقیق بڑا بڑا کی جاتی ہے اس کے سوالیہ مسائل بڑا بڑا کے تشریح میں ہے ۔ (ص ۲۷۷)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رستہ اذان شرعیہ میں فرماتے ہیں :

راج اور صبح مذہب امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ کسی خاص مقدار کی تحدید نہ ہو
و غیرہ سے نہ کی جائے بلکہ تین دن رات میں جس قدر مسافت انسان پیدل چل کر یا کھڑکی
طریقے سے یا اونٹ کی سواری پر یا ساقی طے کرے وہ مقدار مسافت شرعی ہے اور
حسب تہریج ابن حاتم بیہوں کی سواری کا بھی یہی حکم ہے ۔ اور حسب تہریج
ابن الرائق اونٹ سے بھی کافی مقدار اونٹ مراد ہے ، نیز نو مسافری مراد نہیں ۔

اور تین دن رات کا یہ مطلب نہیں کہ دن رات چلے بلکہ مراد صرف دن میں
چلنا ہے ، اور یہ بھی پورا دن نہیں بلکہ جتنی عادی متوسط قوت کا آدمی چل سکتا ہے
جس کو بعض فقہاء نے صبح سے زوال آفتاب تک مقدار قرار دیا ہے ، لکن اہل تشافعی
و مشافعی و اہل حنفیہ ج ۱ ؟
آگے فرماتے ہیں :

"کہ مسنون و مشروع میں جمہور شافعی حنفیہ کا فقہاء یہی ہے کہ بیہوں کی تعین نہ
کی جائے ، نفع الفقہاء ، عمدۃ القاری ، البغی الرائق ، شامی ، دار فقاہ وغیرہ سب کا یہی
بر اتفاق ہے ۔ ان کے خلاف بعض فقہاء نے فرامیہوں کی تعین بھی فرمائی ہے
حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بیہوں سے کم میں قصور
کرے اور یہی امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے
بھی ایک روایت یہی ہے (عمدۃ القاری ص ۳۷۳ ج ۲)

اور مشافعی حنفیہ میں سے بعض نے انیس فرسخ جسکے کر لیکھ میل ہوتے ہیں بعض

نے اٹھارہ فرسخ جیسے جوتی میل ہوتے ہیں، اور بعض نے پندرہ فرسخ جس کے پینتالیس میل ہوتے ہیں مسافت قصر قرار دی ہے، عمدۃ النہاری میں اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے اور البحر الرائق میں بھی بوالہ نہایہ اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے، تھ شامی اور بحر نے بوالہ بھی اکثر ائمہ خواندم کا فتویٰ پندرہ فرسخ کی روایت پر ذکر کیا ہے (بحر ص ۱۱۵ ج ۱ انتہی مافی الاوقات المستوحقہ)

قال العبد الضعیف

مخافت کا گریہ راجح نہیں ہے کہ مسافت سفر کے لئے میلوں وغیرہ سے کوئی خاص مقدار متعین نہیں بلکہ تین دن رات میں متوسط قوت کا آدمی پیدل جتنی مسافت اہمیت طے کر سکے وہ سفر شرعی کی مسافت ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ یا اونٹوں وغیرہ پر چلا کرتے تھے اس زمانہ میں اسکا اندازہ لگانا سہل تھا، سوٹر، ریل اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں، شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ آنے والا ہے لہذا احکام شرع میں سہولت کے پیش نظر اب میلوں کی تعیین ضروری معلوم ہوتی ہے، میلوں کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔

۲۱ فرسخ = ۱۸ فرسخ = ۱۶ فرسخ = ۱۵ فرسخ = ایک فرسخ = ۲ میل شرعی ہے۔ پھر میل شرعی کی مقدار میں اختلاف ہے ۴ ہزار قدم = ۶ ہزار ذراع = ۳ ہزار ذراع اور ۴ ہزار ذراع یعنی دو ہزار انگریزی گز، یہی قول مستعمل ہے۔

فہم صحت، میل شرعی، میل انگریزی اور کلومیٹر

فرسخ = ۲ میل شرعی = ۹.۹۰۹ م = ۱۳۶۳.۶۳۶ این انگریزی = ۸۲۸۸۰۰۰ کلومیٹر

میل شرعی = ————— = ۲۰۰۰ گز

میل انگریزی = ————— = ۱۶۶۰ گز

میل شرعی = ۱۳۶۳.۶۳۶ این انگریزی = ۸۲۸۸۰۰۰ کلومیٹر

میل انگریزی = ۰.۶۸۸۰۰۰۰ میل شرعی = ۹.۹۳۳۲ م = ۱۰ کلومیٹر

کلومیٹر = ۰.۵۳۶۸۰۶۶ میل شرعی = ۲۲۱۳۷۱۱ میل انگریزی

کتاب الفقہ علی المذہب الاچمہ میں ائمہ ثلاثہ کے ہاں مسافت سفر = ۱۰ فرسخ اور

فرسخ = ۳ میل اور ۱۱ میل = ۶ ہزار ذراع لکھا ہے، نیز اس مسافت کو ۸۰۰۶۶ کلومیٹر

قرار دیا ہے اور خضیعہ کی طرف ۲۲ فرسخ کا قول منسوب کیا ہے

اس تحریر میں میل - ۶ ہزار ذراع کی نسبت اللہ ثلاثہ کی طرف اور مسافت سفر = ۳۰ فرسخ کی نسبت خضیعہ کی طرف صحیح نہیں، ممکن ہے کہ ۶ ہزار ذراع کا کوئی قول کسی امام کا ہو مگر اسے ائمہ ثلاثہ کا مذہب قرار دینا صحیح نہیں، چنانچہ علامہ احمد بن دردر نے (شرح الصغیر علی اقرب المسالك الی مذہب الامام مالک میں ۳۰ ہزار ذراع کے قول کی تصحیح فرمائی ہے۔ پھر میل - ۶ ہزار ذراع یا ۶۰ فرسخ کو = ۶۳۳۰۰ کلومیٹر قرار دینا صحیح نہیں اور صحیح حساب کی روش سے ۶۳۳۰۰ / ۱۳۱ = ۴۸۳ میل شریعی - ۶۱ میل انگریزی کی متوشط

کثر شایع احناف نے ۱۸ فرسخ = ۵۳ میل شریعی - ۶۱ میل انگریزی کی متوشط قول قرار دیا اس پر فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی قول کو معنی پر لکھا ہے اور احتیاطاً بھی اسی میں ہے۔

دوسرے درجہ میں ۱۴ فرسخ - ۴۸ میل شریعی - ۵۳ میل انگریزی کی مسافت سفر قرار دینا کا قول ہے۔ اگرچہ یہ قول احناف میں سے کسی سے منقول نہیں۔ مغلطہ یہ قول در در سے تیسرے قول پر ترجیح کا مستحق ہے، ایک یہ کہ یہ قول دوسرے قولوں کے بھی ہے دوسری وجہ یہ کہ رسالہ اوزان شرعیہ میں علامہ الفتاویٰ سے اسکی تائید میں یہ حدیث نقل کی ہے، و ابھل ملک (تفہیم الفقہاء فی دفع النہی) ابوعبیدہ بن جریج (مکتبۃ المدینہ) (صفحہ ۵۰۰ - ۵۰۱)

رسالہ اوزان شرعیہ میں بریدہ کو ۱۲ میل انگریزی قرار دیکر اس حدیث سے ۶۸ میل انگریزی کی مسافت پر مائدہ مالی کیا ہے جو صحیح نہیں، کیونکہ بریدہ - ۳۳ میل شریعی ہے چنانچہ خود اوزان شرعیہ ص ۲۲ پر ہے۔

”بریدہ چار فرسخ یا بارہ میل کی مسافت کو کہا جاتا ہے۔ اور ۱۱۰ مثاقیر فرسخ کو تین میل شریعی کے برابر لکھا ہے، ان دونوں عبارتوں کو ملائے سے ثابت ہوا کہ بریدہ - ۱۲ میل شریعی ہے۔

تیسرے درجہ پر ۱۵ فرسخ = ۵۵ میل شریعی = ۶۶ میل انگریزی کا قول ہے اس سے کہ مسافت کا کوئی قول نہیں۔

ہذا کو در سب اقول کا نقشہ

ذرا — ہل خری — میل انگریزی — ٹھوٹر
 زیادہ سے زیادہ ۲۱ = ۶۳ = ۵۹۰۹ = ۶۱۲۳۴ = ۱۱۵
 متقی بہ قول ۱۸ = ۵۴ = ۶۱۰۳۶۳۶ = ۹۸۷۵۵۲
 دوسرا قول ۱۶ = ۴۸ = ۵۴۷۵۳۵۵ = ۸۷۷۷۸۲۳
 کم از کم ۱۵ = ۴۵ = ۵۱۰۱۳۶۳ = ۸۲۷۲۹۶۰

اکابر علماء ہند کی طرف ۴۸ میل انگریزی کا قول منسوب کیا جاتا ہے مگر ان کی تحریرات کے متعلق سے ثابت ہو کہ انہیں ملحق میل کا ذکر ہے اسکے ساتھ انگریزی کی قید نہیں اور متبادر ہے کہ ان کی مراد میل شری ہے، اسلئے کہ ۴۸ میل انگریزی کا کوئی اخذ نظر نہیں آتا، مگر بعضی زور میں انگریزی میل کا ذکر ہے جو جامع یا بعد کے ناشرین کا تسامح معلوم ہوتا ہے۔
 خیب ہمدانی طاہر میں ۱۵ میل انگریزی سے کم کا کوئی قول نہیں تو ہمارے مبدائی طاہر میں ۴۸ میل انگریزی کو مسافت قمر قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس لئے متقی بہ قول ہی لینا چاہئے، لہذا اکابر علماء ہند کے قول ۴۸ میل شری = ۱۰ میل شری کے مطابق بھی عمل جائز ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ

مقدار سفر شرعی سوال: کتنی مقدار مسافت سفر میں نماز قمر کرنا چاہیے حسب احادیث صحیحہ۔
 (از علیہ الرحمہ صاحب مآلہادی)
 جواب: چار بیہ می سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں۔ حدیث موطا مالک سے ثابت ہوتی ہے: مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہذا تین منزل جامع سب اقول کہہ ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 دستہ امجد علیہ رحمۃ

فرسخ اور میل کی تحدید | سوال: فرسخ اور میل کی تحدید مستحب کیا ہے؟

(از علیہ الرحمہ صاحب مآلہادی)
 جواب: فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہیں مگر یہ سب تقریبی امور ہیں، اصل میں اس مسافت کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہے وقت اور محل اور رائی کے اعتبار سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 رشید احمد علی عزم (فتویٰ رشیدیہ ص ۳۳)

① اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اقوال اکابر میں میل سے انگریزی میل ہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ عز و جل کو جزا و غیر عطا فرمائیں۔

② رسالہ کے معنی یہ ہے :

”اکابر و ائمہ کے پیچھے چلنے والی ساری اُمت کی نمازیں خراب ہوتی ہوئی نظر آئیں۔“

بندہ کو اکابر کی رائے سے اختلاف نہیں تھا بلکہ کلام اکابر کے عمل میں اختلاف تھا۔ اس نمازیں کے خساد کا وہم کیسے ہوا ؟ بلکہ اگر اختلاف رائے بھی ہوتا تو میں نسا و نماز کی کوئی وجہ نہیں، مجتہد فیہا مسائل میں اختلاف رائے کی وجہ سے مخالفت کی عبادت پر حکم فساد لگانے کا کوئی جواز نہیں۔ مساکین مجتہد فیہا کی اختلافی مصلحتوں میں سے صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ مؤلف کے وہم خساد کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں :

① حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مذاہب جمہم اللہ تعالیٰ میں قرآنہ القاضی

خلف الامام کے بارے میں اختلاف ہے عند بعض دوام اور عند البعض فوضى۔

بزرگ مولف ان حضرات نے اختلاف کا بہت بڑا فتہ برپا کر کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے لیکر قیامت تک آنے والی ساری اُمت کی نمازیں برباد کر دیں۔

② خروج الدیم دستر لمرأة سے نقص و حضور کا اختلاف بھی عصر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سے چلا ہوا ہے، پھر ائمہ مذاہب جمہم اللہ تعالیٰ نے بزرگ مولف اس فتہ کو مزید

ایسا بھڑکایا کہ ناقیامت پوری اُمت کی نمازیں برباد۔

③ خود مسئلہ زپر بحث میں دوسرے مذاہب سے قطع نظر صرف مذہب حنفی میں ہی

پانچ اقوال ہیں، ایک تو بے عدم تحدید اور چار اقوال مقدار تحدید ہیں۔

بزرگ مولف ان حضرات نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں میاذارائی کر کے ساری

اُمت کی نمازیں تباہ کر دیں۔

④ اس مسئلہ میں علماء ہند کے بھی پانچ اقوال ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے :

① حضرت گنگوہی قدس سرہ عدم تحدید کے قائل ہیں۔ یہ مسیحی۔۔

② جو میں میل انگریزی، حضرت نافوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ (رسالہ اشرفی صرافت ص ۵۳)

③ چتیس میل انگریزی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہا پوری، حضرت

مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مفتی کھایت اللہ صاحب، حضرت مولانا عبدالحی صاحب

کھنڈی حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کھنڈی جہم الشریعتی (ص ۱۸ و ۱۹)
 (۴) بینتا یس سیل انگریزی بلکہ اسس سے بھی کمر کی طرف رجحان۔ حضرت مدنی
 رحمہ اللہ تعالیٰ (ص ۲۵)

(۵) آرتالیس سیل انگریزی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت حکیم الامت
 درویش اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ (ص ۱۸ تا ۲۵)

بزرگ مولف ان اکابر میں سے بھی کسی کو اُست پر رحم نہیں آیا۔ پھر وہ ہموطن،
 ہم عقیدہ اور ہم مشرب ہونے کے علاوہ باہم قریبی روابط رکھنے کے باوجود بھی آپس
 میں اختلاف کا محاذ کھولی کر ساری اُست کی نازیں برباد کر ڈالیں۔

نیز بزرگ مولف حضرت مدنی قدس سرہ اکابر سے اختلاف رائے کے باوجود محض
 اکابر کی مروت سے طعہ بھرا اپنی نازیں بھی برباد کرنے سے روکے اور اُست کی نازیں بھی
 تنبیہ کے جس طرح مسافت آسے سے کم سفر میں قصر جائز نہیں، اسی طرح مسافت
 قصر میں اتمام جائز نہیں۔ اگر کسی نے اتمام کیا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے
 اس لئے بزرگ مولف مروت زیادہ مسافت کا قائل ہی ظالم نہیں بلکہ ملت سنت
 کا قائل بھی اُست کی نازیں برباد کرنے کے لئے کلمہ کا مرتکب ہے۔

احتیاط: صورت اختلاف و اختلاف میں پورہ ذیل اتمام اربعہ واجب ہے:

- (۱) اتمام اصل ہے اور قصر وجہ عارض، لہذا بدون یقین عارض قصر جائز نہیں۔
- (۲) مقام قصر میں اتمام سے نماز معذکرہ ہو جاتی ہے، مگر مقام اتمام میں قصر سے
 نماز قطعاً ہوتی ہی نہیں، لہذا قول مسافت بعید واجب العمل ہے، و قصر ملبیہ
 (الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ) (کنز الدعوی ص ۱۳۱)

(۳) مذہب ثلاثہ میں مقام قصر میں بھی اتمام جائز ہے، ان کے مطابق نماز کا کراہت
 ہو گئی، مگر مقام اتمام میں قصر سے کسی مذہب پر بھی نہیں ہوگی۔

یہ تفصیل اختلاف رائے کے واسطے میں ہے۔ بندہ کی تحریر میں اکابر سے اختلاف
 رائے نہیں، بلکہ ہر اتنا اختلاف ضرور نظر آتا ہے کہ بندہ نے آرتالیس سیل کی بجائے
 جتوں میں شرعی کو ترجیح دی ہے، مگر یہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ رسالہ آؤرین شریعہ
 کے اسلوب تحریر سے بندہ یہ سمجھ رہا تھا کہ قول اکابر حالات زمانہ کے پیش نظر نہیں بلکہ

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال مختلفہ ہیں۔ اڑتالیس میل شرعی کے قول کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اس پر بندہ نے لکھا کہ کتب فقہ میں چونکہ میل شرعی کو ترجیح دی گئی ہے۔ رسالہ ”اُردان شرعیہ“ کا اسلوب تحریر سے دو غلط فہمیوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۳) صلا پر نوافل کے حاشیہ میں اور مسئلہ پر ایک تصدیق میں ”تیز رفتاری“ پر بحث مذکور ہے۔

بندہ کی عبارت کا مطلب اسقدر واضح ہے کہ یہ دونوں حضرات اسے فلاسی توجہ سے دیکھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنی بحث کا باعث ہونا سمجھ جائیں گے۔

میرا مقصد یہ ہے کہ مال و زر کے الفاظ اور تیز تر سواروں کی بہتات کی وجہ سے لوگ اتنی طویل مسافت تک پیدل یا میل گاڑی اور قافلہ کے ادھار چلنے کی مشقت چھوڑ دیں گے تو زمین و آسمان کی مسافت کی تحدید کا فیصلہ کرنا کیسے ممکن ہوگا؟

(۴) مسئلہ پر نوافل نے اور مسئلہ پر مصدق نے اس کا برکی تحریرات کے تتبع پر اشکال تحریر کیا ہے۔

بندہ نے تتبع میں استقصاء کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی کہ کلام اکابر کے عمل کی تعبیر پر قرآن خارجہ توجہ موجب غلبہ نہیں پیش نظر تھے، مثلاً

(۱) رسالہ ”اُردان شرعیہ“ کا اسلوب تحریر، بالخصوص اس تحریر میں حضرت گنگوہی

قدس سرہ کا فتویٰ، اس تحریر کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۲) اڑتالیس میل انگریزی کا کتب فقہ میں کوئی مآخذ نہ ملتا۔

(۳) کتب فقہ اور کلام اکابر کے دو بیان عدد ”اڑتالیس“ میں توافقی۔

(۴) اکابر کے ہائے میں یہ سن ملن کہ وہ بلا ضرورت شدید کتب مذہب کے خلاف فتویٰ نہیں دیتے۔

(۵) اڑتالیس میل انگریزی اور قول فقہاء ۴۵ میل شرعی = ۱۵ میل انگریزی

میں کوئی معتد بہ فرق نہیں۔ صرف ایک میل یومیہ کا فرق ہے اس صورت میں

تحدید فقہاء کو چھوڑ کر تحدید جدید کی کیا ضرورت؟

(۶) مسئلہ پر نوافل نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ سے اڑتالیس میل انگریزی

کا ثبوت اپنے خیال میں بہت مدلل پیش فرمایا ہے۔

یہ دعویٰ اور جلال حق البطلان ہیں، اس لئے کہ چار ہزار قدم کا میل شرعی ہونا متفق علیہ ہے
وہاں میں رسالہ ”آؤذان شرعیہ“ اور اس پر اکابر کی تصدیقات سے استدلال
اس لئے باطل ہے کہ بندہ کی تحریر سابق میں بحث ہی اسی پر ہے کہ اس فتویٰ سے انگریزی
میل پر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس سے تو شرعی میل ثابت ہوتا ہے، تعجب ہے
کہ مؤلف نے بحث کو مستدل بنانے کی جرأت کیسے کی؟

مؤلف نے تیسری دلیل میں عوف کا ذکر فرمایا ہے۔

اعتبار صرف جب صحیح ہو سکتا تھا کہ فتویٰ میں چار ہزار قدم کا ذکر ہوتا میل شرعی
کی مقدار مصرح ہوئے کہ باوجود اسے عربی محمول کر کے انگریزی میل مراد لینا کھٹلا
ہوا لغت ہے۔

(۶) صلاۃ پر مؤلف نے اور صلاۃ پر مصدق نے بندہ کی طرف جمہور علماء رہند اور
تمام اکابر کے تخطیہ و تخطیط کی نسبت تحریر کی ہے۔

ادھر نیز لکے تحت لکھا ہوا چکا ہے کہ بندہ کو اکابر سے اختلاف داسے نہیں تھا کسی
کے کلام کا تحمل نہ سمجھنے کو تخطیہ و تخطیط کہنے کا کیا جواز ہے؟

علاوہ ازیں اگر واقعہ اختلاف رائے ہوتا تو اس کے اظہار کو کوئی بھی ذی علم تفسیر نہیں
کہہ سکتا، وضوح دلیل کے باوجود کسی کی مروت یا عقیدت سے کتمان رافی التفسیر
معاہدہ نہشت فی الدین ہونے کی وجہ سے لازم ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سب ہی ائمہ جمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کو صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف قرار دیا۔

حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اصحاب جمہم اللہ تعالیٰ آپ کے کسی اتوال یا مخالف یا
بلکہ حضرت امام اپنے اصحاب کو خود حکم فرمایا کرتے تھے کہ میرے خلاف وضوح
دلیل کے بعد اپنی تحقیق پر عمل کیا کریں۔

حضرات فقہاء کرام جمہم اللہ تعالیٰ دوسرے مذاہب کے ائمہ جمہم اللہ تعالیٰ
پر کس قدر زور دار تردید فرماتے ہیں۔

بلکہ مشائخ مذہب میں باہم بھی بجزرت رد و قدح کا اتنا حس ہے جس سے شرف
حدیث و کتب فقہ کے ذخائر بھرے پڑے ہیں۔

خود ہمارے اکار نے مسئلہ زیر بحث میں اپنے اکابر یعنی حضرات فقہا و کرام و ہمہ الشہ تعالیٰ کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

کیا یہ سب حضرات معاذ اللہ! علم پر اپنے اکابر کی تنقیص جیسے جرم عظیم اور گناہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ حضرات اپنے قلوب میں اکابر کی عظمت و کبریت پذیرہ کمال رکھنے کے باوجود اختلاف رائے کے انہماک کو فرض اور اس کے اختصار و کوتاہی کو مدار سنت و عوام سمجھتے تھے۔

بندہ اپنے شاگردوں کو بار بار بہت سخت تاکید کے ساتھ یہ تنبیہ کرتا رہتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں آپ کی رائے مجھ سے مختلف ہو تو اسے ضرور ظاہر کیا کریں پھر اگر اجتماعی خوب کے بعد بھی اتفاق نہ ہو تو آپ کے لئے مجھ سے موافقت کرنا جائز نہیں بلکہ اپنی رائے پر قائم رہنا اور بوقت ضرورت اسکا اظہار بھی آپ پر فرض ہے۔

غرضیکہ آپس میں بحث و تمیص کے ذریعہ مسائل شرعیہ کی تفریق و تفتیح کا سلسلہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیکر اب تک پوری اُمت میں چلا آیا ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعد کی پوری اُمت کے تعامل کو ملاحظہ فرمادینا اور تنقیص اکابر شمار کرنا ان کی شان میں بہت ہی سخت گستاخی ہے، سلام کے اس مسلم اصول اور اس کے مطابق پوری اُمت کے اس تعاضل پر اعتراض کرنا سخت جہالت و خطائک ضلالت ہے۔

مؤلف اور مصدق کے باہمی میں جس قدر ہے کہ وہ اسقدر واضح حقیقت سے بے خبر نہیں جو ملے و مسجد ان کو جو مشکل حال ہو اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ شاید ان کے ذہن میں اُمت کے تعامل اور بندہ کے طریق عمل میں کوئی عمیق فرق ہو گا، اگر وہ ان کی وضاحت قرآنیت پر آمیز ہو تاکہ اس پر غور کر کے اپنی اصلاح کی کوشش کرنا۔

(۷) ص ۲۱ کے آخر میں مصدق صاحب نے بندہ کی تحریر پر یہ اعتراض فرمایا ہے کہ اس میں ایک قول کو ثابت کر کے اس کے خلاف کو مسموع قرار دے دیا ہے۔

یہ اعتراض اس لئے صحیح نہیں کہ آٹھ عنوان صحیح طریق کار کے تحت مذکور فقہاء کے مطالب بندہ کی پوری تحسین و کا محوری ہے کہ مقدار تحدید سے متعلق حضرات فقہا و کرام و ہمہ الشہ تعالیٰ کے اقوال مختلفہ میں سے کسی قول کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ اکابر کے

منہوی کو بھی ہیں ہی سے متعلق سمجھ رہا تھا اس لئے میری تحسیر میں "اس سے کم کا کوئی قول نہیں ملتا" "اس سے کم کی کوئی گنجائش نہیں" "اڑنا ایسے میں انگریز کا کوئی کھڑ نہیں ملتا" جیسے جملوں پر کوئی اعتراض کرنا بندہ کے طبعِ ظلم اور پوری تحریر کے محور سے انعام کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۱ میں مستخرج تہذیبی میں بندہ کے مقصد کی صحیح تشریح موجود ہے وہ نصیحت ہے کہ اتنے حضرات ہیں کوئی ایک تو بات سمجھنے والا۔

(۸) صفحہ ۱۱ کے آخر میں انہی مصدق صاحب نے بندہ کی طرف حدیثِ اربعہ سے روئے کی تعصیف منسوب فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے۔

حالانکہ تعصیف حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے جو بندہ نے اعتماداً نقل کر دی بلکہ مصدق نے اس کو ایسے اذعان سے پیش کیا ہے کہ گویا یہ غلطی بندہ ہی سے ہوئی ہے۔ مصدق صاحب کی ان چار بالکل صریح اور بددی نغز شواہد سے جو اوپر نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ اور نمبر ۱۰ میں تحریر کی گئی ہیں واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آپ نے بندہ کی تحسیر پر تردید لکھتے وقت تحریر کو پڑھنے میں ذرا سی بھی توجہ سے کام لینے کی ضرورت محسوس فرمائی نہ تھی۔

ایں کار کا ان نواید و مردِ اول جن میں گنند

بالخصوص مصدق صاحب نے نمبر ۱۰ میں مذکور جو غلطی تو بہت ہی سہولت کی ہے مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ایسے دسلہ کے ایک جزو کی تردید کی ہے جس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ اور دوسرے بہت بڑے بزرگ اکابر کی تصدیقات ہیں، یہ غلطی بزرگ مولف بلکہ مستند برآمد مصدق صاحب کی تحریر کے مطابق بھی اکابر کی غلطی، تخطیہ و تنقیص ہونے کی وجہ سے ناتواں معافی جرم ہے مصدق صاحب کی یہ چار غلطیاں جو بہت ہی واضح اور بدیہی ہیں صرف ان کی نشاندہی پر لکھا کرتا ہوں ورنہ دس صفحات پر پھیلی ہوئی اس تحریر میں جگہ جگہ بالخصوص صفحہ ۱۱ میں مستخرج تہذیبی پر بے ساختہ دل سے اشارت کی جا سکتی ہے۔

زفر کو تا بقدم ہر گنجی کہ می نگریم کر شہر امن دل ہی کشد کہ جا اینجا است

(۹) مسئلہ پر ایک مصدق صاحب نے بناؤ کی طرف "فسادیت" منسوب کر کے احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ جزا اللہ تعالیٰ بحسن الجزاء

ان کا یہ احسان صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ خود ان پر بھی ہے، اس لئے کہ انہی یہ تحریر پڑھنے کے بعد میں نے ان کے لئے وزراء ایصال ثواب اور ڈھاب خیر کا سول بنالیا ہے۔

(۱۰) اس رسالہ میں علماء ہند کے پانچ اقوال نقل کرنے کے باوجود اثنا تیسریں ائمہ بزرگ کی قول کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ گویا یہ فیصلہ قطعی ہے، جس میں تاقیامت ذرہ برابر بھی کسی قسم کی کمی بیشی کو ناجائز ہے۔

بندہ کی تحسیر پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا جسکی مفصل وجہ اور بحث میں تحریر ہو چکی ہے۔
(۱۱) اگر عوام میں فطرت انتشار و نجس و مصالح کے پیش نظر کسی ایک تحدید کو برقرار رکھنا ضروری ہے اور ملا ضرورت شدت اسے بدنام صحیح نہیں تو حضرات فقہاء اگر جمیع ائمہ کی تحدید کو کیوں چھوڑ دیا؟ بالخصوص جبکہ زیادہ تعداد بھی نہیں۔ صورت ایک سبیل یومیہ کم کرنے کی کیا سخت مجبوری اور ضرورت شدید و پیش آئی؟

اور اگر تغیر زمان کے مطابق تغیر تحدید لازم ہے اور اس کے لئے کوئی معولی مصلحت بھی کافی ہے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اکابر کی اس تحدید پر تقریباً ایک صدی کا طویل عرصہ گزر گیا ہے تو کیا کوئی میں زمانہ اولیٰ خیر سمونی انحطاط و سقوط اس تحدید میں مزید تخفیف کو مستثنیٰ نہیں؟

بالخصوص جبکہ مباحث کی تحریر کے مطابق حضرت مہ فی قدس سرہ اپنے زمانہ میں مزید ایک میل یومیہ تخفیف کی ضرورت محسوس فرماتے تھے، آپ کے بعد بھی تقریباً نصف صدی مزید گزر رہی ہے تو اب بطریق اولیٰ تخفیف پر غور کرنا چاہیئے۔

صحیح طریق کار:

بظرفقتہ صحیح طریق کار یہ ہے کہ وقت کے ایسے اہل تفسیر علماء کی جماعت جن پر عوام کو اعتماد ہو اپنے زمانہ کے حالات پر بنظر دقیق غور کرنے کے بعد اگر تبدیل تحدید کی معتد بہ ضرورت علامہ محسوس کریں تو اس کے مطابق متفقہ فیصلہ کا اعلان کریں۔

اکابر کی تحدید یا کسی پر مبنی تھی، آئندہ تغیر زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس تحدید کی تغیر و بر غیر اور حالات کے مطابق بشرائط مذکورہ تغیر تبدیل کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔

ہندہ کی سابق تحریر اس خیال کے تحت تھی کہ اکابر کا فتویٰ حالات زمانہ کی تغیر و تنسیخ کی بجائے اقوال فقہاء و جمیع ائمہ تعالیٰ پر مبنی ہے اور انہوں نے اقوال مختلفہ میں

سے اورتالیس میل شرعی کے قول کا اختیار فرمایا ہے۔

یہ دو غلط فہمیاں رسالہ "اوزان شرعیہ" کے اسلوب تحریر سے پیدا ہوئیں، رسالہ مذکورہ میں پہلے علماء ہند و سان کا قول اورتالیس میل انگریزی لکھا۔

پھر اس پر حدیث اذنیۃ برد سے استدلال پیش فرمایا۔

پھر اس پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ کی تفسیر فرمائی، جس میں چار برید = اورتالیس میل کا ذکر ہے۔

اس تفصیل کو دیکھ کر شریعت میں کچھ گام کہ دعویٰ ایدلائ میں مطابقت نہیں۔ دعویٰ ہے

اورتالیس میل انگریزی اور دلائل میں چار برید ہے جس کے اورتالیس میل شرعی بنتے ہیں

چنانچہ خود رسالہ "اوزان شرعیہ" ص ۱۱ میں برید = چار فرسخ دو صلا میں فرسخ۔

تین میل شرعی قرار دیا ہے۔

اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ میں بھی میل = چار ہزار قدم کی تصحیح ہے

اور یہ مسلم ہے کہ چار ہزار قدم کا میل شرعی ہوتا ہے۔

رسالہ "اوزان شرعیہ" کے آخر میں جو نقشہ دیا ہے اس میں بھی فرسخ = تین میل

شرعی لکھنے کے بعد برید = بارہ میل انگریزی کر دیا ہے۔ جب برید = چار فرسخ اور

فرسخ = تین میل شرعی ہے تو برید = بارہ میل انگریزی کیسے ہو گیا؟

مؤلف نے رسالہ "اوزان شرعیہ" کی تحریر کی جو وضاحت فرمائی ہے اسکا حاصل یہ ہے

کہ پوری عبادت دیکھنے سے وضع ہو جاتا ہے کہ اقوال اکابر میں انگریزی میل مراد ہے چنانچہ

آگے ملکہ منہ پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ رسالہ "اوزان شرعیہ" میں بطور تائید لائے سے بھی

ثابت کیا ہے کہ اس عبادت اہل کی دلیل سے انگریزی میل ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس باب میں گزارش ہے کہ منہ نے اس سے کب انکار کیا ہے! بلکہ منہ نے جوابی

تحریر سابق میں بھی یہی تو اشکال پیش کیا ہے کہ انگریزی میل کے دعویٰ اور اکابر کی طرف

اسی نسبت کے اثبات کے لئے جو دلائل تحریر فرمائے ہیں ان سے نہ تو انگریزی میل کا دعویٰ

ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اکابر کی طرف انگریزی میل کی نسبت ثابت ہوتی ہے بلکہ اس

کے برعکس دعویٰ اور نسبت دونوں کے لئے بیش کو دو دلائل سے شرعی میل ثابت ہوا ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اس فتویٰ میں اگرچہ عدم قید کی طرف اشارہ ہے مگر چونکہ

آپ اُنس اکابر ہیں اسلئے بندہ اس سے بھی بچھا کر اسکے بعد لکھ کر نے جو فتح یہ لڑائی ہے وہ جی کے مطابق شرعی میل سے ہی ہوگی، اسی لئے بندہ نے مراد اکابر سمجھنے کے لئے زیادہ قسح و مسخ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اسکے بعد دو محکمے اکابر کی عبارات سامنے آئے۔ سب سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے فتویٰ اور راستوں کے حالات پیش نظر رکھتے ہوئے مقدارِ تجدید سے متعلق اقول تغیر اجماع اللہ تعالیٰ سے برٹ کر اُتائیں میل انگریزی سے تجدید فرمائی ہے۔

یہ جہاں بندہ نے اپنے اشتباہ کی بنا لکھ دی ہے، اسکی وجہ خرافہ قصو عبارت کتاب ہو یا قصو نیرم بندہ، لہذا کسی کو اشتباہ کی تقریر مذکورہ کے کسی جز میں کوئی کلام ہو تو پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ بندہ نے اپنی تحریر شروع کرنے سے قبل دو اہم ترین اور مشہور مفتیانِ کرامؒ کو مانا تھا مثنیٰ بھی تھا بلند شہری ثم الدینی اور مفتی عبد الستار صاحبِ مین دارالافتاء جامعہ خیر الہ دوسلمان سے اس باب میں استشارہ کیا تھا، ان دونوں حضرات کی بھی مذکورہ دو دنیا دی باتوں کی طسوت قویہ نہیں گئی، بلکہ کلام اکابر میں "میل" سے میل شرعی مراد ہونے پر حضرت گنگوہیؒ کی تدریس سرے کے منقویٰ سے استناد لائی مفتی عبد الستار صاحب بھی نے پیش فرمایا تھا۔

بہر کیف اب اکابر کی مراد اور نکلے فتویٰ کی بنا واضح ہوگئی تو میں اپنی تحریر سابق سے جو عا کرتا ہوں۔ بسبب تک اپنی قصصہ علماء حالات زمانہ پر از سر نو اجتماعی طور پر غور و فکر کر کے کوئی نیا فیصلہ نہیں کرتے اسوقت تک مسافت سفر حسب ذیل رہے گی :

مسافت سفر = ۲۸ میل انگریزی = ۲۳۸۵۰۰۰۰ کلومیٹر

یہ بھی یاد رہے کہ یہ فیصلہ پاکستان اور ہندوستان کے جمہوریہ علاقوں کے لئے ہے، دوسرے علاقوں کا فیصلہ وہاں کے باشندوں کے فتویٰ اور راستوں کے حالات پر موقوف ہوگا۔

حروف تہجی: یہ طریق کار اگرچہ اصل مذہب کے مطابق ہے مگر ان ائمہ اجماع اللہ تعالیٰ میں چونکہ قافلوں کے محرک عام دستور تھا اس لئے نین دن کی مسافت عام معروف بھی، سب لوگ جانتے تھے، کسی کے لئے بھی اسکا معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہ تھا، لیکن اس زمانہ میں ابکی نہیں یہ مسئلہ کوئی مشکلات ہیں :

- ① ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں میں تعین مقام پر کے لئے وہاں کے باشندوں اور راستوں کے حالات پر اجتماعی غور کرنے کی غیر معمولی جدوجہد۔
- ② پھر روزِ زمان کے بعد وہ بارہ وہی مشقت۔
- ③ اختلاف آوار کاظم غالب جو عوام میں انتشار اور دین سے سخر کا باعث ہے۔



وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَوْمُ لِلَّهِ

وطني الارتحال

يَبْقَى

بقمار الانتقال



سفر مع ترک اقامت باطل نہیں ہوتا

مقدم محرم جناب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزین فرمایا ایک مسئلہ ہائے تحقیق و تصدیق احوال خدمت ہے امید ہے کہ مدلل جواب سے نوازیں گے۔ مسئلہ میں مجدد الشریعت ہے حضرت معتمد صاحب رحمہ اللہ العالی بھی بخیریت ہیں۔ فقط والسلام بندہ عبد الستار عظیمی عن نائب مفتی خیر المدارس شہان الرحمہ رحمہ

سوال : میں شہی ہمارا الدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کر رہا ہوں۔ مجھے ٹھکانے اوقات کی طرف سے ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے۔ میرے بل بجے مع ٹھکانے مسلمان کے بھی میرے ہمراہ ہی مکان ہیں رہائش رکھتے ہیں۔ البتہ میرا اصل مکان ملاؤالی ضلع سرگودھا ہے، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ شہی ہمارا الدین ہے۔ ایک عالم فاضل فرماتے ہیں کہ سفر شرعی کے لئے شہی ہمارا الدین سے باہر جب بھی جاؤں اور پھر واپس شہی میں آؤں تو غارِ قصر کروں تاؤ تمسک واپسی کے بعد شہی میں بندہ یومِ شہر نے کا اوارہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد بدلتے عشرہ تک کیسے دوبارہ سفر پر چلا ہو تو قصر لازم ہوگا اور پوری نماز مقعدوں کو نہیں پڑھا سکتے۔ قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ شہی ہمارا الدین میں باقاعدہ رہائش رکھنے اور بال بچے موجود ہونے کے باوجود پھر بھی کیا سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لئے بندہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں۔ اور شہی سے باہر اگر چلا جاؤی پڑتا ہے۔ اور گاہ گاہ یہ اسفار مختصر و تفات کے بعد مسلسل ہوتے ہیں تو میں اقامت کیسے کر سکتا ہوں؟ مدلل و قاطع فرمایا جائے۔

الجواب : فاضل موصوف کا مذکورہ بالا فتویٰ غالباً مفتوی کے احلاق سفر پر مبنی ہے۔ متون کی عبارت یہ ہے دیعلا الوطن والاصلی مثله لا السفر ووطن الاقارنہ مثله و السفر والاصلی (کفر و بیوہ) اس عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض خروج نیت سفر اس کے لئے بطل ہے۔ لیکن اس کے ظاہر کو کافی سمجھنے کی بجائے مستنبط معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صحیح مراد یک پہنچنے کے لئے دیکھ عبارت تفسیر پر بھی نظر کر لی جائے۔ عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض سفر کو ناجی بطل نہیں بلکہ دراصل سفر بصورتِ اتمالی بطل ہے یعنی یہ بطلان اسوقت ہوگا جبکہ وطن اقامت سے

بیت سفر جائے وقت اپنا سامان وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ شخص کو
 کارادہ فی الحال یہاں واپس نہ کیا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وطن میں سفر سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ
 وطن میں سے سفر کرتا ترک توطن بالوطن الاصلیٰ یا اعراض عن التوطن پر دلالت نہیں کرتا بلکہ
 اہل و عیال وغیرہ کی موجودگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جائیداد اس مقام پر واپس لوٹنے آنے
 کے قصد و ارادہ سے جا رہا ہے حتیٰ کہ اگر وطن میں سے جانے والا اہل و عیال سمیت چلا جائے
 اور دوسری جگہ وطن میں بنائے تو پہلے وطن میں کی وطنیت بھی ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ تمام
 کتب فقہ میں صریح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بطلان وطن کا مدار سفر وغیرہ
 مع ترک توطن یا اعراض عن التوطن پر ہے محض خروج بیت سفر پر نہیں۔ پس جس وطن
 سے بھی ترک توطن کا عزم کر لیا اور وہاں سے نکل پڑا یا دوسری جگہ وطن بنالیا وہ وطن بطلان
 ہو جائے گا خواہ یہ وطن اہلی ہو یا وطن اقامت، البتہ ان دونوں وطنوں سے سفر کر نہیں
 عام طور پر ایک فرق ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں اوطان کے متعلق سفر کا حکم
 مختلف بتلایا گیا کہ سفر وطن میں سے کے لئے مبطل نہیں اور وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ
 فرق یہ ہے کہ وطن اہلی سے سفر عام حالات میں بدولت ارادہ ترک توطن ہوتا ہے۔ کسی
 حاجت کے لئے سفر ہوا واپس پھر وہیں آنا ہوتا ہے اور یہ سفر بصورت ارتحال ہی نہیں ہوتا
 اور وطن اقامت سے سفر عموماً ارادہ ترک توطن ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلی و اتمش تو کسی
 دوسری جگہ ہے یہاں قیام رائے حاجت تھا ضرورت پڑی ہوئے پر یہاں سے جانا ہی ہوگا
 جیسے اسفار تجارت و ملاقات و حج وغیرہ۔ پس یہ سفر عموماً بصورت ارتحال ہی ہوتا ہے۔
 اس فرق کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے کیونکہ وطن اقامت
 کے بارے میں سفر کا عام معروف و معتاد فرد ایسا سفر ہی ہوتا ہے و مطلق اذا اطلق مراد بالعود
 الکامل، پس متون کی تعبیر سفر کا اسی فرد مطلق کے بارے میں ہوگی تمام سفروں کے بارے میں نہیں چنانچہ
 بدائع کی تعلیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو سفر وطن اقامت کے لئے
 مبطل ہے وہ کونسا سفر ہے؟ اور متون میں اس مقام پر جو لفظ سفر مذکور ہے اس سے
 کیا مراد ہے؟ ملک العلماء امام ابو یوسفؒ کا کاسانی تحریر فرماتے ہیں۔ ویقف فی السفر
 ایضا لان قوطنه فی هذا المقام لیس للقرار و لکن لوجبت فاذا سافر منه یسکون بہ
 علی القضاہ حاجت فصلی معرفتنا عن التوطن بہ فصارنا قعنا لہ ولانہ (محتاج ۱)

تعمیل سے ظاہر ہے کہ یہ وہ سفر ہے جو اس امر کی دلیل بن سیکے کہ اب یہاں رہائش کی حاجت نہیں رہی اور جانے والا اس مقام کی وطنیت کو ختم کر چکا ہے اور یہ اس سفر میں ہوتا ہے جو کہ بصورت ارتحال ہوتا ہے اور میں شہر میں رہنے کے یہی بچے ہیں اور کامل رہائش ہے۔ ایک دو دن کے لئے اگر نہ کہیں جائے تو زیادہ کا یہ سفر قضا کی حاجت، اطراف عن التوطن اور نقص التوطن کسی امر پر بھی ہرگز ہرگز دلالت نہیں کرتا بلکہ بقاء نقل بنا توطن کی قطعی دلیل ہے اور اگر لفظ سفر سے مراد سفر شرعی کا ہر فرد ہو خواہ وہ بصورت ارتحال ہو یا بصورت ارتحال نہ ہو تو دلیل اور دعویٰ میں انطباق کیسے ہوگا؟ جبکہ دعویٰ عام اور دلیل خاص ہے۔

اس کے علاوہ صاحب بحر دنیہ نے اس امر کی تصریح نقل کی ہے کہ بقاء نقل سے وطن اقامت پائی رہتا ہے گو دوسری جگہ بھی مقیم ہو جائے اس تصریح سے قبیلہ برائے کا مقصود بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ وھذا انصبہ فی المحيط ولو کان لہ اھل بالکوفۃ و اھل بالبصرۃ فانت اھل بالبصرۃ و یقول لہ دور و عقار بالبعۃ لا یبقی و طناً لہ فی خیسۃ تبقی و طناً لا تھما کا منے و طناً لہ بالاہل و الیٰی ارجیعاً فیہ و الیٰی احد ہما لا یبقی و طناً کو طنہ الاحاطۃ یبقی بقاء الشغل و انہ اقام بموضع انھما (ص ۱۲۴ ج ۲) اور بحوالہ محیط العینہ ہی جزئیہ فتح لا تھما (ص ۱۶۱) میں بھی موجود ہے صاحب بحران صاحب نیر نیر منہ تلافی میں علامہ شامی نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔

فائدہ کا :

تفصیل بالا اور دیگر عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت در حقیقت اس وقت باطل ہوتے ہیں جبکہ ان کے شمار کردہ مبطلوں میں دلالت ملے نقص الوطنہ الساجتہ پائی جائے۔ دیکھئے وطن اصلی کے لئے دوسرے وطن اصلی کو بطل قرار دیا گیا ہے اور مثنوی میں یہ بطلان مطلق ہے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں مگر دوسرا وطن اصلی طی الاطلاق پہلے کے لئے باطل نہیں بلکہ اس صورت میں بطل ہے جبکہ پہلے سے نقص وطنیت کرتے ہوئے دوسرے کو بھی وطن اصلی بنائے وہ نہ اگر پہلے وطن کو حالت سابقہ پر رکھتے ہوئے دوسرے مقام پر بیوی کر لیتا ہے اور اسے بھی مستقل رہائش کے لئے تجویز کر لیتا ہے تو پہلا وطن اصلی اس سے باطل نہیں ہوگا۔ کسافی البصر و فلول قید تا بکونہا متعلق عن الاولیٰ باھلہ لاندہ و لہ یستقل بھو و لکنہ استحقاق اھل و فی بلادہ اخری فان الاولیٰ لم یصلح و یتم فیہا (ص ۱۶۱)

بلکہ دوسرے مملکتی نے لکھا ہے کہ وہ سے زاد بھی وطن پہلی ہو سکے ہیں اور متون میں دوسرے نے بھی
مبطل وطن اقامت کو شمار کیا گیا ہے کہ دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے مبطل ہے اور اقامت کا
یہاں بھی اطلاق ہے اور دیکھا کہ کوئی قید موجد نہیں حالانکہ جیسے صورتوں اور ان میں مطلقانہ مقید ہے
ایسے ہی یہاں بھی مقید ہے۔ یعنی دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے تب ہی مبطل ہوگا جبکہ پہلے
کی وطنیت کو ختم کر کے وطن اقامت بنایا گیا ہو۔ اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اسکی
رہائش پر مشغول باقی ہے بیوی بچے اور سالانہ وہی ہے اور دوسرے مقام میں مشغول اقامت کے
ساتھ مقیم ہو گیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا جیسا کہ جزئیہ میں مقرر ہے
کو طبع الاقامۃ یعنی بقدر اشتغال دائرہ اقامہ موجودہ آخریہ پس جیسے ان دونوں مبطلوں میں
الفاظ مطلق ہیں لیکن مراد خاص ہے اسی طرح مبطل شایستہ سفر کے بارے میں کہا جائے کہ کوئی مطلق
میں مضموم ہے مگر مراد خاص سفر ہے جو بصورت ارتحال ہوتا ہے جیسا کہ تفصیل جاری ہے یہ مفہوم ہوتا ہے۔
بقیہ اہل وطن سے بقدر اقامت و وطن رہتا ہے عرف سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے
چنانچہ جو شخص ہال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو گیا وہ اسکا وطن اصلی نہ ہو محض اسکے ایک
دور ملک کے لئے سفر ہو چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے
نہ اس سفر کو کوئی ترک سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تبدیلی وطن یا استیفاء
سکونت قرار دیتا ہے۔ ایسا اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے اور اولاد یہاں واپسی کا
نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت
رہائش رکھتا ہے اور اسکا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے تعلق ہو تو اسکا یہ وطن تب
باطل ہوگا جبکہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی مسکن سے
اسکا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت
سے جب سفر بصورت ارتحال ہوگا تو یہ اس کے لئے مبطل ہوگا۔ پس صورت مسکن میں اسکی سفر کے
بدون جب بھی سفر ہوگا وہاں رہنے والے کا مقیم تصور کیا جائیگا اور ناز پوری ہو جائیگا بلکہ بعض عبادات
سے تو ایسے مقام کے وطن پہلی ہو چکا ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ اللہ عبد الرحمن البرکاتی مضموم مصر میں
وطن پہلی کی تشریح یہ کی گئی ہے۔ وھو لدی ولد فی اولاد فیہ فی حصۃ او حصۃ او حصۃ من مرقۃ قیہ
والنہ لم یولد بہ وولدت لہ بہ نہ ذمہ دار بالسیاقی فقط واللہ اعلم۔ عبد السلام ابن سنی جزائری

الجبوت بیا باسمکم لہم الصلوٰۃ

مسئلہ صحیح ہے کہ بقاۃ ثقل سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، البتہ تحریر میں ائمہ روای قابل

اصلاح ہیں۔

(۱) کتاب الفقہ عبارت "او قصلہ ان یزید فیہ" سے اس پر استدلال یا بھی تاہید صحیح نہیں کیونکہ قصد از راق سے مقصد یہ ہے کہ قصد از راق علی سبیل الدوام ہو، جیسا کہ مطلقاً تولد یا ترویج سے وطن بھی نہیں بن جاتا جب تک کہ اس میں اقامت علی سبیل الدوام کا قصد نہ ہو۔ قول فی الخانیۃ المسافر اذا جاوز عین مہرہ وظل قویہ ان کان ذلک وطناً اصلیاً بان کان محلہ وہ سکون فیہ او طریکین حولہ و لکنہ ما ہلے بہ وجعلہ داراً

(خانیۃ عن ہاشم الخانیۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ موضع تولد و محل وطن بھی جب ہوگا جبکہ اس میں سکونت و محل دار کا قصد بھی ہو، اثبات مسئلہ کے لئے جو دوسرے دلائل تحریر کئے گئے ہیں وہ کافی و دافی ہیں۔

(۲) اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقاۃ وطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ رہاں اہل و عیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان اپنے مقبوض مکان میں رکھ کر گیا ہو۔ اگر سامان کسی کے پاس ولایت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اسے عرف میں سکونت نہیں کہا جاتا۔ وقایہ الطائفۃ الیہ صاحبین رحمہ اللہ قائلین (قوله حلفہ لا یساکن فلا تاقولن کان ساکناً معہ فان اخذ فی النقلة وھم یسکونہ ولا یسکونہ قال علی احمد اللہ قائلین فان کان وہیبہ لہ المتاع وقبضہ منہ وضوح من ساحتہ ویس من رید العود فلیس یسکونہ لکن ذلک الی اوردہ لمتاع او اعارہ فخرج لا یسکون العود بحوزہ المحدث)۔

(۳) تحریر میں عبارت "در صل بطلان وطن کا مدار (الی) خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت کی ترمیم ضروری ہے۔ کیونکہ وطن اصلی صرف اعراض عن الوطن سے باطل نہیں ہوتا بلکہ اعراض کے ساتھ توطن بوطن آخر بھی شرعاً ہے۔ فقط والفقہ سوانہ و النجالی اعلم۔

رشید احمد

۱۳ رمضان المبارک سنہ ۸۶ ہجری

مسئلہ مذکورہ بالا سے متعلق متضاد جوابات میں فیصلہ

مخدوم العلماء جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم
 (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) مزاج گرامی، گرامی نامہ بوسالطت حضرت مولانا
 خیر محمد صاحب دامت برکاتہم موصول ہوا۔ مسئلہ وطن اقامت کے بارے میں بعینہ لہجہ
 قاسم العلوم مع تحریر خیر المدارس ارسال خدمت ہے۔ اُمید ہے کہ رائے عالی سے جلد مطلع فرمایا جائیگا۔
 بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
 از دارالافتاء خیر المدارس دہستان

فتویٰ قاسم العلوم

هو المصوبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ عبارات فقہیہ مستون و شروع و حاشی پر غور کرنے سے بظاہر
 جو معلوم ہوتا ہے وہ فی الواقع تدریجاً مکمل کے بعد بھی اس کی صحیح مراد ہے وہ یہ کہ وطن اقامت
 مطلق خروج بقیت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ خروج مذکور کے وقت یہاں واپس آئینکا
 کوئی ارادہ نہ ہو یا خروج کے وقت چند روز کے بعد کسی وقت اس وطن اقامت میں واپس آنے
 کے ارادے سے سفر ہو گیا ہو۔ نیز سارا دوسرا متن استماع و نقل ساتھ لیا جکا ہو یا کسی وطن میں
 سامان و نقل چھوڑ چکا ہو ہر صورت سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ مستون و
 شروع کی عبارتوں پر بار بار غور فرمایا میں یہی مطلب صاف طور پر سمجھ میں آئے گا۔ اسی چیز
 ہی وطن اصلی اور وطن اقامت کے درمیان سارے الاستیزار ہے۔ وطن اقامت کے لئے سفر شرعی
 کا ہر فرد مہل ہے اور وطن اصلی کے لئے سفر شرعی کا کوئی فرد مہل نہیں۔ چنانچہ وطن اصلی
 سے نکلنے والا بقصد امر اہل محل توطن اگرچہ سالہا سالہ و سامان اہل و عیال وغیرہ یہاں سے
 اٹھائے، کوئی گھر رکھان وغیرہ بھی اس کا یہاں نہ رہ جائے۔ دور دراز سفر کرنا پھرے کئی
 مقامات کو یکے بعد دیگرے محض وطن کنی یا وطن اقامت بنائے تب بھی اسکا وہ وطن اصلی
 باطل نہیں ہوا ہے اور یہ استغفار کے افراد کاملہ نیز یہ اوطان اقامت وطن اصلی کے لئے ہرگز
 مہل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مقام کو وطن اصلی (حاشیہ) ہائش گاہ نہ بنائے۔ کما قاتل

وطن اور قال۔

الشاہی تحت قولہ التذویر الوطن الاصلی بظنہ بمثلہ (۱۷۵۵۱ ج) (قولہ بظنہ بمثلہ) سواء کان فی سبیلہ مسافر او لا۔ (والاخذ فی ذلک) کما فی المصحح فہستافی وقیل بقولہ بمثلہ لانہ لو انتقل منہ قاصداً لغيرہ فربما لہ ان یتوطن فی مکان آخر فیمز بالاولی الامر لانہ لیرتبط بغيرہ۔ فقہر۔ وفي الدار المختار الاصل (۱۷۵۵۲ ج) ویطلق (وطن الاقامۃ بمثلہ) بالوطن (الاصلی) و بانشاء (السفر) وقالہ نشاء تحتہ مطلقاً (قولہ و بانشاء السفر) امر منہ وکن امر غیرہ اذ لیرتفع علیہ قبلہ مسروراً لا السفر الا

بآئی ہوگی عبارت بحوالہ محیط کوطن الاقامۃ یصح بمقام الشغل والہ اقام بموضع اخر سے بمثلہ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے نہ کہ السفر کی تفسیر اور اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ بدولت انشاء و سفر اگر ایک شخص وطن اقامت سے بکل کر کسی دوسری قریب جگہ کو وطن اقامت بنائے تو بنا بر اطلاق اس عبارت متون کے کہ وطن الاقامۃ بمثلہ بہر صورت وہ پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا لیکن محیط نے یہ قید لگا دی ہے کہ یہ بطلان تب ہوگا کہ سارے مسلمان قتل وغیرہ منتقل کر کے قریب کی دوسری جگہ میں نیت اقامت کر چکا ہو۔ اور اگر نقل منتقل نہ کیا ہو تو پہلا وطن اقامت بھی بدستور باقی ہے اور وہ دوسرا بھی وطن اقامت اس کا بن گیا ہے۔ ہذا هو الظاہر۔ حکم الفقہاء باقی بلان کی عبارت مذکورہ میں دعویٰ عام ہے اور تعلیل خاص ہے اور ایسا استعمال فقہاء کے کلام میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ نیز رسم المفتی کا اصول ہے کہ تعلیلات فقہاء سے احکام فقہیہ ثابت نہیں ہو کرتے۔ اس کے لئے نقل با اصل درکار ہے۔

فقط دائرۃ تحسالی علم

کتبہ عبدالمطیف معینی مفتی مدرسہ قائم العلوم ستان

۲۳ رمضان سنہ ۱۳۸۶ھ

جواب از خیر المدارس

مدرسہ قائم العلوم کے نائب مفتی صاحب اپنا جواب تحریر کر کے مدرسہ خیر المدارس میں خود تشریف لائے تھے۔ زبانی بات چیت ہوئی رہی۔ جواب ہم نے ان کی خدمت میں یہ

عرض کر دیا تھا کہ :

① آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر سفر شرعی وطن اقامت کے لئے بطل ہے۔ اور یہی دلیل میں جو عبارات آپ نے پیش کی ہیں یہ وہی عام عبارات ہیں جن میں سے ایک عبارت ہم اپنی تحریر کے شروع میں لکھ چکے ہیں اور یہ عبارات اثبات استغراق کے لئے ناکافی ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ دال علی الاستغراق موجود نہیں۔ ورنہ ہر وطن اصلی پہلے وطن اصلی کے لئے بطل ہو جائے گا اور ہر وطن اقامت پہلے وطن اقامت کے لئے بطل بن جائیگا (حالانکہ آپ ان میں جواز تعدد کے قائل ہیں) کیونکہ متوفی میں مینوں بطلوں کی تعبیر تقریباً کیساں ہے۔

② عبارت محیط کو صاحب بحر نے کسی بطل کی تفسیر کے لئے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے وطن اصلی کی بحث میں اس کا تذکرہ آگیا ہے اور نیز یہ کہ اس عبارت میں جو الفاظ موضح آخر موجود ہے اس موضوع آخر کو مادودہ استغراق کی تفسیر کے ساتھ متفقہ کو نابا دلیل ہے اور جیسا کہ اس کے مشابہ وطن اصلی میں ایسی کوئی تفسیر موجود نہیں بقا اس مطلب پر میں بھی ایسی کوئی تفسیر موجود نہیں۔

③ تحلیل بدائع کے متعلق یہ عرض کیا گیا تھا کہ تحلیل ہذا سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ کم از کم صاحب بدائع یقیناً اس لفظ سفر کو ہر سفر کے لئے عام نہیں لے رہے ہیں بلکہ سفر کا وہ تصور فرما رہے ہیں جس میں دلالت علی نقض الوطن پائی جائے۔ پس اس لفظ سفر سے یہی مراد لینا چاہئے اور اگر کسی تفسیر کے کلام سے اس لفظ کا عموم اور تمام ازاؤ سفر کو شامل ہونی تحقیق ہو جائے گا تو تسلیم کر لیا جائے گا۔

باقی یہ کہنا کہ فقہاء کے کلام میں ایسا استدلال متعدد مختلفا پر موجود ہے اسکے معنی تو یہ ہونے کہ فقہاء ایسے دعویٰ اور دلیل کے عدم التعلیق کو نہیں سمجھتے اور صاحب بدائع بھی اس معنی ہی بات سے بے خبر ہیں۔ یہ بات کم از کم ہم تو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

تحلیل مسئلہ سے صورت مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ متنب کرنے سے اس کی بے شمار نظائر مل سکتی ہیں۔ فقہاء

خادمہ مسئلہ :

عبد الستار دہلوی رحمہ اللہ

۲۸ / ۱۰ / ۱۳۸۸ھ

الجبوتی بائعہم ولھم النصوب

تسم العلم کے فتویٰ میں جزئیہ محیط کا جو مغلوب بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ ہمیں بدوں افشار سفر کسی دوسری قریب جگہ کو وطن اقامت بنانے کی قید بلا دیں ہے اگر صورت زیر بحث میں دوسری جگہ وطن اقامت بنا لینا سابق وطن اقامت کے لئے مبطّل نہیں تو انشا بسفر کیوں مبطّل ہے؟ دونوں میں ماہ الفرق کیا ہے؟

جب وطن اقامت مبطّل نہیں تو سفر بطریق اولیٰ مبطّل نہو گا کیونکہ سفر کی نسبت وطن تو ہی ہے یہ امر مقبول ہونے کے علاوہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ جملہ کتب میں یہ تصریح ہے کہ وطن اصلی کے لئے سفر مبطّل نہیں اور دوسرے وطن اصلی سے ماضی ماضی لاول مبطّل ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی نسبت وطن میں قوت ابطال زیادہ ہے۔ دھوکا چھوٹا وطن اقامت کا مبطّل نہیں اور سفر کا مبطّل ہوتا بالکل غیر مقبول ہے قلیل بذات سے متعلق جو کہ کھایا گیا ہے وہ بھی قرین خیال نہیں۔ اگرچہ حکم عقلم پر احکام شرعیہ کے وجود و عدم کا رد نہیں ہوتا مگر علت پر معلول کا سوا لازم ہے۔ وہ علت کیا ہوئی جس پر معلول کا مصادرو ہو؟

ہاں ایسے سوانح کہ جہاں وجہ علت یہ تھی ہو کہ اسکا علم حاصل کرنا مستعسر ہو وہاں ضرورت مقدسہ فی معصوب کو علت کے قائم مقام قرار دیکر حکم نافذ کر دیا ہے جیسے کہ فہم کو فریج ریح اور سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیکر تعض وضو اور قصر و افطار کے احکام جاری کئے گئے ہیں مسئلہ زیر بحث اس نوعیت کا نہیں کہ میں مسبب یعنی سفر کو علت یعنی احوال میں استولین کے قائم مقام کر کے نفس سفر پر ہی ابطال وطن کا حکم لگایا جائے بلکہ ایجاب علت خود مسافر ہی اختیار میں ہے اور اس کی نیت پر موقوف ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہند کی نظر میں غیر اہل اس کا جو جب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۱۳ ذی قعدہ ۱۲۸۶ھ جمادی

مسائل مثل بالا

بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب سے درج ذیل مسئلہ کی تحقیق مغلوب ہے۔ ملکات کے ایک عالم اور مفتی صاحب کی تحقیق بھی پیش خدمت ہے۔ بغور مطالعہ فرمائیے کہ بعد اس کی تائید یا تردید باللائق تحریر فرمائیں

تاکہ تعلق ہو، امید ہے کہ جناب والا اپنی تحقیق سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔
 سوال :- زہدستان میں طرہ امت کرتا ہے، ہمیں یہاں کی رہائش ہے، یہیں مکان اسکا وطن اقامت ہے۔
 اس کا گھر غلہ مکان، اجیری، چنے اسکے ساتھ ملتان ہیں، رہائش پذیر ہیں، جبکہ کس کا وطن اصل
 لائل پور ہے۔ اب وہ سفر شرعی کے لئے ملتان سے باہر جاتا ہے اور وہاں پر ملتان میں پندرہ روز
 ٹھہرنے کا ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ ہفتہ عشرہ تک اس کو دربارہ کہیں سفر پر جانا ہے تو اس وقت
 میں وہ قہر کر گیا یا اتمام؟ سفر شرعی سے وطن اقامت میں رہائی کے بعد تمام مسلوٰۃ کے لئے
 پندرہ روز اقامت کی نیت شرط ہے یا نہیں؟

جواب :-

یہ جواب بھی مفتی عبدالستار صاحب ہی کا نوشتہ ہے۔ ہمیں بھی مضمون اور دلائل کا
 اکثر حصہ دہی ہے جو اوپر گزرا، اس لئے اس جواب میں سے صرف وہ امور نقل کئے
 جاتے ہیں جو سامانی جواب سے زائد ہیں۔ مرتب
 جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہو تو اس کا یہ تو قنن تہ
 باطل ہوگا جبکہ وہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے، محض مارضی اور وقتی اسفاد سے
 اس کا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت
 سے جب ارتحال ہوگا تو یہ اس کے لئے مبطل ہوگا محض سفر مبطل نہیں ہوگا۔
 جس وطن سے ترک وطن کر لیا وہ وطن باطل ہو گیا خواہ یہ وطن اصل ہو یا وطن اقامت
 البتہ وطن اقامت سے سفر عام طور پر چونکہ ایسا ہی ہوتا تھا یعنی ارتحال ہوتا تھا کیونکہ یہاں پر
 قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر ارتحال ہی ہوگا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ
 آمد و رفت کے موجودہ ذرائع متفقہ تھے لہذا نفس سفر کو اس سفر کے لئے مبطل قرار دیا ہے
 اور کسی قید کی حاجت نہیں سمجھی گئی جیسا کہ دوسرے وطن اہل کو پہلے کہنے کے لئے کسی قید کے
 مبطل ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ الجملان پہلے کے ترک کے ساتھ تعید ہے اس کی قدرے تفصیل آگے
 آکر ہی ہے، مگر چونکہ عام طور پر جب دو گئے مقام کو مستقل وطن بنایا جاتا ہے تو پہلے کو حضور کر
 ہی بنایا جاتا ہے لہذا اس قید کی تصریح کی "متون" میں ضرورت نہیں سمجھی گئی تو گویا کہ متون
 کی تعبیر وطن اقامت سے ایک خاص سفر کے بارے میں ہے تمام سفروں کے بارے میں نہیں۔
 وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ کتاب الفقہ لعبد الرحمن الجزیری میں اس کی

تغیر ان اقامت سے کی گئی ہے۔ تاہنہا بطلان عتقہا اذ لو سافر مسافۃً قصراً الى مکان
صالح لا حاقۃ و اقامت بخصۃ عشر یوماً و یافقہ اذ یحل عندہ لیس مکان آخر و اقامت بد
مکان اول

یہ شہر نہ کیا جائے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ شرعی سفر ہو بلکہ وطن اقامت
میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر کسی قریبی مقام میں چلا جائے کیونکہ یہ تعقید بلا دلیل ہے اور
موضح آخر مطلق ہے جو کہ دونوں مسافروں سفر اور مادیوں سفر کو نشان ہے الا اگر مسافروں کے
اطلاق سفر کو دینی تعقید قرار دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ مسافر میں شرعی سفر کو وطن
اقامت کے لئے مطلقاً بطل قرار دیا گیا ہے خواہ یہ ارتحال ہو یا بعض سفر شرعی، لہذا میں نظر
جزئیہ نہ کہ مادیوں سفر کے ساتھ مقید کیا جائیگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے برعکس کہوں
نہیں کہ مایہا لایسہ یعنی جزئیہ کو مطلق رکھا جائے اور مسافروں کے اطلاق کو مقید کیا جائے،
وجہ ترجیح کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ مسافروں کے اطلاق کی دلیل تعقید صاحب بدائع کی تعلیل
سے واضح ہو جاتی ہے پس جب دونوں امر نقل ہوئے تو تعقید کا ثبوت نہ ہو سکے گا اور
اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تعقید کا جزئیہ مادیوں سفر پر محمول ہے تو بھی نفس مسئلہ کے
ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جزئیہ ہذا میں یہ بھی مصرح ہے کہ دوسرے موضح میں یہ تمیز ہو چکی
ہے پہلا وطن اقامت باطل ہوگا بلکہ موجودگی مسلمان کی وجہ سے ہائی گار جیسا کہ دوسرا
وطن اصلی بنا لینے سے پہلا وطن باطل نہیں ہوگا تا وقتیکہ پہلے کو قصد باطل نہ کرے اور وہاں
سے رہائش وغیرہ ختم نہ کر دے، حالانکہ مسافروں میں دوسرے وطن اقامت کو پہلے کیلئے بطل سمجھا
پس جزئیہ ہذا سے بقا نقل کا وطن اقامت کے لئے مانع بطلان ہونا ثابت ہو گیا اور یہی
مطلوب تھا۔ پس یہ دوسرے وطن اقامت سے اندر ہی صورت پہلا وطن اقامت باطل
نہیں ہوتا ایسے ہی سفر سے بھی باطل نہیں ہوگا کیونکہ جو مقتضی اور وجہ مانع میں دونوں برابر ہو
(مسافروں کے اطلاق کے اعتبار سے دیکھیں) دوسرا وطن اقامت بنا لینا مقتضی بطلان ہے
اور جزئیہ تعقید کے اعتبار سے بقا نقل مانع بطلان ہوا، اسی طرح عذر میں سفر شرعی کو مقتضی
اور بقا نقل مانع بطلان۔

یعین کے بارے میں بھی فقہاء نے اسی امر کو معنی قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شہر
میں نہ رہنے کی قسم کھائے تو شہر سے بعض چلے جانا ترجیح کے لئے کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے

ماتعمد عود کا عزم ہونا بھی ضروری ہے اور اگر واپس نہ نیکی ارادہ سے غیبی ہے تو اس سفر کے باوجود شہر مذکور کے اعتبار سے اسکی سکونت کو باقی تصور کیا جائیگا گو وہ وہاں موجود نہ ہو بلکہ صاحب شہر نے اس پر یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ بالی جتوں سمیت چلا جائے تو حسرت سے پچھکارے نہیں۔ گوری وغیرہ نے اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں البتہ عزم عدم عود لازمی ہے۔

نظر الکاثر والبیحر: لایسکن ہذا الدار والبیث او المحلة فخرج وبقی متاعہ واصلہ
 حنفیہ لانتہایبدا ساکناً ببقاعہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 کا المحلة لانتہایبدا ساکناً ببقاعہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 لدی من باقی وصفت لانتہایبدا ساکناً فی الذریعۃ المتصلۃ بالمدینۃ لا یتوقف الیوم علی نقل المتاع ولا لہل علی
 فی مخرجہ المخرج فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 ان یجوز فی الذریعۃ کوفۃ یقل ساکناً مطلقاً فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 اما فی مخرجہ مطلقاً فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 کذا نوابت المرأة الذی (بجرح ۳ ج ۳) وکذا فی النصاب (۳ ج ۳) وصلاۃ نوابت المرأة
 ابن النفل وقبیلہ وخبرہ وعودیہ (راقی قولہ) لویجوز (بجرح ۳ ج ۳) وکذا
 فی الشاہدہ ۳ ج ۳

* دوسرے موعودانیہ کی قید سے معلوم ہوا کہ بیوی اسی شہر میں چھوڑ کر نہایت واپسی اگر شہر سے چلا گیا تو عاقبت ہو جائیگا۔ اور لایسکن ہذا المخرج سے صاف ہی نہیں تصور کیا جائیگا بلکہ اسکی سابقہ سکونت و اقامت کو باقی سمجھا جائیگا۔ سکونت اور اقامت تحریری دونوں کا مصداق تقریباً یکساں ہی ہے جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ فی الوقعات لایسکن فی مخرجہ مطلقاً مطلقاً فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 فی مخرجہ مطلقاً فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ
 اربعۃ عشر یوماً لایسکن فی مخرجہ مطلقاً فی مخرجہ اہلہ ومتاعہ فیہا عرفی (راقی ابن قالہ) فہما بالمشافہۃ والسکۃ

اور صاحب تہذیب الدلیل کے کلام سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک باشندہ جب کسی شہر سے سفر پر جائے اور اسکی بیوی بچے واپس ہوں اور واپس کا ارادہ بھی ہو تو شہر میں اسکی سکونت باقی تصور کی جائیگی تو جیسے اس صورت میں سکونت کو باقی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ایسی صورت میں اقامت کو بھی باقی سمجھا جائیگا تاکہ اقامت و سکونت میں جیسے حدوث مساوات ہے ایسے ہی زیادہ بھی مساوات باقی رہ سکے۔

واضح رہے کہ بقاؤ نقل سے یہ مراد ہے کہ مسلمان یہ اس کا قبضہ بھی باقی ہو اور اگر کسی کے پاس مسلمان ودیعت لکھ دیا یا کسی کو عاریت پر دیدیا تو اس مسلمان کا بقاؤ موجب بقاؤ اقامت و سکون نہیں ہوگا۔ کہایدان علیہ قولہ حمد الالہ حفظہ لایسا کن، خلافاً فانہ کان ساکناً معہ فان اخذ فی النقلۃ وحمی مکنتہ والاحسنہ قالہ محمد فان کان وہیب لم یستاعده وقبضہ منہ وخرجه من مساعیہ ولبس من رأی العود فلبس بمساکنہ وکذا لک الی وودعه (مشکوٰۃ او اعلیٰ فی شہر خروج لا یومد العود الی مشکوٰۃ ص ۲۴)

پس صورتِ مسئلہ میں ذیہ سفر کے بعد جب بھی وطنِ ممان پہنچے گا خود بخود مقیم تصور ہوگا اور نادر پوری پڑھے گا۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موضعِ اشتباہ میں اقام لازم ہے۔ مزید یہ کہ وطنِ اقامت کا جہاں بروی بچے موجود ہوں محض عارضی سفر سے باطل نہ ہوتا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ عارضی سفر سے واپسی پر بلا تجدید نیت اقامت اسکا مسافر رہنا بعید ہے اور یہ سب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کی سابقہ اقامت کو باقی سمجھا جائے۔ اگر سفر سے وطنِ اقامت باطل ہو گیا ہو تا تو شخص ہمیشہ مسافر رہتا تا وقتیکہ پندرہ روز ٹھہرنے کی جدو نیت نہ کر لیتا تو مصلیٰ ہو کر محض سفر سے وطنِ اقامت باطل نہیں ہوتا، فقط واللہ اعلم

عبد الستار نائب مفتی خیر المذاہب مسلمان ۹۶

الجواب باسم ملہی التصواب

بندہ کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے۔ کچھ عرضہ قبل اسی مسئلہ سے متعلق خیر المذاہب مسلمان اور قاسم العلوم ممان کے متضاد جوابات خیر المذاہب کی طرف سے بندہ کے پاس بھیجے گئے تھے اس وقت بھی مانتیں کے دلائل بر غور کرنے کے بعد بندہ نے خیر المذاہب کے جواب کو ضعیف قرار دیا تھا اور اس کے مطابق فیصلہ لکھا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

رشید احمد

شارِ شہزادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۶ھ

اس تحقیق کے خلاف ایک تحریر کا جواب تحریر میں ہے
بعض حضرات والہ نے اس جواب کی اشاعت سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت کی تحریر کا ٹکس یہ ہے:
مفسر دارالاحکام کی تحریر ۱۰ جو جواب یہاں سے لکھا تھا اسنے مسترح نہ کر رہا

باب الحجۃ والعیین

غیر خطیب جمعہ پڑھا سکتا ہے :

سوال : ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھائے درود پڑھ کر خطبہ پڑھے اس کے لئے کیا

حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب : ومنہ الصدق والصواب

جائز ہے بشرطیکہ نماز پڑھانے والا خطیب میں حاضر ہوا ہو خواہ کل میں یا بعض میں
و اذا علمت جواز الاستغناء عن الخطبة والصلوة مطلقا بعد رد بغیر مذبح حال المحضرة والعيبة
وجواز الاستغناء عن الصلوة دون الخطبة وعكسها فاعلم ان الاصل في حديثنا كون
الخطبة قد شمل الخطبة وبعضها مع اهل بيته للاقتداء به (شامية ۳) فخطب الله تعالى الله
۳۶ ذی قعدہ سنہ ۱۰۷۰ھ

معدود ظہر پڑھ کر جمعہ میں شریک ہو گیا :

سوال : اگر شخص پر جمعہ فرض نہیں مثلاً مسافر، مریض وغیرہ اس نے اگر فرض ظہر کی نماز ادا کر کے
کے بعد جمعہ میں شریک ہو کر جمعہ کی نماز بھی پڑھ لی تو کچھ حرج تو نہیں ؟ اگر اس کا یہ فعل صحیح ہے تو فرض
ظہر کی نماز ہوئی اور جمعہ کی رو رکعتیں نفل ہوئیں یا کہ جمعہ کا فرض ہو ۔ یہ اور ظہر کی نماز نفل
ہو گئی ؟ بینوا توجروا

الجواب : باسمہم الصواب

جمعہ کے لئے عسوة بختمی ہی اس پر جمعہ فرض ہو گیا اور ظہر کی نماز نفل ہو گئی ، پھر جمعہ میں
جمعہ کی نماز پڑھ لی تو ظہر کے فرض اور جمعہ کی دو رکعت متحرکہ درود پڑھے ، فقط الله تعالى اعلم
۲۰ محرم سنہ ۱۰۷۰ھ

جمعہ فاسد ہو جائے تو دوبارہ پڑھنا فرض ہوگا :

سوال : جمعہ فاسد ہو جائے تو دوبارہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : ومنہ الصدق والصواب

دوبارہ پڑھنا فرض ہے ، قالہ فرمہ شرح الصدور پر خطبہ جب ختم الفتنہ وصلی جلد

وفی الشامیۃ تحتہ (قوله جاز) ای ولا یجوز الغسل فاصلاً لاند، منہ اعمال الصلوٰۃ وکن
الاولیٰ اعادتها کما لو تطوع بعدھا الاصل الجمعة او فسدت بتذکرۃ فائتہ فیہا کما فی
البحر (شامیۃ ۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ رزی قیدہ سنہ ۱۴۰۴ھ

خطبہ جمعہ میں زیادہ فصل ہو جائے تو اعادہ خطبہ لازم ہے :

سوال : جمعہ اور خطبہ کے درمیان فصل ہو جائے تو کیا خطبہ کا اعادہ ضروری ہوگا ؟
بیجا قویروا

الجواب ہے ومنہ الصدق والصواب

خطبہ جمعہ میں مستندہ فصل ہو جانے سے اعادہ خطبہ ضروری ہے، منافقہ الشامیۃ
(قوله والخاصہ کوئی قبیلہ) ای بلا فاصلہ کثیر (رد المحتار بیان شروط صحتہ الجمعہ)
وايضاً قال فی شرح التنویر ولو خطبہ جنباً ثم اغتسل وعلیٰ جاز ولو فصل باجنبت فائت
طالے بانہ رحمہ لیسیم تغذیۃ او جامع واغتسل استقبل خلاصۃ ای لزوماً بطلان
الخطبۃ، سرام دفعہ الشامیۃ (قوله جاز) ای ولا یجوز الغسل فاصلاً لاند منہ اعمال الصلوٰۃ
ولکن الاولیٰ اعادتها کما لو تطوع بعدھا الاصل الجمعة او فسدت بتذکرۃ فائتہ فیہا کما فی
البحر (شامیۃ ۱۳) وایضاً فی شرح التنویر ویکو الفصل بامرالدیا، دفعہ الشامیۃ اما بھی
عنہ مشکوٰۃ وامر معروف فلا ینکر ابو ضو او غسلہ لو ظہر انہ محدث او جنبہ کما مر بخلاف
الکون (وشرعہ حق) لو طال الفصل استأنف الخطبۃ کما مرنا فافهم (رد المحتار ج ۱ ص ۱۷۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵ رزی قیدہ سنہ ۱۴۰۴ھ

جیل میں جمعہ پڑھنے کا حکم :

سوال : قیدیوں کے لئے جیل میں جمعہ پڑھا جائز ہے یا نہیں ؟ بیجا ابالبرہان
توجروا عند الرحمن

الجواب ہے ومنہ الصدق والصواب

اگر حکومت کی طرف سے جیل میں جمعہ پڑھنے کی اجازت ہو تو حارات ذیل سے جواز
معلوم ہوتا ہے ۔

فی شرح التنویر فی شروط صحتہ الجمعۃ والصلوات الاولیٰ العام (ای قولہ) فلا یصلون

بابہ القلعة عند ولادة قدیمة لانه الاذن العام مقره لاهله وغلقه لمن العدوك
المصلح في الشايعية تحت (قوله او قصوا) قلته ومنه ان يكون محل النزاع ما اذا
كانت لا تقوم الا في محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التغيب كما افاده
التعليق تأمل (رد المحتار ۱۳) فقط والله تعالى اعلم

۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۰ھ

ایک شہر میں متعدد جنگ جہاد ہے :

سوال : محقق مذہب پر ایک ہی شہر میں متعدد مقامات پر جہاد نہ کرنا جائز ہے

یا نہیں ! بیعت تینوں

الجواب ہے وسماع الصلوة والصواب

جائز ہے ، البتہ حق الامکان ایک مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کرنا چاہیے ،
قال فی شرح الفوسیر نفوذی فی معبر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعلى
الفتوى وعلى في الشامية وجماعة كولا انهم مائة البنا انهم من ان ظاهرا الرواية جوازها
في موضعين لانه اعم عليه الاعتماد فان المذهب الجواز مطلقا (رد المحتار ۱۳)

فقط والله تعالى اعلم

دار ذی القعدة سنہ ۱۳۰۰ھ

خطبہ میں حاضرین درود شریف نہ پڑھیں :

سوال : کیا قلمی علماء دین اس بابہ میں کہ خطیب آیت اربعہ اللہ و ملائکتہ
بصلوات علی النبی والا پڑھتا ہے لوگ کہ ازینہ درود شریف پڑھتے ہیں ، ایسے ہی کلمات
دعا پر آمین کہتے ہیں ، کیا یہ فعلی مشرعا درست ہے ؟ اور اگر آہستہ کہا جائے تو جائز ہے
یا نہیں ! بیعت تینوں

الجواب ہے وسماع الصلوة والصواب

زبان سے پڑھنا جائز نہیں دل میں پڑھ سکتے ہیں ۔ قال فی التذکرۃ اذا خرج الامام
فلا صلوة ولا کلام الا نالها وکل ما حرم فی الصلوة حرم فیها بلا فرق بینه و قریبہ و
بعید او فی الشرح فی حرم الکلام و شرب و کلام و لیسیم الا و سلام او امر معروفہ بل عیب
علیہ ان یسلم و یکبت و کانہ ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ منظر فی کتابہ و صحیحہ و الا لکن انہ

لا یأمر بالذبح یشتر یؤامہ او یبدلہ عند ذویہ منکر والصواب ان یصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسم فی عقبہ اور فی الشامیۃ ہی بان یسم نفسه اور یسمی الخمرۃ فانما یخبر فیروہ۔ وعن ابن یوسف رحمہ اللہ تعذر قلب ایتماراً لا یروی الإخصائے والصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر الکوفیۃ فہست فی قبیل باب الاسماء وانصرف فی مخرجہ عن الاخیار حیثہ قالہ ولم یظن بہ لانه تدور فی غیرہذا المجالہ والسماع ینفوت (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷) فقط والله تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۴ ریح الاول سنہ ۱۰۸۵ھ

جمعہ کی اذان اول کے بعد بیچ و شرا ناجائز ہے :

سوال : جمعہ کی اذان اول کے بعد بیچ و شرا کا کیا حکم ہے ؟ بیٹو اتوجہ

الجواب : باسیر ملہم الصواب

جمعہ کی اذان اول کے بعد بیچ و شرا مکروہ تحریمی ہے ، اسی بیچ سے توبہ اور اس کا فسخ و اذان واجب ہے قضاء نہیں ، بیچ فاسد قضاء بھی واجب نہیں ہوتا ہے ، آجکل نماز جمعہ سے قبل تقریباً دستور ہو گیا ہے کہ بیچ سے اذان اول اور خطبہ کے درمیان بہت وقفہ رکھا جاتا ہے اسکی وجہ سے جو لوگ اذان اول سن کر فوراً جمعہ کی تیاری میں مشغول نہیں ہوتے ، انکے اس گناہ کا سبب مسجد کی مشغلہ پر پہنچنے کی مشغلہ بھی سخت گنہگار ہوگی مشغلہ پر لازم ہے کہ اذان اول و خطبہ کے درمیان زیادہ فصل نہ رکھیں ، قلنا فی التنبیہ وکرہ البیع عند الإذائۃ الاولیٰ ، وفی الشامیۃ معزایہ الفہم عن النبی انہ فیسجد واجب علی کل مسلم ایضاً صوباً لہما عنہ الماحظون علیہ مشی المتأخر فی آخر الیلہ ویاتی تاملہ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷) وقولہ من عابدینہ وقلنا فی آخر الیلہ جوازہ عن قولہ قلنا ویکن التوفیق یوجہ بیچہ ما بعدہ بمجلاۃ البیع الفاسد فانما فیہ اصراً علیہ فیسجد العاصی جملاً علیہ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷) فقط والله تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۴ ریح الاول سنہ ۱۰۸۵ھ

عید میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے :

سوال : سنا گیا ہے کہ نماز عید میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے ،

کیا یہ صحیح ہے ؟ حوالہ تحریر فرمائیں ، بیٹو اتوجہ

الجواب : ومنہ الصلوۃ والصواب

یہ قول صحیح ہے ، قال فی وجوب الصلوۃ من شرم التنبیہ وکبروات العیدین فکان الحدیث

وکتب رکوع رکعت الثانیۃ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷) فقط والله تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۴ ریح الاول سنہ ۱۰۸۵ھ

نماز عید یا خطبہ کے بعد دعا مانگنا؛

سوال :- نماز عید یا خطبہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے یا نہیں! بیوقوفو جروا،

الْحَوَاسِبُ وَمِنْهُ الْعَصْنَةُ وَالصَّوَابُ

خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں نماز عید کے بعد شہادت دینا کیلئے ۱۰ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

① (روی البخاری رحمہ اللہ ترمذی عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کانوا یخرجون من المسجد یوم النحر فخرجوا من تحتها حتی یتخرجوا فیکونون منکبیرهم ویدعون بنی حاتم یمرجون بیکة ذلک الیوم وطمعتمہم (ص ۱۳۲ ج ۱)۔
وفی رواية فیہم من جماعۃ المسلمین ودعوتهم (ص ۱۳۲ ج ۱)۔ وعن النضر بن زید رحمہ اللہ ترمذی عن دعوة المسلمین (ص ۱۰۲)

② عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ القدر نزل جبریل علیہ السلام فی کیکبۃ من تمۃ ککۃ یصلون علی کل عبد قائم او نائم یذکرونہ عزوجل فاذا کان یوم عیدہم یعنی یوم فطرہم یاہی ہم ملائکتہ فقال یا ملائکتی ماجر لو اجیر فی ہملہ قالوا سا جزاؤہ ان یونی اجرہ قال ملائکتی عبدی واما انی فعتوا فونی فی عیدہم یمرجون الخ یعنی الی الی ما و عزری وجعلانی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجلہم فیقول ارجعوا قد غفرت ذکرم و بذلت سبیلکم حسنات قال فخرجون مغفوراً لہم رواہ الترمذی فی شعبہ الاحیاء (مشکوۃ ص ۱۰۴)

ان حدیثوں سے استدلال نہیں کیا گیا ہے اور احتجاج الہ نادر بعد الصلوات کے لیے ہیں اذ قال بھی برین و غیرہ دس ہے کہ نماز عید کے بعد متصل بلا فصل خطبہ ہے، علاوہ ازیں خطبہ بھی دعا ہی ہے، مزید بریں نماز عید کے بعد دعا میں مذکور ذیل دعائیں بھی شامل کر دی گئی ہیں!

① دعا کا التزام اور تارک پر تحریر شدہ اس سے تو درستہ بھی واجب التکرار ہو جاتا ہے۔

② دفع الیہین کا التزام۔ دعا بعد النوافل میں احتجاج فیع الیہین متفق علیہ ہے اور دعا بعد النوافل میں مختلف فیہ عدم ثبوت (۱) ہے جس کی تحصیل تمنا احسن الفتاویٰ میں ہے، تاہنہ حکم ذالقیحہ۔

③ جہر اور اس کا ایسا التزام کہ کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔

④ اجتماعیت اور اس کا التزام نمبر ۳ سے بھی زیادہ۔

⑤ استقام بالوام: جو اس کا التزام۔ اسی پر شدت بھی ادیر کے نمبروں سے کم نہیں۔

وجہ منکرہ کی بناء پر اس دُعا سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹. در رمضان مسجده

نمازِ عید میں تکبیرِ تہیوت گئی:

سوال: ہمارے ہوا (عید کی نماز میں ایک تکبیر عجیب گنتی) تو نماز پڑھنی یا نہیں؟ اور اگر

مقدمہ تکبیر کہنا بھول جاتے تو اس کی نماز ہموں یا ہمیں؟ مینو: حق حرم!

الجواب باسم من العلم الصواب

مقتدی کی ٹکیر جھوٹ گئی تو ذکرِ کرم میں بھجیر نہ کہے، اہل تشیع کے بعد امام کے ذکرِ کرم سے قبل

مفتدی و تکیرات کا موقع نہ ملا تو رگور سے قبل یگیریں کہے، اگر یگیریں کا سبب قیام نہ کہنے سے

خطوہ جو کہ امام رکوع سے اٹھ جائیگا تو رکوع میں جا کر تسبیحات کی بجائے ٹھیکری کہے اگر ٹھیکری کے

لئے ہاتھ نہ اٹھائے، اگر تکبیر پڑی کرنے سے قبل امام رکوع سے اٹھ گیا تو باقی تکبیریں ساقط

موسم

امام سے پہلی رکعت کی تکبیر چھوٹ گئی اور فاتحہ و سورۃ سے فراغت کے بعد با آواز یا درمیری رکعت

کی نگہیں کو رخ میں یاد آئی، تو اب بکسر نہ کہے، بلکہ سچوہ سہو سے جبر نقصانی کرے، اگر گرفت از دام کا درجے

سجدہ سہو کرنے سے غازی میں غفلت کا اندیشہ ہوتا تو مسجدہ مسعودی معاف ہوا اگر امام تکبر سے لئے رکوع چھوڑ دے

قیام کی طرف فرست آیا تو ایکس قول برتنوں خاسر ہو گئی، مگر عہد خساد راج ہے، بیتہ اس صورت میں کرنا

درد بردہ نہ کرتے ورد نماز واجبۃً علیہم، اگر صورت پردہ کرنے سے قبل تکبیر بار آگئی تو تکبیر میں

فان محمد رسول رب العالمين اذ يحدّث سحر كرم، وذكور بن عابد بن، وحصه الله تعالى في وجوب عادات

التجارة أشكالاً ثم نقلها إلى أغراضها فطرح د.

و عرب لغاهو مع منقحه اشعاره بر معارف مع و فی الذی عن الحیاط ان یذکر ان الامام علیہ السلام

فإنكم من الناجية والمرحى منهم في صلواتي وألهم الله أئمة الغزاة كبر وأعاد الله دولة المؤمنين

١٠٠٠

کرمی رنگا موقع خوب ایلدو و بیتمس اجناسالار یازمچ کر لیا شولار و ون یخدا و زونیم جرون مین خیر شولار

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ نَفْسٌ مِثْلُ نَفْسِي فِي حَقِّهِ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِن كَانَتِ الْفَتْحُ فَهُوَ لِلَّهِ وَالْكَافَّةُ لِلرَّسُولِ وَكَأَنَّهُ يَكْفِيكَ نَفْسِي وَإِن كَانَ الْقِتَالُ فَهُوَ لِي وَالْكَافَّةُ لِلرَّسُولِ وَكَأَنَّهُ يَكْفِيكَ نَفْسِي وَإِن كَانَ الْقِتَالُ فَهُوَ لِي وَالْكَافَّةُ لِلرَّسُولِ وَكَأَنَّهُ يَكْفِيكَ نَفْسِي

[illegible]

ہر سال ہر سالوں میں جو عورتیں بچے کو جنم دیتی ہیں، ان کے ہر ایک سے پہلے اس کی جانچ کر لی جاتی ہے کہ وہ صحت مند اور تندرست ہو۔

مدد الخاتمہ والسرور میں سورت سے یہی مقدار مراد ہے، وهو معروف فی كلام الفقہاء
رحمہم اللہ تعالیٰ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۵۰ رزی الحج ۱۳۸۵ھ

اذان اول کے بعد کھانا :

سوال : جمعہ کی اول اذان کے بعد کھانا وغیرہ کھانا کی وجہ سے کھانا کھانے کے بعد کھانا کھانا
ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب باسمہم الصواب

اگر کھانے کی غیبت غاب ہو اور نماز سے فراغت تک کھانا یہ لذت پر جانے کا خطرہ ہو تو کھانا کھانا
ہے بشرطیکہ غیبت کا اندیشہ نہ ہو، تاکہ فی الخلافۃ مع الذیاء وهو یا کفرکہ ان خلاف لذت جمعہ کا مکتوبہ لا
جامعہ فی الشامیۃ والا کل ای الذی تمیل الیہ نفسہ ویمات ذہاب لذتہ عذوقی ترک الجائعہ کا مکتوبہ
ہاں لکن شکل حاضر صمد وجوب یسأل الی الجبۃ بالاذان لافاقہ ترکہ فیج ولومانی واللہ اعلم علی ما فی
الصحیح (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

وقال الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱) لکن شکل حاضر صمد وجوب یسأل الی الجبۃ بالاذان لافاقہ ترکہ فیج ولومانی واللہ اعلم علی ما فی
بندہ الخاتمہ والسرور (۲) لکن شکل حاضر صمد وجوب یسأل الی الجبۃ بالاذان لافاقہ ترکہ فیج ولومانی واللہ اعلم علی ما فی
بال الصلی لکن حذر فی سقوط واجب الصلی اذا لاقی بین واجب وواجب بخلاف ما اذا خلت فی
الجمعیۃ ان الوقت لغوات الغریب لا الواجب (التحریر المختار ص ۱۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۹، جاوی الاولیٰ

اذان جمعہ کے بعد مسافر کے لئے فریدہ و فروخت :

سوال : جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لئے فریدہ و فروخت یا ہونے میں کھانا کھانا یا ہونے میں
جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب باسمہم الصواب

فی فقہ جائز ہے مگر عمدتاً نہایت ہے بچنے کے لئے امتراز واجب ہے، کسی کو کہ معلوم کرے مسافر ہے
فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ

جمعہ کی طرف جلتے ہوئے بیچ و شمار :

سوال : جمعہ کی اذان اول کے بعد نماز جمعہ کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں بیچ و شمار
چلنے کی قسم کھانی سوا کر سکتے ہیں ؟ بینوا تو جروا

الجواب باسمہم العتواب

اس میں اختلاف ہے، عدم جواز رائج و موطوع ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۔ شرعی مسئلہ

بکمال خطیب اشارہ سے نبی عن المنکر جائز ہے :

سوال : خطیب شروع ہوئے کے بعد اگر کوئی شخص منکر کی نیت باز رہا ہے تو اس کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یتقوا لعلکم

الجواب باسمہم العتواب

حالت خطبہ میں زبان سے نبی عن المنکر جائز نہیں، اشارہ سے جائز کہ فرقہ ہے، یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے، خطیب پر زبانی سے بھی نبی عن المنکر فرقہ ہے، لہذا خطیب کی کوششیں بڑھنے پر کاہلہ دیکھ کر تو اس کو زبان سے تنبیہ کرے ورنہ تنبیہ اشارہ سے منع کریں، قتال فی العلائق والامم لا باس بان یستجوب فیہ۔ اویۃ عند دوقیہ منکر (مدونہ تاریخ ۱۳۰۹ھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۔ ہر ذی الحجۃ مسئلہ

گراہت بیع کے لئے اذانِ محمد معتبر ہے :

سوال : جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید و فروخت اور دو ستر کلام ناجائز ہو جاتے ہیں، اگر کوئی مسجد سے غفلت و غور میں اذانِ مسنان دے تو خرید و فروخت وغیرہ کس وقت ناجائز ہوگا؟ سب سے پہلی اذان پر یا آخری پر ؟ یتقوا لعلکم

الجواب باسمہم العتواب

اس سے متعلق کوئی مرتبہ فرقہ اس نے نہیں دیا کہ پہلے زمانے میں پورے شہر میں صرف ایک ہی جگہ جمع ہوتا تھا، لہذا اس کو عام نمازوں کی اذان پر کیا سن کر یا جاتے گا، عام اذان کی اجابت بالزمان میں اذانِ اذان کا اعتبار ہے اور اجابت بالقہم میں اذانِ محمد کا اعتبار ہے، اس سے ثابت ہو گا کہ جو بیع علی الائمہ و گراہت بیع میں سب سے پہلی اذان معتبر ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰۔ ہر ذی الحجۃ مسئلہ

خطبہ سے قبل ستر اتھوڑ مسنون ہے :

سوال : اذان دینے سے قبل یا خطبہ پڑھنے سے قبل یا بعد کہنے سے قبل خدا کی حمد میں دعا کہنے سے قبل جو خطبہ پڑھا جائے گا اس سے قبل آہستہ آہستہ یا جہرا ائوۃ کا اللہ اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہانگیر سے جاز ہے یا نہیں آتی ہو جو

الجواب یا صرح مشہور الصواب

خطیب جمعہ سے قبل صرف اعراس ستر پڑھے، صرف خطبہ اولیٰ سے قبل، بقیہ اعراس میں ہو جائے
یا ہم اعراس میں نہیں، قال فی العلائق ویدد أبا النعمان مؤلف، وقال ابن حلیہ بن روح اللہ تعالیٰ
فی قبل الخطبة الأولى (رد المحتار ج ۱) فقط والله تعالیٰ اعلم۔

در سوال مشہور

نماز عید کے لئے شہر سے باہر نکلنا سنت ہے :

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و محدثین کہ نماز عیدین عیدین کی جگہ میں ہو جس میں سونے
سوا کو بیوں کا اجتماع ہوتا ہو، بلکہ اہمیت و رتبہ سے یا اس اجتماع عید کے بارے میں مشہور تعلیم اجتماع
مطلوب ہے ؟ اور اس اجتماع کی کیا حد ہے، نیز کیا عید گاہ کا قصد شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے اگر
مطلوب شرعی ہے تو پھر موجود موت میں نماز شہر کی غائب کوئی کئی عید گاہ و حدود شہر سے باہر نہیں ہو کر
آجکل آبادی میں نماز کی وجہ سے مشہور طرف سے چاہا جائے یا نہ ہو بلکہ اصل چکا ہے براہ کرم اس مسئلہ
کو تفصیل سے درج فرمادیں کہ عیدین کی کج رہائی فرمائی ہو جو خود

الجواب یا صرح مشہور الصواب

عید گاہ شہر سے باہر ہونا سنت و کدہ ہے، کیونکہ حضور علیہ السلام عیدین کی نماز ہمیشہ باہر
اور فرماتے تھے، بلکہ حضورین کو بھی ساتھ لے جانے کا اہتمام فرماتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ
سے باہر تشریف نہیں لے سکے، لہذا وہ اودھ و فی سبب اس لئے اصل حکم یہ ہے کہ عید کے لئے شہر سے
باہر ایک ہی جگہ اجتماع معلوم ہو اس میں شرکت اسلام کا مظاہرہ ہی ہے، مگر بڑے شہروں سے باہر نکلنا مشکل ہے،
اسی لئے شہر کے اندر بیٹے میدان میں یا وقت ضرورت مسجد میں اور کجا بلکہ اہمیت و رتبہ سے لیکن ان کا اہتمام
ہے کہ ہر نماز میں جو شہر سے اجتماع کی بجائے ایک مقام پر جمع ہونے کی کوشش کی جائے، قال فی
القدس والقدوس الیہا ای الجہانۃ العلیۃ العید سنتہ وان وسعہم لہم جہانۃ معہم العید، وان
التحاشیۃ قال فی الظہیریۃ وقال بعضہم لیس بسنتہ و تعارف الناس ذلک لطیف المجد و کثر
الاحرام والعیدین والاکثر انہ فی الخلاصۃ والخانیۃ السنۃ ان یخرجوا الاحرام الی الجہانۃ و
یستخلفون فیصل فی المعصوب بالضعف، وینا علی ان عیدین و موضعین جائز بالافتقار
وان لم یختلف فلذلک (رد المحتار ج ۱)، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

در ذیل بحث مجرب

منبر کے درجات :

سوال : منبر کے درجے کتنے ہیں؟ کیا زیادہ کے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ یتواخر جروا

الجواب باسم اللہ الصواب

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجات تھے اس سے موافقت اولیٰ ہے اور کسی روز اذان بھی پڑھتا ہے۔ قال ابن عابد بن محمد: انہ تعالیٰ و نعوذ علی اللہ علیہ وسلم کا ثلاثہ جو حق تعالیٰ جہاد بالروح (روح المعانی ص ۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۶ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ

نماز عید سے قبل فجر کی قضا جائز ہے :

سوال : عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ مگر کسی کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو عید سے پہلے فجر کی فرض سے سنت قضا کر سکتا ہے یا نہیں؟ یتواخر جروا

الجواب باسم اللہ الصواب

جائز ہے مگر عمر بن خنیسؓ پڑھے تاکر دیکھنے والوں کو بیگمانی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۵ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ

عید میں پڑھی ہوئی قوا میں زوال کے بعد نفل جائز ہے :

سوال : ہمیشہ زیور میں ہے کہ جہاں عید کی نماز ہو وہاں عید سے قبل اور بعد نفل نماز کر دے۔ مگر اگر عید میں عید کی نماز پڑھی ہو تو قوا میں نفل نماز سے پہلے نفل اور عید کی چار سنت نیز کچھ پڑھنا نماز اس مسجد میں کر دے یا باکر بہت جائز ہوں گے؟ یتواخر جروا

الجواب باسم اللہ الصواب

عید کا وہاں کرنا عید کا اہم کام ہے۔ سو کہ نماز عید پڑھنا اہم کا وہاں نہ ہو اور نماز عید کا وقت زوال تک ہے۔ اس لئے زوال کے بعد اس مسجد میں نماز نفل مکروہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۵ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ

کارخانہ میں جمعہ پڑھنا :

سوال : کارخانہ میں ایک مسجد ہے جس میں بعد کی نماز پڑھتی ہے اور غیر پانچ وقتی نماز میں سے غیر عید کا عہدہ پڑھتی ہے کیونکہ دو وقت کے سوا لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ باقی دن میں جو کچھ وغیرہ کچھ نماز پڑھتے ہیں۔ کارخانہ میں سے بعض وقت نماز کے بعد پانچ لوگ بھی آتے ہیں ان میں ایک

کارخانہ نماز جمعہ کے لئے عام اجازت نہیں دیتے بلکہ صرف اس کا رخاؤ کے اندر وہی لوگوں کے لئے اجازت ہے اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بیوقوفوں علیہ

الجواب باسمہ ملہمہ الصواب

یہاں چوروں سے حفاظت مقصود ہے نمازیوں کو روکنا مقصود نہیں، نیز برونی کو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں، لہذا اذن عام نہ پڑنا صحبت جمعہ میں نکل نہیں، اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے، قانونی اذین تحت شروط الجمعة والسابع الاذن العام من الامام وھو یحصل بتعمد جاب الخاص للواوین کافی، فلا یقوی علی باب القطعة لعدم اولیاء وقد یرد لان الاذن العام مقصور لاهلہ وغیرہ منع العدول المسئل لعدم یلیق لکن اس کا کافی جمیع الامور، وفي التامیة تحت قوله (ووضو) قلت ویستثنی ان یکون محل النزاع ما اذا كانت لثقتا لا فی محل واحد اما لو تمسکت ذلک لانه لا یحقق التوفیق کا اذنا والتطیل ناقض (مراد المحتار ص ۱۶۹) فقط والله تعالی اعلم

در جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

بوقت خطبہ سنتیں پڑھنا جائز نہیں :

سوال : جمعہ کی نماز ہو رہی ہے بکڑے سنتوں کی نیت ہانہ لی اس سے ایک رکعت نکل جائے یا نہ، دونوں صورتوں میں بکر جائے ہوگا یا نہیں؟ بیوقوفوں علیہ

الجواب باسمہ ملہمہ الصواب

ایسی حالت میں سنتیں مشرور کرنا جائز نہیں بلکہ جب غیب میں پڑ جائے کے لئے اسی وقت سے ہر قسم کی نماز اور کلام ناجائز ہے، البتہ اگر کسی سے قبل سنتیں شروع کر چکا ہو تو وہ رکعتوں پر سلام جمع کرے اور اگر کسی رکعت میں مشرور ہو چکا ہو تو پھر وہ رکعت پوری کر لے، حالت غیب میں سنتیں شروع کرنا گناہ ہے، تو یہ کرے اور بعد میں اعادہ کرے۔ فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

اذان ثانی کے بعد گھر میں بھی سنتیں پڑھنا جائز نہیں :

سوال : اگر کوئی جمعہ کی اذان ثانی کے وقت اپنے گھر میں چار سنتیں پڑھے اور پھر حلیمہ منکر ہو جائے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی یہ سنتیں ہلکی یا نہیں؟ بیوقوفوں علیہ

الجواب باسمہ ملہمہ الصواب

اذان ثانی کے بعد گھر میں بھی سنتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یہ سنتیں بطریق غیر مشروع والگ کی ہیں

اس لئے قاعدہ کا منتقل یہ ہے کہ فرض جمع کے بعد کی چار رکعات پڑھنے کے بعد قبلہ سنتیں دوبارہ پڑھے
لا یجب قضاء التفل المؤدی فی الوقت المکروه لانه کما التفرع بحکات السنة المکروه فانه
ما موباد انما فی وقت مشروع فکون اعادتها، فقط والله تعالی اعلم۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

بوقت خطبہ گھڑی میں چالی وینا جائز نہیں :

سوال : خطبہ جمعہ پورا ہے، اسی دوران گھڑی میں چالی وینا اور خطبہ میں غیال رہے تو
جائز ہے یا نہیں ؟ بیوقوف ہو جا۔

الجواب باسم ملہم الضواب

جائز نہیں، قال فی التذوید کل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا رد الخطاء (۱) فقط والله تعالی اعلم
۱۶ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ

ایسے مقام کا حکم جی کا شہر ہونا مستحب ہو :

سوال : جہاں شگ ہو کہ نماز جمعہ پڑھتی ہے یا نہیں وہاں نماز جمعہ کے بعد چار رکعت ہجرت
الظہر پڑھیں یا جمعہ پڑھیں ؟ بیوقوف ہو جا۔

الجواب باسم ملہم الضواب

صحیح جمعہ کے لئے شہر یا قصبہ شرط ہے، جب تک وجود شرط متیقن نہ ہو جمعہ صحیح نہ ہوگا،
لہذا ایسے موضع میں جمعہ نہ پڑھا جائے، البتہ اگر پچھلے جمعہ میں جمعہ جاری ہے تو شریک ہو جائے اور بعد میں
استیلاء نظر پڑھے، مگر قوام کو نہ بتایا جائے، صرف شخص اس امتیاز پر عمل کریں فقط والله تعالی اعلم
۵ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

خطبہ و اقامت کے درمیان مسئلہ بتانا :

سوال : بعد خطبہ شیعہ یا قبل اقامت صلوۃ امام کے لئے کوئی مسئلہ بیان کرنا یا وعظ و
نصیحت کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کراہت یا مکراہت ؟ بیوقوف ہو جا۔

الجواب باسم ملہم الضواب

مختصر طور پر کوئی مسئلہ بتانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جائز ہے، طریقہ و عنوان جائز نہیں،
قال فی شرح التذوید فاذا اتم اقامت و بکرا النعل بامر الدیناء کوہ العین، و فی التامیہ لانا ہی
من منکر او امر معروف فلا (رد المحتار صفحہ ۱۰۱) فقط والله تعالی اعلم
محررم ۱۳۸۷ھ

فتاویٰ مصر کی حد :

سوال : شہر سے ایک دو میل پر ایک گاؤں ہے جس کی آبادی سو دو سو آدمیوں کی ہے یہ بستی بے نام ہے الگ مشہور ہے، اس بستی میں عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور یہ بستی قاری میں شمار ہو گی یا نہیں ؟ اور نماز کی کھڑکی درمیان ہے ؟ یتنوا تو جودا

الجواب باسمہ علیہم السلام الصواب

یہ بستی قاری مصر میں داخل نہیں، اس لئے اس میں جمعہ وعید کی نماز جائز نہیں، قاری مصر وہ تھا کہ جو شہر کی ضروریات کے لئے متعین ہو مثلاً قریہ، کوڑاؤ، ریلے یا گھوڑ دوڑ یا جنگی مشق یا غرض اجتماع وغیرہ کے لئے میدان، بھال، اڈہ اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔ قاری کا شہر سے اتصال ضروری نہیں اور نہ ہی اس کی مسافت اور وسعت کی کوئی تحدید ہے بلکہ شہر کی حیثیت کے مطابق اس کی قاری مختلف ہو گی، قال فی العلائقہ الوفاؤہ وھو ما حولہ اتصال بہ اولیٰ کم ازوہ ابن النکال وغیرہ لاجل مصلحتہ کہ فی النورانی ذکرہ الخلل والاختلاف علی تقدیرہ بغیر نسخ ذکرہ ابو الوالی، وفی التمامیۃ والصریح احسن من التحدید لانہ لا یوجد ذلک فی کل مصر وانما هو بحسب کبر الصغر وصرۃ الزائد لعمدہ (۱) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۹ ذی القعدہ ۱۳۰۶ھ

پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھنا اور دوسرے میں پھوڑنا بدعت ہے :

سوال : خطبہ کے دوران مقتدیوں کو کسی حالت پر بیٹھنا چاہئے، ہمارے علاقہ میں بیٹھنے کی رسم یہ ہے کہ جب خطبہ پہلا خطبہ پڑھتا ہے تو مقتدی حالت تشہد میں بیٹھ کر تحت السمرۃ ملے ادا کرتے ہیں اور دوسرا خطبہ پڑھنے کے دوران حالت تشہد میں بیٹھ کر رانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں کیا ایسے بیٹھنا شریعت کے مطابق ہے یا مخالف ؟ یتنوا تو جودا

الجواب باسمہ علیہم السلام الصواب

اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہذا یہ فعل بدعت ہے، دونوں خطبوں کے دوران حالت تشہد میں بیٹھنا مستحب ہے، دونوں میں ہاتھ رانوں پر رکھے، یہ نشست مستحب ہے، ویسے جعفر پر ہے بیٹھ سکتا ہے۔ قال فی الہندیۃ اذا شہد الرجل عند الخطبۃ ان شاء جلس محبتاً لاسمہ وبقاؤہ او کما شہد لانہ لا یس بصلوۃ ہذا وحقیقۃ کما فی المعنویات، ویستحب ان یقعد فیہا کما یقعد فی الصلوۃ کذا فی سورۃ الدنایۃ (۱) وھا لکثیرہ مشہور (۲) فقط والله تعالیٰ اعلم

درجہ ۱۳۰۶ھ

عرب میں عید پڑھا کر پاکستان میں بھی پڑھا سکتا ہے :

سوال : ایک صاحب کراچی میں جامع مسجد میں غیبی ہے، وہ رمضان مبارک میں بحرین چلے جاتے ہیں اور عید بھی بحرین میں پڑھاتے ہیں لیکن پھر کراچی آتے ہیں تو رمضان شریف کے روزہ بانی بتاتے ہیں اور عید کا نماز کراچی میں بھی پڑھاتے ہیں، کیا یہ صاحب دوبارہ کراچی میں نماز عید پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
بیوقوف جواب :

الجواب باسمہ تعالیٰ

کتب فقہ میں کہ روز غیر مباح ہے، ایک عود الشمس بعد الغروب، دوسری طلال رمضان دیکھنے والے کی شہادت و ذکر دی گئی ہو، مسجد اولیٰ میں عید وقت مختلف نہیں ہے، موم عود رات ہے اور دوسری مسجد میں بالاتفاق اس شخص پر تکلیف نہیں ہے بعد عید دوسرے کے ساتھ روزہ وعید لازم ہے۔ غیر اولیٰ کا مقتضی عرب سے پاکستان آنے والے کے حق میں عدم حور رمضان وعید ہے اور غیر تالی کے پیش نظر موم وعید لازم ہے۔ بظاہر مسجد زیر بحث کی زیادہ مشابہت غیر تالی کے ساتھ معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ غروب سے تالی ہی ہے اور رؤیت طالی حقیقی، علاوہ ازیں ہر شخص کے لئے ثبوت احکام موجب اقامت کا کلیہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صومکم یوم تصومون و فطرکم یوم تفترون (سورہ البقرہ ص ۱۸۵) بھی وجوب موم وعید کو حقیقی ہے، اس لئے یہ شخص پاکستان میں آکر عید پڑھ سکتا ہے۔ معذرا! غلط فہمی کو حد کی امانت نہ کرے بلکہ بصورت اقتدار نماز عید ادا کرے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ رمضان ۱۴۲۰ھ

تشریح بھول گیا :

سوال : سفر دار ذوالحجہ گیا نہ تارخ غیر کے بعد کبیر تشریح بھول جائے تو یاد آئے پر کیا واجب ہے یا نہیں؟ بیوقوف جواب :

الجواب باسمہ تعالیٰ

واجب ہے، البتہ مانع بنا کر کوئی فعل کر یا مثلاً مسجد سے نکل گیا یا کوئی بات کر لی یا عمارت غزو کر دیا تو کبیر باطل ہو گئی اور سہواً وغروراً مکرر کیے، قبلہ سے سینہ پھر گیا تو اس میں دونوں رعایتیں ہیں اس لئے اعتقاد کبیر کر کے وقال فی العلانیۃ عتب علی فیض حسین بلا فتن منج البیاء فلو خرج من المسجد او تکلم حامداً او سہناً او اسعداً حامداً اسقط عنه التکبیر فی استیذانہ الفیلق و استان و لولہ احدث ناسیاً بعد السلام لا یصح نہ یکبر ولا یرجع للظہار فی حقہ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ محرم ۱۴۲۰ھ

اذان خطبہ کا جواب جائز نہیں :

سوال :- خطبہ کی اذان کا جواب کیسے دینا چاہئے؟ زبان سے یا دل میں ؟ ۱۔ یقیناً توجہ دے

الجواب باسمہم المصلحون

خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا جائز نہیں، بلکہ دل کی دلیں جواب دینا جائز ہے لہذا وہی ہے
علیہ السلام اذ خرج الامام خلاصۃ و الاکرام، و قال العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ و یطہر ان لا یجیب بل نہ تعالیٰ فی
الاذان یندب علی الخطیب (رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۰) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۔ صحیح روایت لای سند

عید گاہ میں نماز عید کی جماعت ثانیہ :

سوال :- ایک عید گاہ میں عید کی دو نمازیں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں، دس پندرہ آدمیوں سے نماز
عید امام سے فوت ہوئی عید گاہ میں دوسرے پہنچے، امام نماز پڑھ چکا تھا آیا یہ آدمی اپنی نماز دوبارہ اسی عید گاہ
میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ۱۔ یقیناً توجہ دے

الجواب باسمہم المصلحون

ایک عید گاہ میں عید کی نماز دوبارہ پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائیگی مگر نماز عید کی دوسری جماعت
میں جماعت ثانیہ کرنا گمراہی ہے وہ یہاں بھی ایک ایک قیامت مزد ہے کہ انتظام میں غلطی اور عوام میں تشویش
کا خطرہ ہے، اس لئے یہ لوگ عید گاہ کی بجائے کسی دوسرے مقام میں عید کی جماعت کریں، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم
۲۔ صحیح روایت لای سند

منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا سنت ہے :

سوال :- منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ منبر کے پاس کھڑا ہو کر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے کیا
اس میں کوئی قیامت ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک میں یہ اس کے بعد ہوتا
اور بعد کا خطبہ لازماً منبر پر پڑھنا تھا؟ ۱۔ یقیناً توجہ دے

الجواب باسمہم المصلحون

منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ
منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا تھا۔ قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ و من السنۃ ان یخطب علیہما علیہما
صلی اللہ علیہ وسلم و ان ینزل علی سائر الخراب فہستانی و رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۰
فقط و اللہ تعالیٰ اعلم
۲۔ صحیح روایت لای سند

اذان جمعہ ختم کیے سامنے ہونا:

سوال: جمعہ کے دن خطبے سے پہلے جواذان کی جاتی ہے اس کا عیب کے سامنے پڑھ کر یا یہ کہ اگر دائیں بائیں بھی جی ہاں کہتی ہے؟ نیز اگر پہلی صف کی ایک صف سے آگے یا پیچھے بھی جاسے تو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو فرموا:

الجواب باسمہ معلوم: المنصوب

معنی: دل کی قید کو کس نہیں آتا، البتہ کتب فقہ کے مقلد امام الذہبی، عبد الشہر اور بنی بدعیہ الطبرستانی ثابت کرتا ہے کہ نماز میں کھڑے رہنے اور ترمیم نہ پہنچنے سے وہ بہ التبتانی حیث قائم و اذا جنس انہم علی المنوارات اذان ثانیۃ میں مدینہ امین، المحدثین المستنبین للمعنی المشہور والامام وسائر قریبۃ ووسلہم اما لکن حلیۃ من اذا اذنی فی زاویۃ قائمۃ وحادۃ او صغیرۃ (جامع الرموز مشکج)، نہایت قریب ہونا صاف اور کو مستحکم نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونا:

سوال: البرواڈ میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان جنس علی المنبر اور الجمعة عن باب الجحد اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے خاص ہوئی ہے، مدوہ الزمر و فی السجۃ کی روایت کا لفظ بھی اس کو متفق ہے، اس کے درجہ اذان منبر سے قریب کہے کا امام دستور کیوں ہے؟ تحقیق سے صحیح و فرامیں، بینوا تو جودا

الجواب باسمہ معلوم: المنصوب

معنی: مدینہ امین، یعنی قریب استعمال ہوتا ہے، یعنی میں اللہ معروف اور عبادہ میں کراس کے لئے وسیلہ کی حاجت نہیں، بعد از الام لنت، نہ مر راقب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ینا ہذا اشئ و یو، ینا ہذا ای قریباً ملک (مفردات مشکج)، لہذا حدیث مذکور میں بنی بدعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں کہ اذان میں بنی بدعیہ الخلیفہ کا تو روت وصال خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگا، لفظ حدیث سے بھی ثابت ہوتے تو بھی امرت کامل قرار دیتی ہیں کے ثبوت پر بحث ہے، اس زمانہ میں مسجد بڑی بڑی وسیع نہ تھی، عمدۃ القاری مشکج ۲ میں ہے کہ مسجد کے تین دروازے تھے، صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دروازہ منبر کے سامنے تھا، دوسری اذان سے انوار میں ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کو آواز دے گا، دخلیوم الجمعہ من بار، وکان وجہہ المذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم علی المنبر فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخویش (نعمانی مشکج ۱)

اور تہن باب کو ملال باب سے تعبیر کیا معروف ہے، حامل یہ کہ اذان حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا
 کے قریب ہوئی تھی، اور سامنے کی طرف مسجد کا دروازہ بھی قریب ہی تھا کہ چونکہ اذان تو مسجد کا زیادہ کوچہ و تنہی پھر یہ
 صدائے گونج کی گاہیں تھا بلکہ مستغنی محکمہ تھا اس لئے کہ صبح کی مسجد پر حاضر ہی نہیں تھا جس میں دروازہ چھا کھا
 ہو تا تھا میں دربارہ اذان اداؤں میں ہر روز صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثرتِ ایت فی اللہ ہدف فی عہد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے تھے شاہانِ عرب و کانت الکلام قبول و تقبل و تدبر فی اللہ، فلم یکنوا
 یوشون شوقاً من ذلک، اس لئے کوئی اذان دروازہ سے بھی قریب ہی تھا، معنی میں اور اس کے ساتھ کہ دروازہ
 کے درمیان مسجد کے اندر اذان ہوتی تھی، ولی اعلاء السنن فی النایۃ و کان الفتاویٰ کا بقول العتبہ صلی
 الاذان عند المنبر بعد منی و حج الاحرام ذانہ ہوا اصل الذکر کان للجمعة علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم و کثرت فی عہد ابی بکر و عہد علی اللہ تعالیٰ علیہما السلام (ص ۳۸ ج ۲) و شہود فی الکتاب
 (ص ۳۸ ج ۲) فضل علی ان الاذان الثانی علیہ عند المنبر و هو المولود بین ینب و قال الشیخ و اما ان
 المحتج بالحدیث البیہر من هذا الاذان فهو استہاد من الطحاوی و کونہ عن المنبر ہو مسئلہ من و هو
 مقصود بنا بارادہ اثبات جماعہ فلیس بحجۃ (اعلاء الشیخ ص ۳۸ ج ۲)

بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی تو اس کا وجہ یہ ہے کہ اس وقت مسجد
 کے لئے صرف یہی ایک ہی اذان تھی اس لئے تبلیغِ صوت کی خاطر مسجد سے باہر ہوتی تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
 کے عہد میں جب لازمی اذان کا اضافہ ہوا تو اذان ثانی میں غائبین کی تسبیحِ صوت کی حاجت تھی بلکہ کمرے سے
 منصرف ہوتے تھے حاضرین رو گیا، چونکہ حاضرین مسجد کے اندر ہی اس لئے کہ اس کی خاطر ان کی مسجد کے ذمہ تھا
 متعین کر دی گئی، فقط و الله تعالیٰ اعلم۔

خطبہ عید کی ابتدا و انتہا میں مسلسل تکبیر کی کہنا مستحب ہے :

سوال : بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ عیدین کے خطبہ میں پہلے تکبیر سے ابتدا کرے، ذیل خطبہ میں نو مرتبہ

اللہ اکبر کہے اور دوسری سات مرتبہ :

گر اگر کسی کو کہیں بھی اس کے مطابق عمل نہیں، مہم مسجد کیا ہے ؟، یعنی تو جہاد

الجواب ہاں اسمو اللہم الثواب

بہشتی گوہر کا مسئلہ صحیح ہے، پہلے خطبہ کی ابتدا میں نو بار اور دوسرے کی ابتدا میں سات، اور دوسرے
 آخر میں چودہ بار مسلسل اللہ اکبر کہنا مستحب، عام غلیطی اس سے غافل ہے، قال فی التذکرۃ وید ابانہ تکبیر
 خطبۃ العیدین و مستحب ان یتفقوا الاولی بفتح تکبیر اولی و الثانیۃ بسبع و یکون قبل قولہ من

المسجد أربع عشرة (مسجد المختار ص ۳۱) نقض والله تعالى أعلم.

سوال مشرق

؟ جمع پڑھنے کے بعد دوسری جگہ خطبہ پڑھ سکتے ہیں :

سوال : ایک شخص جو کہ خود جمع پڑھ کر دوسری جگہ خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں ؟

بیتواتو جرد

الجواب : باسم الله الرحمن الرحيم

اس بارے میں میری مزید نہیں ملاحظہ ہو کہ محبت خطبہ کے لئے مشروط نہیں کہ خطیب پر جمع ہو ہی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا خطبہ پڑھ سکتا ہے ، قال فی الشوری ان نقل ما من خطیب مسمی بآذان السلطان و منی بایع سازھو الحمد للہ (رد المحتار ص ۳۱) ، نقض والله تعالى أعلم.

سوال مشرق

خطبہ سے قبل وعظ کی رسم :

سوال : جمع کی نماز اور خطبہ سے پہلے وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ جیسا کہ امام مسعودی میں ہوتا ہے

الجواب : باسم الله الرحمن الرحيم

جائز ہے کہ اس میں ایک تو یہ قیاس ہے کہ خطبہ سے قبل وعظ کی وجہ سے پہلے اذان اور خطبہ کے درمیان بہت فاصلہ ہو رہا ہے اس سے بہت سے لوگ اذان کے بعد بھی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں تو تمام جموع کی پہلی اذان کے بعد فوراً مسجد جاتے کی عبادی کرنا ضروری ہے دوسرے سب کام حرام ہو جاتے ہیں ، امام غلام کوہ میں بتاتا کہ اس سبب یہاں وعظ کی رسم ہوتی ہے کہ وہاں مشغولین مسجد پر ہوگا ، دوسری قیامت یہ کہ اگر کوئی توفیق مسجد یا صحت کے مطابق مسجد بہت جلد پہنچ کر کوئی عبادت کرنا چاہے تو اس میں غفلت واقع ہوتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد وعظ نہ کرے جس کو سننے کی فرصت ہوگی بیشک گا۔

نقلوا لفضلنا الحمد

۔۔۔ صفر مشرق

عورتیں نماز جمعہ سے قبل پڑھ سکتی ہیں :

سوال : عوام میں شہر ہے کہ جب تک جمعہ کی نماز مسجد میں ختم نہ ہو جائے مسجرات گھر میں قریب کی نماز پڑھیں کیا مشرف اس کی ہن ہے ؟

بیتواتو جرد

الجواب باسمہ ملہم الفتاویٰ

اس کی کوئی اصل نہیں، غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷۔ سوال مسئلہ ۲۷

مذکور کے لئے جمعہ سے تاخیر ظہر مستحب ہے:

سوال۔ اگر چیلوں کو نماز جمعہ کی اجازت نہ ہو تو وہ ظہر کی نماز شہر میں جمعہ کی حاجت پورا جانے کے بعد

پڑھیں یا پہلے ہی پڑھ سکتے ہیں؟ بیٹنوا خود

الجواب باسمہ ملہم الفتاویٰ

جامع بعد ختم ہونے کے بعد پڑھا مستحب ہے، اس سے قبل کہ وہ تشریف لے، قال فی العلانیۃ و یستحب
المريض تأخيرها إلى فراخ الامار و كره ان لم يؤخرها الصحيح، وفي المناجاة قوله يستحب للمريض اجازة
المفتتاني للمعذور وهي اعم قوله و كرم ظاهر قوله و يستحب ان الكواحة تؤخر عيية نهو، وعيد خصافي
شرح الدرر المستفيضة من الحديث من عدم الكراهة لحدائقهم في الكون في التفرقة في (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹)،
فقط واللہ تعالیٰ اعلم
ھ۔ محمد م سلفہ

قنار نماز کے بعد تکبیر تشریق کا حکم:

سوال۔ ایام تفریق کی قنار شدہ نمازیں کو جب غیر تشریق میں قنار کرے اور اس طرح غیر ایام
تشریق کی قنار شدہ نمازوں کو ایام تشریق میں قنار کر لے تو کیا اس پر کبریات واجب ہیں یا نہیں؟

بیٹنوا خود

الجواب باسمہ ملہم الفتاویٰ

اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں، صرف ایک صورت میں تکبیرات تشریق واجب ہیں باقی تین صورتوں
میں نہیں، ایام عید کی نائے اسی سال ایام عید میں قنار کرے تو تکبیرات واجب ہیں، قال فی العلانیۃ و قنار
فیہا منہما عامہ لتمام وقت کلا لاجتہاد، و کانایاں عابدین و عبادہ اللہ تعالیٰ المسألة تباحیث فائدتہ
فیہا العید قضاہا فی ایام العید، فائدتہ ایام العید قضاہا فی غیر ایام العید، فائدتہ ایام العید قضاہا
فی ایام العید من عام آخر، فائدتہ ایام العید قضاہا فی ایام العید من عامہ ذلک، و لو یکبر الاخر
الاخیر فقط کذا فی البحر الرائق (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ھ۔ محمد م سلفہ

عید میں شافعی امام کی اقتدا میں بارہ تکبیر کیجئے :

سوال : حج کے دن میں عیدین کی نماز کے موقع پر امام شافعی یا حنبلی سے ہے تو بارہ تکبیر کیجئے یا نہ ؟
مفتی اعظم دہلوی کے خلاف چوتھیں تکبیر کیے تو یہ ہوا کیسے ؟ اس کی نماز جو جاتی ہے یا نہیں ؟ بیوقوف اور بھولہ ،
الاجواب : باسمہ قلمہ القبول

حج میں عید الاضحیٰ کی نماز تو یہ ہے ہی نہیں ہوتی مستحب صرف و غیر ضروری ہے اس میں اذان کو پڑھنے کے
ام کے اتباع میں وہ بھی بارہ تکبیر کیوں ، بلکہ امام تیرہ تکبیر کیے تو بھی اس کا اتباع کریں ، البتہ اگر کوئی امام پڑھے
بھی زیادہ تکبیر کیے تو اس کا اتباع نہ کریں ، قال فی العلائق ولولا ان تاجہ لای ستمہ حشر لہ ما شہد ،
وفی الشامیۃ لای ستمہ عشر ، کما فی البیہقن الخیر والحق یقول تاجہ لای ستمہ عشر لای ستمہ عشر
اہل اللہ قولہ ، فلما یؤید القول الاول ولذا اقد صدق الفہم ونسب فی البدیع الی عدمہ الشایع
علی ما ہم الخلاف الاصلیۃ الی الزوائد بعد بدعتنا اھل الفراءۃ فاصله بینہما قائم (در الحدیث ہے) ،
نقطہ و اللہ اعلم
۲۰۰۰ء صفحہ ۱۲۰

معذوریں کے لئے بروز جمعہ جماعت ظہر کر رہے ہیں :

سوال : جمعہ کے روز معذوریں معری ظہر کی جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ بیوقوف اور بھولہ ،

الاجواب : باسمہ قلمہ القبول

معری معذوریں کے لئے نماز ظہر کی جماعت کرو چکی ہے ، اس لئے وہ نماز نماز میں اور
جماعت انفرادی میں اذان و اقامت نہ کریں ، قال العلائق رحمہ اللہ تعلق و کرمہ تعزیت المعذور و یحیی
و صافرا داد ظہر جماعتی معزول الجمعدی بعد حاتقلیل الجماعت و صورۃ المعذورین فی الحدیث
نقطہ و اللہ اعلم

۲۰۰۰ء صفحہ ۱۲۰

بروز جمعہ معذور کے لئے ظہر کی اذان و اقامت کر رہے ہیں :

سوال : معذور میں الجمعد معری ظہر کی نماز کے لئے اذان و اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

بیوقوف یا بھولہ ان تو براعت اللہ

الاجواب : باسمہ قلمہ القبول

بعین مستحب کھائے ، اگر روز یہ ہے کہ کر رہے ہیں ، قال ابن نعیم رحمہ اللہ تعلق و فیہ

بالجماعة لما في هذا من ان المعذور يصل الظهر باذان واقامة وان كان لا تستحب الجماعة
(الشيخ في مساجد ۶) وقال ابن عابد بن رحمه الله تعالى (قوله بنو اذان واقامة) قال الف
الرواجع ولا يصل يوم الجمعة جماعة معرولا يؤذون في صحن وفيه لصلاة الظهر اذ قال
في النسخ: وهذا الموق في المراج معذرا الى جميع المتأخرين من ان الاذان والاقامة غير مكتوبين
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۱) فقلنا الله تعالى اعلم

جوابی میں جمعہ کی تحقیق :

سوال : جواب فتویٰ دھول پور میں سے دل کو تفریق نہیں دینی مزید تفصیل کہ فرمت ہے پہلا جمعہ
بحرہ کے مقام جوابی میں ادا کیا گیا جس کا شمار پچھلاؤنی میں آدھ گیس سال میں پڑھا گیا ہوا کہ کتب تحریر فرمائی
ہیں تو اس وجہ سے

الجواب باسمہ کلہم الصلوٰۃ

یہ ضم کا فرض ہے کہ جوابی کا قریہ صغیر ہونا ثابت کرے مطلقا لفظ قرۃ سے استعمال صحیح نہیں
کیونکہ قرۃ حدیث اور لغت سے اس کا اطلاق درجہ پر ثابت ہے۔ معینا انھیں جمعہ کی تصریح سے ترجیحا
جوابی کے شمار ہونے پر یہ دلائل پیش فرمائے ہیں ① یہاں لفظ تھا ② چار بار سے زیادہ لفظ
③ امر و القیس کے شعریہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں جوابی مسئلہ تھا جو میں وسیع پیمانے پر تکرار سالانہ کی
خبر پر قریہ ہوتی تھی۔

جوابی میں سن آخری ہر جمعہ قائم ہوا ہے کیونکہ نہیں ہے کہ وند علیہ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھول پور
ہے پہلے سن میں فتح مکہ قبل اور دوسری بار سنۃ الوفود یعنی سنۃ میں بذل الجہود، اعلان مسکن
لامع القدری و صوماء بالقرن جوابی کا قریہ صغیر ہونا تسلیم بھی کرنا چاہئے تو رسولیہ سے کہ تھی قول
تک کسی اور قریہ میں بغیر کو نہیں پڑھا گیا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری ص ۱۱۱ میں جوابی سے
وند علیہ القیس کی وفادہ اظہار سنۃ میں یا اس سے قبل بتائی ہے، حالانکہ خود ہی اصل میں دوقول سنۃ
اور سنۃ نقل فرمائے ہیں بغیر الباری میں وفادہ اظہار سنۃ میں اور نہ سنۃ میں تحریر ہے۔ فتح الباری
غیر کے ان اقوال کا کس ثبوت نہیں تھا۔ بالقرن حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول جو تمام اہل میر کے خلاف
ہے تسلیم کرنا چاہئے تو میں اس مشکل سے غصہ نہیں کہ چار پانچ سال تک کسی قریہ میں جمعہ کیوں نہیں پڑھا گیا؟
فقلنا اللہ تعالیٰ اعلم،

بروقت ہجرت قبائیں مدت قیام :

سوال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام میں کتب میں مختلف روایتیں منقول ہیں یہ بخاری شریف میں دس یوم سے زیادہ اور حسن الفتاویٰ قدیم ص ۱۲۱ میں جو میں یوم منقول ہیں، الفرجی علامہ سیر مختلف میں، الخ روایت کوئی ہے ؟ بینوا وجوداً۔

الجواب باسم من ملہم الصواب

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وجودہ روز کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

بنی سالم میں اذان جمعہ کی تحقیق :

سوال : کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی سالم میں نماز جمعہ پڑھنا منقول ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اوثق العزائم لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ راوی کی مشی ہے، اس کے متعلق پتہ دار سے تحریر فرمائیں،

الجواب باسم من ملہم الصواب

یہ روایت اس لئے صحیح نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بروز دو مستحبہ قبائیں تشریف فرما ہوئے اور صحیح روایت کے مطابق وہاں چودہ روز قیام فرمایا تو قبلتے جمعہ کے روز بدینہ کی طرف خروج اور راستہ میں بنی سالم میں نماز جمعہ ادا فرمائی صحیح ہو سکتا ہے ؟ قیام قبائے متعلق بائیس اور جو بیس ایام کی بھی روایات ہیں، ان کے مطابق بنی یوم جمعہ میں خروج کا سبب صحیح نہیں بیحدہ، بیس اور جو بیس میں صورت تطبیق یہ ہے کہ یوم نزول و یوم خروج کو چھوڑ کر بائیس اور ان کو مشائی کر کے جو بیس ایام میں لہذا یوم جمعہ میں خروج کی صحیح کے لئے یہ تاویل صحیح نہیں کہ جو بیس والی روایت میں یوم نزول و یوم خروج کو مشائی نہیں کیا گیا،

حواہ از بنی بنو سالم میں اذان جمعہ کی روایت کے خلاف سیر کی دوسری روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو سالم پر گزیر ہوا وہاں کے احوال کے باوجود وہاں نزول نہیں فرمایا بلکہ اپنی اذن سے متعلق فرمایا خلیفہ علیہ السلام حضرت بنی سالم میں اذان جمعہ کی روایت صحیح تسلیم کر لیا جاتا تو یہ ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ بنی سالم بدینہ متقرہ ہی کا ایک محل تھا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

خطبہ میں ایسے تین مردوں کی حاضری شرط ہے جن سے جمعہ قائم ہو سکے :

سوال ① اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھ تو یہ

جائز ہے یا نہیں ؟

② اگر ایک باوجود آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھے اور تین یا زیادہ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے

تو درست سمجھا نہیں ؟ بشوالہ و جواب

الجواب باسمہ علیہ السلام

① جائز نہیں کیونکہ خطبہ جمعہ کے لئے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے

جن سے جماعت قائم ہو سکے، قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ والتماس کو نہ کیا بلکہ شرط

الشیء سابق علیہ بعذر جماعۃ متعبد الجمعۃ بسلام ولو کانوا صاوا نیاماً، قلت خطبہ واحدہ

لعمیر علی الاصح فی الغرض التعمید، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله متعبد الجمعۃ

بہم یمکن بان یحکونوا ذکرنا بانہن حائضین ولو کانوا معذورین یسرا ومرض وکان سارح

التیور رحمہ اللہ تعالیٰ بعد وریقتین، والسادس الجماعۃ وافلہا ثلاثۃ رجال ولو غیر الثلاثۃ

الذین حضروا الخطبۃ سوى؛ لآما مرنا فیہ، لانه لا بد من الذاکر الخ خطیب وثلاثۃ سواء

بمن فاسحوا الی ذکر اللہ (رد المحتار ص ۱۵۰)

③ درست نہیں، نعم واللہ تعالیٰ اعلم

فتاویٰ آخر، ص ۱۰۰

سوال متعلق بالا :

سوال : اگر ارش ہے کہ قوی و مولیٰ بوالہمدیٰ مشبہ ہے قرب و مفاہت کی ضرورت

ہے اگر ایک باوجود آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھے اور تین یا زیادہ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے تو درست

ہے یا نہیں ؟ عالمگیری میں خلاصہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ درست ہے، اس کا کیا جواب ہے بشوالہ و جواب

الجواب باسمہ علیہ السلام

قال فی شرح التتویر وجمعی الخ لا حصۃ بانہ یکنی حضور واحد، وقال ابن العابدین

رحمہ اللہ تعالیٰ شی علیہ فی فور الابتناء وقال فی مؤخرہ انما ابتداء لانه منطوق لیتقدم

علی المفہوم ام ای ینہم من قولہم یشہد حضور جماعۃ ام لا یصح بحضور واحد وقولہما

الخلاصۃ لوحصو واحد وانما الخ وخطیب وعلی بان الثلاثۃ جائز منطوق، وعلی نظر قائل جعل

مخصوصہ لعاۃ شوطاً منطوقاً ایضاً لان الجماعۃ من الاجتماع منافی فی الوحدۃ و قد جعلت شوطاً و الشوط
یا یلزم من عدمہ العدم تأمل۔ لہذا و الحمد للہ علیہ (۱) فقط و اجماعہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰۰ ہجری قمری ۱۲۰۰

خطیب میں چہرہ شہر ہے :

سوال : خطیب چہرے کے ساتھ فرض ہے یا سنت ؟ بیٹا تو جبر ہے !

الجواب باسمہم الصواب

خطیب میں اس قدر چہرہ شہر ہے کہ اس میں شیعہ کے لئے سبکیں، تان بن الدین دیمہ انصافاً
(قرہ و لو کا نوا صفا و بیاعا) اشارت ہے کہ لا یشترک لصحاب کو یہاں مسوسہ لہم بل کفی حضور ہم
حق تو بعد و اعنہ او باعوا احزاب و الظاہر اذہ یشترک کو یہاں جہڑا بجیت یسمعون کا من عندہ و اذا
لعمریک بمعان قوح الحنیۃ (مراد استعارہ مشفقہ) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۰۰ ہجری قمری ۱۲۰۰

سوق بدرون بیوت میں جمعہ صحیح نہیں :

سوال : بعض دینی ملازمین میں بازار میں گریں مسکونہ کسی کی نہیں چند بہانوں کے دریا
بازار سے جوں میں نکھارتا ہے اور رات میں سب لوگ اپنے اپنے گاؤں میں چلے جاتے ہیں، اس
مقام میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں ؟ اگر صحیح جمعہ کے لئے بازار کے قیام میں لوگوں کی مستقل سکونت ضروری
ہو تو کتنے افراد کی ؟ یہاں اس میں شکیف ہو رہا ہے اس لئے دلی تحریر فرمائیں

الجواب باسمہم الصواب

ایسے مقام میں جمعہ صحیح نہیں، محنت جمعہ کے نہیں تھے لوگوں کی مستقل سکونت شروع ہے
کی آبادی کو عرفان فرما لیا جائے کہ وہ کسی مکان آپس میں منتقل ہوں اور ان کے درمیان کم از کم قریبی
ہوں جیسا کہ عمر کی تعریف میں ماغہ سکک و سوات سے ماہر ہے ان اشکات تلوی میں اعتبار
المسکونۃ و اقل الخیول، قال الضحیٰ بن محمد بن عوف فی حقی المصوابہ بندہ صحت و اصر و قرض معین بہلاک
قوله بلغت البیت فکذا بغیۃ منی و عذافی ظہار الوداد، قالہ قاسم بن عبد الاحتمل و قال الخطابی و قال شیخنا
یہا قیدہ لکن انہ المعتبر انہ لایستحب فیہ اسدا و کل فریۃ مشیۃ جمک کذا فی شہادۃ الحدیث و الخوارق لکن
و قال ایضاً ان موضع إقامة المرء حیث یبیت وہ الہی انک اذا اقلت لنفسک ان تسکن بقیۃ فی محلۃ کذا و هو
باعتبار یكون بالنویق نقل السید عن العلامة مسکن : خطابی الی الخوارق (۱)

و قال قاسم لا یكون الموضع مسمواً فی حلالہ لروایۃ الا ان یکون (الاولی) و بلغت البیت بغیۃ منی

(خانیہ حلی ہاشمی علیہ السلام ص ۱۱۱) و قال ابن ہام رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر فیہا ثلاث کلمات
(فتح القدیر ص ۱۱۱) علامہ حلی وی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ بدون اقامت توبہ کا وجہ نہیں
ہو سکتا اور اقامت بدون توبہ مستحکم نہیں، ابن ہام رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمرت سے معلوم ہوا کہ ایسی
جہی کو معیہ قرار دیا گیا ہے، ان میں تین گیلیاں تھیں، ہر ایک سے مقام میں توبہ کا وجہ غائب اور معصوم نہیں،
انماست کی مشہور طرہ ارجاع ہے، بلکہ اگر توبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ سے بھی بڑھ کر معفو ہے، بشرط
ہے، قال العلامة الدردی رحمہ اللہ تعالیٰ وشروط معفوہا خمسۃ اولہا الاستیذان وحوالہ
من الاقامة لانه الاقامة يعتمد التائبية والاقامة نعم (الشوم الصغير ص ۱۱۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

نماز عید کے بعد تکبیر تشریق :

سوال : نماز عید کے بعد تکبیر تشریق کہنا جائز ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عید کا
پڑھانے کے بعد آؤ، سبک پڑھیں یا دعا پڑھیں یا کہ نماز عید کے بعد تکبیر تشریق نہیں کیا، یہ صحیح ہے؟
بیجا اور حرا

الجواب باسمہم الصواب

نماز کے بعد تکبیر تشریق بالاتفاق ثابت و ثابت ہے العید واجب استحباب میں اختلاف
ہے، قول واجب راجح ہے، مولوی صاحب نے اعراض سے قبل ہشتی زیور کی کوئی کہہ لیا ہوا تراسی قطع
بات نہ کہتے، قال فی شرح التوبہ ولا بأس بہ عقب العید لانت المسلمین تواریخہ لوجب اتباعہ ورو
عقب اللہ خیر، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله ولا بأس بالی کلک لا بأس قد استعمل
المندوب كما فی النہج من الجنازۃ الجہاد ومنہ هذا الموضع لقوله وجوب اتباعہم (قوله وجوب
الظاهر ان المراد بالوجوب الثبوت لا الوجوب المصطلح علیہ فی النہج من الجہاد والظہور یکتبون
عقب سائر العید لا یہذا تودی جماعت فاشہدت الجمعة اھ وهو یفید الوجوب المصطلح علیہ
(رد المحتار ص ۱۱۱) وقال العلامة الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله الظاهر ان المراد بالوجوب الثبوت)
قال السنہی رحمہ اللہ تعالیٰ عند قوله لان المسلمین تواریخہ، ظاہر ان ذلك منہج المصطلح علیہ
تعالیٰ عنہم ومن بعدم ان احصاء حقول السید احصاء لم یکن فی عہد الصحابة ورضی اللہ تعالیٰ
عنہم ولا كانت سنة لانہم لا یستعملون من انفسہم خلاف ظاہر حارۃ الشوم وقال حب

عائِدَةً تَنْتَهِي عَنْهَا فِي الْقُرْبِ وَمَعَهَا تَنْتَهِي فِي الْبَعْدِ وَلِغَيْبِهَا عَنْ هَذِهِ الْحَقِيقَةِ
لِأَنَّهَا فِي الْحَقِيقَةِ السَّيِّئَةِ وَهِيَ مِنَ الْخَلْقِ الْخَالِقِينَ بِالْكَوْنِ وَتَأْتِيَهُمْ وَمِنْهَا الدَّهْمُ وَتَنْتَهِي عَنْهَا
لَهُ بِأَعْيُنِ أَحَدِ الْأَعْلَامِ (مِثْرُ) إِنْ وَقَالَ فِي الْمَجِزِ أَنَّ اللَّهَ شَافِعٌ وَلَمْ يَخْلُطْ وَتَدْمِغُ مِنْهُ
سَيِّئَاتُ بَنِي عَيْشَةَ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرًا لِقَوْلِهِ إِنْ قَالَ قَوْلُ الْقَوْلِ وَتَدْمِغُ تَدْمِغُ بِنِهَا عَيْنُهُ لِيُخْتَلَطَ بِهِ
مِثْلُ (ج ٢) وَفِيهِ تَقْدِيرُ بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبِهِ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبِهِ
فَالْمَعْنَى مِنْهُ مَرُوحَةٌ فِي الدَّهْمِ فِي الْمَجِزِ فِي تَرْجُمَةِ هَذَا عَرَبِيٌّ عَرُودٌ بِمَا لَفِظُهُ وَكَأَنَّ عَرُودَ
قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْفَرَّائِ مِنْ أَنَّهُ وَصَلَ إِلَى مَا لَمْ يَخْلُطْ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
وَلَمْ يَسْجُدْ حَقْلُهُ كَقَوْلِهِ فِي حَالِ شَبَابِهِ تَقْدِيرُ بَعْضُ مَعْنَاهُ أَوْ وَجْهُ كَانَ مَا أَذَى مَعْنَاهُ مِنْ السَّيِّئِ
وَلَمَّا دُرِيَ الْعَرُودُ فِي أَوَّلِهِ حُدُوثُ مَعْنَاهُ كَثِيرٌ مِنَ الْعِلْمِ فِي عَيْنِهِ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ بِنْدِمْ عَيْنُهُ
مِثْلُ هَذَا الْقَوْلِ تَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ
الْأَشْيَاءُ بِالضَّرْعِ وَالْمُخْتَلَطِ فِيهِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ (ج ٢) وَفِيهِ تَقْدِيرُ بِنْدِمْ عَيْنُهُ
الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ بَعْدَ تَقْدِيرِهِ قَلْبُهُ هُوَ بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
وَوْنٌ غَيْرُهُ فَهَذَا كَلَامُ بَعْضِ النَّاسِ هَبَاءٌ مُسْتَوْرًا قَالَ بَعْضُ النَّاسِ وَالْمَعْنَى أَنَّهُ مَعْنَى
فِيهِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي الْكِتَابِ أَهْ تَقْتَضِيهِ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
الْمَعْنَى فِي الْقَوْلِ تَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ وَتَدْمِغُ
مِنْ سَعْدٍ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
فِي الرِّجَالِ ثُمَّ قَالُوا وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْجَمَاعَةَ الْأَنْبِيَاءَ بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
فَخَالَفَهُ الْأَعْمَالُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
فِي الْقَوْلِ (ج ٢) تَقْتَضِيهِ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
(ج ٢) وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
وَعَلَى بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
مَا ذَكَرَهُ بِنْدِمْ عَيْنُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
عَلَى أَنَّ الدَّهْمَ كَقَوْلِهِ أَمْرُهُ مَعْنَاهُ مَعْنَاهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
بِهِ فِي النَّسْرِ (صَلْبُ) تَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ
أَمْرُهُ مَعْنَاهُ مَعْنَاهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ وَتَدْمِغُ تَقْدِيرُ قَلْبُهُ

والاحتجاج بروایۃ مطلقاً ثم قال بعض الناس واحتجاج بربطاء تقدم وهو مذهب اہ قلت وقد وثقت
وحسن حدیثہ فی غیر ما موضع من کتابک وأما التذلل فی تأملی الحدیث الصحیح مختلفاً فیہ
لا صیغاً بالاعتقاد فقد قال الحاکم الحدیث الصحیح یقدم عشرًا فیما مضی منقوت حلیہا
وضمہ تحتہا فیما قد حکایتہا فیہا أو لا ثم ذکرنا تحتہا فیہا وقال فی المرسل والحدیث
للحدیث اذ لم یذكر واسمہم الذکر کذا فی تہذیب الرازی (ج ۱) وقد ذکرنا فی مقدمۃ فی الخن
فیہ حصر لا صیغ ولا تزویج فی الذل هذا الاصل فی کتابہ وقد شحہ ومزقہ بولہا الاثنین
لا یفرقہ فکیف یضعف الحدیث بسببہ فہذا فی الحق ان الاستاذین حسنًا ولیساً یضعفین کما
نرم والحدیث بما قامہ ولا یستدلان بروایۃ ابن اربطاء علی اختصام فی تکریر التشریح فی هذا المصنوع
صحیح کما هو اصل المذهب فافہم فی عمدۃ الفتاوی ما قلت قال النووی حدیث علی منقطع
منقطہ وهو موقوف علیہ بسند ضعیف منقطع قلت کأنہ لم یطلع الا علی الاثر الذی فیہ الاحتجاج
بہی اربطاء ولم یطلع علی طریق جری عن منسوب فانہ سند صحیح وطراظہ لم یقل ما قالہ واما قوله
فتشریح علی منقطہ فی زیادۃ من عندہ ولا یدعی من سندہ فی ذلك علی ان ابانہ ذکر فی الاسوار
ان فہم بن الحسن بن زید معروفًا معاذ بن زید بن مالک روى الله عنها (ج ۳) قلت وكذا
قال الامام ابو بكر الباقی فی احکامہم وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا جمعة ولا
تشریح الا فی مصوج جامع وروی عن علی مثله (ج ۲) ولكن المروء لا یثبت الحدیثون فانہ
مع من محمد بن الحسن وحبہ اللہ تعالى ما زلہ ابوزید فی الاسوار كان حجة لنا كما ذکرت فان محنت
اعاريج تہذیبہ وفونہ حجة وكذا ان محمد ما ذکر خواہ زادہ ان ابانہ بن محمد بن محمد اللہ تعالی رواہ
فی الاملاء مروءا مسنداً کما هو القاضی علی ان الموقوف فی مثله موقوف حکماً بكونہ خلائق اللہ
الستغفری الصلوات فیہا لا تختص بکمال دون مکان قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جئت لی
الاد من مسجد او طہور او حدیث صحیح اخرجہ البخاری (ج ۱) فانہ امرہی رضی اللہ عنہ
علی من الجمعتی بعض الامکن وتخصیصہا بالصلوات لا یكون الا مع جماع الزمان (ج ۱) ثم
فقط والله تعالی اعلم

ار ذی الحجہ سنۃ ۱۲۰۰

اعتیاض الفکر کی حقیقت :

سوال : اعتیاض بالفکر کی حقیقت ہے ؟ اعتیاض الفکر کی ایجاد جوئی اور برکس کے ایجاد

کیا احتیاط کے کیا معنی ہیں ایک صاحبزادہ اور ایک عہدیدار کے دور مبارک میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، درحقیقت عدم ثبوت احتیاط الظہر کو بدعت شنیعہ کہنا چاہتے یا نہیں؟ کتب سفیدی بعض جواز کے قائل اور بعض جواز کے ناکہ، علامہ مثالی کا رد حقان بھی جواز کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس پر کہ قول فیعل تحریر فرمایا گئے، یقیناً بالتفصیل ایضاً لکھ لیں۔

الجواب ثانیاً علیہما السلام

اعتقاد کا مطلب یہ ہے کہ ادارہ عبادت میں مشتبہ فساد سے احتراز کیا جائے، اس کی اصل مودہ سے ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتقوا الشبهات استبرأ لدينہ وعرضہ وقال لسودہ بنت زعمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احتجی من ابن زعمہ لمارأی من شہدہ بعثتہ بن ابی وقاص وقت شہرہ نماز گزار عبادت کی نظر تفریق میں مجبور ہیں کا جمع بین الوضوء والتیمم عند وجود السقاء الشکوک واما داخل الاقل عند الشک فی تعدد الکلمات مع ان ذلہ احتمال ثلوث الیکتہ والجمع فی الشافعی ومنہ ما هو حوالہ من مذہب احادیۃ الصلوۃ عند توفیق الشافعی احتیاط الظہر کا مطلب یہ ہو کہ جو ان محبت میں کسی وجہ سے مشتبہ ہو وہاں نماز جمع کے بعد احتیاط الظہر کی نماز بھی ادا کر لی جائے تاکہ ادارہ ختم کا یقین ہو جائے اور مشتبہ نہ رہے۔ محبت جمع میں مشتبہ کی حسیں جو ذیل وجوہ ہیں ان کی ہیں :

① کچھ غیر معروف لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ الخیر محبت جمع کے لئے وجود سلطان شرط ہے اس لئے وہ جہاں سلطان ہو وہاں احتیاط الظہر کا حکم دیتے ہیں۔ ان کا یہ خیال صحیح نہیں اس لئے کہ وجود سلطان کی شرط صرف راجع نزاع کے لئے ہے اور امامت مسلمین کی طرف سے امام جمعہ کا تعیین اس شخص کی تکمیل کے لئے کافی ہے نیز اگر وجود سلطان کو محبت جمع کی شرط قرار دیا جائے تو اس کے عدم سے عدم محبت متعین ہوگی، اسی صورت میں دار جمہور غیر احتیاط الظہر کا کیا مطلب؟ صرف ان بظہری کا فتویٰ دینا چاہیے۔

② مذہب حنفی میں ایک روایت موجود ہے کہ ایک مشتبہ میں متعدد مقامات پر نماز جمع صحیح نہیں جو نماز یقیناً سب سے پہلے ہونی ضرورت ہوگی۔ بعد میں ہونے والی ادبیک وقت درجہ چھوٹانی اور تقدم و تاخیر مشابہہ کا حالت میں پڑھی ہوئی نماز صحیح نہیں، اگر و شایہ فیہ فیہ منقول ہے کہ اس روایت موجود کی بنا پر امام مدنی نے احتیاط الظہر کی امتداد کی۔

فقہاء اہل ان کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے اہل مروک تا بعد میں احتیاط الظہر کا قول کیا اور بعض نے کہ فقہاء احتیاط کے قائل ہیں، مگر یہ اختلاف مفہوم عارضہ سے قطع نظر پرمختی ہے، فساد جمہور کی صورت میں

امتیاز انہر کے ترک پر سب متفق ہیں، مگر اب شیخ وحمہ اللہ تعالیٰ الخیر من ذلک بعد مراد بقولہ الخیر
 من امتیاز الجملة بانہما انظر فی الامتیاز لیسبت بقرین (البحر الرائق ص ۱۰۱) خیر کے ایک بین
 فاعقیدہ سے قطع نظر بھی اس صورت میں امتیاز انہر کا تو غیر محمول ہے۔ کیونکہ تعدد جنس کے جسے شہبہ
 فاعقیدہ کے تحت محمول صورت ہے کہ ایک شہبہ میں ایک ہی مقام پر اوپر اور نیچے کا احتمال کیا جائے، یہ عجیبہ امتیاز
 ہے کہ موجود جیسے اہم شعاع اسلام کو انوار شہبہ پر قدرت کے باوجود مشتبہ ہی مجبور کیا جائے اور اس کا ایک
 نظر سے کیا جائے، اگر طراہ احناف کی نظر میں مشتبہ کی یہ وجہ قانونی انتہات ہے تو اس کا اندر کہ امتیاز انہر
 کی بجائے امتیاز جموع سے کریں۔

(۳) جس مقام کی مصیبت مشتبہ ہو اس میں امتیاز انہر کا حکم محیط وکانی سے منقول ہے و نقل القدسی
 من المحیط کل موضع وقع التثک فی کثر منہ منہ یعنی لیسب ان یصنوا بعد الجمعة امر بعد بقیۃ انہر
 احتمالاً، مگر انہ لو لم یقع الجمعة مولعہا یخرجون عن عہدۃ قرین الوقت باذات انہر متبعہ ف
 انکانی (رد المحتار ص ۱۰۰) مگر اس میں بھی وہی عدم مشتبہ کی شرط ہے و قال ابن عابدی رحمہ اللہ
 قدالی بعد بحث، بطریق انہ اوی فی مسئلۃ لا یقبل جہازاً و الکلام عند مدہا و ذاق ان القدسی عن
 لانا و مدان انما انما ہذا العیال مدلی علیہ الخواص و لو بالنسبۃ الیہما و ہذا و الخیر و ص ۱۰۱۔

خلاصہ کلام:

صرف ایسے موضع میں جس کے معنی ہوئے نہ تو وہ صرف خواص کو مختصی طور پر امتیاز انہر کے تحت کی
 اجازت ہے، عوام کو یہ حال میں کہ لازم ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ایسے مقام میں جموع کی جمع ہو جائے
 اگر قائم نہیں ہوا تو جاری کرنا جائز نہیں، عدم تین شرط الصدق، خالصی کرشمہ میں ایک عالم
 عدل و جواب کی تحریر درج ہے کہ حسیہ انہر کی بدست ایک عباسی مستثنیٰ بادشاہ نے جاری کی تھی اس
 ختم نے حکم دیا تھا کہ جو حسیہ انہر کے لئے اس کو تحریر لکائی جائے

۱۱۹ دی۔ ۱۱۹ دی۔ ۱۱۹ دی۔ ۱۱۹ دی۔

اذان اول کے بعد دینی کام کرنا بھی جائز نہیں:

سوال: جب کہ اذان اول کے بعد دینی کتب کا مطالعہ کرنا، مراسل و حدیث کھانا یک خطبہ کی اذان سے
 پہلے سیر کرنا یا بیٹے جائز ہے یا نہیں؟ بقیۃ التوجہ

الجواب: بأسرہ منہم الصواب

اذان اول کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کوئی کام بھی جائز نہیں خواہ وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو، قال

فی الحقیقۃ ووجوب السعی الیہا وتوقیع السعی بالاذان الاول، وفي التامیۃ اسرارہ کل عمل یافی الصلۃ
ونقصہ انما بالاولیۃ غیر رد المحتار فتح ج: فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۲۰ چوری الاولیٰ ۱۲۵۴ھ

فتنا نماز اور عید میں ترتیب واجب نہیں:

سوال: جس نے فجر نماز پڑھی اور عید کی نماز ادا کی تو نماز جوگئی یا اور عید سے پہلے فجر کی نماز
تفکر سے تو مرد فرض پڑھے یا سنت میں؟ بیٹھا تو جہا۔

ال جواب باسم ملہم الصواب

فتنا نماز اور عید کے درمیان ترتیب واجب نہیں۔ سر سے عید کی نماز جوگئی، دوپہر تک فجر کی فتنا
پڑھے تو فرض سنت دونوں پڑھے خواہ نماز عید سے پہلے ہو یا بعد۔ فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۲۱ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ

غسل جنابت سے غسل چھوڑنے کی سنت ادا ہو جائے گی:

سوال: جو کہ دن غسل جنابت بھی کیا تو کیا غسل مسنون پھر دوبارہ کرنا ہو گا یا یہی غسل کافی
ہو گا؟ غسل مسنون کا بھی ثواب لی جائے گا۔ بیٹھا تو جہا۔

ال جواب باسم ملہم الصواب

یہی کافی ہے دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں بلکہ صفائی کا مقصد بجزارت کے دن غسل کرنے سے حاصل
ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۲۲ چوری الاولیٰ ۱۲۵۴ھ

خطیب کو قلم دینا جائز نہیں:

سوال: اگر خطیب نے خطبہ میں غلطی کی تو قلم دینا چاہئے یا نہیں؟ صورت اول یہ فتح دینا لازم ہے
غیر لازم ہے بلکہ سنت یا مستحب ہے یا نیز فتح اس وقت دے کہ خطیب بالکل غلط میں بند ہو جائے یا اس وقت
میں بھی فتح دینا چاہئے کہ بہت غلط ہے اور یہ بھی واضح فرمادیں کہ اگر خطیب فرض خطبہ پڑھ کر بد میں بند ہو گیا تو
اب فتح دینا چاہئے یا نہیں؟ بیٹھا تو جہا۔

ال جواب باسم ملہم الصواب

جو کہ خطبہ میں کوئی نسیب نہ ہو یا ضروری نہیں اگر ایک منہ میں خطیب دیکھ لے تو ادا کرے کہ پڑھ سکتا
لہذا اگر دیکھ کر ضرورت نہیں تو رعایت خطبہ میں قلم کا حکم نا جائز ہے اس لئے قلم دینا بھی نا جائز ہے۔ فقط اعظم
۲۳ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ

بوقت خطبہ یا تہ میں عصا لینا :

سوال : خطبہ کے وقت خطیب کا ہاتھ میں عصا لینا کیا ہے سنت ہے یا بدعت ؟ بتو توجرو

الجواب باسود ملہمہ الصواب

اس سے متعلق عبارات مذکورہ مختلف ہیں، صورت تطبیق یہ ہے کہ فی غلبہ سنت غیر مؤکدہ و مستحکم
اس کا التزام و استمرار کردہ و بدعت ہے۔ فقہ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۴ شعبان ۱۴۱۵ھ

تکبیر تشریف ایک بار سے زیادہ کہنا :

سوال : فرض نماز کے بعد تکبیر تشریف ایک مرتبہ سے زیادہ کہنا جائز ہے یا خلاف سنت ؟

بتو توجرو ۱۱

الجواب باسود ملہمہ الصواب

بعض خلاف سنت فرماتے ہیں اور بعض جائز، اختلاف سے بچنے کے لئے ایک بار سے زیادہ نہیں کہنا
پہنچے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۱۴ رجبی ۱۴۱۵ھ

سوال مثل بالا : تکبیر تشریف کتنی مرتبہ پڑھنا واجب ہے ایک مرتبہ یا تین مرتبہ ؟ کثر الادعا میں
ہے کہ ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے لیکن اگر ایک مرتبہ سے زیادہ کہے تو افضل ہے، افضل کا کیا مطلب ہے ؟
کیا اس سے تین مرتبہ کی سنت یا استحباب یا وجوب ثابت ہوتا ہے ؟ نہیں ؟ اگر کوئی شخص تکبیر تشریف تین
مرتبہ کہے گو ضروری کہے تو عند الشرح یہ شخص گناہ گار ہوگا یا نہیں ؟ بتو توجرو

الجواب باسود ملہمہ الصواب

کثر الادعا میں لفظ افضل نہیں بلکہ یہ معنی کا قول ہے۔ راجح یہ ہے کہ ایک بار سے زیادہ کہنا خلاف
سنت ہے، تین یا دو تکبیر گو ضروری کہنے والا شخص گناہ گار اور مستند ہے اس پر جس بدعت سے توجہ کرنا
فرض ہے، قتالہ فی التنبیہ و وجب تکبیر التشریف مرتبہ و فی التنبیہ و ان زاد علیہا یا کثر فصلا قائم
العبود، و فی المحاشیہ اذا دان قوله مرة بیان الواجب لیکن ذکر انہما انعموا ان العموی لغرض التجرع ان
ان الاتیان بہ مرتبہ ثلاث مرات ۱۵ قلت فی الاحکام عن ابن جلدی ثم الشیخ من قولہ
علانیۃ اندیکر مرة و قبل ثلاث مرات (مراد الحارثی ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ رجب ۱۴۱۵ھ

سماۃ عید میں مسبوق تکبیرات کس وقت کہے؟

سوال: تکبیرات زندہ کے بعد اگر کوئی شخص نماز عید میں امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو تو یہ تکبیرات کس وقت کہے؟ اور اگر کوئی دوسری رکعت یا قہر میں شریک ہو تو وہ تکبیر کس وقت کہے؟ بیٹو تو جودا؟

الجواب باسمہ ملہم الصواب

تکبیر تحریر کے بعد تکبیرات زوائد کہے، اگرچہ امام قرات شروع کر چکا ہو اور اگر عید میں امام یا امام کے ساتھ رکوع میں ملے، بہت آسان کے ساتھ رکوع میں ملے کاغذ ہو تو رکوع میں بدول یا تھا اٹھائے تکبیرات کہے اگر تکبیرات کی تکمیل سے پہلے رکوع سے اٹھ کر یا قہر میں تکبیریں ساتھ ہوئی ہوں، اور اگر دوسری رکعت میں داخل ہو تو امام کے سلام کے بعد اٹھ کر حرکت پڑھے گا، اس میں قرات کے بعد رکوع سے پہلے تکبیرات کہے، اور اگر قہر میں شریک ہو تو عید میں اسی طرح در رکعتیں تکبیرات کے ساتھ پڑھے جس طرح امام کے ساتھ پڑھے برقی ہیں، قال فی العلائق ولو ادرك المؤتمرا اماما في القبا بعد ما كثر كثير في الحان يؤي نفسه لانه مسبوق ولو سبعين بركعة يقرأ ثم يكذب ولا يقول التكبيرات والى انشائية وقوله في القبا: اي الذي قبل الركوع اما لو ادركه في القبا فان غلب على ظنه ان يركع في الركوع ككثر قائما لم يقرأ نفسه بركع الركوع وكثير في ركوعه خلا لا لا يؤسف رحمه الله تعالى ولا يرفع يديه لان الوضوء على التكبیرین سنة في محلہ والرفع لا في محله وان رفع الامام باسمه سقط عنه ما بقى من التكبيرين لا تقوته المتابعة ولو ادركه في قيام الركوع لا يقضيها فيه لانه يقضي الركعة مع تكبیراتها، فتح رد المحتار (ص ۱۱۱) فقط والله تعالى اعلم

الحرم مستطعم

صرف عورتیں جمعہ وعید نہیں پڑھ سکتیں :

سوال: صرف عورتیں جمعہ اور عیدین کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ نیز تراویح کا کیا حکم ہے؟ بیٹو تو جودا

الجواب باسمہ ملہم الصواب

صرف عورتیں جمعہ وعید کی نماز جماعت ادا نہیں کر سکتیں اور تراویح میں صرف

عمو توں کی جماعت مکر وہ تحرکی ہے قال فی اللہ المختار فی مبحث الجمعة والسادس الجماعۃ
وافہا ثلاثۃ وجہات وہی الثانیۃ تولد اقلہا ثلاثۃ رجال (المنقولہ) واحتمل ان الرجل
عن النساء والصبیۃ فانہ الجمعة لا یصلح بہم لعدم صلاحیۃ یم للامانۃ فیہا بحال
بحر عن المحیط (رد المختار ص ۱۶) وفی عبد العلانیۃ تجب صلوٰتہا فی الاصح علو من تجب
علیہ الجمعة بشرطہا المتقدما سورۃ الخفیۃ فانہا سنۃ بعدہا (رد المختار ص ۱۶)
وفی امانۃ العلانیۃ وبکرہ تخیرہا جماعۃ النساء ولو فی التراویح (رد المختار ص ۱۶)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۳ھ

بجانب خطبہ نحرۃ المجد پر عذاب جائز نہیں،

سوال: در بیان خطبہ حدیث سبک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز پڑھنے کا تراز معلوم ہوتا ہے
دیگر احادیث کا تو وہی ہے، تجلین یا ترجیح کی کیا صورت ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حدیث تطہیر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبرک تشریف لے گئے تھے، مگر اہل خطبہ
شروع نہیں فرمایا تھا، خطبہ سے قبل حضرت سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درگاہت پڑھنے کا
ارشاد فرمایا، ملاوہ از میں مکتب ہے کہ یہ واقعہ خطبہ میں بحکم انصاف سے قبل کا ہو۔

صورت ترجیح یہ کہ حدیث سبک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر واحد ہے، اور حدیث ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب، فقد قنوت، مشہور بلکہ ثمرین
تواتر ہے، خبر واحد حدیث مشہور سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی، جب حالت خطبہ میں
خبر عن المستنکر کا فرض ادا کر کے بھی اجازت نہیں تو فعل کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟
اس کی مفصل تحقیق میرے رسالہ "نبیل المرام" التزام السکوت عند قراءۃ الامام مندوبہ
احسن الفتاویٰ جلد سوم ص ۱۳۵ تا ۵۰ میں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ ربیع الآخر سنہ ۱۲۸۴ھ

راے و نثر کے قریب سی فی اجتماع میں نماز جمعہ:

سوال: قصہ رائے و نثر کے قریب جہاں تبلیغی اجتماع ہوتا ہے وہ نماز ادا ہو رہی ہو
میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور درمیان میں کھیت وغیرہ بھی شامل ہیں، اور وہاں نماز جمعہ

تاکم کی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ یہ جگہ فناءِ مصر میں شمار ہوتی ہے یا کہ خود اس جگہ کو شمار کیا جائے؟
 ائمہ کے دل میں کافی دقت ہے، علما کے جواب سے تسلی ہوئی گی، مینو اتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

تبلیغی اجتماع کے لئے ایسا میدان خارجِ مصر میں داخل ہے، اس لئے یہ جگہ فناءِ مصر میں داخل ہے، اور فناء میں جمعہ جمعہ کے لئے مصر سے انصاف ضروری نہیں، اور نص میں مزایع مانع نہیں، لہذا یہاں جمعہ صحیح ہے، حفظہ اللہ تعالیٰ اعلم۔
 (تفصیل سوانحی تلامذہ پر جہاں جواب تحریر ہے) بسم اللہ بحسبہ مسئلہ

کراہت اطالہ خطبہ کی مقدار:

سوالی: الرابع عشر: تخفیف الغضبین بقدر سورت من طوالت المقتضی
 (تفسیر) اس عبارت کا کیا مطلب؟ کیا ہر ایک خطبہ اتنا طویل ہو؟ یعنی اولی خطبہ بھی مقدار سورت طوالت ہو اور ثانی خطبہ بھی مقدار طوالت ہو یا دونوں خطبے مل کر مقدار ایک سورت طوالت مفصل ہوں؟ مینو اتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں مذکور بندہ یہ عبارت اور عبارت کے جزیرہ ذکر کیا زیادہ سمجھا یعنی قدر سورت
 من طوالت المقتضی سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں خطبوں کی مجموعی مقدار مزید سے عبارت ملا
 ہے نظریہ معلوم ہوتا ہے کہ طوالت مفصل میں سے سب سے بھولی سورت کی مقدار مزید زنی مروہ
 ہے، مگر عبارت بندہ سے ثابت ہوا کہ سب سے بڑی سورت مزید ہے، دیویدہ ما نقلہ میں عاجز
 رحمہ اللہ تعالیٰ عن الغفالی و زیادۃ التخیل مکروہہ و رد الحدار مشہور: فقط بفضلہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

خطبہ میں ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سوال: حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا عبدالستار
 تونسوی مدظلہ نے جو خطبات شائع کئے ہیں جن میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیرتین صاحبزادیوں کے نام بھی درج ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم میں سے باقی صحابہ کے ساتھ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی درج ہے
 یہ خطبات جمعہ میں پڑھا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو صرف عبارت کی حد تک یا مروجہ حال

کے پیش نظر افضل رکعت ہے! اگر یہ جائز و افضل ہے تو ہمارے حاکمین متقدمین و متاخرین میں جو خطبات رتق تھے ان میں مندرجہ بالا نام کیوں درج نہیں تھے؟ نیز یہ کہ ان خطبات کے اکابر، سلف صالحین مثلاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسک سے انحرافات و لازم نہیں آئے گا! بیحد اترجروا!

الجواب باسمہ و بسمہ انصواب

ہر زمانہ میں خطبہ کے مضمون کی ترتیب میں اسلام میں پیدا ہونے والے فقہوں کے مسلک اہل سنت کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے، چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسما مبارکہ اور ان کے لئے دعا اور ان کے مناقب خطبہ میں لائے گئے۔ روانعت و خوارج پر تردید اور مسلک اہل سنت کا اعلان مقصود ہے، سابق زمانہ میں جو فقہ تھے ان کی تردید کرنے انہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کافی تھا، جو مطبوعہ خطبوں میں مذکور ہیں، جدید دور کا ایک جدید قسم ایک ایسی جماعت کا ظہور ہے جو اہل سنت جوئے کی بدعتی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہٹ کر عیسویت کا دعویٰ کرتی ہے، مگر قلوب بغض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسموم ہیں، بالخصوص حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق ان کے قلوب کی تناسل ان کو :ان دقل سے مسلسل اہل بدعتی ہے، مسلک اہل سنت میں کسی صحابی سے متعلق اہل بدعتی اہل بدعتی کی کوئی گنجائش نہیں، کسی بھی صحابی کے بارے میں ذرا سی بدگمانی بھی اللہ تعالیٰ کے غضب و درجہم کی موجب ہے، اس لئے یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں، اور انکو جو بعض ہیں ان کی راہ پر چل رہے ہیں، نیز روانعت کو حضرت زلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا دوسری منابت کمالات سے بھی بغض ہے، اس لئے ان فقہوں پر تردید کے پیش نظر خطبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منابت کمالات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب و فضائل کا ذکر اور ان کے لئے جو برکتیں معمول بنانا جائز ہے، اس سے حضرت تھانوی قدس سرہ اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک سے انحراف لازم نہیں آتا، بلکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ ان کے خطبات جس نظریہ پر مبنی ہیں ان میں یا اضافہ بھی اسی نظریہ کے تحت کیا گیا ہے جس کی تفصیل اوپر بتائی جا چکی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشرطاً اصلیت و مشروع الاحیاء لازمیہ، غیر عربی میں خطبہ جائز رکھنے والوں کی بڑی بنا، نقل یہ ہے کہ خطبہ تذکرہ ہے اور تذکرہ غائبین کی زبان میں ہونا چاہیے ورنہ عہت ہے۔ اسکا ایک تحقیقی جواب ہے اور ایک الزامی۔

تحقیقی بجواہر ۱۔ اس کا تذکرہ ہونا مسلم نہیں۔ خود قرآن و حدیث میں اس کو ذکر فرمایا گیا ہے خاصہ ان ذکر اللہ و ذوالہجۃ۔ حدیث میں ہے فاذا خرج الامام حضرت الملائکہ۔ یستمعون الاذکر (بخاری ۱۰۳۰ ص ۱۲۱) فاذا خرج الامام فخطبوا و یستمعون الاذکر (بخاری ۱۰۳۰ ص ۱۲۲) اور انس الدائمہ فرماتے ہیں و ان ان الخطبۃ ذکر النبی (کتب المطبوعہ للشیخ ج ۲ ص ۲۶) ولا یستعملون الا امام الذکر ۱۔ یہ حکم فی حدیث ہستی، من حدیثہ الناس لاند ذکر منظم النبی (مطبوعہ للشیخ مصر ج ۲ ص ۲۶) مذکورہ بالا آیت اور عبارات سے معلوم ہوا کہ خطبہ ذکر ہے تذکرہ نہیں (تبعاً۔ علاوہ ازیں مختلف قرآن خطبہ کے صرف ذکر ہونے پر صریح دال ہیں۔

(۱) امام صاحب جملہ مستحالی کے نزدیک خطبہ میں صرف تہمیدہ واحدہ یا تسبیح واحدہ کافی ہے (مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۱) حالانکہ تہمیدہ واحدہ یا تسبیح واحدہ سے تذکرہ صلی نہیں ہوتی۔
(۲) خطبہ اتفاق فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ شرائط جمعہ میں سے شمار کیا گیا ہے۔ نقل علامہ ابن الہمام فی نفع القادر لاجتماع ثلث اشیاء فی الخطبۃ (مجموع ج ۱ ص ۱۰۸) اگر خطبہ کا مقصد و غرض تبلیغ ہی تھا تو جمعہ کے شرائط میں داخل کرنے کے کوئی مضائقہ نہ تھے کہ اور اس جمعہ میں پر موقوف ہو جائے

(۳) خطبہ جمعہ کے لئے وقت ظہر ہونا شرط ہے کہانی عامۃ الکتاب و الفاظ البعد لاند (ای وقت الظہر) شرط حق و خطبہ قبضہ و صلی فیہ (ای فی وقت الظہر) لم یقم (مجموعہ ج ۱ ص ۱۰۸) اگر خطبہ کا مقصد تذکرہ نہیں بلکہ تبلیغ مقصود ہے تو وقت ظہر کی کیا تخصیص؟ اگر زوال سے پہلے کوئی خطبہ پڑھے اور نہ زوال والی پڑھے تو کیا مقصد و غلط حاصل ہوگا؟ و انما تذکرہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس صورت میں جمعہ ہی کو غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔

(۴) صحت خطبہ کے لئے صرف پڑھ دینا کافی ہے کسی کا سننا ضروری نہیں۔ اگر چند بڑے آدمیوں کے سامنے یا سوتے ہوئے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھ دیا گیا اور کچھ نازعہ پڑھی تو خطبہ ادا ہو گیا اور نازعہ صحیح ہو گئی کہانی البحر والبرق کا واضحاً او نیاماً۔ اگر مقصود خطبہ و غلط

تذکرہ ہے تو صورت مذکورہ کے جوڑ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

⑤ اگر برٹھنے کے بعد امام کسی کام میں مشغول ہو گیا اور خطبہ دنازیں کوئی مستند نھیل ہو گیا تو خطبہ کا اعادہ ضروری ہے۔ اگرچہ دوبارہ سننے والے بھی وہی لوگ ہونے جو پہلے سے سنے چکے ہیں مگر اذکار کا فی الجملہ عن اعلاۃ شہرہ والی وقت صحت فی السراج النور بلزوم الاستیعاب و یحکم الخطبۃ ہذا اھو الظاہر (مجموع ۲ ص ۱۵۷) اگر وہ خطبہ تندرستی خطبہ کا مقصود ہو تا تو اس اعادہ سے کیا فائدہ مقصود ہے ؟

⑥ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو دو رکعت کے فہم مقام قرار دیا ہے (مجموع ص ۱۰۰)۔
⑦ خطبہ کا سنت اور اس میں خاموشی رہنا واجب ہے اور زبان سے دو مرتبہ شہادۃ پڑھنا یا فسبح و تکبیر کہنا اور سلام کا جواب دینا ناجائز ہے۔ اگر مقصود وعظ ہے تو جواب سلام اور ایسے ذکر سے کیوں منع فرمایا جو سنت کے مافی نہیں۔ نیز اگرچہ خطبہ کے مضامین پہلے سے معلوم ہوں تب بھی ان کا سماع واجب کیوں قرار دیا گیا ؟

امور مذکورہ سے یہ بات بھی ظہور میں آتی کہ خطبہ جمعہ کا مقصد اصلی شریعت کی نظر میں صرف ذکر اللہ ہے۔ وعظ و تذکرہ اس کی حقیقت و مقصد کا جزو نہیں، بعض لوگ یہ شبہ ہمیشہ کرتے ہیں کہ خطبہ کے بیٹھے ہی وعظ کے ہیں۔ لہذا واضح ہو کہ خطبہ کا لفظ صرف مکمل بغیر وعظ کے لئے بھی مستعمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے خطبہ خطبۃ بالکسر والاسم ایجاء بالکسر و اما بالنہم فمعونۃ القدر والکلام۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں وانا خطیبکم انما انصوتوا لی انما اللہ تکلم من الناس میں مسکوا من الرحمن و فاعلم ان ربکم ولم یؤذن لک ان تخلی عنکم عنق الزاویٰ جواب ہے قرآن مجید بعض قرآنی تذکرہ ہے۔ تاکہ تعلق ان ہوا الذکر لی للذالمین تو چاہیے کہ اس کو بھی نماز میں حاضرین کی زبان میں پڑھا کریں۔ پس جس طرح کہ اسکا عصری زبان میں پڑھا کر تفسیر ہی ہے اسی طرح خطبہ کا عربی زبان میں پڑھنا۔

غیر عربی میں خطبہ جائز رکھنے والوں کی سب سے بڑی نقلی بنا یہ ہے کہ امام نہ صاحب رحمہ اللہ نے نماز میں قرأت کو فارسی میں جائز فرمایا ہے۔ اس کا ایک جو نقلی ہے اور ایک عقلی نقلی جواب ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس سے رجوع فرمایا ہے۔ اعلیٰ اللہ الامام رحمہ اللہ کا ان اذکار بقولہ اسے قراۃ القرآن بانہ اوسیت بحجۃ اللہ رجوع عنہ الی عدم الحمد الذی دھو قو لہما فالان فی العزۃ بدوۃ الوبیکو الراؤۃ الی ایا حقیقۃ وحیدہ لک تلافی رجوع الی

تو بعد از مدعیہ الاحتمال منقولہ صلوٰۃ الاجماعیہ وہی نصیحہ کفایۃ و علیہ الاستعداد ہذا یند

(اللائحۃ المستترۃ فی الروایات المرحونہ ص ۱۵)

عقل جو اسے امام صاحب رحمہ اللہ کے منہ سے جاری ہوتا ہے تو اس کے لئے کہ اس سے متعارض ہوتے ہیں، وہ جو باطل ہیں اس سے استدلال کرنا تاویذ الفقہ مالایدر فیہ قائمہ کے قبیل سے ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا قول کہ جو اس شخص کے باوجود میں تھا جو قراست عربی پر قادر نہ ہو جو شخص عربی قراست پر قادر ہو اس کے متعلق امام صاحب رحمہ اللہ نے غیر عربی میں جواز قراست کا قول نہیں فرمایا تو معلوم ہو کہ خطبہ کے متعلق بھی امام صاحب رحمہ اللہ کا قول کہ جو اس صورت میں ہے جب کہ خطیب عربی خطبہ پڑھنے سے عاجز ہو۔ کیونکہ خطبہ جمعہ و قراست کا امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی کلمہ ہے۔ درغنا شریک الصلوٰۃ کے بیان میں ہے دلیٰ ہذا الاختلاف الخطبۃ و جمیع الاذکار، اس سے اجمعی طرح روشن ہو گیا کہ قول کہ جو اس شخص کے ساتھ خاص ہو جو عربیت سے عاجز ہو۔ اب بعد از جو خطبہ غیر عربی میں عاجز عن العربیۃ کے لئے بھی جائز نہیں جیسے قراست اور اذان غیر عربی میں جائز نہیں۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ جب لوگ خطبہ کہتے ہی نہیں تو پڑھنے سے کیا فائدہ؟ تو یہ اعتراض قراست اور اذان میں بھی وارد ہو گا۔ اذان بھی اپنی ملکی زبان میں ہونا چاہیے اور صحیح علی الصلوٰۃ "کی جگہ" نماز کی طرف آؤ" کہنا چاہیے۔ اگر کہ جائے کہ اذان اعلان کے لئے ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس سے مقصود نماز کا اعلان ہے تو جواب یہ ہے کہ اعلان تو صرف دو تین کلمات سے حاصل ہو جاتا ہے اتنی لمبی اذان کی کیا ضرورت تھی؟ خصوصاً اگر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من الصوم کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ اس کا ترجمہ کوئی نہیں سمجھتا۔

کسی دوسری زبان میں خطبہ کا ترجمہ کرنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے خطبہ اور جمعہ کے درمیان فصل ہو جائے گا اور فصل ہو جانے سے خطبہ کا اعادہ ضروری ہے کما صرح۔ نیز کتب فقہ میں ہے کہ خطبہ کا اس چیز کا (مثل تمجید، صلوٰۃ، دُعا وغیرہ) شامل ہونا سنت ہے اور اس کے ساتھ ہی خطبہ کا اختصار بھی سنت ہے۔ اب اگر پوری دس اشیاہ جو خطبہ میں سنت ہیں سب ذکر کرے در ترجمہ بھی کرے تو اختصار نہ رہے گا بلکہ خطبہ دو گنا سے بھی زیادہ ہو جائے گا۔ اور اگر پوری دس اشیاہ ذکر نہ کرے تو بھی خطاب سنت ہوا۔ غرضیکہ دُر

سننوں میں سے ایک کا ترک ضرور لازم آتا ہے۔

اختصاراً کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ و ہذا منہ من المتکلم علی العبدۃ
والمستدال علیہ والذکر بالحدیث فی ردیح لستہ السنیۃ وانیاء ما مضت علیہ الایام الرضیۃ
(علیہا الرضوان) فعلیکم بالعربیۃ وانیاکم وانیات لجمعیۃ۔ وایموجو وایامون لک وانیاتہا۔

فقط واللہ المستعان

تحفہ بیاناتہ تعالیٰ (شیخ محمد بن مولانا محمد علی صاحب)

لہذا یوں فرمائی غفرلہ لا وادیہ، ماریچ لعل مرید

جمعہ فی القری باذن الحاکم کی تحقیق

سوال (۱) عند الامکان قری کبیرہ میں جمعہ مطلق ہے یا کہ اذن حاکم پر موقوف ہے؟

(۲) اذن حاکم سے ہر قریہ میں جمعہ جائز ہے یا کہ اس میں کچھ تحدید ہے؟

(۳) اذن الحاکم بکلیت مذہب صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) جو جمعہ فی قری کہلے اذن حاکم کافی ہے یا کہ حکم قضاء فی ضمن حادثہ ضروری ہے؟

(۵) جیسے مصر میں جماعت المسلمین امیر کے قائم مقام ہو جاتی ہے ویسے ہی قری میں

جماعت المسلمین کے اتفاق سے جمعہ ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ میں غافل

الجواب بالاسم ملاحظہ القراءات

(۱) قلنا فی الذکر یہ ویث قرطہ لجمعتهما، مصر وقایہ المدینۃ فی القریستان فی اذن

الحاکم وینا، الخیامۃ فی الرسائل؛ ذلک بالجمعیۃ اتفاقاً علی ما قالہ الشخصہ واذ فصل بہ

الحکم مدار جمعاً علیہ فلیحفظ فی الشامیۃ (قولہ فی القہست الخ) نائیل المعین وعبارة

القہستانی وفتح فوطی فی القیاسیۃ والفقیر الکبیر فی القیاسیۃ سواک قال بالوافق ہم هذا

بالاجماع اذا اذن الخوان والفاقضو ببناء المسجون الخیام واما ما جمعة ذلک هذا مجتہد

فیہ فانما الفصل بہ الحکم حد جمعاً علیہ وفتح ذکرنا اشارۃ الخ لا لا تجوز فی اصحیۃ الخ

لیس فیہا قاضی و منیر وخطیب کما فی المقدمات (فی ان قال فی) بجوابہم یوصلون

فی القیاسیۃ لزمہم اذ انظر هذا اذا لم یصل بہ حکم فان فی فتاویٰ الدین ذی اذا یجوز

مسجد فی المرسۃ فی امور الامام فہو: ہر باجمعیۃ اتفاقاً علی ما قالہ الشخصی (در المختار ص ۴۹۹)

نستانی کی عبادت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قرأت تین قسم کے ہیں۔

(۱) اعتبار اور ایسی بیعت و صفت کا گاؤں کہ جسے عرف میں شہر کہا جاسکتا ہو۔ یعنی اگرچہ لوگ اسے گاؤں کہتے ہوں مگر کوئی شخص اسے شہر کہے تو اس کی تکذیب اور اس پر انکار کیا جاتا ہو ایسا گاؤں حقیقت میں شہر ہے لہذا اس میں جواز جمعہ اذن حاکم پر سوتوں نہیں۔
نستانی کی عبادت میں تھکات پر قری کبرو کا عطف تفسیری ہے یا اختلاف اہم مع انکار کسی کی پناہ ہے۔

(۲) ایسا گاؤں کہ اس پر عرفاً شہر کا اطلاق صحیح نہ ہو اسے شہر کہنے والے پر انکار کیا جاتا ہو اس میں اذن حاکم سے جمعہ جائز ہوگا بشرطیکہ یہ موضع اقامت جمعہ کے لئے مجتہد فیہین لا یمت ہو۔
(۳) اثنا چھٹا گاؤں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں بھی وہاں جمعہ جائز نہ ہو۔ اس میں اذن حاکم سے بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ ویضا ذکرنا اشارۃ الحق اللہ لا یجوز فی الصغیرۃ العتق لیس فیہا قاضی و منہدی خطیب سے اسی قسم کا گاؤں مراد ہے۔

(۴) جواز الجمعۃ فی القری یا ذی الحکم کی پناہ یہ ہے کہ موضع مجتہد فیہ میں حکم حاکم منع اختلاف ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قریہ میں کسی امام کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہ ہو وہاں اذن حاکم سے بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ کہا ذکرنا فی الجواب عن السؤال الاول۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ انہ الحکم للجمعة مبین علی کون ذلک الموضع محلاً لاقامۃ عافیہ
(رد المحتار ص ۴۲ ج ۱)

شرط صحت جمعہ سے متعلق اقوال ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ ملاحظہ ہوں۔ قال المحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ وجملۃ ما للعلماء فیہ (بعد منہ تقوم بجمہ الجمعۃ) خمسۃ عشر قولاً (والی قولہ) التاسع عشر فیہ روایۃ ابن حبیب عن مالک، العاشر ثلاثون کذا (الحادی عشر) وارجو ان لا یحکم عند الشافعی، والثانی عشر، فلیزاحم عند الشافعی عشر خمسون عن محمد فی روایۃ یخرج البزار عن مالک (ج ۲) وکن انقلہ الشافعی عن المحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ (نہای الاوطار ص ۴ ج ۲) وقال ابن رشد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ ومنہ من شرط اشتراط الجہین وهو قول الشافعی والحدی وقال قوم ثلاثین ومنہ من شرط عدداً ولسکون رابعاً انہ یجوز بمادون الاربین ولا یجوز بالثلاثین والاربعة وهو من صہ مالک وعلیہم بانہم الذہین یکون انہ تنصرف بجمہ قریۃ (بدایۃ المجتہد ص ۱۱۰) قال العلامة ابوالبرکات

اور امام مقيم) فلا تقیم اذا اذی و بشرط فيه الاقامة ولو لم يكن متوطنًا كـ اشرونا
له بالجمعة وان يكون هو الخاطب فلو صلح فهو غير الخاطب لو تقیم الا لعدلی، بیعیم
کرمات ونقصه وضوء، و حسب الخطا ان قرب من زوال العذر (مقر قال) بشرط
الخامس، الجامع واليه اشار بقوله (بجامع) فلا تقیم فی البیوت و (لا فی بزم من
الارض) ولا فی حادی ولا فی رجة دار۔

وفیه شرط اربعة، ان یتكون مبنیاً، وان یتكون بناؤه علی عادیتم، وان یتكون
متحداً، و منفصلاً بالبلد والیه اشار بقوله (مبنی) فلا تقیم فیما حو طاعیه بزم، ان
اجزاء وطوبی من غیر بنا (علی عادیتم) ای اهل البلد فی شمل بناءه من یوهر
لاهل الاختصاص لا لغيرهم (متحد) بالبلد (فان) تعدد العتیق، هو الذی تقیم
فیه الجمعة دون غیره والمراد بالعتیق ما اتممت فیه الجمعة ابتداءً ولو تأخر بناؤه
عن غیره فالجمعة له (وان تأخر) (ای) وان تأخر دار الجمعة فیه عن الجلیلا
فالمطلوب فی الجلیلا، وان سبقت فاسمالة مالم یجبر العتیق فالجمعة لا تكون الا
مطلوبة فی البلد موقو اتممت لا تصلح لجماعة لاف العتیق ولا فی غیره فان
صلبت فی غیره قبله فباطلة (متصل بناها) حقيقة اذ حکا بان الفصل عنها
انفصالاً یسیراً غیر فیاً (لا اذ انفصل کثیراً) فلا تقیم به الجمعة (او خف بناؤه)
عن عادیة من (البلد) لا تقیم فیه وهذا مضمون قوله علی عادیتم۔

وفی الحاشیة وقوله او خف بناؤه (ای) بان دار اهل البلد یعنون بالاجزاء و
بالطوب المحروق و بناؤه بانو، او کانت اهل البلد یسبون بالقرع و بناؤه بالبوهر
(المشرع) الصغیر ۳۵۴ ای مله ۳۵۴) وقریب من قلت فی الفقه من، لعدلی، ای
الاربعة (مله ۳۵۴)

صحت جمع کے لئے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پچاس یا چالیس افراد، امام شافعی
رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چالیس، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیس یا بیس اور کم، مگر بارہ
افراد کا وجود بشرط ہے۔ چونکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں سب سے زیادہ تسہیل ہے اس لئے ہم نے صرف شروط مالکیہ میں سے صرف چند
شرائط ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

شرائط مالکیہ کا خلاصہ :

- (۱) اتنا بڑا گاؤں ہو جو اپنی ضروریات میں دوسری آبادی کا محتاج نہ ہو۔
 - (۲) اگر گاؤں اس نوعیت کا ہو تو اسی قسم کے گاؤں سے تین میل شرعی کے اندر ہو۔
 - (۳) گاؤں اپنی جگہ کا ہو بلکہ رکلتی ہوں یا کھڑی وغیرہ کی جھٹلیاں ہوں۔
 - (۴) امام کے علاوہ اس گاؤں کے مسکن باشندوں میں سے کم از کم باوجود افراد بڑا خعبہ سے یکسر مسلم پھرنے تک شریک رہیں حتیٰ کہ انہیں کسی کی غلامی یا اس کے بعد بھی ناسد ہو گئی تو جمعہ باطل ہو گیا، انہیں توہن کی شرط سے ثابت ہوتا ہے کہ حزیقہ ذکورہ، دیور، غل، اور وضعت جمعہ کے لئے صحت غیر واسطہ ہو رہی یا نہ ہو۔
 - (۵) یہ بارہ افراد مالکی، حنفی ہوں۔
 - (۶) امام ساقر نہ ہو۔
 - (۷) جو خطبہ بڑھے وہی امامت کرے۔
 - (۸) ایک آبادی میں جمعہ ایک ہی جگہ ہو۔
 - (۹) جمعہ مسجد میں پڑھا جائے۔
 - (۱۰) مسجد کی عمارت گاؤں کی عام عمارت کی منسبت گھٹیا نہ ہو۔
- عمل بزمذہب غیر کی بنا پر جواز جمعہ فی القری کے قائلین اندازہ لگائیں کہ صحت جمعہ کے لئے اس میں اندازہ میں کس قدر تردد و تردید ہے۔ حالانکہ ہم نے سب شرائط نقل نہیں کیں مگر جو پر صحت چند شرائط نقل کی ہیں، مذہب شافعی و حنبلی میں تو یوحنا، پالیس، فسرا دی شرط کے ساتھ زیادہ ناخوشگوار غلطی اور بھی کئی شرط ہیں۔ اگر کسی مذہب کی جملہ شرائط کا لحاظ کیا گیا تو بالاتفاق جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ تعین بالاتفاق حرام ہے۔
- (۳) حکم مقدمہ کا حکم بخلاف مذہب بالاتفاق نافذ نہیں ہوتا۔ البحر الرائق میں امام محمد رحمہ اللہ نے اسی ایک روایت منقول ہے کہ اگر قاضی مقدمہ نے غلطی سے خلاف مذہب بصلہ کر دیا تو نافذ ہو جائے گا مگر یہ روایت مرجوح ہے۔
- حاکم مجتہد کے حکم بخلاف مذہب کے عدم جواز پر تو اتفاق ہے مگر نفاذ مختلف فیہ ہے۔
- عند امام ناظر ہو جاتا ہے عند اصحاب میں نہیں، تنوی صاحبین کے قول پر ہے۔ قال فی شرح التتویر و ان الخلاف فی خاص بالخاص المقتضی انما المقتضی فلا یفعل ففلاً بخلاف مذہب اصلاً کی ذی القنیہ قلنت ولا سیاقہ من ماتنا فان المسلمین ان یفعل فی منسوخہ عنہ لیس

انقضاء بالاقوال الضعيفة فكيف يخلو من مله فيه. وفي الشامية ان الفتوى على قولهما
بعد ان انقضاء في العبد والسيادة.

وايضاً فيها عن الخبر ان قول الامام بالانقضاء لا يوجب حلالة لانقضاء على هذا التقضاء يعود نعم

في بعض السواضع ذكر الخلاف في الحلالة ويجوز جمع روايتي عد ۱۷۱ (رد المحتار ص ۱۸۳)

پس یہ بقول مفتی بہ عالم مجتہد کے اربع خلاف المذہب ہے، مگر صحیح نہیں، جو جائیداد حسب اطفال
مجتہد ہی مستغوثہ ہے لہذا جمعہ فی القری کے جواب کی کوئی صورت نہیں، بلکہ اگر کہیں یہ ثابت ہو جائے
کہ اس علاقہ میں کسی وقت میں عالم مجتہد نے جمعہ فی القری کا حکم دیا تھا تو بھی اس وقت وہاں جمعہ
جائز نہیں کیونکہ اس قول کے غیر مفتی بہ ہونے کے علاوہ عدم جواز کی یہ وجہ بھی ہے کہ عالم امر کی ذات
سے اس کا امر ختم ہو چکا ہے۔ قال فی الشامية لا یبقی لہ الیوم الاذن بعد موته السلطان
الاذن بن الحسن الا اذا ذل بہ ایضاً سلطان زماناً ثم انصره الله (ص ۱۷۳) وایضاً فیہا فی
باب العیدین ان امر الخلیفة لا یبقی بعد موته وعزلہ کما صرح فی الفتاویٰ الخیریتہ فی
علیہ انہ لو نزل عن سہل الدعوی بعد خمسین سنة لا یبقی علیہ بعد موته والله اعلم
(رد المحتار ص ۱۸۳)

البتہ اگر عالم شافعی اپنے مذہب کے مطابق اقامت جمعہ فی القری کا امر کرے تو بدلتا محتاط
کا جمعہ بھی صحیح ہو جائے گا بشرطیکہ سلطان نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ پھر اس عالم کی موت یا سفر
یا تبدیلی کے بعد عدم صحت کا حکم ہو کر آئے گا۔

(۴) ان سے مراد امر ہے صرف اجازت کافی نہیں، البتہ قضاء فی ضمن حادثہ ضروری
نہیں، قال فی الشامية وقطاعاً ما مر من ان القضاة ان یجروا امر السلطان والقاضی ببناء
المسجد وادخالہ فیہ حکم رافع للخلاف بل لا دعویٰ وحالہ ذلہ فی قضاء الاشیاء امر القاضی
حکم کقولہ سلم البعد ووالی المناشی والامریہ ثم الدین والاس مجسہ الخ وحق بن محمد بانہ
توڑیہ لقاضی الضعیفہ حکم رافع للخلاف لیس غیریہ نقضاً لقولہ واذ انحل بہ للعقوبات
قل علمت ان عبارة القضاة ان یجوز ان یجروا الامر رافع للخلاف بناء علی ان یجروا امر
حکم (رد المحتار ص ۱۸۳)

(۵) جماعت مسلمین صرف امور انتظامیہ میں عالم کے قائم مقام ہوتی ہے جو خود صحت بعد
کے لئے امیر متصرفین مشروط نہیں بلکہ صرف تقدیم و تقدیم میں دفع نزاع کیلئے ہے جو کہ امر انتظامی ہے۔

لہذا اس میں جماعت المسلمین امیر کے قائم مقام ہو جائے گی۔ مجتہد صاحب جمعہ فی القری کے کہ اس میں امرحاکم سے ایک مسئلہ مجتہد ضیائیں مقلدہ براپنے امام کی تقلید سے فردج ضروری ہو جاتا ہے اور جماعت المسلمین کے امر سے ترک تقلید جائز نہیں۔ لہذا اس میں جماعت المسلمین امیر کے قائم مقام نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۸ مئی ۱۳۵۵ھ سنہ ۱۳۵۵ھ ہجری

تحریر مخدوم محمد باشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

چون دریں زمانہ توفیق در تحقیق احکام شرع و اقامت حدود بمرتبہ غایت رسیدہ بلکہ قدرت آل از قضاۃ غالباً مفقود گشتہ از بسبب اگر بموجب روایات ائمن مذہب صاحب لٹوی دادہ شرود جواز عطاۃ جمعہ کہ از غلط شعائر دین ست در تہائی بلاد سندھ در زیادہ از دوسہ ہجرت متحقق نشود بلکہ در آن ہم مشکل پس لاجست کہ دریں باب عمل بر روایت دیگر ضرورہ شود تا خوبہ شعائر دین از دست نرود و چون قاضی اجازت داد بموجب روایت امام محمود یا بر قول امام شافعی و یا مالک آن ناز با اتفاق جائز گردد و اختلاف ست در ان کہ نفاذ قضا و مجتہدات دصیرودۃ انہما یخ علیہ مخصوص ست بحکم قاضی مجتہد کما فی نفع التقیر یہ عام ست کہ شافعی شہد ہر قاضی مقلدہ کہ انشاء اللہ حب البحر و لفظہ ان القاضی المقلد اذا قضی بحدیب غیرہ فانہ یغفر و کذا لاذ قضی بروایۃ ضعیفہ او بقول ضعیف ائمنی در مثل مانع نیہ کہ محل تمت در قاضی نیست باید کہ خبری دادہ شود بروایۃ بحر الطائر الشعاثر الاسلام ولازم نیاید این شہد کہ در تقلید شافعی لازم ست کہ جمیع شرائط مذہب شافعی را رعایت کردہ شود زیرا کہ این باب از تعلیل نیست اصلاً بلکہ صحیح می شود این کار بر جمیع مذاہب از حنفیہ وغیرہم ولازم نیاید این شہد کہ نفاذ قضا و مجتہدات مشروط ست بوجود تقدم دعوی محمد و قضی کہ و مقتضی علیہ والا لٹوی باشد نہ قضا نہ برانچہ این شرط در معاملات و دعوی ست نہ در عبادات و لہذا در مضمرات و نذای حجت و کتابہ قانیہ و الی المذاہم این را قصاص امام ضاہد اند و حکم بصیرودۃ ان یخ علیہ کردہ اند و لازم نیست کہ بل کہ قسریات کہ در بیوت و ابنیہ سکونت دادہ قصد دوام اقامتہ داشتہ باشند بمل آنکہ متعلق است کلمہ حنفیہ برای کہ در مسی جو جائز ست در ایام سوگم فقط برانچہ سنی مصری مشہود

وایام سوره سبب بودن اشیاء و احوال و وجود و خلیفه و احوال اگر چه بعد از ایام بودم: بنی
مانده صبره ای که فی الماده و مشرق و جهات الشیخ و البحر و غیره با دقیه تا اقله نون صیف و لا شتاء در
ذهب شافعی است نه نزد حنفیه و لو که سنده و بعد فرین خود مشکلی عمل بر مذہب حنفیه
نمی نگارند بلکه اطلاق می کنند و اطلاق بحر علی الطائفة و به تعالی عم پس اقامه کنندگان جمیع
در آن قریباً ناجور و مشاب سنده ای باشند و اما معانی نه زنجیر در ذکر می آئیم و دره گار شوند
سجانه تعالی العلم بحقیقه الحال -

وتعقبه المخدوم عبد الواحد السيوساني رحمه الله تعالى وقال

ولا يخفى انه قد ذهب عدم جواز اجتماعه في المقر في البهلاء ولا يجوز في المقر
لقوله عليه وآله: تصون والسلام لا جمعة ولا شربة ولا فطر ولا صاع ولا في مصر جامع
في البحر المذهب عدم اجتماعه في المقر فضلا عن لزوم في العجيس ولا يجب الجمعة
في اهل المقر : ولا يجوز قرصة من مصر كذا الجمعة انما يجب على اهل الامصار
وفي خزائن المفتين فلا يجوز انما في التوسيع وفي خلاصة ما يجب على اهل المقر استثنى و
الجمعة وان كانت من المظفر شعائر الدين تتحقق اذا اجتمع في كثير من اصناف السنن ومذاهب على ما
هو المقتضى بدو من غير ان يكون في وقت التسوية هو الا يسم الا من سجل اهل المكلفين بها وفي
الدار لا يخلو من جهة فتوى اكثر الفقهاء فلهذا اتوا في الاحكام انهم ينظرون في تنسيق احكام
الشريعة فتواهم في ذلك خارجا لا جمل في اهل المقر في القول على خلافه مذهب وقد قال في البحر
الشيخ ميرزا الشاه حسن بن علي بن حنيفة ما لا وجه له من اجل انهم لم يسموا على غير اهل حنيفة الذي فارقوا
الواجب وجوده المصنف في ميرزا بسلايل والمفتي به هو عدم جواز اجتماع المكلفين في مجتهد
فيه لما في اهل الاختصاص وانما يقتل متى خالف معنى مذهبه لا يفتي حكمة ومقتضى هو انما في المقر
وفي ايضا القائلون انما لا يفتي حكمة ومذهبه لا يفتي حكمة في الاصل ومذهبه ايضا فتوى من ليس
بمجتهد كحنيفة زمانا بخلاف مذهب عاملا لا يفتي اتفاقا في الفتنة القاصين المكلف انما الفتوى على
خلاف مذهب لا يفتي في جميع القاصيين المفتي لا ينبغي له ان يحكم بخلاف مذهب الا اذا
كان مجتهدا استثنى والعدد في المقر في اهل القول في التوسيع والوجه بعيد عن فتية الفقيه وقد
قال في حسب المفتين القاصي المفتي بالمشقة بالرواية المروجة استثنى على هذا انما يفتي من فتوى
الوجه لا يفتي على ما هو واجبا لتمام من مذهب الامام والله اعلم (بماض واحد في حق)

سندھ میں بالعموم جو ارجح فی الذری کے لئے قیوم تھوڑی دیر تھوڑی تھوڑی کی تحریر کو سند بنایا جاتا ہے مگر غالباً خواہش نفس کی طرف ہوئی وجہ سے محدود سیرستان فی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب سے صرف نظر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ جواب نص میں نہ رہا کے عین مطابق ہے۔ البتہ اس میں مصر کی تشریح مالا یسعہ اور عربیہ کا حذیر ہو کر رہے ہے۔ مصر کی حد یہ ہے کہ اس میں ملک و اسواق اور ضروریات زندگی مینا ہوئی وجہ سے اس کو عرف میں تحریر کیا جاتا ہو۔

قیوم سیرستان کے جواب میں بھی زیادہ مفصل جواب نہ دئی تحریر یہ بات "جموع فی الذری اذ ان الکلم میں ہے۔ اس میں قیوم تھوڑی کی تحریر کے ایک ایک جز کا جواب موجود ہے۔ مزید یوں اس تحریر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ سندھ کے حاکم نے کس قریب میں اقامت جمود کا مراہ تھا۔ تاہم اگر کسی قریب میں کسی حاکم کی طرف سے اوست جمود کی عزت پر ہو جائے تو اس کا قریب دوسرے قریب کی بیوقوفیت ہو کر رہ جائے گا؟ ثابت اگر کمب، قریب میں اوست جمود کا امر وہ تو اس کا ثبوت چاہئے۔ نیز ایسے مصر کی صحت نفاذ کے لئے کوئی حربہ نہ دیاں درکار ہے، عبارات فقہ تو خاص قریب سے متعلق ہیں۔ البتہ حاکم امر کی موت کے بعد اس کا مرتب ہو گیا کہ احقرناہ فی موضعہ۔

پھر اس تحریر کے اس مضمون پر کہ اصل نہ سمجھیں کہ سندھ میں کس جمود پر نہ ہوگا؟ بتنا بھی تعجب کیا جائے کہ ہے۔ جنت سے کہ بعض حضرات نے اصل مذہب حنفی میں تشریف مہر میں تنفیذ الاحکام و اقامت الدیوب کی شرط لگائی کہ اگر متعین مکان پر نہ دیا گیا ہے کہ اصل مذہب میں قدرۃ علی تنفیذ الاحکام شرط ہے۔ نہ کہ خود تنفیذ الاحکام پھر قدرت بھی اکثر احکام کی تنفیذ پر نہ کہ کل احکام کی تنفیذ پر آخر میں ترجیح اس کو دئی گئی ہے کہ کسی ایک نام کی تنفیذ پر بھی قدرت شرط نہیں مہر ایما مصر بنی، خرہ ہے جس کو عرف میں تحریر کیا جاتا ہو ملک فی شرح المنور و شرط صحتھا مبعدا شیار الاقول لا ضرر و ضرر لا یصح اگر صحتھا مبعدا شیار الاقول لا یصح فی الواقعہ الحد و کیا احقرناہ فیہا خلقناہ علی لفظی و فی الاحکام و نظام المذہب اذ کل موضع نہ امیر و قاضی بقدر علی اقامت الحد و کیا احقرناہ فیہا خلقناہ علی لفظی و فی الاحکام و نظام الشاہدہ رتولہ و علیہ فتویٰ اکثر الفقہاء (۱) و کیا ایرونیجا امجد احسن ما قبلہ فیہ و فی ولا یجوز دھرمیم بحر علیہ مضمون فی الوکایہ و معارف المذہب و شرحہ و قد نہ فی مقربہ ما در علی نظائر و شروطہا ترجمہ و دینہ صلا و المنزلیہ بقولہ لفظہ و التوازی فی احکام استخراج بہا فی اقامت الحد و فی الامامہ (۲) قولہ و قلہ المذہب (۱) و فی شرح الحدیہ و الحد و العجم (۲) اختارہ علیہ حدیثہ اذ نہ تقدیرہ لہ عجز و قاضی یفقد الاحکام و یقیم الحدود و تریمون صلا و الشرعیۃ لہ عند احتیاجہ عجز عند الوقایہ

مندھ میں اصلاح جمعہ فی القری کی ایک کوشش

مندھ میں غنی کھانے والے عوام بلکہ علمائے دیہاتوں میں جمعہ پڑھتے ہیں پھر ستر بالا ستر کر دیتے یہ مقامات میں بھی جمعہ پڑھا جاتا ہے جہاں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں بھی جمعہ پڑھنے کی کوئی گنجائش نہیں اس کی اعلان کے لئے میرے خیال میں یہ تجویز آئی کہ مندھ کے مشہور علم و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو اس مسئلے سے متعلق اجتماعی غور کے بعد متفقہ فیصلہ کے اعلان پر آمادہ کر دیں چنانچہ میں نے اوائل شعبان ۱۳۴۷ھ میں مندھ کے مختلف محاذوں میں مشہور علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری کے لئے ان کو خطوں لکھے مگر ان میں سے کسی نے بھی میرے خط کا جواب تک نہیں دیا بلکہ بعض تو غریب سے ہم گئے اور بعض میرا خط بڑھ کر بلبل اٹھے اور براہِ محترم مولانا محمد عیسیٰ انصاری صاحب کے پاس پہنچا کہ چاؤ " کی فریادیں شروع کر دیں بالآخر ان سے نابوس ہو کر مجھے ان کے آستانہ پر حاضری کا ارادہ منسوخ کرنا پڑا۔ اس قصہ کی پہلی روئیداد درج ذیل ہے۔

مکتوب بنام علماء امندھ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

مارشعربان ۱۳۵۸ھ بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ امر مسلمہ اور کتب مذہب میں مہترج ہے کہ مذہب حنفی میں جمعہ فی القری جائز نہیں مگر مندھ کے اکابر علماء بھی دیہاتوں میں جمعہ پڑھتے ہیں اور ان میں یہ تعامل ابنا عن جہت چھٹا آتا ہے۔ اس کے برعکس علماء ہند میں مذہب حنفی کے اسی حد تک پابند ہیں کہ کسی کو جمعہ کرنے اور اس مسئلہ میں داخل کرنے کے لئے جمعہ فی القری سے قیوم کی مشرعات لگاتے ہیں۔ حدود مشرعات کی حفاظت کا مقتضی بھی یہی ہے۔

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر ہندو کا خیال ہے کہ مندھ کے علماء اور مفتیان کرام سے بانٹا ہوا بات کہ ان کا موقف معلوم کیا جائے، اگر وہ جواز کے قائل ہیں تو ان سے راء میں براجماعتی غور کر کے فیصلہ کیا جائے، اگر مذہب حنفی کے مطابق عدم جواز ثابت ہو

توسندہ سے اس منکر کے ازالہ کی تدابیر پر غور کیا جائے۔

لہذا تبند اس سلسلہ میں ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ میں سندھ کے دینی مدارس کا دورہ کرنے کا خیال رکھتا ہے، جناب کی خدمت میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوگی، جن سے گزارش ہے کہ جو ازاجمہ فی القری کے پاس سے میں جناب کے علم میں کوئی دلیل دے یا آپ کے پاس اکابر کی کوئی تحریر ہو تو ارسال فرمائیں تاکہ بوقت ملاقات اس پر جمعہ غور میں سہولت ہو، عربیہ ہذا کی رسم سے بہر کیف مطلع فرمائیں، دقتنا اللہ العجیب لہا عت ویرضی، آمین، والسلام علیکم

رشید احمد

مکتوب برادر مولا نا محمد ظہیل اللہ صاحب

۱۰ ذی القعدہ ۱۲۹۹ھ

برادر مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج عزیز بزرگوار

سندھ کے بعض مدارس سے فرمادیں موصول ہوئیں کہ آپ جمعہ فی القری کے موضوع پر ملاحظہ فرمائیے، مقرر کریں گے۔

ان حضرات نے اس مضمون پر شدید نفرت کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کو زنا، شراب، سود وغیرہ فواحش کی روک تھام کے لئے کام کرنا چاہیے۔ آپ کی نظر میں بڑی برائی بس جمعہ فی القری ہے

جواب ۱۱

رشید احمد بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰ ذی القعدہ ۱۲۹۹ھ اخی المکریم دین محمد علیکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، نامہ گرامی موصول ہوا، میں نے سندھ کے مشہور مدارس کی طرف جو خط ارسال کیا تھا اس کی فولہ کا پیچجہ رہا ہوں آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں، میں نے اس میں جمعہ فی القری کے مسئلہ پر اجتماع غور کے باب سے میں لکھا ہے، مجھے یہ خیال تھا کہ کوئی حنفی عالم اس کے جواب کا قائل نہ ہوگا، ایک دم بڑھ چکی ہے میں اس کو نبیاء میں

اس لئے میرے دورے کا اصل مقصد یہ تھا کہ خلاف مذہب اس رسم کو ختم کر کے نیکو اور
پراگماتی طور کیا جائے مثالیہ کوئی ایسی سہیل نکل آئے کہ عوام میں فتنہ و انتشار میں لطمین
سے بچتے ہوئے اس رسم کا علاج ہو جائے، میرے خیال میں اس کا طریقہ یہ تھا کہ خدو
کے مشہور علماء کی طرف سے مشفقہ طور پر یہ مضمون مشائع کیا جائے، مذہب حنفی میں
جمہور فی القریٰ جا نہ رہیں، اور مذہب اہل حدیث میں جائز ہے، فریقین کو عانی ظنی اور
نظر سے کام لینا چاہیئے اور آپس میں فتنہ و فساد سے احتراز چاہیئے، لہذا اہل حدیث
حضرات گاؤں میں جمہور اہل کوا حداثہ ان پر حاضر اہل ذکر میں اور احداثہ نہ رہیں تو
اہل حدیث ان پر حاضر اہل ذکر میں، اگر کوئی حنفی جمہور بڑھا چاہے تو اس کو اہل کوا حداثہ
سے مذہب حنفی بتا دیا جائے، لہذا اگر وہ بڑھتے ہی بڑھتے ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جائے
اس قسم کے مضمون کی اشاعت میں دو فائدے ملحوظ تھے ایک یہ کہ عوام کو مذہب
حنفی معلوم ہو جائے، دوسرا یہ کہ اگر کوئی حنفی گاؤں میں جمہور نہیں بڑھتا تو لوگ اس پر
لمن وطمین نہ کریں۔

لگومولانا عبدالخادری صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ اس سلسلہ میں علماء ہند
کے تعاون سے جاکس ہیں اس لئے کہ یہ علماء رجحان جمہور کے قائل ہیں اور اجتماعی غور سے
بھی کترائیں گے، لہذا میں نے آپ کا گرامی نامہ وصولی ہونے سے قبل ہی اس کا رد
اور نیز ہم یاران طریقت کا رد شرکا اورادہ جھوٹا یا تھا

آپ کے خط سے مزید تعجب اس بات پر ہوا کہ یہ حضرات کسی دینی مسئلہ پر اجتماعی
غور و خوض کو مناظر سمجھتے ہیں، غالباً ان کو یہ مقابلہ اس لئے ہوا کہ ان کے ہاں مسائل
شرعیہ پر اجتماعی طور کا نہ کوئی دستور ہے اور نہ ہی ان کے قلوب میں اس کی کوئی اہمیت
ہے، اس کے برعکس ہمارے ماحول میں اس کی ہمت اور سخت ضرورت محسوس
کی جا رہی ہے اور اس ضرورت کا احساس روز بروز بڑھ رہا ہے، اور ان فقہ و دلائل
دارالعلوم کراچی اور مدرسہ نیوٹاؤن کراچی کی مشترک مجلس تحقیق اجتماعی طور پر ان
مسائل کا مشفقہ فیصلہ کر کے کتابی شکل میں شائع کر چکی ہے، جن مسائل میں اختلاف رہے
نعم نہ جو ان میں بھی آخر تک نہایت محبت و خلوص سے بات ہوتی رہی اور ان کی تخریر
بھی اس انداز سے کی گئی کہ اس کے پڑھنے والوں کو بھی اس مجلس کے ارکان کے اخلاص

اور آپس میں محبت و تعاون کا یقین ہو جائے، اس کی حفاظت کرنا بہت ضروری اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو ہر الفقہ میں موجود ہیں۔ ہمارے اجتماع غور و مسلسل ملاحظہ فرما کر وہ تین اداروں تک محدود نہیں بلکہ اس سلسلہ میں ملک اور بیرون ملک کے اور بھی بہت سے ادارے شامل ہیں اور اب اس سلسلہ کو اور زیادہ وسعت دینے کے طریق پر غور ہو رہا ہے۔

دینی مسئلہ پر اجتماعی غور کو مناظرہ سمجھنے والے حضرات اپنے مدارس کی مجلس شوریٰ کو اور سیاسی جماعتوں کے اجتماع کو مناظرہ کا نام دیکر اس سے نفرت اور بیرونی کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ ان حضرات کا یہ فرمان کہ مسئلہ جمعہ فی القریٰ کی بجائے ’زنا‘، ’شراب‘، ’سود و غیرہ فواحش‘ کی مذمت تمام کے لئے کام کرنا چاہیے، اس سے متعلق گواہی پیش ہے کہ ”الایم فالایم علی مولیٰ واقعہ“ مسلم ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب تک بڑے منکر کا بالکلے لالہ نہ ہو جائے اس وقت تک چھوٹے منکر کی اصلاح کی فکر کرنا گناہ ہے، اگر اس کا یہی مفہوم ہے تو سب سے بڑا منکر کفر ہے لہذا جب تک دنیا بھر سے کفر کا بالکلے قلع قمع نہیں ہو جاتا اس وقت تک ’زنا‘، ’شراب‘ وغیرہ جیسے منکرات کی اصلاح بے اثر نہ ہوگی۔

بہر کیف آپ فریادیلوں کو مطمئن فرمادیں کہ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ترک کر دیا ہے، اس لئے وہ بدیشیانہ ہول، درد اصل میں نے ان کو اپنے ماحول پر قیاس کر لیا، اگر مجھے پہلے سے اس کا انداز ہوتا کہ ان میں اجتماع غور کی صلاحیت نہیں اور وہ اس کو مناظرہ سمجھتے ہیں تو میں ان کی طرف طریقہ بھیج کر ہرگز ان کی وحشت کا سبب نہ بنتا دفعتاً اللہ العظیم تعالیٰ صاحب دیرضیٰ العین، فقط واللہ اعلم علیکم

الحیاتی

جمعہ فی القریٰ سے متعلق ایک کتاب پر تقریظ

اس تقریظ میں بھی بعض کام کی باتیں آگئی ہیں اس لئے اس کا رسالہ الخیرۃ لکھا تا سبک
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ امر سزاوارتہ تعلق علیہ ہے کہ مذہب نبویؐ میں چھوٹے دیہاتوں میں جمعہ یا نہ نہیں، مگر خوب

(۴) جمعہ فی القریٰ کے گناہ کے علاوہ دوسرا بڑا عذاب یہ ہے کہ ظہر کی نمازیں غائبہ سے ہو رہی ہیں اور وہ بھی جمعہ جیسے مقدس دن کی۔

اس لئے علماء و برغرض ہے کہ خوام کو صحیح مذہب حنفی سے آگاہ کریں اور غلات مذہب عل سے روکنے کی ہر ممکن سعی کریں، اللہ تعالیٰ مولانا محمد رازی صاحب کو جزا و فیض دے اور انہوں نے اس اہم فرض کو محسوس فرمایا اس سے متعلق ذرا نظر مفصل کتاب تحریر فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور اہستہ کے لئے باعث ہدایت بنائیں اور دوسرے علماء احناف کے لئے سبق آموز بنائیں کہ وہ بھی اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے پوری کوشش کریں،

بالخصوص ان علماء سے درد مندانہ گزارش ہے جنہوں نے مہانت اور جمہور فی القریٰ کے عل سے عام خفیوں کو دھوکہ دے رکھا ہے اور مذہب میں تلبیس و تحریف کے ترکیب ہیں کہ خدا را وہ احداث کو حنفی مذہب بتائیں اور تلبیس و دھوکہ دہی کے جرم عظیم سے توبہ کا اعلان کریں، اگر خدا نخواستہ یہ علماء اس جرم سے توبہ نہیں کرتے تو حنفی خوام پر فرض ہے کہ ایسے علماء کا شدت سے لعنہ کیا کریں اور ان سے جمعہ فی القریٰ سے متعلق حنفی مذہب کے اٹھارہ مطالبہ کیا کریں اور ان کو بخیر و برکتی کہ وہ یا تو مذہب حنفی پر عمل کریں ورنہ حقیقت چھوڑ کر غیر مقلدیت کا اعلان کریں کہ آدھا تیرا آدھا تیرا ٹھیک نہیں۔

اللہ تعالیٰ یوم الحساب سے قبل رجوع و توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور فکر آخرت و عورت حساب کا وہ درجہ عطا فرمائیں جو دنیوی تعلقات اور خود ساختہ مصالح کو مسالے کی طرح پیس ڈالنے، واللہ الموفق وھو المستعان والاعول ولا قوۃ الاہیہ،

برسید احمد

دارالافتار دارالرشاد اسلام آباد

مہر صفر سنہ ۱۴۲۸ھ

جمعہ فی القریٰ کے لئے مذہب سے خروج

بخدمت اقدس محترم مقام حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قوی جمہور فی القریٰ ارسال خدمت ہے، فاضل محترم نے مذہب احناف کی پرزور مخالفت کی ہے، اپنے خیال کی تائید میں چند حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں، احناف کے

مسلم اور متفقہ اصول کے خلاف فتویٰ یا ہے، امید ہے کہ جواب فتویٰ قدرے تفصیل سے تحریر فرمائیں گے تاکہ اس کو کتاب میں درج کیا جاسکے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بات کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک قرۃ صغیرہ میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ قرۃ صغیرہ میں نماز حمد اور کرتے سے نماز ظہر و عصر سے رابطہ ہو جائے گی یا نہیں۔ اور صورت عدم ہوا بڑھا۔ فقہ والے اور بڑھے والا گنہگار ہوں یا نہیں؟
(۲) قرۃ کبیرہ اور قرۃ صغیرہ کی کیا تشریف ہے؟

(۳) آیت کریمہ اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ و ذکر النبی کا حکم قرآن میں ہے یا عام حوالہ کتب تحریر کریں۔ فقط والسلام

الجواب: وهو الموفق المصلح والصواب

(۱) اولاً: احناف کے نزدیک حمد فی القرائی جائز نہیں، اس لئے کہ جو جس کے وجوب کے لئے مقرر کیا ہوا شرع ہے، تمام ستوں کی کتب میں یہ مسئلہ وحدت کے ساتھ مذکور ہے۔
ثانی فی الفصل ایتة التحدید الا فی مصر جامع اونی مصلی المصر و لا یجوز فی القرائی الا بعد ایتة شیکا، و کنز الاصلح اداء المحبة الا فی المصر و نوابغہ و لا یجوز علی اهل القرائی البقی لیست معہ ادم المصر و لا یصح اداؤها فیہا الا (وینہ) اتم حقیقہ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جو مقام خود مصر یا توابع مصر سے، جو اس میں موجود ہیں نہیں، لیکن علی امتداد قریب میں سے جند وستان میں حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور سندھ میں حضرت مولانا خدوم صاحب رحمہ اللہ ٹھہرے، رحمہ اللہ لکھنے نے حمد فی القرائی کے حوالہ سے یہ نکتہ قائم کر کے والوں کو آئمہ اور گنہگار بھی کہلے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے القرائی میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اقول و ذلک لانه لما کان حقیقۃً لجمعة بتاخر الدیون فی المیلہ و جب ان سفر الی تمدن و جیہ عہد و الاصلہ عنہی انہ یکفی اقل من اقل فیہ قریبہ لبارودی حسن، نظر و شہدای بقوی فی بعضاً خمسۃ الجمعة علیہم و عدلہ و اہل الیاد یہ فان صلی اللہ علیہ وسلم لجمعة علی الخلد ہون رجاء اقول الخلد ہون بتوازی و ہر ربہ و ال صلی اللہ علیہ وسلم لجمعة و نجیہ علی کل قریبہ و اقل ما یقال فیہ حسانہ و لکن بعد ان المقاضی و لا یقال ہر الخلد ہون یجوز و اللہ اعلم ذو فضل ذلک و جبست الجمعة و من تحلف عنہ بعد الزکوة و لا یستقر الیوم

رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام! اسی طرح محمد مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتوے میں جس فی القریٰ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں پس اکامت کنندگان دران قریباً باوجود مشاب عند اللہ باشند و باعنان نماز جمود قریباً آئمہ و براہ کبار شوند و ہوسجاد و تعالیٰ اعظم بحقیقۃ الحال انھما اس فتوے پر اس وقت کے علماء میں سے مقلی ضیاء الدین، مقلی نوریت اللہ، مقلی محمد معین، قاضی ابوالحسن، قاضی محمد الحسن، عبداللہ عقیل کے دستخط ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو فتاویٰ واحدی ص ۳۳۳۔

ثانیاً فتاویٰ رشیدیہ میں ہے البتہ حسب مذہب شرافت و بعض محدثین کے جمعہ اور ہنگام اور ظہر ساقط ہو گئی۔ اور فتاویٰ میں ہے کہ مجتہد فی مسئلہ میں جب قاضی ایک طرف فی مسئلہ دیدے تو اس مسئلہ میں دوسرے مذہب پر بھی عمل کرنا جائز ہے جیسے فتاویٰ واحدی ص ۳۳۳۔ بعد لواءن الولی او القاضی ان یعتقد الجمعة و یبناء الجامع فی القریۃ المکیۃ فیہا سوی جاز لہما فی المتانۃ لواءن الولی او القاضی ان یعتقد الجمعة و یبناء الجامع و قرینہ کبیرۃ فیہا سو قجانی بالاعتقاد ان سنت الشافعی رحمہ اللہ یصلی الجمعة بالقریۃ انہی فیہا الاربعون حوا بالاعتقاد لا یقیموا فکلوا من اقصلا یجتہدوا فیہ فاذا انفصل بہ الحکم والقضاء صا رہمجا علیہ و نحوہ فی شرح المکرم الخ (فتاویٰ واحدی ص ۳۳۳)۔

مذکورہ عبارت میں معلوم ہوا کہ مجتہد فی مسئلہ میں قضاء قاضی کے بعد بالاتفاق عمل کرنا جائز ہے۔ توجیب حمد فی القریٰ مختلف فیہ مسلمین الاحناف والشافعیہ ہے تو محمد صاحب اور شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے فتوے کے بعد اس پر بالاتفاق عمل کرنا صحیح ہے خصوصاً جبکہ پورے ملک میں حمد فی القریٰ عملاً نافذ ہے اب اس کو ترک کرنا مفاسد عظیمہ کا حامل ہو سکتا ہے لہذا چنانچہ حمد پہلے بھجادی ہے اس کو بند کرنا چاہیے اور جہاں گاؤں میں جمعہ جاری نہیں وہاں جاری نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ کفایۃ المقلی میں سوال کیا گیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا مگر بزرگے کی ضرورت میں جو لوگ جمعہ پڑھیں گے ان کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں، اگر نہیں ہوگا تو کیا ہوگا، جس جگہ حمد فرض نہیں وہاں جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے لحاظ سے چند کمزوریات کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اول، نفس کی جماعت، دوم، انقل ہمار میں جبر۔ سوم، بغیر لازم کا التزام۔ چہارم، ترک جماعت فرض ظہر، پنجم، اگر کوئی ظہر پڑھے تو ترک نماز فیہ کراہم و فسق ہے۔

الجواب ہے: گاؤں میں جمعہ کا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک

دوازہ قسم کے لئے مقرر ہوا بشرط ہے کہ اس معرکے تعریف میں اختلاف عظیم ہے تاہم جو مقام میں
 نماز قدیم سے متعلق ہے وہاں جو کو ترک کرنے میں جو مفاسد ہیں وہ ان مفاسد سے بدرجہا بڑا
 صحت میں جو اس لئے جسے بڑھنے کی صورت میں ذکر کرنے میں جو لوگ جسے جو جائز سمجھ کر بڑھے ہیں
 ان کا فرض ادا ہوا تاکہ اسے نقل کی جماعت یا جہاں انفرادہ و نقل نہا یا ترک فرض ظہر نہ
 نہیں آتا رکعتیہ المعنی پیش کیا اس فتویٰ سے ظاہر ہوا کہ حمد فی القریٰ کے مسئلہ میں بقدرت
 دفع فتنہ دوسرے مذاہب پر مل کر ثابتاً نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ مسئلہ مختلف قیاس ہے اور اختلاف
 مجتہدین کے تخفیف پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ ہدایہ ص ۲۱۱ میں ہے مکان الاختلاف - قال فی
 الغایۃ فان اختلاف العلماء یورث تخفیفاً کما یجوز پس اس فتنہ و فساد کے دور میں
 جہاں جہاں جو پہلے سے قائم ہے اس کو بند کرنا چاہیے۔ اسی طرح علماء دیوبند سے بھی حنفی
 مولانا محترم سر ناٹوئی مولانا محمد یعقوب ناٹوئی اور حضرت شیخ الحداد اور علامہ عبدالحی
 بحر العلوم رحمہم اللہ تعالیٰ حمد فی القریٰ پر جتنے عہد رکعتیہ المعنی پیش کیا آگے چل کر مفتی
 کفایت اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں قلت و هذا ان کان غیر موافق لما علیہ الغضبۃ
 و الحمد للہ موافقۃ للمصالح الاسلامیۃ للاجتماعیۃ خصوصاً فی هذا القطر و فی هذا
 الزمان فان اعداء الاسلام یظفرون بمقاصدہم المشؤمۃ فی قریۃ و مقام ہم فیہا الجمۃ
 و یخبسون فی مواجہۃ اقامۃ الجمیعۃ و التوفیق من اللہ عز و جل و حفاظۃ الاسلام
 خیر من التصرار علی ترکہا المسائلۃ مجتہد فیہا رکعتیہ المعنی ص ۲۱۱
 مذکورہ بالا حوالہ سے ثابت ہوا کہ وہ گاہاں جہاں پہلے سے جمع قائم ہے وہاں جمع
 بڑھنے سے ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جانے لگی اور جمع فی القریٰ بڑھنے و بے
 گنہگار نہیں،

(۷) مصریہ تصبیح کو قصیدہ سیر کہا جاتا ہے کی تعریفیں مختلف کی گئی ہیں۔ ایک تعریف
 امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ یہ ہے و روى عن ابی حنیفۃ انہ بکبرۃ
 فیہا سبک و اسودۃ و لہا رساتیق و فیہا وائل یقدر علی انصاف المتکلم من
 النظم الجریئۃ و علمہ او علم غیرہ و التمس برجمون البیہ فی الحوادث و هو الاصح
 (مذاہب ص ۲۱۱)

دوسری تعریف یہ ہے و فی العالم کبریۃ و لا و انھا الجمیعۃ شرائط فی غیرہ یعنی منہا

الہدایۃ: انت کبریت علیہ السلام، ومن شغل من، یتبہ ہواہ بنور ہدی من مظلہ (الغفر)
 'نوایت من انزل اللہ ہواہ، واضل اللہ علی علو الآتۃ (الہجر) کا سداق ہے۔

اسن ذہب کا فدا و کلمے سے نکالی جھینکے کے بعد ایسا یہ مہاد ہو جاتا ہے کہ اس کے ماننے
 بڑے سے بڑے فتنہ میں، بتلا بھی کوئی بڑی بات نہیں اس لئے اس وسلائی کی راہ بھی ہے کہ ان
 ضرورت شدیدہ قولہ امام سے ہرگز، ہرگز انحراف نہ کیا جائے، ضرورت شدیدہ کی تفصیل اللہ جواز
 فتویٰ بمنزب بخیر کی شرائط حیلہ ناجزہ اور جدہ کے برابر الیک الفریہ مندرجہ حسن الفتاویٰ جدیدہ
 جلد ۱ میں ملاحظہ ہوں تحریر ملکہ کے جواب کے لئے باسطر کال میں ملاحظہ فرمائیے اس کا تحریر بھی کیا جاتا ہے۔

قولہ، 'بندہ دلت میں حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ' ^{الہجۃ}
 اقول، 'حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو انہو جو کلمے لئے کہ انہو بچا اس نعر کا قریرہ ہونا
 شرط قرار دیا ہے اور آپ اس سے مطلقاً اجازت امت کر رہے ہیں، بلکہ سندہ کے ایسے قری
 میں بھی جہد پڑھا جاتا ہے، چہل با جماع الحمد للہ جہد بھی نہیں اس پر بھی سندہ کا کوئی عالم
 کلمہ نہیں کرتا،'

قولہ، 'اور سندہ میں حضرت مولانا محمد دم محمد با شرم ٹھٹھوی رحمہ اللہ تعالیٰ انہو
 اقول، 'اس کا مفصل جواب میں پہلے لکھ چکا ہوں جو میرے رسالہ النجۃ کا جز میں کہ حسن الفتاویٰ
 جدیدہ جلد ۱ میں منظر میں طبع ہونے والا ہے، ان شاہ اللہ تعالیٰ، اس کے آخر میں یہ بھی ہے
 کہ حضرت مخدوم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبعیہ یا مخطوط تصانیف میں اس تحریر کا کوئی سراغ نہیں
 ملتا اور استدلال کے لحاظ سے ایسی ساقط تحریر سے مقام مخدوم بہت بلند ہے،'

قولہ، 'فتاویٰ رشیدیہ میں ہے' ^{الہجۃ}
 اقول، 'فتاویٰ رشیدیہ میں خروج عن المذہب کا جواز کہیں مذکور نہیں،'
 قولہ، 'اور قانون ہے کہ مجتہد فقیہ مسلم میں جب قاضی ایک طرف فیصلہ دیتے ہیں ^{الہجۃ}
 اقول، 'کس قرعہ میں کس قاضی، نہ اقامت جہد کا فیصلہ دیا ہے، نیز آپ توہم قریرہ میں جواز
 کے قائل ہیں، جواز جہد باذن محاکم کی مفصل بحث کا بھی رسالہ النجۃ میں اضافہ کر دیا گیا ہے،'
 قولہ، 'تو جب جہد فی انفری مختلف قریب من الامان والاشغال ہے تو مخدوم صاحب اور مشاء
 ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتنے کے بعد اس پر براہ فتویٰ عمل کرنا صحیح ہے۔'

اقول، 'حسن لاجرت المعنی بمن ثناء والثناء والنجۃ، اللہ تعالیٰ فی ہذا المقام، علاوہ ازیں مشاء

میں تو ایسے قری میں بھی جمع ہو رہا ہے جہاں باجماع المذاہب الاربعہ کوئی نجفی فقیہ نہیں آجیتے
اس کا کیا تدارک کیا؟

قولہ "بلکہ ہر دے ملک میں جمعہ فی القری نافذ ہے اب اس کو ترک کرنا مفاسد فطریہ کا حاصل
ہو سکتا ہے الخ"

اقول "یہ علماء کی مذہبیت اور عوام سے کتمان حق و تبلیغ مذہب کا ثمر ہے، اگر اب بھی
دعوت بالحدیث والوخطۃ المستترہ پر عمل کیا جائے اور بالآخر یہ بالعرف و بالشاہد حق
المستکبر والحق المظنون لحدود اللہ کے تحت امر و معروف و نہی عن المنکر میں حفظ حدود کا
ہتمام کیا جائے تو فساد کا کوئی خطرہ نہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ حنفی علماء کرام و مشائخ
عظام متفقہ طور پر فیصلہ لکھیں کہ جمعہ فی القری مذہب حنفی میں جائز نہیں۔ اور بعض قری میں بالاجماع اہل
ہے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فرق سا قطع ہو گا نیز یہی مذہب کے فروع مذہب میں نہیں تو ان کا
جماعت "دن کے قوافل میں چم اترات اور جماعت ظہر کے ترک کا گناہ الگ ہو گا نیز انھیں
قرارات کا وجوب عموماً ترک کہنے کی وجہ سے یہ دو گناہ نفل واجب الاعادہ ہو گا، لہذا اختلاف
گاؤں میں جمعہ پڑھیں، اگر اہل حدیث پڑھیں یا کوئی حنفی خلاف مذہب پڑھنے پر مصر ہو تو
اس سے تعزیر نہ کریں اسی طرح جمعہ پڑھنے والے لوگ مذہب حنفی کے مطابق جمعہ پڑھنے والی
برکوئی اعتراض اور طعن و تشنیع نہ کریں"

پھر علماء و مشائخ اس فیصلہ کا اعلان کریں اور خود اس کی پابندی کریں کہ انہم اس
اتفاقانہ و توہم و ہو گا کہ کتمان حق اور مذہب میں تبلیغ و تحریف کے جرم کا تدارک ہو جائیگا
اور ظہار حق کا فرض ادا ہو جائے گا عوام مذہب حنفی کے بارے میں غلط فہمی میں نہ رہیں گے
اس سے بھی بڑھ کر ظن غالب بلکہ یقین ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت علماء کے متفقہ فیصلہ سے
انحراف نہ کھئے گی۔

جمعہ فی القری بند کرنے کے مفاسد موجود رہے ڈرا یا جا رہا ہے اور اجازت جمعہ کے
مفسد موجود ہے اعراض کیا جا رہا ہے کیا یہ صریح نقض نہیں ہے؟ جمعہ فی القری کی
اجازت کا ایک بڑا خسر یہ ہے کہ اس بنا پر ایسے مقامات میں بھی جمعہ پڑھا جا رہا ہے جہاں
عدم صحت جمعہ پر انکار لہذا اجازت ہے۔ سندھ میں کمزرت ایسے مقامات میں گئے، کیا ان کا
وبال و مذاہب مذاہب علماء کی گردن پر نہیں ہو گا؟

قولہ، علماء دہلی مزد سے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حضرت شیخ الحداد اور علامہ عبدالحی بن علی بحر العلوم و جمہم الشیرازی جمع فی القریٰ پڑھتے تھے۔
(کنایۃ السنۃ ۱۹ ج ۳)

اقول: میرے پاس کنایۃ السنۃ نہیں، اس لئے میں نے دارالعلوم ٹیلیفون کیا، مفتی عبدالرزاق صاحب نے کنایۃ السنۃ کی کچھ عبارتیں ٹیلیفون پر مجھے سنائی، جس کا حاصل یہ تھا کہ کسی نے موضوع پھلت کے ایسے کو لکھ بیان کئے ہیں جن سے اس کا قصہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں علماء مذکورہ کا جمعہ یاد کرنا لکھا ہے، اس کے جواب میں حضرت مفتی کلامیت الشہ صاحب رحمہ الشیرازی فرماتے ہیں کہ خود سوال میں مذکورہ کو لکھ کے پیش نظر اس موضوع میں جو تصحیح ہے، شیعہ باوجود کہ سکا کہ کوئی عالم نقل میں ایسی صریح خیانت کی جرأت کر سکتا ہے اس لئے میں نے مفتی عبدالرزاق صاحب سے کہا کہ کنایۃ السنۃ کی عبارت نقل کر کے بھیجیں تاکہ میں اس پر غور کر سکوں، چنانچہ مسئلہ عبارت مندرجہ ذیل ہے،

مطلع منظر گرہیں ایک جگہ پھلت ہے جس میں کل تعداد اکیس سو
آدمیوں کا ہے، اسٹیشن ہر دور کی دستیاب ہو جاتی ہیں پھر وہاں
پھر چلنے کی ہیں اور ہزاروں کی، دو عطا کی، تین دوزی کی، پانچ چھ کھن
اور متفرق ہیں اس گیارہ وکانیں فصائل کی ہیں، پانچ چھ حکم ہیں،
حافظ ہند، بیس کے قریب ہیں، مولوی پندرہ بیس کے قریب ہیں،
ایک بازار ہند دار ہوتا ہے، پھر مسجدیں ہیں ایک ان میں سے جامع
مسجد کے نام سے مشہور ہے ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جو فیض الاسلام کے
نام سے مشہور ہے، چھت فزونی کی کوئی دکان نہیں، تھانہ، ڈاکخانہ،
شفاخانہ، مدرسہ سرکاری الہیہ سے کوئی چیز بھی نہیں آتا، جو اسباب
پھلت کی یہ حیثیت جو سوال میں مذکور ہے اس کو قریہ کبیرہ نہ جینے
کے لئے کافی ہے اس لئے اس میں انامست جمع جائز ہے الخ

میں نے بہت غور کیا کہ کنایۃ السنۃ کی مذکورہ عبارت سے ترجمہ پیش نظر کے استخراج کی کوئی
صورت اور ترجمہ کی طرف نسبت خیانت سے حفاظت کے لئے کسی جہد سے بعید تاویل کی کوئی
گنجائش نکل آئے، گراں تک میرے ذہن میں ایسی کوئی صورت نہیں آ رہی، دائرہ اعلیٰ

علاوہ ازیں یہ امر مسلم ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا محقق جمہور کے خلاف قول کرے تو اس کا اعتبار
بہتر نہیں، مسلک جمہور پر واجب الاستماع ہے، جب دائرۂ مذہب کے اندر بھی جمہور کے خلاف
قول کا اتباع مضر ہے تو خلاف مذہب قول کا اتباع بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا چنانچہ محققین میں ابنا
رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد فی المذہب ہیں، آپ کا مقام فقہ صرف مشایخ جنات ہی میں نہیں بلکہ پورے
عالم اسلام میں ملتا ہے، معززایہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ آپ کی جو تحقیقات خلاف مذہب
ہیں ان کا اتباع جائز نہیں، وشرح عقود فی الفقہ ص ۲۵،

قولہ، مصر کا فقہ جس کو فریکیر کہا جاتا ہے کی تشریحیں مختلف کی گئی ہیں،
اقول، مصر کی اصل تشریف یہی حد تام یہ ہے کہ اس کو صرف عام میں مصر شمار کیا جاتا ہو۔
کما نقلہ الطبرانی رحمہ اللہ فی حوالہ اللہ تعالیٰ اور عرف عام میں مصریت کے لئے یہ لازم ہے کہ کلی
کو پہلے ہول، ہانڈا میں دور ویہ آپس میں مشعل در کاغیر ہول شمار ہیں، یکنہ ہوں اور ضرورت کی اکثر
اشیاء مل سکتی ہوں، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول تشریف، "اند بلدہ کبیۃ
فیہا مسکن و اسواق و لہ ذہب بقیہ" اس سے بھی اصل مقصود یہ ہے کہ اس تشریف میں مذکور
دوسرے امور اور دوسری تشریحیں مصر کی حد تام نہیں بلکہ رسوم ہیں جو ہر زمانہ و مکان میں
بدلتی رہتی ہیں، ورنہ یہ بھی ظاہر اقدس ہے کہ جن الفاظ کے شریعت نے خود کوئی مخصوص معنی
متعین نہیں کئے، اصل لغت اور عرف عام پر ہی محمول ہوتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
عرف عام سے الگ مصر کے کوئی خاص معنی متعین نہیں فرماتے، اس لئے یہ لفظ عرف عام پر ہی ہوگا
حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے زمانہ میں مصر کی علامات کے مطابق مختلف تشریحیں
بیان فرمائی ہیں، اس لئے دامن تفریقوں میں کوئی تضاد ہے اور نہ ہی ان کے وجود عدم پر
مصریت کا انداز

قولہ، اس تشریف پر ظاہر کا فر حکومت کے شہر مثلاً لندن وغیرہ بھی مصر میں داخل ہو جائیں،
اقول، میرتبہ ہے کہ آج کی دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو لندن کے شہر ہونے
میں شبہ ہے،

قولہ، نیز بہت سے دیہات بھی اس تشریف میں داخل ہو جاتے ہیں،
اقول، ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ دہلی، ممبئی، قاسمی، قندت علی، قاترہ الحد و دہم الاستغنیٰ الکبر
المساجد اجتماع مرافق الاماں وغیرہ مصر کی حد تام نہیں بلکہ رسوم ہیں، اس لئے مصریت کا وجود علم

نہ جانے وجود عدم پر موقوف نہیں، ارم و حکومات مختلفہ ہر دو ممکنہ حالات میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں،
 قولہ، آیت کریمہ اذان کے نزدیک خاص اور الگ ہے جو از جمعہ واجب ہے،
 اقوال، آیت کی تفسیر کے صرف اذان ہی کافی نہیں بلکہ اس کے عدم لازم پر اجماع ہے،

فقط بالشراکاء من غیرنا شیخ الہدی

رشید احمد

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۵۸ھ

اتباع ہوی کے لئے حیلہ اذن حاکم

سوال، جمعہ فی القری کے مسئلہ پر ہمارے شہر سنگان واقع اُردائی بلوچستان میں کافی اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اس وقت وہاں صنف اول کے مختلف علما و کرام کے درمیان اختلاف ہے، ایک فریق کے نزدیک کسی بھی قریہ صغیرہ میں استادنہ یا فرماندار یعنی صوبہ کے گورنر یا علاقہ کے کمشنر یا ڈپٹی کمشنر کی تحریری اجازت سے ہر قسم کے گھوڑوں میں جمعہ و عیدین جائز ہے کیونکہ مجتہد فقہ مسائل میں حکم حاکم رافع اختلاف ہے، اور دوسرا فریق اس کے برخلاف عدم جواز کا قائل ہے، فریقین کی تحریریں اوسانہ خدمت میں، براہ کرم ان پر نظر فرما کر فیصلہ تحریر فرمائیں۔ آمین و اتوجرو۔

الجواب باہم علیہما الصواب

اس حیلہ سے خروج عن المذہب ہرگز جائز نہیں، اسس خرقہ کے قول میں

منہرجہ ذیل الغلط ہیں،

① صحت جمعہ فی القری کے لئے حاکم سے اجازت حاصل کر لینا کافی نہیں بلکہ حاکم کی طرف سے اقامت جمعہ کا امر لازم ہے۔

② امر حاکم سے ہر قریہ میں جمعہ جائز نہیں بلکہ صرف ایسے قریہ میں جائز ہے جہاں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں جمعہ متبع ہو، چاہاں با اتفاق مذاہب اربعہ جمعہ باطل ہو وہاں امر حاکم سے بھی جائز نہیں،

③ حکم بخلاف مذہب نافذ نہیں ہوتا اس لئے اقامت جمعہ فی القری کا حکم ایسے

حاکم کی طرف سے ہونا ضروری ہے جس کے نہ موجب ہیں۔ اس کا جواز ہو بعضی حاکم کا، جسے نہیں؟
 (۴) اگر حاکم صرف اس کی حدود و لا بہت تک محدود ہوگا، اس کی حدود سے باہر قریب
 جمعہ جانے نہیں۔

(۵) حاکم اگر کے عزل یا موت سے اس کا اختتام ہو جائے گا، اس کے بعد بدون امر حاکم
 جدید جمہ فی القری جاننا نہ ہوگا۔

ان امور پر دلائل کی تفصیل میرتب و سارہ السنہ فی مسند الجمعۃ والخطبۃ میں ہے۔

اس زمانہ میں ایسے حکام محدود ہیں جو دینی جذبہ کے تحت اقامت جہاد کا حکم
 دیں، بلوچستان بنی کا ایک ساکڑ ہے کہ کسی حاکم کے پاس یونیوں کی ایک جماعت
 جمہ فی القری کی اجازت کے لئے حاضر ہوئی، اس نے کہا کہ آپ کتنے دنوں کے بعد
 جمعہ پر ملتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہفتہ میں ایک بار، حاکم بولا رد زانہ پانچ بار
 پڑھا کر دے، کیا شام اردین کے ساتھ اس تلمیذ و استبردار کا عذاب ان مولویوں پر
 نہیں ہوگا؟ ایسا حاکم کتنا مشکل ہے جو مسلمان ہو مشید ہو، دین کا مذاق اڑانے
 والا نہ ہو، غیر حق ہو، پھر اقامت جمہ فی القری کا حکم صادر کرنے میں اس کو کوئی تردد
 نہ ہو ایسی صرف اجازت نہیں بلکہ واجب التعمیل سرکاری حکم جاری کرے۔

علاوہ ازیں اگر حکم حاکم سے جمہ فی القری رائج ہو گیا تو عوام اس کو پسند
 بنا کر شرائط مذکورہ کی رعایت کے بغیر ہر جگہ ہو پڑھنے لگیں گے، عوام کی اس گراہی
 اور ان کی نفاذ کی بریادی کا وبال و عذاب ان مولویوں پر ہوگا جو اتباع ہوی
 کے لئے اذن حاکم کا یہاں تلاش کر رہے ہیں۔

سوانی میں لکھا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں وہاں صف اول کے علماء میں اختلاف
 اس پر بہت توجہ ہوا ایسی بدیہی اخلاط اور مذہب کے ساتھ تلمیذ بھی مولوی صاحب
 علم سے بھی بہت بعید ہے چہ جائیکہ صف اول کے کسی عالم سے ایسی جہالت کا ظہور
 اگر خدا بخوانا اسے واقف وہاں کے صوفیوں کے علماء کی یہ حالت ہے تو ایسے قوم کا
 فدا ہی عاقل، فقط واللہ اعلم من لدن الجمعۃ فی ذی القعدہ

رشید احمد

۲۰ مئی ۱۳۲۵ھ

جمع فی تصریح سے متعلق اثر زہری کا جواب

سوال: کہ بخیر میں معنی نفی کا کہ استدلال صحیح ہے جو حکامی شریعت باب الجمع میں دیکھ کر
میری ہے کہ زہری بن حکم نے اس شہد ب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کو خدا لکھا کہ کیا میں بنی زہری میں
جمع چھ لیا کروں جہاں چند سزاؤں کی مسلمانوں وغیرہ رہتے ہیں! انھوں نے جواب دیا کہ منہور بخیر میں
جمع نے اس حدیث سے جو زیورہ کہ محمد بن شہد ب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے زہری کو ایک جہنے
گزارا کہ میں نے جمع پر اس کے حکم دیا اس سے متعلق چند سوالات دریافت طلب ہیں:

- ① جہاں امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو اعانت دی تھی وہ جگہ گارن یا فاضلہ میں ہے تو؟
- ② اگر یہ جگہ گارن میں ہی تھی تو امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ نفی کیا اپنے جہاد سے دیکھا تھا؟
- ③ کیا اس وقت کے لئے قابل قبول ہو چکا کہ جو از جمع فی القرائی کے سلسلہ میں حدیث صریحت کے ساتھ موجود ہے؟
- ④ یا اگر میں امام زہریؒ نے حاکم ہونے کی صورت میں جمع کا حکم دیکھا؟ بیواؤں کو جہاد،

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں مختلف احتمالات ہیں:-

- ① اس مقام کا قریب ہونا ثابت نہیں، زہری والی واقعہ نام سے قصہ ہونا ماننا ہے،
- ② ممکن ہے کہ یہ جگہ فاضلہ میں ہو، یہ مصر کبیر تھا،
- ③ زہری کا استدلال اپنی قیام گاہ پر اقامت جمع سے متعلق نہیں بلکہ اگر میں حضور محمدؐ سے متعلق ہو
- ④ زہری کا استدلال جمع فی القرائی سے متعلق نہیں بلکہ اذن امیر کے لئے میں ہے، اسی امیر عمر بن ابی بکرؓ
- ⑤ زہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر میں اذن اقامت جمع ہے، اس صورت میں جہاں امیر میں اذن ثابت ہوگا
- ⑥ یا نہیں بلکہ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کا مصلحہ ہے کہ جس طرح آپ کی اہمیت و ولایت اس کے
- ⑦ حوالہ پر بھی شامل ہے اس طرح اذن اقامت جمع بھی حوالہ الیہ پر شامل ہے،
- ⑧ یہ اثر زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہے جو حجت نہیں،

مذکورہ بالا جوابات برہہ لکھنے میں، در ذیل میں مذکور جہاں جمع پر قرآن و حدیث کے
مقابلہ میں اس قسم کے اقوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے، ان کی طرف التفات اور جواب کی کاوش
تسلیم اوقات ہے، نفع و اللہ تعالیٰ اعلم۔

بشید احمد

(ضمیمہ تیسرے میں ہے)

۱۹ ذی القعدة ۱۴۳۸ھ

بَابُ الْجَنَائِزِ

حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

سوال : ما قولكم بعدكم والله في حياة الأنبياء عليهم السلام اهي برزخية او

دنيوية بميتينوا فوجروا

الجواب ومنه الصدق والقواب

حياة الانبياء عليهم السلام برزخية ولكن بلغت حد الكمال فلذا ايترب عليها بعد
الاحكام الحياة الفخرية من تعريض تلك الانعاج المظهرات وعدم اكل الاوص اجادهم وعدم
جويان الاراث في اموالهم فقط واطمئنان اهلهم.

دار الجن الاصل مستور

سوال مثل بالا :

سوال : حياة النبي صلى الله عليه وسلم كحقيقة برزخية فكل كرمون فربون.

الجواب ومنه الصدق والقواب

بقدر روح تو ظاهر ہے اس میں کون تنگ نہیں، جمیع مسلمانوں بلکہ جلائیوں کی ارواح بالانفا
باقی رہتی ہیں فانی نہیں ہوتیں۔ پس انبیاء علیہم السلام یا شہداء پر احیاء کا اطلاق خصوصیت سے اس لئے ہوتا
ہے کہ حیات سے مراد عدم تعطل اور موت بمعنی تعطل ہے۔ عام عبادات پر یہی تعطل پر موت کا لفظ اطلاق
کیا جاتا ہے۔ اور اولیاء انبیاء علیہم السلام چونکہ قریب تعطل نہیں بلکہ عبادات میں لافان، عمارت و روزہ رجب
و کرم و غیرہ افعال میں مشغول ہیں لہذا ان پر حیات کا لفظ اطلاق کیا گیا اور چونکہ دنیا میں احوال پر سے
مطلق تھے برزخ میں بھی ان کی ارواح غیر تعطل رہی ہیں اس تعطل پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے،
تغویب سعیدہ کے لئے بڑی لذت عبادت میں ہی ہے۔ اگر ہی نعمت ان سے قبر میں سلب کرنا جائز تو
یہ امر ان کے لئے عذاب ثابت ہوگا کیونکہ لذت اور عبادت کا سلب ہو جائیگا ایک بڑا عذاب ہے اس وجہ
ارشد انجوبی "فترت عینی فی الصلوة" ان ارواح سعیدہ کو جو رہیں ہی عبادت کی نعمت حاصل کر لیں

آنکھیں بند کی جاتی ہیں، جیسے دنیوی حیات میں اعمال خیر کے نواز ہمارا سب ہیں، ایسے ہی دہلی میں تفاوت اعمال کی وجہ سے برزخی زندگی میں بھی افضل اور مستحق فی اعمال ان کے مختلف مراتب ہیں، اسی تقریب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب کوئی شخص بھرپور سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی پوری عزت کو دے دیتا ہے تو یہ سلام کا جواب دیتا ہوں، اس کا مقصد یہ ہے کہ سزاوارتہ عطا کرے اور وقت صراط الہیہ مستحق رہتے ہیں، جب کوئی سلام کہتا ہے اس کی طرف توجہ دیتے ہیں، مگر اگر وہ کلمہ عالم دنیا کی طرف توجہ کرے تو رنج سے تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت کے برحقہ دیکھنے کے سدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان الله قبض او داسح وجہین شاء و قد احلکم حبہن شاء، اقضی رولہ سے مراد ہے کہ آدمی کے دہلی سے دہلی کے افضل سے افضل ہوتا ہے اور دے مراد ہے افضل دنیا میں مستحقان و عدم تقاضی، یعنی کہ انہیں، شہداء اور اولاد دیا ہو کہ تو میں افضل خیر سے ملتی نہیں، اس لئے ان پر ایمان کا اعلان کیا گیا، باقی یہ اعتراض فضول ہے کہ تہور سے اذان دینے کی آواز کیوں سنائی نہیں دیتی یا اولاد تہور سے نکل کر تہور سے نکل کر نکل کر دھکی دھکی نہیں دیتے، اس کے علاوہ برزخی دنیا میں بہت عالم رویہ کے ساتھ ہے، وجود دینی اور وجود دہلی کی طرح وجود دہلی اور وجود برزخی بھی ایک مستقل وجود ہے میرا کہ نام کے پاس بیٹھے والے کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ اس وقت نامہ دہلی کیا دیکھ رہا ہے حالانکہ اسے روتا میں بھی عذاب ہو رہا ہے سانپ کاٹ رہا ہے، یا کوئی نسل کر رہا ہے یا خواب میں جارا کر رہا ہے یا بھل وغیرہ جو مدہ طریح طرح کے کھانے کھا رہا ہے یا خواب میں را، زکوٰۃ ناذاں، صلوة و صوم وغیرہ افعال ادا کر رہا ہے مگر اس نے کچھ دے کو اس کا ذرہ برابر بھی حساس نہیں ہوتا ایسے ہی عالم برزخی کے افعال و اعمال اور عذاب قبر وغیرہ تفصیلات اس عالم کے رہنے والوں پر مخفی ہیں۔ ہلکذا افاقد مولانا الشاہ محمد انور دکن شہری قدس سرہ العزیز۔ فقہان اللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال مشعل بالا :

سوال : آنکھیں چاہے میں مسند حیات اسی کا بہت چرچا ہے، ہر دہلی سے متعلق سرگرمیاں نظر آ رہی ہیں، امید ہے کہ اس میں قول حق و فیصل تحریر فرما کر رہنمائی فرمائیں گے (والہ اعین اللہ العظیم)۔

الجواب و منہ الصدق والحق

بندہ کے خیال میں اس مسئلہ کو جاننے نے اہمیت دیکر اس کا علم کیا ہے کھدو دے بہت عجیب اور گرگے ہیں، مسئلہ ایسی اہمیت رکھتا ہے کہ اس پر اختلاف و انحراف تک نسبت آئے اور اگر کچھ اختلاف کرنا ہی تھا تو صرف ملازم کے عہد و رکھن ضروری تھا، ہزاروں مسائل میں علماء کا اختلاف نظر یہ ہے

مگر ایسے مسافر کو عام صلے پر اگر مائتہ المؤمنین کے اذکار کو متفرق کرنا، مناظروں کے صلے پر یا ایک دوسرے کے خلاف اشتہار یا کسی اور بے نیت شائع کرنا، اور کسی مریض پر صلے قائم کر کے الت کے تکرار کو اس طرح منتشر کرنا کوئی جواز نہیں رکھتا۔ حالانکہ فرق لازمی بھی پڑے گا شیخ ہو کہ ہے کہ علوم غامضہ سے متفرق کر دینا کی وجہ سے رغبت و محبت سے بھی ہمت و نحو پیچھے ہیں، ان حالات کے پیش نظر اس مسئلہ پر ائمہ نے ہر حق کا وہ ہے غلطیت مطلق حیات متفرق کرنا نیت ہے، میں اس اجمال پر ایمان رکھتا ہوں ہے، اس کی تفصیل منصوص ہے در اس پر ایمان رکھتا ہوں اور نہ ہی اس کی تحقیر و تفریق کے ہم مخلف ہیں، بے قیود ہے اس کی تفسیر میں پچاس فی صدی تہو و تزکم ازکم فی مریضی امیرین اوقات و قوی کی تفصیل کے وہابی سے تو خلی نہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ، وقال صل اللہ علامۃ اعراض اللہ تعالیٰ عن العبد اشتغاله بما لا یعنیہ، وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عز و جل اموذیہ من علم لا ینفع و قلب لا یجتمع و من دعوا لا یتجاب لہا، تو وہ کے ان تیوں جنوں کی ترتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ علم غیر نافع میں مشغول سلب شریعت قلب کا سبب ہے، اور سلب شریعت قلب ہم نہایت بڑا کام سبب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ ذی الحجہ ۱۲۸۵

مسجد میں نماز جوازہ مکروہ ہے؟

سوال: مسجد میں نماز جوازہ پڑھنا مکہ ہے؟ اگر جائز نہیں تو عمر میں شریعت میں کیوں پڑھتے ہیں؟

الجواب وکمنہ الصدق والصواب

بنا ہذا مسجد میں نماز جوازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ جوازہ مسجد کے اندر پڑھا یا باہر، البتہ اگر نماز کے لئے کوئی دوسری جگہ تہو تو حد تک وجہ سے مسجد میں کراہت نہیں، قال فی العلانیۃ وکویت دعویٰ و قیل تنزیہاً فی مسجد جماعۃ ہی ای المکتبۃ فیہ (الی ان قال) والاعتبار الکراۃ مطیناً، وفي الشامیۃ انما تکرم علی المسجد بلہذا و قال کان فلا الامار و انما خارجاً) صبر میں شریعت میں نماز جوازہ سے استیصال اس لئے صحیح نہیں کہ یہ ان کا مسلک ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ ذی الحجہ ۱۲۸۵

کہ کراہت تنزیہیہ کا قوی دارج ہے تفصیل تدریس میں ہے۔

ہشتی مگر ص ۹۴۲ وغیرہا من کتاب المذہب فی الفقہ والعنایت،

وہنیکہ میت اہنام اور بعض مقتدرین کے مسجد سے خارج ہونے کی صورت میں عاریہ کیا بالاتفاق بلاکر بہت جواز کا قول بالاتفاق صحیح نہیں، سب نے بالاتفاق اس کو رد کیا ہے، اور علامہ شری رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار اور فتاویٰ الخافین میں ہر سے صریح تطہیر نفل فرمائی ہے، کہ عدم مکر بہت بالاتفاق کا قول صرف اُن لوگوں کے حق میں ہے جو مسجد سے خارج ہیں، جو نمازی مسجد کے اندر ہیں اُن کی نماز کے بارے میں اختلاف بکاؤ کراہت رائج ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۹ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ

نہ از جنازہ کا سلام آہستہ کہنا،

سوال: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کا سلام آہستہ کہنا افضل ہے؟

کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جوروں!

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں تین قول ہیں:

① دونوں سلام آہستہ کہے،

② ایک سلام بلند آواز سے کہے دوسرا آہستہ،

③ دونوں بلند آواز سے کہے،

فی نفسہ پہلی صورت افضل ہے، مگر میری صورت پر غا غافل ہونے کی وجہ سے اس کو فضیلت ہے، پہلی صورت خستیا کرنا عوام میں فتنہ و انتشار کا موجب ہے، اس لئے اس سے اجزاں کیا جائے، اقول فی الملائیقہ ولس الکفی الا التکبیر لکن فی البدائع العمل فی ہذا علی الجہر بالتسلیم و فی جہر اہل الفتاویٰ یجہروا بحدیث، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ والذی فی البدائع ولا یجہر بما یقر عقب کل تکبیر لانہ ذکر والشفیعہ المغائتہ میں بروتہ موتہ بالتسلیم لم یعرض لہ فی ظاہر الروایۃ و ذکر الحسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا یقر لانہ لا لعلام ولا حاجۃ لہ لان التسلیم مشروع عقب التکبیر بلا فصل لیکن العمل فی زماننا علی خلافہ، اور درر المختار ص ۱۱۴، ۱۱۵ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ

عورتوں کو قبرستان جانا منع ہے :

سوال : عورتوں کے لئے قبرستان میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟ بیٹواتو جروا۔

الجواب ومنہ الصدوق والصواب

جائز نہیں، حدیث میں ایسی عورت پر لعنت وارد ہوئے ہے خصوصاً اسی زمانہ میں غزوات پر نظر کرتے ہوئے کسی حالت میں بھی اجازت کی گنجائش نہیں سنا لفظ بالغ و حسن اطاعت کثیر منع کرنا ضروری ہے قال الخیر الرضی ان کان ذلک لتجدید الحزن والنبکام فالسبب علی ما جرت بہ عادتہن فلا تجوز علیہ حمل حدیث لیس اللہ ذات انان القہر وان کان ملاعباً وروا الترمذی من خیر یحکم والسبب بزیارۃ قبور الفضائلین فلا یأمن ان ینکبوا علی قبریکہ ان اکثرت کعبتہا لجامعۃ فی السجلۃ ۱۱ وهو توفیق حسن (رد المحتار مشکوٰۃ ج ۱) وبعینہ المعنی الحدیث باختلاف الزمان الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقالت ہا انما یمن علی ما حدث الفساد بعدہ للتحقیق کیامتعت فساد بنی امویہ والیہ وذلک فی فساد زمانہا فہا ملکت بفساد زمانہا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ حریم مشرق

قبر پر قرآن پڑھنا :

سوال : قبر پر قرآن پڑھ کر میت کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیٹواتو جروا

الجواب ومنہ الصدوق والصواب

جائز ہے۔ البتہ اگر میت پر قرآن مجید پڑھا اور پڑھوانا جائز نہیں (قولہ و یقرأ میتاً) لہذا وہ من دخل القبرا وقرأ سورۃ یساً خفف اللہ عنہم یومئذ وکان لہ بعد ومن فیہا حسنت بسبب وفی شرح الباب ویزا من القرآن ما یستزلہ من الفاتحۃ واول البقرۃ الی المظہون و آیتہ الکوس وامن السجۃ وسورۃ یس وبارک الملت وسورۃ النکا واولیٰ اخلاصا وغیر مرۃ او احدی عشر او سبعا او ثلاثا ثم یقول اللہم اوصل ثواب ما قرأنا الی خلائق او المہمر (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴ حریم مشرق

پختہ قبر بنانا :

سوال : عمار یا سادات کی قبر کی تعمیریں یا ان پر جائز ہے یا نہیں ؟ شامی بی بیہود فی الاحکام

عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ اذا کان الشیخ والعلما والسادات،

الجواب ومنہ الصدق والقبول

قبر مرثیہ اور چرند لگانا جائز نہیں، البتہ اگر سے سے لینا جائے۔ وقال فی شرح التتویر ولا یجتمعت التہن منہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا بأس بہ وهو المختار، وفي خلاصۃ دوقیل لا بأس بہ انہ مناسبا ذکر مقب قوله ولا یطین لانتہ جازۃ السراجۃ کا مکملہ الرحمہ ذکر فی جمیعہ الباقی ان تلمین القبر مکرمہ والمختار انہ لا یحکروہ اھ وعزا الیہ للصفات فی المعنی ایضا واما الیضا علیہ فمما اومنہ انتقد جملۃ الشایعہ التعمیر کے متعلق جو چیزیں کہ کسی قبر پر کیا ہے وہ ضعیف ہے اور صحیح حدیث وروایت عن الامام کے خلاف ہے۔ عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کہ ان یسبی علیہ بناء من بیت اوقبۃ او نحو ذلک لما روى جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فحمین القبور وان یکتب علیہا وان یسبی علیہا ولو سلم (شایعہ) بالخصوص بدعت وخرافات کے اس پر قرن زمانہ میں اس قسم کے اسباب منکرات سے اجتناب نہایت ضرور ہے۔ فقد اللہ تعالیٰ اعلى،

قبر میں اینٹ، پتھر، لوہا وغیرہ لگانا :

سوال : قبر میں برتت ضرورت سیمٹ یا سیمٹ اور بجر کا کچی ہوئی اینٹ یا پتھر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ سیمٹ کی اینٹ اور شکی پتھر اینٹ میں کچھ فرق ہے یا کو دونوں کا ایک ہی حکم ہے ؟ یتوان جواب

الجواب باسمہ علیہم الصواب

قال شارح التتویر رحمہ اللہ تعالیٰ ولا بأس بائھا اذا بویت ولو من حجر واحد بدله عند الحاجة کرۃ الادمن، وقال ابن حلیین رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله ولا بأس بائھا اذا تابعت الارض) ای برضی ذلک عند الحاجة والا کرۃ کما قد مناہ اننا، قال فی الحلیۃ نقل خبر واحد من الاولیاء انہ حیو فی اواضہم لیسوا تہا وقال لکن ینبغی ان یفرش التراب وتطین الطبقة العليا ما علی المیت ویجعل اللین التحف علی عین المیت ویسارہ لیسر بئزۃ اللحد، والمراد بقوله ینبغی ینبغی انہ لا یفصح بہ فخر الاسلام وغیرہ بل فی الشایع والسنۃ ان یفرش فی القبر التراب وشم لم یتعبر بالرحصۃ فی ائھا ذہ من حدیث یحییٰ ولا شک فی کراہتہ کما هو ظاہر الوجد اھ ای لائمہ لا یعمل الا بالشارح لیکون کالاجز الطبخ بہا کما

لوگوں کو غمزدہ نہ بنانا چاہئے۔

(۴) ادبیت ہر کوئی ہے۔ سینے کی گنجائش ہے۔ گو حجازی بہتر ہے۔

⑤ قبر کے اوپر سینکڑا پستروں کی جی ٹیم کی اینٹ لگانا جائز ہے، پستروں کی بلندی کی افادت اور افادت

حدیث میں وارد ہے، اینٹ لگانا بھی جائز ہے، جو غرض زمین حرام ہے، اور غرض بیت کا مکمل کرنا

تقریباً ہے، جو مکمل ہے حرام ہی کے برابر ہے۔ البتہ دروازے کے خوف سے کئی اینٹ لگانے کی گنجائش ہے۔

هذا والله تعالى اعلم۔ ۳۰ رجب ۱۴۱۵ھ

تفسیر حارہ دلوائی یا چوتراہ بنا یا منع ہے :

سوال: قیصر ہر چار پنج فٹ بلندی پر چار دیواری تعمیرت کے بغیر نہ بناتا۔
جائزہ ہے یا نہیں؟ نیز جو تردد یا کڑائی کے ذریعہ قدرت کا کام کاش کے سبب سے خلقت سے
اور راز رازی کے مٹنے کے لئے مصفا کی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسمهم الصواب

قبر پر ہر قسم کی بنا موقوف نیست مگر سب اور بغیر اس کے کلام کردہ تحریریں، مٹا دیں مگر وہ
تحریریں بھی حرام ہی کے بارے میں، چار دیواری خواہ ایک ہی اینٹ کی ہو اس کا مٹا ہوا ناقہ ہر جہ اور چوتھ
بلکہ ہر مٹی سے تراشہ مٹی ڈال بھی جائیں داخل مسجد، قال فی التلاویث و بدل التلاویث و تکرار التلاوة
عبد من القرآن لا بد بمسئلة النبأ، و فی التلاوة (تلاوة و تکرار التلاوة عبد) یا فی صحیح مسلم عن جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یجوز ان یبوی علیہ
زادہ و زادوا و بنوا علیہ حسنة (تلاوة لا تعمیثہ التلاوة) کذا فی البدائع و جامعہ و بنا کما فی
تحریریہ و حرم مقتضی انہی اہل ذکر مکرر ظہر صاحب الخلیفہ فی هذا التعلیل و قال و روی عن محمد بن
حنان انہ لا بأس بذلک و بیوحدہ داروہ الشافعی وغیرہ عن جعفر بن محمد عن ابن سنان عن
ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یقول فی ذکر اجابہ ابن تیمیہ و یضع علیہ سبب، و هو مرسل
صحیح، فتأمل التکرار علی التلاوة و الحاجة و عدمها فی التعلیل، نسختہ نہ معتد بہ شیوہ و لا یوقہ
قلیہ قرید الخ و مراد (ج ۱) و شمال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی احیاء الموات و لا یطہر فی
سنگھا حیث یضعہم الخ و یقول احیاء لا بد من جملة النبأ (مراد المختار ص ۱۵۵)

اعلاؤہ الکلام میں چار دیواری کی کوئٹہ علی الغیر سے خدایا فرما دینا غیا فرما ہے۔ اور ہر فرد محبت خرمی

قبرستان پر چار دیواری سے حدود قبرستان کی تعیین و حفاظت مقصور ہوتی ہے اس سے خارج رہے، علاوہ ازیں قبر پر چار دیواری کی رسم قبر سازی کا ذریعہ بن رہی ہے۔ چنانچہ ایک مشہور عالم کی زیر بعض جیل سازوں کی تجویز ایسی گنبد نما بنیاد پر دیواری کی ہے جو چاروں طرف سے بندھا اور صرف قبر کے اوپر کا حصہ کھلا ہو، مزید برآں چار دیواری میں دوسروں کی حق تلفی کا گناہ بھی ہے، علاوہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو تو بھی دیواروں کے نیچے آگنے والی زمین کو بلا ضرورت مشغول کرنے میں دوسروں کی حق تلفی ظاہر ہے۔

زیرین کے لئے بعض معنائی تجویز یہ بنا کر لی مقصد شرعی نہیں، اور سیلاب کا خطرہ جو تو قبر کے اندر ایٹھیں لگا کر سینٹ کے سلیپ سے قبر کا شیٹ یاٹ کر حفاظت کا انتظام کیا جا سکتا ہے، اس طرح قبر جیسے سے محفوظ ہو جائے گی اور نشان باقی رکھے گئے قبر کے سر پرانے کوئی پتھر کا ڈیریا، گنبد وغیرہ لگا دینا کافی ہے، اگر سیلاب کے قبر کی مٹی بہہ رہی تو اس نشان پر دوبارہ مٹی ڈال کر قبر درست کی جا سکتی ہے، معینہ اگر قبر پر زیادہ مٹی کا واقعہ ضرورت پر تو پتھر کے بجائے قبر کے چوگرد اعلان کی صورت میں مٹی ڈال کر اس مقام کو بقدر ضرورت اونچا کر دیا جائے، نیز حفاظت قبر کی ضرورت صرف اس وقت تک ہے جب تک میت خاک نہیں ہو جاتی اس کے بعد حفاظت کی ضرورت نہیں، اس لئے قبر کی منصوبہ کاری کا زیادہ اہتمام درست نہیں، قال ابن عجم رحمہ اللہ تعالیٰ فلا نھما (الزبیر واھناب) لا حکام المبتلا والقبور موضع السبلہ (المبحر الائمہ مسئلہ ۲) فقط وایلد تعالیٰ اھلہ۔

۲۵۔ وجہ ہشتاد

نماز جنازہ میں مسنون کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں دیر سے پہنچا تو فوت شدہ نکیریں کیسے ادا کرے؟

بیواؤں اور عورتوں

الجواب وَمِنْهُ الصَّدَقَاتُ وَالصَّوَابُ

مفتی کا جواب ہے کہ جس وقت تک پہنچے نکیر کہ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے اگرچہ عام چوٹی نکیر بھی کہہ چکے ہو مگر سہم نہ پھیرا ہو باقی نکیریں امام کے فائز ہونے بعد کہے، اگر شریک ہونے وقت یہ علم ہو کہ یہ کوئی نکیر ہے تو وہی دعا پڑھے جو امام پڑھے، پھر دعا اور فوت شدہ نکیر ان میں باقی دعائیں بالترتیب پڑھے، اگر یہ علم نہ ہو کہ امام کن نکیر پڑھے تو پہلی نکیر ڈال دعا میں شامل پڑھے اس کے بعد اسی ترتیب سے دعائیں پڑھتا جاؤ فوت شدہ نکیر ان میں دعا پڑھنے سے اگر جنازہ اٹھ جائے کا خون ہو تو دعائیں نہ پڑھے، فقط نکیریں کہہ لے، اگر جنازہ اٹھ گیا یا گناہ حال زمین سے قریب سے تو نکیر کہہ لے

اور اگر ائمہ نے والوں کے کفر میں سے کسی کو نکال دیا ہو تو کفر نہ کہے، غرض صحیح نہیں، قائد فرمایا: فتویٰ
والنسبوت بسبب التکلیفات لا یکفر فی الحال بل یشترک کبیرا لا مہر لیکبر معہ فلا یشترک لہما مزان حکما
تکبیرہ کفر کلمۃ المسبوق لا یدبداً بآباءنا و قال ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یکبر حین یحضرک لا یستظر
الحاضر فی حال التعرۃ بل یکبر اتصالاً للتحریۃ لا نہ کاندک تم یکبران مانتا لہما بعد الفزع نفث
بلا دعا وان خشیایع المیت علی الاعناق و ما فی الخفی یکبر الکل الحال مانتا نہ خروجہا النسبوت بعد
تکبیرۃ الامام الاربعة فانتہ العسلۃ لتعد الذخون فی تکبیرۃ الامام و عند ابی یوسف رحمہ اللہ
فتالی یدخلہ بعد التجویۃ فاذا سلم الامام کثر ثلاثا کافی لخاصہ و علی الفتویٰ ذکرہ الحلی (۵) ،
والتفصیل فی الثامیۃ فقط علیہ علیہ اعلم۔

سوال علی بالہ :

سوال : آپ نے ترازو میں مسبوق کے سب احکام میں مذکور است و مراد تھلک کے تھلک پر فتویٰ
دیے، حالانکہ در ذیل ابی یوسف کو صرف اس صورت میں ترازو لکھا ہے جسکی وہاں کے بعد ترکیب ہو، پھر
بہشتی زیوریں لگا کر طرح ہے لہذا اس پر اختلافی ذکر تحریر فرمائیں۔ بیخود فرماؤ!

الجواب یا سیدنا علیہ السلام علیہ السلام

غرض خداوند سبحان کی یہی تعلیم ہے کہ ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ منشی ہے جس پر سند ذیل خواہد ہیں،

(۱) در مختار کی عبارت کے سیاق بالخصوص خروجہ بعد تکبیرۃ الامام الاربعة میں غرض تحریر سے ثابت
ہوتا ہے کہ شرکت بعد از سوگند مستقل مسکون نہیں بلکہ مسبوق کے حکم سالی پر مقرر ہے۔

(۲) قال فی الثامیۃ (قوله فلو جاءه من غیر هذا الشیء لفلان سبھا و بین ابی یوسف رحمہ اللہ لفتحا
کما فی التہم، اس میں تصریح ہے کہ شرکت بعد از سوگند مستقل مسئلہ خلاف نہیں بلکہ خلاف جہاں کی ذرا و قرعہ ہے۔

(۳) و ذیلہ از قولہ لتعد الذخون لہما مانتا المسبوق یشترک لہما مانتا لہما بعد الفزع نفث
علی الامام تکبیرہ حتی یستظر و یتابعہ فیہ، تا فی الذکر و الاصل فی الیاب ضد علی الفتویٰ بدخل فی
تکبیرۃ الامام فاذا فرغ الامام من الاربعة عقد علی الذخون و عند ابی یوسف یدخل اذا بقیت الخیرۃ
کذا فی البدایع ۱۷ اس میں بھی تصریح ہے کہ شرکت بعد از سوگند کا حکم قاعدہ سابقہ پر مقرر ہے۔

(۴) و فیہا (قوله و حبیب الفتویٰ) اعم علی قول ابی یوسف فی معنی التناہی المسبوق خلاف ما منشی علیہ فی
المن (مراد مختار ص ۱۷) اس میں مسبوق عام ہے جو سب صورتوں کو شامل ہے، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم!

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ

ہوتے ہیں یا تو رکھ کر انہیں جہاز پر بڑھنا:

سوال: اگر جنتی کا قلب پیدا ہو جائے کہ جسے ایمان اور پاک بننے کا موقع ملے اور یہ پاؤں رکھے نماز گزار دے اور حاکم کیا ہے؟

يَسْتَوُوا قَوْلُهُمْ

الجواب ومنه الصدق والصواب

جائز ہے۔ ہر ایسی چیز جس پر ایک طرف نفاست تھوڑی سے دوسری طرف سرامت ذکر کرنی ہو جس کی بالکلیات پر نماز چھٹا جائے۔ البتہ ایسا جو کیا جس پر نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ ممکن ہو کہ کسی جانب نماز پڑھ کر کسی کی بیانیہ سود ہے۔ بلکہ اگر کسی نے نماز پڑھا کہ پڑھ نہیں کر پڑھنا درست ہے۔ قتال فی شہر الخویروف مندرجات الصلوة وصلواتہ من عمل مندوب بحسب العبادۃ، دفعی انشائیہ تنوہ فی قولہ الی یوسف دوس محمد بن یحییٰ زلیٰ قولہ، وعلیٰ ہذا الرضی عنی حماد بن ابی ابیہ ابو عقیقہ (وہ معکب اعلاہ طاعرو بالحدیث بحسب عبد الی یوسف لا یجوز نظر الیہا عدا اہل فاسقویٰ ظاہر و رابط مکاتیب الضعیفین وعدہ محمد بن یحییٰ زلیٰ، فی موضع طاعر کہ کتب طاعر محمد بن یحییٰ زلیٰ، التوب الضعیفین لان الطاعر فذاذ الرطوبۃ الی الوجہ الآخرہ، و طاعرہ ترجیح قول حماد وحوالہ لاشبہ و تحرق فی الخانیۃ فی مسائلتہ التوب قولہ الی یوسف بأنہ اقرب الی الاحتیاط وتمامہ فی العقیقہ ذکر فی النیۃ وشرحہا اذا كانت القیاسۃ علی ہذا المسئلۃ ان الاجرۃ علی علی طاعرہا جاز وکذا الخانیۃ ان کاست غلبۃ بحسب یمین ان تشر نصفین فیما بین الوجہ الذی فیہ القیاسۃ والوجہ الآخر والاخرہ و ذکر فی الخانیۃ ان مسألۃ النسبۃ والاجرۃ علی الاختلاف المار بینہما وانہ فی الخانیۃ حرم ہوا و ہوا شائۃ الی اختیارہ و ہوا حرم حقہ وکذا مسألۃ الخانیۃ علی الاختلاف و ان الاشبہ البوازی علیہا مطلقاً ثم یندہ باوجود فرجہ (رد المحتار ج ۱) و فی الہندیۃ و لو عن غلبہ و قام علیہا جاز سوا کان مای علی الارض منہ تحت او طاعرہ اذا کان مای علی القدم طاعرہ (علانیۃ ج ۲ ص ۶۱) ، فتعذر اللہ تعالیٰ اعذر

[illegible]

وقف على المسجد من قبر بنانا:

سوال: ایک حجرہ دفت علی مسجد میں متوزن اپنے باپ کو دفن کر دیا ہے۔ کیا یہ فعل مستغنا

• رُسے ۹ اور ایسے متون کے لئے مکمل حکم ہے ۹ •

سَمِعُوا تَوَكَّلُوا

الاجواب ومنہ الصدق والصلوٰۃ

یہ خیانت ہے اس لئے متوں واجب العزل ہے اور حاکمین مزارعہ اسلین پرانہ رسمہ کہ اس پر کو
کھا کر میت کو نکال دیں یا قبر کو زمین کے برابر کر دیں کیونکہ اہل بیت سے وقت مسجد کا قتل اور اشغال ہائے
لازم آتے ہیں۔ قال فی التوضیح: لا یخرج منہ الا ان تکلون الارض منسوبۃ او اخذت منسحقۃ و فی
التشریح یجوز ان تلت استخراجہ ومسوائتہ بالارض و فی النہایۃ لان حقد فی باطنہا وظاہرہا
خان شاء ترک حقد فی باطنہا وان شاء استوفاه و ردہا واستکسبہا شامکہ کی شامکہ کی مراد و ترو
بالمنعوتہ و اذا کان وقتاً لیس منہا نہ کیا جائے کیونکہ اس جگہ وقت سے مراد وقت علی القاب ہے چنانچہ
فورش میری میں دوسرے جگہ اسی کی تشریح ہے۔ قال فی شرح التوضیح: قد فیہ اطمینان فی
تکلیفہ او جہان الارض لھا و جہد منہا و نہ منویہ و ان مباحۃ فلیہ حقہ و نہ و قد لکذا
و فی النہایۃ ہذا و وفاء لدفن علی مسجد لفرزح و الخلفۃ کما لست لکۃ لعل رد لھا و فی
کتاب النصب: فذلک لعل علیہم
غیر کی زمین میں دفن کرنا:

سوال: اگر مرد کو بلا ذرہ مالک زمین غیر میں دفن کر دیا تو کیا ایک سے نکالنے پر مجبور کر دیا ہے؟

الاجواب ومنہ الصدق والصلوٰۃ

مردہ کے متوفی ہے کہا ہے کہ اپنی میت کو نکالنے اگر اس پر پیر ہے: لکھنے تو مالک ارض کو اختیار
ہے کہ قبر کو باجوہ میت کو نکال دے یا قبر کو زمین کے برابر کر دے، قال فی شرح التوضیح: علیہما بین اجوابہ
ومسوائتہ بالارض و فی النہایۃ لان حقد فی باطنہا وظاہرہا خان شاء ترک حقد فی باطنہا وان
شاء استوفاه (مرد الحق، چنانچہ ج ۱) فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۱۳۳ مرجع الاستنباط

قبر پر سلام کہنے سے کیا فائدہ؟

سوال: انسان کے فوت ہو جانے بعد روح جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتی ہے بوقت موت
میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟ بیوقوف ہو۔

الاجواب ومنہ الصدق والصلوٰۃ

مردے کی روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو
کتاب الروح فی التیم و شرح الصدور سیوطی رحمہ اللہ ثانی، علاوہ ازیں مردے کی طرف سے جواب ملتا

کتبہ ہمارے ثابت نہیں، اگرچہ فرعون کی روایات میں ہے جس کی اسناد میں کلام ہے صحاح کی روایات میں صرف اسناد میں ملے گی، کلام ہے جس کے بارے میں کہ مراد اگرچہ سنہا ہے اور نہ ہی جواب دے سکتا ہے مگر قرآن پر یہ الفاظ بھی زیادہ کے لئے عبرت ہونے کی وجہ سے مستدرج ہیں، چنانچہ انتہی لسانت ومن لکہ خلف ولی بعض الروایات قدیم ولادہ کفر و ایم ازواجکم وغفلت اموالکم وقول العیسیٰ علیہ السلام کنت نہیں تکرار میں زیادہ انقبض اور خود دھافا تھا مذکورہ الآخرة یہ جمل اس کے شعریہ کہ مقصد اعتبار الزائریہ ہے فقد ولفہ فذا اعلم۔

جسم طاریح کو عذاب کیسے ہوگا ؟

سوال : قرین انسان کا مرتضیٰ خدا تعالیٰ رہ جائے تو عذاب نسبت کس چیز پر ہو سکتا ہے ؟ جیسا انقبض اور

الجواب و منه الصدق والصلوٰی

بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب غیر فقط روح کو ہوتا ہے اور دے کا قتل قبر سے رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح و جسم دونوں پر ہوتا ہے، کیونکہ مردہ کا قبر میں جا کر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن قومہم "رَبَّنَا أَخَذْنَا مِنْهُ الْبَنَاتِ وَأَخْلَصْنَا الْغَنَاتِ" فان الله تعالى ذكر الموت مرتین واما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیة و موت حتی یتوکل احدی الموتین ما یحصل عقیب الحیة فی الدنیا والاخری ما یحصل عقیب الحیة التی فی القبر بعد عذابها و ما یحصل روحانیت میں گیرنے کے بارے میں یقین نہ لے سکتے ہیں لفظ وغیرہ میں روایات بھی اعداء دین پر دانی ہیں۔

باقی رہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب بھی معلوم نہیں ہو سکتا ہے جسم کے اجزاء متفرق ہو سکتے ہیں اور ان میں سے کچھ جاتی ہیں، سو اس کے حصے کے حصے صوفیہ اسے یہ قول کیا ہے کہ عذاب روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا عذاب ہوتا ہے مگر جسم مسموم نہیں کر سکتے جیسا کہ خواب میں کسی کو تکلیف پہنچا جو بلکہ ایفادات کو تین دفعہ شکر کی وجہ سے سرور و نعمت لاحق ہو سکتا ہے۔

کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ جسم اگرچہ مٹی ہو جائے تب بھی اعدائے سے ثابت ہو کہ روڑ کوئی مٹی نہیں ہوتی، تو اسی کا عذاب ہو سکتا ہے۔ بالآخر میں اس کا جسم ہی مٹی ہو جائے تب بھی جسم کی حیثیت و صورت بدل گئی اس کا اصل مادہ تو باقی ہے۔ پس شیخ ہر جہان کے بعد بھی ان اجزاء میں ایسے طریق سے عذاب روح کہ جسم اسے معلوم نہ کر سکی قدرت باری تعالیٰ سے خارج نہیں۔ قال العیالی وجہ اللہ تعالیٰ فی شجر الصدق عذاب الخیر و عذاب العیوخ دانی قدام و علمہ الروح و البدن بافتاق اهل السنة و فی فیض الباری قبل العذاب علی اربع

فقط وقیل علی الروح والجسد معاً و مرثی الی الاول الحافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعلق بالاقرب عندی
 هو الثانی و ذهب الصوفیۃ الی انہ علی الجسد المثالی الا (فی الحائز جلد ۳ ص ۳۶) و یضاف بعد
 بحث بدیع ثم لا حرجہ الی اثبات عذاب القبر الی ما قالہ الصوفیۃ ان العذاب علی البدن المثالی و یت
 المادی و حیث نہ لا یعد ان لم نشاہد احداً یعذب ہاں تجرہ الخ (فی الحائز جلد ۳ ص ۳۶) و فی حاشیہ الفکر
 ان الصلوب یتجدد فی الاحیاء و نسکتہ منہ مع عدم الشاہدۃ کما فی صاحب اسکرانہ مع جمیع ان لا
 نشاہد حیۃ نہ کما فی ردیۃ السؤل علیہ علیہ و کما جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام و ہریدہ و لہر و لہر
 مع سترہ عنہم و لا یعد فی رد الحیۃ القبر بعض اجزاء البدن فیخص بالاحیاء و المسائل و العذاب و
 ان لم یکن ذلک مشاہدنا اعداء القارعہ ص ۴ ص ۳۶ و کذا استحق جیلہ الحدیث الحافظ ابن الجوزی
 رحمہ اللہ تعالیٰ یشتر فی جمیعہ (فتح الباری ص ۳ ص ۱۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرکز شمشاد

مسئلہ میں اولاد اور بیوی سے ملاقات ہوگی :

سوال : عیشیں اولاد اور بیوی سے ملاقات ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر ملاقات ہوگی تو کس وقت تک
 باقی رہے گی ؟ یشتر فرمادے گا۔

الجواب و کھنہ الصدق و القواب

قال اللہ تعالیٰ اذ تَبَوَّأَ الْاَرْثَ اَنْصَرُوا مِنْ اَلَّذِیْنَ اَشْبَعُوا الْاَرْثَ وقال النبی علیہ السلام علی المسرۃ
 مع من احببت اس قسم کی آیات و حدیث سے ثابت ہے کہ آپس میں ملاقات ہوگی بلکہ مکھڑ بھی ہوگا۔ بعد
 اگر جانیں الی جنت سے ہی تو ملاقات دائمی ہوگی والا فلا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرکز شمشاد

تلاوت کے ایصال ثواب سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے :

سوال : قرآن پڑھ کر ثواب مردہ کو بخشا جائے تو عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا نہیں ؟ یشتر فرمادے گا۔

الجواب و کھنہ الصدق و القواب

قرآن پڑھ کر تخفیف سے عذاب میں کمی ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ فیہ دلیل علی استحباب تلاوة الکتاب
 المرسل علی القبر لانه اذا کان یوحی عن المیت التفتت بصرہ الشر من تلاوة القران العظیم اعظم مدد
 و برکۃ لہذا القاعدۃ ص ۵۵۰) و ایضاً عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعه من دخل القابور فقرأ
 بکسر خفت اللہ عنہم یومئذ و من زاد قبر و والدیہ او احدہما قرأ عنہم او اعتدایا لیس

غذلیہ (عقۃ النذری ج ۱ ص ۸۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرد کے کوصدقات کا ثواب ملتا ہے :

سوال : مرد کو صدقات و خیرات کا ثواب پیش تو اسے ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟ بیوقوف و جردا

الجواب : ومنہ الصدق والصواب

ثواب پہنچتا ہے۔ کما فی تفسیر المصنفین تخریج النعوان میں اسی تفسیر و تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ الصدق اذ احدکم صدقة فظن انہ یصلی علیہا من ارجوہ فیكون لہا اجر ما کا بیٹھنے سے اجرہ پیشا و ان شئت الاطلاع علی جزئیات و زیات الواردۃ فی هذا الباب فعینک بعدۃ النذری ص ۸۶۵ و ص ۸۶۶ ج ۱ ع فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

در صحت ۱۵

خودکشی کرنے والے پر نماز حجازہ :

سوال : خودکشی کرنے والے کو مسلمان سمجھا ہے گا یا کافر اس کی نماز حجازہ جائز ہے یا

نہیں ؟ بیوقوف و جردا

الجواب : باسم صلہ الرحمۃ والصلوات

اگرچہ خودکشی بہت برا گناہ ہے مگر اس کا مرکب کافر نہیں اس لئے اس پر نماز حجازہ نہیں فرض ہے فان فی شرح التوبۃ من تکل نفسہ و لو علنا یغسل ویصلی علیہ . یہ یعنی وہاں کہ اعظمہ و زامن قائل غیرہ (مرہ الحارث ص ۱۰۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرہ ذہب و مشکوٰۃ

خودکشی کرنے والے کو ایصال ثواب :

سوال : خودکشی کرنے والے کو ایصال ثواب و دعا و مغفرت جائز ہے یا نہیں ؟ بیوقوف و جردا

الجواب : باسم صلہ الرحمۃ والصلوات

خودکشی کرنے والا ناقص ہے کافر نہیں۔ لہذا اس کے لئے دعا و مغفرت و ایصال ثواب جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ذی قعدہ و ۲۳

جموعہ کی موت سے قیامت تک عذاب قبر معاف:

سوال: جموعہ کے دن رنے والے کو صرف اسی دن عذاب نہیں ملتا یا قیامت تک معاف ہے؟

بیشک وجوداً

الْجَوَابُ بِأَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نویس کو قیامت تک معاف مل جاتی ہے البتہ کافر سے صرف جمعہ اور رمضان میں عذاب مرقع ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ اور رمضان میں کافر کو بھی عذاب قبر نہیں ہوتا:

سوال: مشہور ہے کہ رمضان المبارک و جمعہ میں کافر سے سوالات کبیرین اور عذاب قبر تخفیف ہو جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بیشک وجوداً۔

الْجَوَابُ بِأَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جمعہ اور رمضان میں کافر سے عذاب قبر مرقع ہو جاتا ہے، اس کے بعد ہر شروع ہو جاتا ہے۔ کذا فی الشامی فی آخر باب الجموعۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ رمضان مشہور

رمضان میں موت کی تعینات کا حوالہ:

سوال: بیشک باب النذر میں من لایست فی قیومہ کا تفسیل ہے اس میں رمضان میں موت کا ذکر نہیں بلکہ اس کا جائزہ تحریر فرمائی۔

الْجَوَابُ بِأَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شامیہ میں باب الجموعۃ کے آخر میں رمضان میں مؤمن سے قیامت اور کافر سے اعتقاد رمضان تک اذقار عذاب منقول ہے جو رمضان میں موت کو بھی مشاغل ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ رمضان مشہور

جموعہ کی موت سے عذاب قبر ہونے پر اشکال کا جواب:

سوال: جو مسلمان چہرہ کے دن مرنے والے اس کو عذاب قبر ملتا ہے، اور حدیث ہے کہ قبر پر بی منزل ہے جو اس سے نجات پاگیا اس کے لئے آئندہ منزلیں آسان ہوں گی سوال یہ ہے کہ جو کہ کوہ نور شریانی بدکار بھی کہے ہیں کیا ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی؟ بیشک وجوداً۔

الْجَوَابُ بِأَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس کے مندرجہ ذیل جواب ہو سکے ہیں،

① دیوبندی نصوص کے پیش نظر اس حدیث میں اجتناب عن الکبائر کی تفسیر ہے۔

بعض عساکر بلا حساب بھی جنت میں جاؤں گے، جن کے لئے یہ معادرت مقدس ہے جو
کے روز عرفات انہی کی موت واقع ہوتی ہے،

(۱۷) جمعہ کے روز سوشل سہولت منڈیاں زیرِ محافِ جہِ مذاہبِ اربعہ نہیں، اور عیدِ میلادِ مطہب، نہ کہ برکت جس کے سوا اعلیٰ کی ہر دولت عطا ہے جس کے گمیا تو آئندہ متنازل زیادہ مل، ہر روز کی نفلت والہ تعالیٰ علو

شب جمعہ میں دن کی تفصیلات :

سوال: اگر کوئی شخص جعفرات کے دن رات ہر نماز کو دن بعد کی شب کو کیسے کر لیا اس کو کدہ قرمان سے کیا نہیں؟ و بیوقوف توجروا

الجواب باسمهم الصواب

یہ وہ وہ جو کہ دن اور رات میں موت پسہ، دفن پر تھیں، البتہ حزاب قبر جو کہ دینی کے بعد
مشرقِ روع جو کہ اس میت پر شیعہ جو کہ مشرک حزاب مرتفع ہو جاتا ہے اس لئے ایسا شخص
حزاب قبر میں نظر نہ ہے گا۔ فقہ ابن ابی نجرہ رحمہ اللہ قال السؤال فیما استقر فیہ البتہ حق لوالکلمہ
فما السؤال فی بطنہ فان جعل فی تابوتہ ایضا فقلہ فی مکان توفیکہ لعلہ یدفن (باز یہ طریقہ امتداد کی ہے)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۸ شعبان ۱۴۰۷ھ

تبریکات:

سوالی : قبر پر کتبہ لگانا ہم اور تادمہ ذات قبر پر کتبہ کفہ کو اگر تکریت کی تو جرم معلوم رہے اور
بے نشان نہ ہو جائز ہے یا نہیں ؟ یتیموا لوجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

علامت کے طور پر نام اور تاریخ و مکان لکھا جاتا ہے۔ حدیث میں تقریر کتابت سے مخالفت و رد عمل ہے اور علامت کے لئے پتھر رکھنا ثابت ہو، اس لئے حضرات فقہاء و مجتہدین نے حدیث نبوی کو غیر ضرورت پر موقوف فرمایا ہے اور بضرورت علامت کتابت کی اجازت دی ہے، مثلاً: احمداؤ اس میں ہے کہ کتب غیر کے سر پر نام لکھنا جائز ہے جبکہ ہمارے ہاں ہر حدیث کی مخالفت مذہب و قرآن کی آیت و شریعت کی طرح لکھا ہو کر جاتا ہے۔ (تفصیل الکلام فی الثانیۃ، شذوذات شافعیۃ، ص ۱۸۱)

لا حیث، فاحکم (اعلام السنن مطبوعہ ۸۴)

ان احادیث سے ثابت ہو کر حضرت نجاشی اور معاویہ بن معاویہ مرنے والے خلیفہ خالی صہار پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ اس طور پر پڑھی کہ دور سے بطور مجرور ان کے جنازے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیے گئے تھے اس لئے ان دو واقعات سے نماز جنازہ کی محبت پر مستدلان باطل ہے۔

بہر حال یہ معجزہ حدیث سے ثابت نہ تھا تو بھی ان واقعات کو معجزہ یا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ تعظیم بن مکتوبہ کے مطابق آپ پر محالی ہے نماز جنازہ پڑھنے پر حرجیں تھے، حج اگر کسی کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے بغیر وفاقاً آپ تو آپ نے اس پر تنبیہ فرائی اور اس کی تحریر پر شریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھی، مہلکہ آپ سے دور کی سرب محابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے تفویض حضرت پر آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، یہ واضح دلیل ہے کہ فائدہ نماز جنازہ صحیح نہیں اور حضرت نجاشی و معاویہ بن معاویہ مرنے والے خلیفہ صہار کی نماز جنازہ بطور مجرور یا بنا بر خصوصیت کے ادا فرما لی گئی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۴ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

ملجے میں دینے والے کی نماز جنازہ :

سوال : کوئی شخص بے گئے دب کر مر جائے اور شری کو شش کے بعد وہیں سے نہ نکلا جائے تو اس کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ بے گئے کے قریب کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنے سے ادا ہو جائیگی۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ بہت حقیر جواب

(الجواب) باسمہ علیہم السلام

ایسے شخص پر صحبت نماز جنازہ میں اختلاف ہے، عدم غسل کی وجہ سے قیاس عدم محبت کو معتق ہے مگر سنیان جو ان کو قول کیا گیا ہے بشعر علیہ السلام قمع کا علی غالب ہو، جانب غلبہ بانفاق اس پر بڑا صحیح نہیں، قال فی المدبر واحد فی و احین علیہ التراب بغیر صلوة او بہا بل غسل او من لا ولا یمہ لا یصلی علیہ ولا یصلی علیہ، استحسناء الدیف علی القی قفخہ صغیر قدیر جو الامم و ظاہرہ انہ لو شئت فی قفخہ صغیر علیہ، لکن فی النہرین علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ لا کانہ تقدیر الامم، و فی الشیخہ و قولہ او ما بل غسل، ہذا رواۃ ابن سماعۃ و المعمرانہ لا یصلی علیہ و فی حدیث الطائفہ لا یصلی علیہ غیر مشورۃ کذا فی حایۃ البیان، لکن فی المراج و غیرہ قیلا یصلی علیہ و قال اکثرہ

یصلیٰ وهو الاستحسان لان الاولیٰ لم یقتضیہا الربط الشرطی مع الامکان والاکن ان الامکان تستلزم
فرضیۃ النفس وهذا يقتضی ترجیح الامتثال وهو الاصل فی ہذا۔

(تشیبہ) یعنی ان کی عمر میں نہ ہو بل اسلئے کہ تروی فی نحو بر او وحق علیہ بیان ولم یکن
احزاب جلاول ما لوزن فی یوم عدم حق وعودہ انما لخصی، تا مقل (قوله کأنه تقدیر المانع) الخیر
محدوکی ای کأنه قال ذلک تقدیراً فیما سدا والاس من التسخی لقتضی عدم الصلوۃ وین عدمہ
الموجب لها، ما عتبر المانع وهو التسخی ط انون وفی الغیبت حق الاصحاب علی انہ لا یصل علیہ مع
الثبت فی ذلک ذکر فی المفسد والمزید ورواج الفتن وجامۃ الكتب وعلمہ فی البیض بوقوع
الثبت فی الجوازہ وتمامہ فیہا (رد المحتار منہج) حفظ والله تعالی اعلم

۳۔ ہر سوال مستحب

ختمی تا بالغ پر نماز جنازہ کی دعا :

سوال : ایک بچہ امیر اس کی شہادت نہیں ہو سکتی کہ وہ بچہ الکی، اگر ایسی حالت میں مرتا
تو اس کی نماز جنازہ میں پڑھنے والی دعا پڑھیں یا الکی والی ؟ بیٹا تو حیران

الجنائز باسمہ علیہم الصواب

اعتبر یہ جہاں لڑکے والی دعا پڑھیں یا لڑکی والی، اللہ کبیر تاول البیت والستائیف
بناول النفس، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

مسلم وکافر غلط اموات پر نماز جنازہ :

سوال : اگر دو شخص ایک ہی جگہ میں جائیں، ان میں سے ایک کافر ہو اور دوسرے مسلمان،
ان کی شہادت نہیں ہو سکتی کہ مسلمان کون ہے اور کافر کون، تو مسلمان کی نماز جنازہ کے متعلق کیا حکم ہو؟
بیٹا تو حیران

الجنائز باسمہ علیہم الصواب

دونوں میں سے کوئی ایک کافر نماز جنازہ پڑھیں اور میت پر کریں ان میں سے مسلمان پر پڑھیں
مسلم کذاب الشامیہ، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۴۔ محرم مستحب

قبر بیٹھ جائے تو کھود کر درست کرنا جائز نہیں :

سوال : اگر پرانی قبر بیٹھ جائے اور مٹی ڈالنے سے قبل جن پتھر دارینوں سے قبر کو ڈھکا جاتا

جہ وہ نیچے گر جائیں تو کیا ان ایٹوں کو قبر میں سے نکال کر دوبارہ درست کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا ایسی صورت میں میت کو نکال کر دوسری قبر میں دفن کر سکتے ہیں؟

الجواب باسمہم الصواب

قبر کے اوپر مٹی ڈال کر درست کر دیئے، قبر کا ہڈ کر اندر سے پتھر وغیرہ درست کرنا یا میت کو نکال کر دوسری قبر میں دفن کرنا جائز نہیں، قلألف العلائقة ولا یخرج منہ بعد اھا قالوا؟ الاول حق آدمی، وفي النجاشیة احمد وازمن حق الله تعالى كما اذا دفن بلا غسل او صلوة او وضع على غیر مینع ما والی علی القبلۃ فانہ لا ینبذ علیہ بعد اھا قالۃ الترأب كما مر (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ ربيع الآخر ۱۳۸۵ھ

بوقت دفن قبر گرجانے کا حکم :

سوال : میت کو قبر میں رکھ کر اوپر پتھر لگا کر مٹی ڈال رہے تھے کہ پتھر چٹے کر گئے، اب ان کو نکال کر دوبارہ درست کرنا یا میت کو دوسری قبر میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہم الصواب

اگر مٹی سے پتھر چٹ گئے تھے تو نکالنا جائز نہیں، ویسے ہی مٹی ڈال دی جائے، البتہ پتھر پھینکے سے قبل پتھر کا ہڈ کر درست کرنا جائز ہے اور یہ تکرر مرتبہ کے قابل نہ ہے تو بغیر درست دوسری قبر بنا جائز ہے، لان کن العیون منہ شربت جد اللین استنق والنیش حوا کر فلا یرکب جہا، قال فی العلائقة ولا ینبذ لیوجہ الیہ دفن الشحیة ای لو دفن مستد بزلہا و اھا لوالا الترأب لا ینیش؟ اما التوجہ الی القبلۃ مستنق والنیش حوا کر یجلان ما اذا کان بعد اھا قالۃ اللین قبل اھا قالۃ الترأب فانہ یزال ویوجد الی القبلۃ من عینہ، حلیۃ من النسخۃ (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۴ ربيع الآخر ۱۳۸۵ھ

اہل میت کو کھانا پہنچانا :

سوال : اہل میت کو زمین دن تک کھانا پہنچا، مستحب ہے ان کو ایک روز دن تک پہنچا کر ختم کرے تو قیامت تو نہیں؟

الجواب باسمہم الصواب

میت کے پڑوسیوں اور اعزہ و اقارب کے لئے اہل میت کو صرف ایک روز کھانا پہنچانا جود

اور رات کے لئے کوئی سو جائے مستحب ہے۔ قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ قال فی الصبح ویستحب
لجیران اہل المیت والاقرباء الا یأخذ نعیمۃ طعام لہم فی شعبہم یومہم ویلینہم لقولہ
صلی اللہ علیہ وسلم اصابوا الذی جمع طمانا فقد جاء ہمدہم وایشیعہم جنتہ العزیز ذی وجعہ
الحاکم ولا نہ برؤعہ وکون علیہم فی الاکل لان العزیز یمنعہم من ذلک فیمنعون اھ (رد المحتار ص ۱۶)
فقط اللہ تعالیٰ اعلم
۱۶ ذی الحجۃ سنہ ۱۲۰۰ھ

سوال شش بالا

سوال : ہمارے ملک میں ایک رسم بہت مدیر سے چل آ رہی ہے وہ یہ کہ جب کوئی دینی
فوت ہو جائے تو کوئی دینی کتب خانہ کو بھی یا پانچ بیسویں ملک ال بیت کے لئے دوست یا رشتہ دار
مثلاً سسرال وغیرہ کو دینا کرتے ہیں۔ کیا اس طرح کھانا یا کر کے کثرت کتب و کتب فقہی ملنا
چاہیے یا نہیں۔ کتب فقہی اس کی کراہت معلوم ہوتی ہے تاہم غایت میں ہے ولا تأس بان یکن حمل الخدام
الی اہل النسیبہ وصوفی الخوم الاول فیومکہ وہ لشلخہم بجمہار المیت ذی الیوم والانی مکرہ
اذا اجتمعت النسیبۃ لانہ اعانتہ لہم علی الشغور والاعطاف (فاقیہان کتاب النکاح والایۃ ص ۳۰)
اور عزیز الفتاوی ص ۲۴ پر بھی لکھا ہے کہ یکہ و وقت میت کے لئے کھانا دینا تحریر ہے۔ اولاً لکیر
میں لکھا ہے حمل الطعام الی صاحب المعصیۃ والاعطاف علی الیوم الاول۔ ثانیاً لشلخہم
بالجمان وبعدہ لکیرہ کذا فی التذاریع (حاشیہ لکیرہ ص ۲۰۰) کتاب الذکر اہیہ) نزدیکی میں بھی جو میت
تفکر کی گئی ہے اس میں جو ہے ہی دن کے لئے اہل معصیت کے لئے کھانا دینا کر کے ناجواز معلوم ہوتا ہے
فتح القدر میں بھی اسی کے قریب قریب الفاظ میں ویستحب لجیران اہل المیت والاقرباء الا یأخذ
نعیمۃ طعام لہم یشیعہم یومہم ویلینہم (فتح القدر ص ۱۶) ان لوگوں کا اس طرح
کھانا دینا کر کے مفقہ صف اول میت کی تسلی ہے۔ اس کلمے میں شرعی ضرورت نہیں ہوتی ہیں۔
بقیہ انوار حیرتوا،

الجواب باسم علیہم الصواب

ایک دن سے زیادہ کھانا بھیجا کر دہے۔ اس رسم میں غیر معنی حرج اور تکلیف میں ملنے کے علاوہ
یہ قدرت بھی ہے کہ عوام میں کوئی شراب بھیجے ہونے لگے یا کچھ لٹیں گے تو زین پر زیادتی اور بدعت ہے۔ فقہاء و علماء
۳ رمضان ۱۲۹۹ھ

مردہ پیدا ہونے والا بچہ بھی سفارش کرے گا:

سوال: جو بچہ ماں کے پیٹ سے مردہ پیدا ہو جائے آیا قبرستان کے دن وہ اپنے والدین کیلئے سفارش کرتا ہے یا نہیں؟ یا سفارش صرف اس کیلئے کی ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر جائے؟ یتیم خانہ جوار،

الجواب باسمہ ملہم الصواب

مردہ پیدا ہونے والا بچہ بھی والدین کی سفارش کرے گا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا تسقط لعنہ ویرثہ اذا دخل ابویہ النار وقال لہا السقط المرثہ لہ اذ دخل ابویہ الجنة
 فیخرجہا بسرہ حتی یدخلہما الجنة و فی حدیث اخر الذی نقلی بیدہ ان السقط یخرجہ امہ بسرہ
 الی الجنة اذا احسنتہ (ابن ماجہ مثلاً، فقط واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۲ رجب ۱۳۸۵ھ

تابع کو ایصالِ ثواب:

سوال: نابالغ کو ثواب پہنچانے میں نابالغ کے درجہ میں نہیں گے یا نہیں؟ جبکہ نابالغ خیر
 مکلف ہے، یتیم خانہ جوار

الجواب باسمہ ملہم الصواب

نابالغ کو اپنی حسنت کا ثواب ملے گا، اس سے ثابت ہوا کہ اس کو غیر بھی اپنی حسنت کا ایصال
 ثواب کر سکتا ہے۔ نیز اس پر نماز جنازہ کی دعا میں اس کے لئے مفید ہے اس سے بھی ایصالِ ثواب کا فائدہ
 ثابت ہوا۔ قال العلانی فی دعا حبذا نعسی وھو عار لہ ایضاً متقدمہ فی امیر السیافہ قاتل
 سنان العصبی لہ لاکویہ فی لہا ثواب التعمیم (رد المحتار ج ۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
 ۱۲ رجب ۱۳۸۵ھ

قبرستان سے الگ دفن کرنا مکروہ ہے:

سوال: عام مسلمانوں کے مقبرے سے بیحد کسی کو دفن کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، ایک
 صاحب عدم جواز کے قائل ہیں، کیا وہ ٹھیک کہتے ہیں؟ یتیم خانہ جوار،

الجواب باسمہ ملہم الصواب

مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا سنون ہے، اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن
 کرنا مکروہ ہے۔ عالم اور بزرگ کو کسی مسجد یا مقبرہ اور کسی خاص مقام میں دفن کرنے کی روایات عام ہو گئی ہے،
 حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر خصوصیت کے بغیر فرمائی ہے ایسے فقہاء حضرات پر یہ وصیت کرنا

واجب ہے کہ ان کو مرنے کے بعد عام قبرستان میں دفن کیا جائے، قال فی شرح الفصول والایضاح ابن یونس المیت فی الدار ولولان صغیر لا یختص من هذه السنة بالانقیاء، وفي الشامیة (قوله فی الدار) کذا فی العلیة عن منیة المفق وغیرہا وواعو من قول فی نظم ولاید من صغیر ولا کبیر فی البیت الذی مات فیہ فانه ذلک خاص بالانقیاء بل یغفل الی مقابر المساجد اه ومقتضاه انہ لاید فن فی مدفن خاص کما یقتضاه من بعض مداریست ونحوہا ویفعل بقصرها مدفننا. تأمل (رد المحتار ص ۸۳۷ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۳۲ شوال ۱۴۰۰ھ

مُردہ پیدا ہونے والے بچے کے غسل وغیرہ کا حکم :

سوال : اگرچہ پیدائش سے پہلے ہی مر گیا یا استقامت ہو گیا تو عام طور پر اسے کیوں کھڑا
 کھود کر گرا دیتے ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہ کہ اس کو غسل اور کفن دے کر قبرستان میں دفن کرنا
 جائز ہے ، بقولنا خود

الجواب ہے ہاں ہم ملہم الصوابہ

استعاضہ کی صورت میں اگر کوئی عضو وہن گیا ہو مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی جیسا کر کچرے میں پیسٹ کر لیں بھی دفن کر کے زمین ہوا کر دی جائے غسن اور کفن و دفن میں طریق سنون کی رعایت نہیں کی جائے گی اور پورا جسم بن چکا ہو تو غسل اور کفن و دفن بطریق سنون میں اختلاف ہے، بطریق سنون کا قول احوط اور دوسرا ایسر ہے۔ نام رکھنا اور نون صورتوں میں مختلف نہیں ہے، رکھنا احوط ہے۔ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے البتہ پید ہونے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا،

فقط وانما تعالیٰ اعلم۔ — محمد سید احمد

عالمِ میت کے سر پر عامہ باندھنا مکروہ ہے !

سوال : میت کے سر پر عمامہ باندھنا جائز ہے یا نہیں ؟ ایک مولوی صاحب کے قلم پر ہے کہ متاخرین فقہاء نے میت عالم کے عمامہ باندھنا بھی بہتر لکھا ہے ، کیا یہ صحیح ہے ؟ یقیناً خواجہ صاحب

الجواب: يا أيها المفسر الصوامع

میت خواجه عالم پوینہ عاصی بیرومال ہمارے پانہ صنا کمرہ و بدعت ہے، نقل فرمادے عابدین رحمۃ اللہ
عزالی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ انما یسئلونک ان تجعلہم فی سبیل اللہ و لا یسئلونک ان تجعلہم فی سبیلک

فَقَطَّ وَرَدَّ اللَّهُ تَعَالَى اَعْلَمُ ۚ ۱۰، اَحْرَمُ سَنَةِ ۱۴۸۸

احسن الفتاوى جلد ۱۲

ہزار چہارہ میں ظہارت مکانِ مہبت شہِ طہمیں :

سعدی: جنازہ کے لئے جگہ پا کر ہونا مشروط ہے یہ نہیں اور میت کو پا کر جگہ نہ ملے تو جنازہ

الجواب باسمهم القنواب

راجع یہ سہ کر سیت کامکان پاک ہونا شرط نہیں، میت یا پاک جگہ پر ہو تو بھی ناز جزا دلوج ہے
 قال فی الدود فی القصرۃ المہذبة من الخجاسة فی شوب و بدن و مکان و مستور العرفہ شرط فی
 حق الميت و الامامہ جعفری فی الثامیۃ (تولہ ولی القصرۃ) مثله فی الفتناء و الذبحی معز الف
 المعبود اسحاق لکن فی الفتناء خاصۃ سئل اذ فی خان مت ہذا مکان الميت حل شہر علیہ
 الصلوٰۃ علیہ قال ان لانت اہیت علی الجارۃ لامنتک اتمہ یجوز الا لا دولیہ لہذا و فی الجارۃ
 و حکذا احاب القاصی بذکر الذین (۱) (روا المحدث ۵۲۷) فقطع اللہ تعالیٰ اعلیٰ

۱۶. قرآن مجید

نماز حنابلہ کے ولی کی تفصیل :

نماز حجازہ اور کرنے میں سب سے زیادہ حق دار کوئی ہے ؟

الجواب باسم علم الصواب

میں سے پہلے سلطان پھر اس کا نائب پھر قاضی پھر امام جامع مسجد پھر امام علم الحدیث علیہ السلام سے افضل ہو۔ وفاق کی تہذیب واجبہ اور امام کی مذہب۔ پھر دوسری ترتیب ولایت کھج ٹنڈوی بابا سے ہے۔ پھر شہر پھر دیہی کذا فی العلائق۔ فقط وائے تعاق اعلم۔

مام محلہ نے نماز جنازہ پڑھا دی تو ولی کو لوٹنے کا حق نہیں؛
 سوال: اگر امام محلہ نے نماز جنازہ بغیر اذن طے کے پڑھا دی تو ولی نذر دوبارہ کر سکتا ہے
 ما نہیں ۹ بینو استرحلا

الجواب باسمهم بالصواب

اگر امام و علی سے افضل ہے تو اس کو حق تقدیم ہے، اس صورت میں وہی وہی دور و زمانہ نہیں چھوڑ سکتا۔
 قال شيخ التوبه رحمه الله تعالى وناظر من ملحق التقدير كقانون اونايشه او ايامنا او ايامنا ليس
 له حق التقدير وابعده الولي لا يعبد لاحد الا في الصلوة منه (براهين القدر) فقط الله تعالى اعلم.
 دار معارف مشرق

متعدد مموات پر دفعۃً نماز جنازہ :

سوال : جبکہ ایک ساتھی میت جنازہ جمع ہو جائے تو کس مرتبہ سے نماز جنازہ پڑھ جائے گی ؟

بیشمار و جہاد

الجواب باسمہ منہم الصواب

الفتاویٰ ہے کہ ہر ایک پر لگ نماز پڑھی جائے سب پر ایک سب تو بھی جائز ہے۔ اس کی توجہ میں
ہے ایک یہ کہ ایک میت نام کے ساتھ رکھی جائے۔ اسی کے پاؤں کی طرف دوسری کا سر دوسری کے پاؤں
کی طرف تیسری کا سر۔ دوسری صورت یہ کہ جو میت نام کے ساتھ ہے اس کی تیسری طرف دوسری کی طرف
سے پہلی طرف تیسری سب کا سر پہلے نام۔ تیسرا میت ہو۔ تیسری صورت یہ کہ پہلی میت کے تیسری طرف
دوسری میت اس طرف رکھی جائے کہ پہلی کے کندھوں کے برابر دوسری کا سر ہو۔ اسی طرح دوسری
کے کندھوں کے برابر تیسری کا سر ہو۔ تیسری صورت یہ کہ میت ہو، پھر لڑکا پھر عورت،
وَقَدْ وَاسَّ اللَّهُ حَالِي خَلَم

۱۶۔ صفحہ مشعر

میت کو مقام موت سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرنا :

سوال : میت کو جہان موت سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنے میں کیا تقیید ہے ؟

بیشمار و جہاد

الجواب باسمہ منہم الصواب

میت کو دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ قال فی التامیۃ (قوله و لا یس
سئلہ قبل دخنہ) قبل مغلطہ (قوله و لا یسئلہ) من بعد المصلی و قبلہ و بعدہ رحمۃ اللہ علیہ
بقصد دلیل اوہمین لان مقابرا جلد و بی بقت هذه المسافة یفرق فی الدنیا و قال فی التہذیب و عقد
المقابر (ملاحظہ) (وہ و اھترقہ) (وہ و اھترقہ) و قال فی المواق و کثر غلطہ لا کثر مدعی اکثر
المدین کہ فی الظہیریۃ و قال فیہ الاطعمۃ الشریعہ قول محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فی الکتاب لا
بالسائل بقصد البیت و قد دلیل اوہمین بیان ان النقل من بلد الی بلد مکروہ ذالک قال سخی خان و ان
الاعجاز الطویل و ی رحمۃ اللہ تعالیٰ مکر وہ ای تویمادہ عادیۃ ۳۳۹ فی صفحہ الخانیۃ و قد فرغ
فی الناحیۃ النواحیۃ و فی الناحیۃ و ذکر کراہۃ اذابات فی بلدہ مکر غلطہ ان الخونی لادہ استقلال
یصلہ و فیہ تاخیر و قد ذکر ذلک کراہۃ (الجواز فی ۱۵۳) نقض میت میں تاخیر و شرط

بالا میں ان دو ثقات کے جوہر تھے، مگر میت کے باب میں کئی چار حضرات کے واقعات منقول ہیں
حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت
عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان چاروں واقعات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں،

حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہما السلام :

① ان واقعات کی صحت بھی میں کلام ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

② شرع میں قتل جب تک قرآن یا حدیث میں منقول نہ ہو محبت نہیں۔ قرآن یا حدیث میں منقول
ہونے کے باوجود اس کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ ہماری مشہور حدیث میں اس کے خلاف حکم نہ ہو اور مشہور
نہ ہو جس میں، جس میں بھی حکم کا علم نہ ہو مگر یہ کہ واقعات میں بھی حکم جاری نہ ہو، اگر حکم و نیکو ہے اور جمع
عظیم کے انتظار کے لئے ہماری تاخیر کی اجازت نہیں لی گئی، اس سلسلہ میں جہازہ کا حکم احادیث میں بھی وارد ہے،
③ یہ واقعات نقل بعد دن سے منقول ہیں جو باطنی سنا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نا جائز ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

اس میں ایک مشہور ہے دوسرے شریک طرف نقل نہیں ہو سکتا، آپ کا انتقال مدینہ منورہ سے باہر
بارہ میل کے فاصلے پر رومی زمین میں ہوا، قوی اتھل بکھل نہ ہو، یہ کہہ رہی تھی کہ قبرستان نہیں ہوگا اس لئے
میں نے نہیں لکھ سکے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں، اس نقل مکانی پر آپ
کا انکار فرما، اس کے ہم جواز پر بھی دلیل ہے۔

بعض نے چاروں واقعات کا مشترک جواب یوں دیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہما
عنہم کے جہازہ میں خدایت کا اندیشہ نہیں تھا، اس لئے جب خدایت کا خطرہ نہ ہو تو نقل مکانی جائز ہے، اس
کو صورت تطہیر قرار دیا، مگر اس لئے صحیح نہیں کہ عادیث مرسلہ، قول محمد و رضی اللہ تعالیٰ عنہما و رضی اللہ عنہما
کے مطلق کے خلاف ہے اور انکار عائشہ رضی اللہ عنہا تھا تو علامہ ابن علی کو بطلان کر دیا، وقت مرید
بھی اور علامہ جہازہ کا حکم ہے علامہ کو باوجود اس کے تاخیر میں خدایت کا کوئی احتمال نہیں، علامہ اور قتیبہ
فی التفسیر کو جہازہ پر تو بھی اس جہازہ میں اس کا جہز نہ تھا، مگر یہ لگا ہے اور میں میں جو منہ مدینہ ہو گئے ہیں ان کے
بیشتر تفسیر کا کوئی جہازہ نہیں، ان عناصر کی تفصیل جواب مذکور کے آخر میں ہے

نابالغ کو غسل موت میں وضو کرنا چاہئے :

سوال : نابالغ بچے کے مرنے کے بعد اس کو غسل میں وضو کرنا چاہئے کیا یا نہیں ؟ بیوقوف تو حرام

الجواب : باسم ملہم الصواب

نابالغ کو بھی وضو کرنا چاہئے ، قال فی الشامیۃ (قوله ويرمى من يؤمن الفتوة) خرج العسی الذی لم یعتقد لادہ لم یکن محبت یعلیٰ قالہ الخوالہ هذا التوجیہ لیس بقوی الذی قال ان هذا الموضوع مسنة العرف المذہبیر للہما ، لا یحق تکرار ، لیت یصلیٰ اولاً کاف المذہبون ، شواہدیت و متفقہ ان لا یحکم فی ان المذہبون یومئذ والذی العسی الذی لا یعتقد المسلمون یوضا انصافاً علی خلافہ ، یقتصر توجیہ الخوالی من انہما لا یوضا ان زمرہ الحائز ملہم (ذکر ذلک فی کتاب العلم ۲ ص ۱۰۰) بیوقوف تو حرام

زیادت بقور کا مسنون طریقہ :

سوال : قبرستان میں کس روز نماز افضل ہے اور قبرستان میں جا کر مردے کے لئے دعا

مغفرت اور دعا پڑھ کر کیا ہے ؟ بیوقوف تو حرام

الجواب : باسم ملہم الصواب

ہفت میں ایک روز قبرستان جانا چاہئے نہیں ، جس وقت اور یہ کا ذکر افضل ہے قبرستان میں داخل ہو کر یوں سلام کہے اللہ یغفر لکم ذلک و یغفر لکم ذلک و ان شاء اللہ یغفر لکم ذلک و یغفر لکم ذلک لیس فی ذلک الفائدۃ ، پھر میت کے پاؤں کے طرف سے چہرے کے سامنے انکر ٹھہرا جو کہ وہ تک دعا کرے ، اگر میٹھا چاہے تو زندہ گیس میت کے ساتھ قفن کے مطابق قریب یا دور بیٹھے جس قدر میٹھو نماز کرے بالخصوص سورہ بقرہ کا اول مغلطون تک ، آیہ الکرسی ، آسن الرسول ، سورہ یسین ، سورہ تکوین ، سورہ اخلاص بارودیک رجاسات ، تین بار پڑھ کر اتصال قرآن کرے ، فقط قال اللہ تعالیٰ العفد

اور ذبح آسن سورہ

نابالغ کو بوقت نزع نہیں مسنانہ :

سوال : نابالغ بچے کو سورہ بقیہ نزع کے وقت مسنانہ کیا ہے باعث ثواب ہے یا نہیں ؟

بیوقوف تو حرام

الجواب : باسم ملہم الصواب

میت خود نابالغ ہو یا نابالغ بہر صورت بوقت نزع میں مسنانہ مقبہ ہے ، قال فی الشامیۃ

اقولہ ویندب قراءۃ قرآن (۱) قولہ سنی اللہ حب و سلام اقر و اعنی موناکر مثنیٰ محمد ابن حبان
وقال المراد به من صغره الموت (۲) والتمار ص ۹۷ (۳) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ بیج الاخر ص ۷۴

نماز جائزہ کا تکرار جائز نہیں :

سوال : تعدد نماز جائزہ پر ترسے یا نہیں ؟ بجز لوگ حضرت حرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز
جائزہ سے جائز پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ مسئلہ کیا ہے یا نہیں ؟ بیٹھا تو جہودا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز جائزہ میں تکرار جائز نہیں ، البتہ بدون اذن دن پر بھی ہو تو وہ کوئی نواہدہ کا حق ہے ، اس
صورت میں بھی تکرار کیلئے پڑھ چکے ہوں ان کو دل کے ساتھ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ، قال فی العلانیۃ لیس فی
صلی علیہا ان یصل مع الویل لا ینکر (۱) یا حیو مشروح (۲) والتمار ص ۹۷ (۳) وقال العلامة العسائی
رحمہ اللہ تعالیٰ لا ین عروضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا انتہی الی حیازۃ قد صلی علیہ دعاء لغوف
ولہ بعد الصلوۃ ، قال ابو حنیفۃ فی التصدیق انہ لم یصح المعروف من مذهب ابن حنبل
غیرہا و اجہ من نافع وقد جعل ان یکون معنی رواۃ من روی انہ صلی علیہ اللہ و آلہ و سلم
الصلوۃ دعاء و قال مالک و ابو حنیفۃ و اصحابہما لا تصاد الصلوۃ علی نجس و لا یصلی
علی القبور و قول التوری و الوضائی و ابن جری و اللیث (۴) (اعلاء السنن ص ۷۷۷)

حضرت حرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تکرار نماز حرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت تھی یا ہر بار دوسرے
شہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ رکعت سے آپ پر نماز مقصور تھی بلکہ موضع حلوۃ و جوارح علیہا کی بڑت
کے لئے ہر بار ساتھ رکھے جاتے تھے ۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳۔ بیج الاخر ص ۷۴

میت گھر میں ہونے پر کھانا جائز ہے :

سوال : کیا ہے کہ حجاب کے مکان میں جب تک میت رکھی رہے اس وقت تک کھانا کھانا
درست نہیں خواہ کسی ہی جھوک لگے ، شرٹا اس کا کیا حکم ہے ؟ بیٹھا تو جہودا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کو کون حرام نہیں ، بلکہ خود اپنی میت کے لئے بھی کھانے سے پرہیز کرنا ہرگز کوئی حکم نہیں
مصر مراد و غم کی وجہ سے کھانا کھاسکیں تو اور بات ہے ۔ آجکل یہ رسم ہی گئی ہے ، اور اس کا کیا حکم

ہونے لگا ہے کہ میت گھر میں ہونے کے کھانا لگنہ سمجھتے ہیں، اس لئے اس رسم کا ترک واجب نہ ہو۔
 نکتہ: کچھ کھانا چاہئے، عزیز و اقارب اور بزرگوں پر لازم ہے کہ اہل میت کو ترغیب و امتناع سے کھانا
 کھلائیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۲۲ صفر ۱۳۸۴ھ

قبر میں کوئی سامان نہ جائے تو کھوکھلا جائز ہے:

سوال: اگر کسی شخص کی قبر میں دن کرنے وقت کچھ رقم یا ساان نہ ہوئے تو قبر کو دوبارہ
 کھود کر رقم وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب: یا سیر ملہم الصواب

جائز ہے، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ولولہ ذلک مناع لافسان فلا بأس
 بالنبش بطریقہ رد المحتار ص ۱۳۸۳، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ صفر ۱۳۸۴ھ

صلاح میت کے جنازہ کے ساتھ جانا و افضل سے افضل ہے:

سوال: کیا صحت پر بزرگ آدمی کے جنازہ کے ساتھ جانا افضل نماز سے افضل ہے یا اگر مہلک
 کے جنازہ کا یہی حکم ہے؟ بینوا توجروا،

الجواب: یا سیر ملہم الصواب

جنت کا بزرگ آدمی ہو یا اس سے فراہت ہو یا میت صلاح ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ قبرستان
 تک جانا و افضل سے افضل ہے، قال فی العلائق الانبیاء اقصیٰ من الترافل و یغزیۃ
 او جوار اردہ صلاح معروفہ (رد المحتار ص ۱۳۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

دفن سے قبل نوٹنے کے لئے ولی میت کے اجازت لینا:

سوال: کیا نماز جنازہ کے بعد کوئی نوٹنا ہے و میت کے برتہ واردوں سے اجازت کی
 ضرورت ہے؟ بینوا توجروا،

الجواب: یا سیر ملہم الصواب

مستحب ہے، قال قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ ولا یرجم عن الجنازۃ قبل
 الدفن بغیر اذن أهلہا، وضائیۃ ص ۱۳۱، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

میاں بیوی میں ایک دوسرے کی میت کو دیکھنا یا نہ ملنا :

سوال :- اگر شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک کو کا انتقال ہو جائے تو دوسرا فرد اسے دیکھ سکتا ہے یا جو بستہ ہے، یا اس کا جنازہ اٹھا سکتا ہے یا قبر میں اتار سکتا ہے؟ بینوا تو حیران۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بیوی :- کچھ کر سکتی ہے، مگر شوہر دیکھ سکتا ہے نہلا نہیں سکتا، اور غواص جو نہیں سکتے جنازہ اٹھا سکتا اور قبر میں اتار سکتا ہوا قال فی التفسیر وجمعہ در جمعہ من خصالہا و مسہلاتہا من النظر الیہا علی بالاصح وہی لا تمنع من ذلک (رد المحتار ص ۱۷۸۰۲) فقط وافقہ تعالیٰ اعلم۔
۸۔ مرداری الآخرہ ص ۱۲۷

کفایت کی بنا بلغ اور مذکا حکم :

سوال :- کافروں کے بارہا بچے جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اگر والد سے قیصر میں سوال ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو حیران۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ان دونوں امور میں اختلاف ہے، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں توقع نہ فرمایا ہے، اور یہی اسلم ہے کہ ان فی الشامیۃ۔ فقط وافقہ تعالیٰ اعلم۔
۸۔ ریح الاول و المسعود

قبر پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا :

سوال :- میت کو قرب پہنچانے کے لئے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو حیران۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، کماہود فی حدیث، مسند ابی یزید کے حوالہ پر ہاتھ اٹھانے، تاکہ لہذا قبر سے مانجھ کا ایہام نہ ہو، فقط وافقہ تعالیٰ اعلم۔
۸۔ زی الخیر ص ۲۷

مزار جنازہ میں قبر سامنے ہونا مکروہ نہیں :

سوال :- مزار جنازہ کسی حراز کے برابر آگے پیچھے رکھ کر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو حیران۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود قبر پر مزار جنازہ بڑھی ہے، فقہ میں بھی یہ حکم مذکور ہے کہ کوئی مرد مزار دفن کر دیا گیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے اس کی قبر پر نہ بڑھی جائے۔

دوسری نمازوں میں ہر کام سے روکیا نہیں جائے، اس لئے کہ وہ ہے کہ اس میں غیر اللہ یعنی میت کی عبادت کا احتمال ہے، فیکره المتبعہ والشیامن والنبی اس کا تصویرہ، نماز جنازہ میں جب حمد و ثناء ہی سامنے رکھی جاتی ہے تو قبر کا سامنے ہونا بطریق اولیٰ جائز ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۲ ربيع الاول ۱۴۲۸ھ

نماز جنازہ میں رکعت اور نماز کی تفصیل:

سوال:۔ جو شخص نماز جنازہ کی دعا نہ جانتا ہو اور صرف نیت کر کے پڑھی، امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا کیا اس کی نماز جنازہ ہو گئی، اور نیت کو قواب سے گا؟ بیٹا تو جودا۔

الجواب باسمہم بالصواب
نماز ہو گئی، اور نیت کو قواب ملے گا، نماز جنازہ میں دعا کی رکعت مختلف فیہا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکعت کو ترجیح دی ہے مگر وقت ضروریہ کے بالاتفاق متا قط ہو جاتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
غزوہ ربيع الآخر سال ۱۴۲۸ھ

عید گاہ میں نماز جنازہ جائز ہے:

سوال:۔ جس جگہ پہنچ وقت نماز پڑھی جاتی ہو، وہ جمعہ پڑھا جائے، بلکہ صرف عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہو، عید گاہ میں نماز جنازہ ہو سکتی ہے؟ بیٹا تو جودا۔
الجواب باسمہم بالصواب
جائز ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
غزوہ ربيع الآخر سال ۱۴۲۸ھ

نماز جنازہ میں عورت کی محاذات مفسد نہیں:

سوال:۔ اگر جنازہ نماز میں عورت کے ہونے کی وجہ سے نماز کو صحیح ہو گیا تو اس میں بیٹا تو جودا۔
الجواب باسمہم بالصواب
نماز جنازہ میں عورت کی محاذات مفسد نہیں، نماز ہو گئی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۶ شعبان ۱۴۲۸ھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ جماعت کی ہدایت میں ہوئی یا انفرادی صورت میں، اگر جماعت کے ساتھ ہوئی تو شاکر نے پڑھائی؟ اگر انفرادی طور پر ہوئی تو اس میں کیا

فارغ ہو کر؟ بینوا وجوداً

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں اختلاف ہے کہ نماز جنازہ مستثنیٰ سے قبل پڑھی جائے یا بعد؟ اس زمانہ میں مستثنیٰ کے بعد پڑھنا مناسب ہے اس لئے کہ روئے طفلی کا علیہذا فریق کے بعد نماز جنازہ کے لئے لوگ مسجد سے نکلیں گے تو سنتِ ترکہ کے ترک کا محلو ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ریح الآخر ۱۳۲۸ھ

نماز جنازہ میں ایک سلام پر اکتفا جائز نہیں

سوال :- کیا نماز جنازہ میں نہ مری طرٹ سلام دیکھنا جائز ہے؟ بینوا وجوداً

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز جنازہ میں دو رکن سلام واجب ہیں، لہذا ایک پر اکتفا جائز نہیں، قال الشریعی رحمہ اللہ تعالیٰ ویسلم وجوباً بعد التکبیرۃ الرابعۃ (مراتی بالکلام مع حاشیۃ الطحاوی ص ۱۳۲) وقال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ وقولہ وسنہ الاربع (المراتی فی کمال الوجوب قبل السنن وهو التسلیم مرتین بعد الرابعۃ کما ذکرہ بعد و الطحاوی علی السمراتی ص ۱۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۸ھ

میت کو اس کے رشتہ دار خود نہلا لیں:

سوال :- میت کو نہلانے کی اجابت لینا جائز ہے یا نہیں، جبکہ بغیر اجرت لئے کوئی

غسل نہ دے، بینوا وجوداً

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر سوائے ایک شخص کے مدد مرگ کو بھی نہلانے والا نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں، اس لئے کہ اس پر نہلا تا فریق میں ہے، اور اگر مدد سے بھی نہلانے والے ہوں تو اجرت جائز ہے، کما فی الاطلاق عمرہ فریقہ میت کے رشتہ داروں کو اگر دیکھا جائے، اپنے عزیز کو خود غسل نہ دینا اور دوسروں کے سپرد کرنا انتہائی بے مروتانہ ہے، غرق اور لیل کرے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ شعبان ۱۳۲۸ھ

نہلانے اور دفن کرنے کی اجرت:

سوال ۱۔ مرد کو نہلانے اور دفن کرنے والوں کو اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہودا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، البتہ اگر دوسرا کوئی نہ ہو تو نہ کہ اسی فرد واحد پر غسل دینا اور دفن کرنا فرض نہیں ہے اس لئے اجرت جائز نہیں، قال فی شرح التوسیر والافضل ان یغسل یتیمہا، فان استغنی الغاسل الا بصرۃ جائز ان کان ثمنۃ غیر وراق لا لیتیمہ علیہ، وینبغی ان یکون حکم العمال والاعمال لکن لا اصل جرحہ للعقار ص ۱۳۸، ۱۳۹ فقط والله تعالی اعلم، ۳۰ رجب الآخر سنہ ۱۴۰۸ھ

میت کا منہ دکھانے کی رسم،

سوال ۲۔ میت کو کفنانے کے بعد اس کا منہ دکھانے کی رسم کا شرط کیا حکم ہے؟ بینوا تو جہودا

الجواب باسم ملہم الصواب

اس رسم میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں، اس لئے واجب الزکر ہے:-

① بعض علاقوں میں میت کا منہ دیکھنے کو باعثِ اجرو ثواب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، لہذا اس میں ثواب سمجھا بدعت ہے، اور اگر ثواب دیکھی جائے تو اس سے بدعت کی تردید و تائید ہوتی ہے،

② شرعی حکم ہے کہ میت کو غسل دینے وقت اور کفنانے وقت کم سے کم آدمی ہوں اور وہ میت کے انکاب و احباب میں سے ہوں، تاکہ میت میں خلل نہ آئے اس سے کوئی عیب یا تغیر پیدا ہو جائے تو اس کا افساد ہو، منہ دکھانے کے رسم شریعت کے اس حکم و حکمت کے خلاف ہے،

③ اگر میت کوئی مشہور شخصیت ہو تو اس کی ٹھکانے والی کی رسم میں کوئی ٹھکانے والے میت کے جاتے ہیں، حالانکہ میت کے دفن میں تاخیر جائز نہیں،

④ کوفتہ کی رسم کا نتیجہ یہ ہے کہ میت کی تصویریں لے کر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں جس میں تصویر کی لعنت و عذاب کے علاوہ میت کے چہرے میں تغیر کی اشاعت

ہے، جو حرام ہے،

آجکل یہ قبیح رسم خواص علماء و مشائخ میں بھی عام رائج ہو گئی ہے، اس لئے اس سے احتراز

کے وصیت گزارا جب ہے، وصیت کرنے کی صورت میں اس کا مال و عذاب بہت بڑھی ہوگا، واللہ العلیق، غلط والہ تعالیٰ علو
 ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ
 شیعہ کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں؛

مسواکی۔۔۔ ضلع کے تھانہ جتوہ یا جنازہ میں کسی کی شرکت اگر دیر سے شروع کیسی ہے ؟ جبکہ روزنامہ چشم کراچی میں ہمارے بعض علماء کرام کی شرکت کی خبر شائع ہو چکی ہے ، اگر غیب کی نسا! جنازہ میں شرکت جائز ہے تو خیر ورنہ ان علماء کی شرکت کا کیا مطلب ؟ بدینواں خیر و!

الجواب باسم الله العظيم

وَلَا تَقْسُ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تَأْتِيكُم مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ ۚ وَلَا تَأْخُذْ بَعِثُهُ ۙ إِيَّاهُ ۚ

اس عالم سے رخصت طلب کی جائے، ورنہ اس کی خبر معتر نہیں۔ فقہاء اللہ تعالیٰ اعلمہ

۱۳۰۲

جنازہ کے لئے گھڑا ہوا جانور نہیں:

سوال ۱۔ عقیقت تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ ایسا تو جروا

الجواب باسم مذهب الصواب

جاءت بهم، قال في شرح الفتاوى: من في النسخ لها دار أحاقب (و رضاء)
ولامن مرت عليه هو المختار وما ورد فيه منسوخ، رئيسي، (رسالة المختار ص ٢٠٣)
فقط والله تعالى اعلم.

١٢٣٤٥٦٧٨٩١٠١١١٢١٣١٤١٥١٦١٧١٨١٩٢٠٢١٢٢٢٣٢٤٢٥٢٦٢٧٢٨٢٩٣٠٣١٣٢٣٣٣٤٣٥٣٦٣٧٣٨٣٩٤٠٤١٤٢٤٣٤٤٤٥٤٦٤٧٤٨٤٩٥٠٥١٥٢٥٣٥٤٥٥٥٦٥٧٥٨٥٩٦٠٦١٦٢٦٣٦٤٦٥٦٦٦٧٦٨٦٩٧٠٧١٧٢٧٣٧٤٧٥٧٦٧٧٧٨٧٩٨٠٨١٨٢٨٣٨٤٨٥٨٦٨٧٨٨٨٩٩٠٩١٩٢٩٣٩٤٩٥٩٦٩٧٩٨٩٩١٠١١١٢١٣١٤١٥١٦١٧١٨١٩٢٠٢١٢٢٢٣٢٤٢٥٢٦٢٧٢٨٢٩٣٠٣١٣٢٣٣٣٤٣٥٣٦٣٧٣٨٣٩٤٠٤١٤٢٤٣٤٤٤٥٤٦٤٧٤٨٤٩٥٠٥١٥٢٥٣٥٤٥٥٥٦٥٧٥٨٥٩٦٠٦١٦٢٦٣٦٤٦٥٦٦٦٧٦٨٦٩٧٠٧١٧٢٧٣٧٤٧٥٧٦٧٧٧٨٧٩٨٠٨١٨٢٨٣٨٤٨٥٨٦٨٧٨٨٨٩٩٠٩١٩٢٩٣٩٤٩٥٩٦٩٧٩٨٩٩

جنازہ کی چار روایات قرآنہ لکھنا مجز نہیں:

مسوائے۔ آجکلہ جہازوں کے اوپر ایسی چادریں ڈال دی جاتی ہیں جن پر قرآنی آیات اور کلمات لکھے ہوئے ہیں، کیا ایسی چادریں ڈالنا درست ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب

اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور بے ادبی کا خضر ہے، اس لئے جو کہ نہیں، نقل میں غائب ہے

رحمہ اللہ تعالیٰ عن الفتح (انہ تغیرہ کتابۃ القرآن واسما حادۃ تعالیٰ علی الخیراھم
والعیارب والجددان وما یغرض وما ذاق الا لاحترامہ وخصیۃ وطمۃ ونحوہ منا
فیہ امانۃ خالصۃ ہذا الا ولی ما لم یثبت عن المعتمد او یقتل فیہ حدیث ثابت
فتأمل (مراد المختار ص ۱۳۰۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ محرم ۱۳۸۵ھ

غضنی میت کے غسل کی تفصیل

سوال ۱۔ اگر غرضی شکل مرحلے تو اس کو مرد غسل دے یا عورت؟ بیوقوف حروا،

الجواب باسمہ ملہم النصاب

جاں نکدہ برے غرضی کوسب انکام میں مرد یا عورت کے حکم میں شمار کیا جائے گا، اگر اس میں
علامت مردی زیادہ ہوں مثلاً اڑاھی شکل لے، بارہ کی پیشاب گاہ سے پیشاب کرتا ہو یا اس سے کسی
عورت کو مل بیٹھا ہو تو اس کو مرد سمجھا جائے گا، اور عورت کی علامات زیادہ ہوں مثلاً عاظم ہوئی یا پستان
ظاہر ہوئے یا جھل آئے لگے یا عورت کی پیشاب گاہ سے پیشاب کرتا ہو تو اس کو عورت شمار کریں گے،
اگر دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہو تو جہاں سے پہلے نکلتا ہو اس کا اعتبار ہوگا، اگر حالت ایسی شبہ ہو
کہ کسی وجہ سے مرد یا عورت ہوئے کو ترجیح دے سکیں تو اس کو غرضی مشکل کہتے ہیں، اگر غرضی مشکل یا
سلا یا کچھ کم عمر کا ہو تو اس کو عورت بھی غسل دے سکتی ہے مرد بھی، چار سال سے زائد ہو تو اس کو
تحکم کرایا جائے گا، قال فی شرح الشریعہ ویتیمہ الغرضی مشکل لومراہقا والا فکفرہ
فیصلہ الرجال والنساء، وفي الشامیۃ رقلہ والا فکفرہ، ای من الصغیرہ لا یضہ
قال فی الفتح الصغیرہ والصغیرۃ لولا الذی یفادۃ الذہرۃ یصلہما الرجال والنساء و
قد رقی الاصل بان یکون قبل ان یشکھراہ رذا المختار ص ۱۰۰ ج ۱، وفي شرطہ الصغیرۃ
من الصغیرۃ عن الرجال لا عورتہ للصغیرہ انہم ما دام لم یشہہ فقبل بدو یشہہ تنظا
الی عشرہ سنین ثم کبالغ، ولی الشامیۃ رقلہ لا عورتہ للصغیرہ جدا، وکذا الصغیرۃ
کما فی السراج فیباح النخل والنس کما فی الملحج قالج وخمرہ شیخنا بابین اربع فہا دونہا
ولم یدر ان عزراہم اقول قد یؤخذ ہاں بنائز الشریعۃ لایہ ونسہ واذا لم یبلغ الصغیر
والصغیرۃ بعد الذہرۃ یصلہما الرجال والنساء وقد رہ فی الاصل بان یکون قبل ان
یشکھراہ رذا المختار ص ۱۰۰ ج ۱، واللہ تعالیٰ اعلم

درجادی الآخرہ ۱۳۸۵ھ

رات میں دفن کرنا؛

سوالی :- بات کی جائزہ دینا کہ انشاء اللہ جائز ہے یا نہیں ؛ ایک مولوی کہتا ہے کہ جہیز نہیں ؛
اپنی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتا ہے ؛ لا تدفنوا موتاكم بالليل الا ان تضطروا واما مناجاة
من «باب ملجاء» فی «الترغیبات» التي لا یصل فیہ علی المیت ولا یدفنون تو کیا اس مولوی کا کہنا
صحیح ہے یا نہیں ؛ بیسوا تو بخروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

رات میں دفن کرنا بلاشبہ جائز ہے ؛ قال فی العلائق لا یكفره الا من فی لیلة
در المختار ص ۸۲۷ ج ۱ وقال النوری رحمہ اللہ تعالی قال جماہیر العلما ومن
الملت والخلع لا یكفره الا من فی لیلة واستدلوا بان ابا یكفر الصمدین رضی اللہ تعالی
عنه وجماہق من التلعت دفنوا لیلا من غیر انكار ویدیت المرأة السوداء لو اوتوا رجل
الذی كان یقیم المسجد فنوی باللیل قد غنوه لیلة اوروری علی صحیح مسلم ص ۳۹۹ ج ۱
وروی الترمذی رحمہ اللہ تعالی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبر لیلة ناسیج لعلہ السلام فاخذہ من قبل القبلة
وقال رحمت اللہ ان كنت لا اذنا ثلاثا للقرآن (ترمذی ص ۱۳۱ ج ۱) وروی ابن ماجہ
رحمہ اللہ تعالی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل رجلا قبر لیلة ولما ج
فی قبرہ راہن ماجہ ص ۱۰۹ وفی جمیع الفوائد من الفوائد فی اللہ دفن صلی اللہ علیہ
وسلم وسط اللیل من لیلة الاربعاء رواہ ابوالاکثر وکراہمت الخیر جنازہ کی
روایات بھی ہزاروں بالیل پر دلیل ہیں ؛ اس لئے محدثین نے روایات ہی کے تحت جوامع رایت
دیئے ہیں ۔

① اس روایت میں ؛ ابراہیم بن یزید ضعیف ہے ؛ مگر یہ جواب اس لئے کافی نہیں کہ میں سے
متعلق صحیح مسلم میں بھی ایک حدیث ہے ؛ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب یومئذ فکبر رجلا من اصحابہ قبض فکف
فی کفہ فیرطأ فی قبر لیلة فوجرا للہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبر الرجل باللیل
حتی یصل علیہ الا ان یضطرا فان اذ ذلک ؛ وقال النبی صلی اللہ علیہ اذا کفن
احدکم اخاه فلیحسن کفنه (صحیح مسلم ص ۱۳۹ ج ۱) صحیح مسلم کی اس روایت میں چونکہ

زیادہ تفصیل ہے، اس لئے یہی ماجہ کی روایت کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو وہ اسی تفصیل پر محمول کی جائے گی اور اس کے بھی یہی جوابات دیں گے جو روایت مسلم کے ہیں۔

(۶) بعض روایات کو کفر کا پھانسی دیتے تھے، اور اس حرکت کی پردہ پوشی کرنے کے لئے رات میں دفن کرتے تھے اس سے منوع فرمایا، اور رشک کے الفاظ فککن فی کفن، غیر مطلق اور اذا کفن احدکم کہ انما فلیحسن کفنه اس توجیہ پر کافی دلیل ہے،

(۷) رات کے وقت نماز جنازہ میں کم لوگ شریک ہونگے، یہ جواب بھی حقیقی یعنی حلیہ سے انتظار کیا گیا ہے، اسی بصلی علیہ جمع کشیوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیچ کثیر کی خاطر دن کا انتظار کرو، بلکہ یہ مطلب ہے کہ حتی الامکان رات آنے سے قبل قریح ہو جانا چاہئے، اگر کوشش کے باوجود رات ہو گئی تو صبح کا انتظار کیا جائے، والا ہی تصریح کا یہی مطلب ہے،

(۸) حتی بصلی علیہ صبیحہ معروف ہے، اور ضمیر ماضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے، بعض مترجمین اس پر کہ بعض اوقات موت میں دفن کر دیا گیا اور کعبہ کے خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی گئی، اس بارے میں کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ دن میں دفن کرنے کی کوشش کیا کرو تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پر نماز جنازہ پڑھ سکیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نساء خاص رحمت کا سبب ہے،

(۹) بندہ کے خیال میں یہی شفقت کی بنا پر بھی ہو سکتی ہے، کہ رات کو دفن کرنے میں مشقت کے علاوہ ترسے کوئی موزنی باز رکھنے کا احتمال ہے، جس سے خلوہ بھی ہے، اور میت کے لئے بد حالی لے کر لوگوں کے گناہ میں مستلزم ہونے کا اندیشہ بھی ہے،

یہ حرکت حاصل یہ ہے کہ رات سے قبل دفن کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، معذرتاً اگر رات ہو جائے تو صبح کا انتظار دھار نہیں، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۹۔ اجازت الایمان ص ۱۸۷

دفن کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے:

سوال:۔ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ پٹھیرا اور دعا کرنا ثابت ہے، مگر اس دعا میں رفع یدین کی تصریح کہیں نظر نہیں آتی، لہذا اس بارے میں تحقیق مای سے متوجہ نہ ہوں؟
 کوئس دست وہ نہیں رفع یدین ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو رفع یدین حیات ہے یا نہیں؟ بیضرانہ وجہاً۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بمقتضیٰ قاضی رفیع برین محسبہ اور دار وقت زیارۃ القبور میں ثبوت رفیع برین سے
 بھی اس کی تائید ہوئی ہے، مگر کاریہ کے تعارض عدم رفیع کے پیش نظر رفیع برین کے قول عمل کی مست
 نہ ہوئی تھی ماسی بنا پر احسن الفتاویٰ جلد اول باب رد البعدات میں عدم رفیع کا ثبوت تحریر
 ہے، اس کے بعد مرثیہ میں رفیع برین کی تصریح مل گئی، قال المحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ و فی
 حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
 قبر عبد اللہ بن ابی جحش، الحدیث، و فیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلة
 و رفع یدہ، الترحیم ابو حنوفہ فی صحیحہ رفیع الباری ص ۱۱۲۲ ج ۱۱ اب استجاب رفیع
 برین میں کوئی تائید نہیں رہا، اس لئے عدم رفیع کے ثبوت سے بڑھ کر ثابت ہے، البتہ اس سے بڑھ کر ثابت ہوا
 کہ وہ کائنات میں نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲ رجب الاول سنہ ۱۴۰۲ھ
 قبر پر پانی پھونکنا:

حوالہ۔ قبر میں جب مردے کو دفن کرنے میں قوسب کاموں سے قانع ہو کر اخیر میں
 چلنے وقت قبر پر پانی پھونکے ہیں اور سب طرف مٹی پھونک لیتے ہیں، یا جب بھی کوئی قبر پر قانع
 ہونے حال ہے تو پانی نہ پھونکے گا کیا یہ درست ہے؟ نہیں؟ بینوا و جورا:

الجواب باسم ملہم الصواب

فری مٹی جو سننے کی غرض سے پانی پھونکنا مستحب ہے، اس کو ضروری سمجھنا یا مستقبل کا
 قوسب سمجھا بدعت اور گناہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم:

۱۶، ۱۷ شوال سنہ ۱۴۰۲ھ

میت کو قبر میں دائیں پہلو پر لٹانا سنت ہے:

سوالی۔ آجی وصیت نامہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قبر میں میت کے مصائب و عذاب کی
 بر لٹایا جائے، چہ شکر صریح چہ قبل کی طرف نہ لٹے گا دستور غلط ہے، ایک مولوی صاحب نے
 ہیں کہ دائیں طرف کے مصائب چہ قبل کی طرف نہ لٹے گا دستور غلط ہے، ایک مولوی صاحب نے
 لٹانا صحیح سنت نہیں اور نہ تو ایسا لٹا دیتے ہیں کہ اس میں یسویٰ کو نہ حلق شقہ الامین
 ہے، اس بارے میں تحریر فرمائیں؟

بینوا و جورا

الجواب باسم ملہم المولب

ورمنا کہ جملہ منہج حرکت علی شفعہ الایمن عبارت عن تہنیر ووجہ الیہا کی مشریح
 و تفسیر ہے، مقصود یہ ہے کہ استقبال قبلہ کی ہن میں صریح ہو سکتی ہیں، دائیں پہلیر یا بائیں پہلیر یا
 چپ یا کرا کے قبلہ کی طرف باز کر کے سر اونچا کر دیا جائے، جبکہ وصل عمر بنی اور غسل میت میں
 بیان کیا جا رہا ہے، ان میں صورتوں کے سرا استقبال قبلہ کی اور کوئی صورت نہیں، پس مردہ کو تہنیر
 میں استقبال قبلہ نہیں پایا جائے، اسی لئے حدیث و فقہ میں اس سے نہ نفع آئی ہے کہ کسائی
 برکت و رفق ان تہنیر صورتوں میں سے صرف پہلی صورت مسنون ہے، تہنیر کی عبارت چونکہ
 تہنیر صورتوں کو شامل تھی، اس لئے شافعی کو اس وضاحت کی ضرورت پیش آئی، لفظ یمنینی
 صورت جناب ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ عبارت فقہاء میں وجوب کے لئے بھی متصل ہے، کما
 صحاح ابی، متن، شرح، ورنہ شاید ابن عابدین رحمہ اللہ نہ ان تہنیر کی مجرور عبارت کا محسن نہ
 کہ قبر میں دائیں پہلو پر لیٹنے میں قول و کربہ بھی ہے، مگر قول و کربہ کے مطالب مسنون ہے، چنانچہ
 مفہوم دوسری کتابوں کی عبارات میں یہی واضح ہے، قال فی الهندیۃ و وضع فی القبر
 علی جنبہ الایمن، مستقبل القبۃ کن فی القلاصۃ رجالہ الثریۃ ص ۱۰۶، و قال
 التلایۃ العلیی رحمہ اللہ تعالیٰ و وجہ المیت فی القبر الی القبۃ علی جنبہ الایمن
 و لا یقلی عن ظہور رعیۃ المستملی ص ۵۵، و قال الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ و وجہ
 فی القبۃ علی جنبہ الایمن بذلک امر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث الیہ
 البیت الحرام قبلہ کما حیۃ و امواتہ، و قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بذلک امر
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عتبار فی اللہ تعالیٰ عنہ لہامات رجل من بنی عبد المطلب
 فقال یا علی! استقبال بہ القبۃ ام استقبالہ و قولہ اجیبا باسم اللہ و عن ملت و رسول
 وضعہ و جنبہ ولا تکبر علی رحمہ ولا تلفوہ عن ظہور کثر فی الجہر و فی الخلیفہ یسند
 المیت من وراثۃ نہ عن شراب لئلا یقلبہ لہ طعنا زر علی مرآ فی الفلاح ص ۲۳۲
 و قال الامام ابن الہیثم رحمہ اللہ تعالیٰ لحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہذا
 غریب و استقرئ فی حدیث ابی ذر و انس بن ماجہ قال یا رسول اللہ! ما
 الکبائر؟ قال ہی سبع فذکر منها الاستحلال البیت الحرام قبلہ کما حیۃ و امواتہ و کثر
 اعلم (فتح القدیر ص ۱۴۲) و قال ابن نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ و وجہ الی القبۃ

بنی اللہ، امر الفرج علی التعلیق و سلمہ و یكون علی شقة الایمن کما قد شہد (و جرمیکہ)۔
 وقال الامام الکسائی رحمہ اللہ تعالیٰ و یوضع علی شقة الایمن متجاہا الی القبلة
 لما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه قال شہد رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم
 جنازہ رجل فقال یا علی استقبل بہ استقبلاً لرائی قوله لا تعلقوا لقلوبہ وید الیع ص ۱۹۳
 فقط و اللہ تعالیٰ اعلم
 غزو شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ

ایسی میت کا حکم جس کا اسلام کفر معلوم نہ ہو:

سوال۔ حایہ بارش کے سیلاب میں جولاہیں پانی میں ابھیں ان میں سے بعض لاشریں میں
 مشہد ہے کہ وہ کافروں کی ہیں یا مسلمانوں کی؟ اس لئے کہ برساتی نالہ اور ندی کے کنارے ہندو
 بھی آباد تھے، کیا ان مشکوک توگہ کی جنازہ پڑھی جائے گی؟ بینوا تو جولاہ

الجواب یا مسمیہ علیہم الحساب

اگر میت میں مسلمان کی کوئی علامت پائی جائے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا اور اگر کوئی
 علامت نہ ہو تو دارالاسلام میں ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اس لئے غسل
 دے کر جنازہ پڑھی جائے گی۔ احتیاط اس میں ہے کہ یقینی مسلم اور مشکوک اموات کو یکجا نہ کر
 ان پر نہ جنازہ اس طرح پڑھی جائے کہ ان میں سے صرف مسلمانوں پر نماز کی ریت ہو، قال فی
 شرح التوہید لولیعین رحمہ اللہ کافر ولا علامۃ فان فی ذلک ما غسل و صلی علیہ
 والاولیٰ، احتیاطاً تاکفار ولا علامۃ اعتباراً لا کثرتہن استوروا غلو او اعتدلت
 فی القلوب علیہم و محل دفنہم، رقی الشامیہ و قیل یصلی و یصلی المسلمین
 لانه ان عجز عن التبعین لا یعجز عن القصد کما فی البدایہ قال فی التحلیۃ
 نعم فی هذا ینبغي ان یصلی علیہم فی الحالۃ الثانیۃ ایضاً الی حالۃ ما اذا کان فی القبر
 اکثر ذل قال کما قلت بہ الاثنتہ الثلاثہ و ہوا وجہ تضام لعن المسلمین بلا ارتکاب
 منہی عنہ المخلص خارج الحداد ص ۵۵۶ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

دار حجب سنہ ۱۲۸۰ھ

سیلاب میں مرنے والے کو غسل دینا فرض ہے:

سوال۔ سیلاب سے جولاہیں مسلمانوں کی ہیں ان کو رو یا وہ غسل دیا جائے گا یا

سیلاب کا غسل کافی ہے؟ بینوا قہرول

الجواب یا سسم ملہم الصواب

اسی کو غسل دینا فرض ہے، بدون غسل بھی جنازہ صحیح ہو جائے گی مگر غسل نہ کرنے والے گنہگار ہوں گے، صحت نماز کے لئے سیلاب کا غسل کافی ہو گا کافی للصلوۃ والصلوۃ،

نقطہ والله اعلم

عاررجب سیکندر

ناخن پالش پھڑپھڑائے بغیر غسل اور نماز جنازہ صحیح نہیں:

سوال:- فرض کریں کسی بہن کو ناخن پالش لگانے کی عادت تھی، اور اس کا انتقال ہو گیا جب عہد قون نے اسے غسل دیا تو اس کا خیال نہ کیا اور ہٹلے کے بعد پتہ چلا کہ ناخن پالش لگتی تو رواں غسل دینا چاہئے یا نہیں؟ ایک جگہ کسی کا انتقال ہو گیا، غسل دینے وقت کسی نے توجہ نہ دی، بعد میں دیکھا گیا تو بتایا گیا کہ اب اسی طرح رہے گی، اب کچھ نہیں ہو سکتا، لہذا اسی طرح دفنایا گیا، تو شریعت کی رُو سے کیا کیا جائے؟ بینوا قہرول

الجواب یا سسم ملہم الصواب

پالش چھڑا کر صرٹ ناخن دھو دینا کافی ہے، پالش غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں پالش چھڑا کر ناخن دھونا فرض تھا، بدون پھڑپھڑائے غسل صحیح نہیں ہوا، اس لئے جنازہ بھی نہ ہوئی جس جہل نے یہ مسئلہ بتایا کہ اب دھونے کی ضرورت نہیں، اللہ تحت مجرم ہے، اس پر توبہ ضروری ہے، فقط والله اعلم

نماز جنازہ میں سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دیئے:

سوال:- جنازہ کی نماز میں آخری ہجیر کے بعد سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں یا کہ سلام پھرنے کے بعد چھوڑے جائیں؟ عام دستور و سلام پھرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا رواج مگر ایک عالم فرماتے ہیں کہ پتھر کی گھیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھرایا دیکھا بھی ہے؟ بینوا قہرول

الجواب یا سسم ملہم الصواب

ہجیرات ختم ہونے پر سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، فی مفع الصلوۃ من القنویر و ہوسنة قیام لہ قرار فیہ ذکر مستنون فی الشرح فیضع حالۃ الثناء و فی القنویر و تکیبیرات الجنائز (رد المحتار ص ۴۵۵ ج ۱) اس مسئلے سے

ثابت ہوتا ہے کہ سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دینے جائیں، علاوہ ذی و تکبیرات الجنائزہ کی تخصیص سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، اور جزئیات ذی میں اس کی تصریح ہے، فی غلامۃ الفتاویٰ ولا یعد بعد التکبیر الرابع لانه لا یبقی ذکر مسنون حتی یعد ذالصعیح انہ یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین (عزیز الفتاویٰ ص ۱۶۲ و ۱۶۳) وقال العزیمہ اللکونی رحمہ اللہ تعالیٰ بر من ہنا بخروج الجواب مما شئت فی سنة ست و شتا تین: یعنی اس اٹھ ہل بیض، اصل الجنائزہ بعد التکبیر الاخیر من تکبیراتہ ثم یسلم، ثم یسلم، ثم یسلم، و ہذا نہ لیس بعد التکبیر الاخیر ذکر مسنون فیمس فیہ (الرسالہ سعدیہ ص ۱۵۹ و ۱۶۰)

مسندہ کے ایک محروم معنی مولانا اسماعیل لائی کے فتاویٰ محمودیہ، قلم میں یہ جزئیات ہیں: ولا یعد بعد التکبیر الرابع ذالصعیح ان یحل الیدین ثم یسلم کذا فی الظہیریۃ والغنائیۃ والذخیرۃ لہو لہو القلوب، اور میں بعد الرابع ینذیرہ لانه لیس بعد ہذا ذکر کما فی الجلال اور روح البیان، ولا یعد بعد التکبیر الرابع لانه لا یبقی ذکر مسنون ذالصعیح ان یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین کذا فی فتاویٰ العاصمی والوجیز اور رسالۃ مستقلة، فتاویٰ محمودیہ کے ان عبارات میں سے خاتمہ میں سرری تا شمس مرتب حضرت نہیں مندا اور دوسری کتب و شتیب نہیں، ولما ملو حہ فی عزیز الفتاویٰ بقولہ لکن قد یقال ان التسلیمتین بعد التکبیر الرابع ذکر مسنون فجوابہ ان الوضع سنة قیامہ قرار ولذا الارض فی القومۃ مع اشتغالہا علی ذکر مسنون فقط والله تعالیٰ اعلم

غسل میت میں کلوح کا استعمال،

سوال: ہمیشہ زیور میں ہے کہ میت کو غسل دینے وقت پہلے ڈھیلے سے استنجاء کرنا چاہئے پھر پانی سے دھوا جائے، مگر امداد الفتاویٰ میں ہے کہ میت کے لئے ڈھیلے کا استعمال ثابت نہیں، اور نوں میں ہے کہ اس فتویٰ صحیح ہے؟ بیوقوفانہ جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کتب فقہریت کے لئے استنجاء کا حکم تو مصرح ہے، سوائے ڈھیلے کے استعمال کی مباحثہ اگر بھی ملے تو کسی جو کہ استنجاء کے مسنون طریقہ کو ہے کہ ڈھیلے کے بعد ہی استعمال

و اہل بیت میں امت بھی داخل ہے، نیز اس کے لئے بھی اُصل کے مستعمل مسنون ہوئے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۵ رمضان ۱۲۸۵ھ

میت کا سر بائیں جانب ہو کر نماز گزارنا صحیح ہے،

سوال :- جنازہ کی میت کی فضلی سے اثر اُصلد کیا، یعنی سر میں حرکت اور بازو اور ہاتھ، جنازہ نماز سے ہونے کے بعد اس غلطی کا علم ہوا تو کیا نماز حلال و روا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز جنازہ صحیح ہو گئی، زمانے کی حاجت نہیں، البتہ عذر امت کو اس طرح رکھنا غلط سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، غلطی سے ہو گیا تو کوئی گناہ نہیں، قال فی شرح التتویہ و وصحت و وضعوا الرأس، موضع الرجلین، و اما و ان تعمن و انما العاصی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۹ رمضان ۱۲۸۵ھ

نماز جنازہ پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے کا

سوال :- جنازہ کی نماز پوری ہو اور سامنے کوئی شتر بھی نہ ہو، تو سامنے سے گزرا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

سامنے سے گزرنے کی حالت عام نمازوں کے لئے ہے، نماز جنازہ میں جائز ہے، نیز امام کے سامنے جنازہ کا سفر ہے، اور امام کا سفر مقتدیوں کو بھی کوئی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۱۰ رمضان ۱۲۸۵ھ

نماز جنازہ میں سلام بھول گیا تو نماز ہو گئی:

سوال :- جنازہ کی نماز میں امام جو نیمی تحیر کے بعد سلام پھیرنا بھول گیا، تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز جنازہ میں سلام فرض نہیں، بلکہ واجب ہے، عام نمازوں میں ترک واجب موجب بطلان ہے، مگر نماز جنازہ میں بحدہ سہو مجہود نہیں، لہذا نماز صحیح ہو گئی، اگر وہ واجب نہیں، مثال الشربلی رحمہ اللہ تعالیٰ و یسلمہ جو تابعہ التکبیرۃ الرابعۃ درانی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۲۱، و قال الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی قولہ و دستہ

اربع ائمہ الاولیٰ ان بی ذکر الواجب قبل الفسوخ وهو التسليم مرتین بعد الرابعة کما ذکرنا
بعد الطحاوی علی المرقی ص ۳۲۰) ولی المراقی دوسلماً الاما بعد الثلاثة ناسیئاً
تبع الرابعة وصلی وروی العاشیة ولم یبینوا اهل بیج علیہ معجود السہو
(طحاوی ص ۳۲۰) فقط وانہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ میں جو تہی تکبیر بھول گیا:

سوال: امام نے جنازہ کی نماز میں تین تکبیروں کے بعد بھول کر سلام پھریا اور قعدے پر
جو تہی تکبیر کہی، اور پھر سلام پھیرا تو کیا نماز صحیح ہو گئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب

مرتب مذکورہ میں مرتب صحیح ہو گئی، قال الشریانی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسلماً الاما
بعد الثلاثة ناسیئاً کبر الرابعة وصلی وقال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ولم یبینوا
عن وجوب علیہ معجود السہو (عاشیة الطحاوی علی المراقی ص ۳۲۰) فقط وانہ تعالیٰ اعلم
از ریح الاول سلسلہ ۳

نماز جنازہ میں نظر کہاں رکھے؟

سوال: جنازہ کی نماز میں نظر کہاں رہنی چاہیے؟ مسجد کے مقام پر یا کہ بھول پر؟ بینوا توجروا
الجواب: باسم ملہم الصواب

اس سے متعلق مزید جو یہ طریقے نہیں گذرا، قاعدہ لا یتقصر یہ کہ دوسری نمازوں کی طرح
نماز جنازہ میں بھی مقام مسجد پر نظر رکھنا چاہیے، نماز کے مختلف ارکان میں نظر کہنے سے مختلف مقامات
کی تعمین سے اصل مقصد شروع و ختم پیدا کرنا ہے، ایک مقام پر نظر مرکوز کرنے سے بھول پر
ہوتی ہے، جو ختم میں نہیں ہوتا، اگر وہ بخود اور قدموں سے ہر رکعت میں جس مقام پر نظر رکھنا
چاہتا ہے، محال کہ ایسا حال کے موافق تھا اس کی تعمین کر دی گئی، فقط وانہ تعالیٰ اعلم

۸ روزی الحجہ ۱۳۹۹ھ

شیعہ کو غسل کوغن لینے کا حکم:

سوال: اگر شیعہ مرگے اور کوئی شیعہ نہ ہو تو کیا مسلم ان اس کو غسل دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب

اس کو مسلم ان غسل دے کر دھن کرے، مگر غسل کنھن اردھن سنت کے مطابق نہ دیں۔

بلکہ اس پر بانی بنا کر کپڑے میں پیسٹ کر گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
مرورہج الاول ۹۸۵ھ

قبر کے سرانے آیت قرآنیہ لکھنا جائز نہیں،

سوال :- قبر کے سرانے لوح پر میت کا نام اور آیت قرآنیہ لکھنا جائز یا نہیں؟ یہ خود توجروا،

الجواب باسم ملہم العوالب

نام لکھنا جائز ہے، آیت شترانیہ لکھنے میں بے لوثی ہے، اس لئے حبائز نہیں،

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرورہج الاول ۹۸۵ھ

میت پر درود و منکرات کے احقران کی وصیت واجب ہے۔

سوال :- آج کل کس کے انتقال پر عزائم و درود کرتے ہیں مثلاً روحانی کی رسم وغیرہ

کیا میت پر بھی اس کا گناہ ہوگا؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملہم العوالب

میت پر بہت سے منکرات کا عام رواج ہو گیا ہے، مثلاً :-

① روحانی کی رسم،

② روحانی کے لئے جنازہ گئی گھٹنے رکھے رکھنا،

③ اعزاء و اقرباء کی غلط نماز جنازہ میں تاخیر

④ کثرت اجتماع کی فرض سے مسجد میں جماعت فرض کا استغناء

⑤ میت کی تسویف و لباس

⑥ تصویر کی اعتبارات میں اضافت

⑦ جنازہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرنا،

⑧ نماز جنازہ متعدد بار پڑھنا،

⑨ غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا،

⑩ عام قبرستان سے الگ مخصوص مکان میں دفن کرنا،

⑪ قبر کے گرد چادر و پارسی یا چوڑو بٹانا،

⑫ ایصال ثواب کے لئے عذاب سنت اجتماعات،

(۶) تعمیری جملے کر:

(۱۱) میت کے مقاب میں فیرواقعی حالات کی اشد غمت وغیرہ۔

آجکل ان منکرات کی وہاں اس حد تک پھیل گئی ہے کہ علماء و صحوات تک اس میں ہستلا ہیں، بلکہ مشہور مذہبی رہنماؤں کے جنازوں میں ان منکرات کا ازخواب کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، ان حالات میں جس شخص کو یہ خطرہ ہوگا اس کے انتقال پر اس کے ذمہ جنت الراضی، فکرِ آخرت کے فائز، وغیرہ نام از غور کے بھوکے پھانرگان، بالافاق معتقدین، ناخفت خائف، خردورین کے رویے میں ہے، دینِ حاضر اس پر ایسے مظالم کریں گے، اور مرنے کے بعد اس کو اس طرح سزاواں کریں گے، اس پر یہ وصیت کرنا واجب ہے کہ اس کے انتقال پر ایسے خطرات و موعظتِ شرعیہ ہرگز نہ ہو، نہ ہونے دیے جائیں، بلکہ تجیر و تحفین، رضہ و جنازہ، اذن، اور ایسا بوقاب و فیرو جہر اور سنت کے مطابق ادا کئے جائیں، اگر ایسی وصیت نہ کی تو سخت گنہگار، درستی عذاب ہوگا، مجمع بخاری کی حدیث متعلق تعذیب المیت، بیکا، اھلہ عیب کی مشہور توجہ یہ ہے کہ مرنے پر ازخواب معصیتِ نوح کا ظلم ہونے لگے، جس نے اس سے نہ روکا، اور ایسی وصیت نہ کی اس کو عذاب ہوگا، وصیت میں ان منکرات کی تفصیل دیکھ کر ان سے روکا جائے، بالخصوص دینی رہنماؤں اور مفتی حضرات پر اس وصیت کا وجوب اور زیادہ نوکر، فقط واللہ المستعان، دھرم الوفاق رلاحول ولا قوۃ الا باللہ، ۱۵ صفر ۱۳۹۹ھ

شافعی امام کے پیچھے نماز جنازہ میں یا بخیر یا بخیر نہ کہے،

سوالیہ: زیرِ حقی ہے، اس نے نماز جنازہ میں شافعی المسک، مال کی اقتدار کی، شوائب کے نزدیک جنازہ میں یا بخیر یا بخیر میں، تو کہ حقی کو یا بخیر یا بخیر میں بھی اقتدار کرنی ہوگی یا نہیں! بیہودا توجروا،

الجواب یا اسمہ ملہم الصواب

حقی کی شافعی کے پیچھے اقتدار تو صحیح ہے، لیکن یا بخیر یا بخیر میں تباہ نہ کرے، بلکہ عرض کر دے، اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، قال فی الشامیۃ اوبین یرمی بکبیرات الجنازۃ غمۃ اللہ یومہ لظہور خلافہ یقین لان ذلک کلمۃ منسوخہ بدائع (رد المحتار ج ۱) وفی اللکۃ ولوکبر امامہ عند المذبح لانہ منسوخہ نہ کہ الموت حتی یسلم معہ اذ سلم یہ یعنی (رد المحتار ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۲۸ صفر ۱۳۹۹ھ

شافعی امام کے پیچھے تکبیرات جنازہ میں رفع یدین مستحب ہے۔
 سوال :- زبردستی ہے، اس نے نماز جنازہ میں شافعی المسلک کی اقتدار کی شراعت
 کے نزدیک نہ جنازہ میں رفع یدین ہے، تو کیا حنفی رفع یدین میں مخالفت کرے؟ بینوا تو حلال
 الجواب باسم ملہم الصواب

حنفی کو تکبیرات جنازہ میں شافعی امام کی متابعت کرنا مستحب ہو، قال ابن عابدین
 رحمہ اللہ تعالیٰ اقول یؤخذ منه ان الحنفی اذا اقتدى بشافعی فی صلوٰۃ الجنازۃ
 یرفع یدین یہ لکنہ مجتہد فیہ فہو غیر منسوخ لکنہ قد قال بہ ائمۃ بلخ من
 الحنفیۃ (رد المحتار ص ۸۰، ۱۳۸) فی شرح التوہم یرفع یدین یہ فی الاولی فقط
 وقال ائمۃ بلخ فی کتبہا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ وتولہ وقاتل ائمۃ
 بلخ فی کتبہا، ا رہو قوی الائمۃ الثلاثۃ ورأیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
 کما فی شرح درالمجلد الاول ظاہر الروایۃ کما فی البحر فی حاشیۃ للفرغی ربما
 یتعدا منہ ان الحنفی اذا اقتدى بشافعی فالاولی متابعتہ فی الرفع ولہم اذہم
 القول ولم یقل یجب لان المتابعۃ انما تعیب فی التواجب او الفرض وھذا الرفع
 غیر واجب عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (رد المحتار ص ۸۱، ۱۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۳ ربيع الاول ۱۴۱۳ھ

غیر مسلم کی مسلم کے جنازہ میں شرکت :

سوال :- محدثین کوئی غیر مسلم رہتا ہو تو وہ مسلمانوں کی میت کے ساتھ قبرستان
 میں جاسکتا ہے یا نہیں اور مٹی دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو حلال

الجواب باسم ملہم الصواب

۳ ربيع الاول ۱۴۱۳ھ

مازہ نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلم کی غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت :

سوال :- غیر مسلم کی میت کے ساتھ ان کے مرگٹ تک مسلمانوں کو جانا ناجائز ہے یا
 نہیں جبکہ یہ غیر مسلم خود کا برائیہ یا غیر حلال کچھ جوار یا اس کا ربا دے، شرکاء یا کچھ دینے یا تو حلال

الجواب باسم ملہم الصواب

۳ ربيع الاول ۱۴۱۳ھ

جائز نہیں یا غیر حلال کر سکتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ رومرے مکان میں رکھ کر نماز پڑھنا:

سوال۔ آجکل دستور ہے کہ مسافر میں قبلہ کی جانب محراب کے باہر جنازہ رکھنے کے لئے چوتروہ بنائے ہیں، اور محراب میں اس طرف کھڑکی یا دروازہ رکھتے ہیں، امام محراب کے اندر کھڑا ہو کر نماز جنازہ پڑھتا ہے، کیا اس طرح نماز میں کوئی کراہت تو نہیں کہ جنازہ باہر ہو اور امام مسجد سے اندر؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد میں نماز جنازہ پھر حال کردہ ہے، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر البتہ بارش وغیرہ میں عذر ہو یا یا ہر جگہ ہو تو مسجد میں نماز جائز ہے،

ایسی صورت میں اگر جنازہ باہر ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام اور چند مقتدی بھی مسجد سے باہر چوتروہ کھڑے ہوں، نیز کہ جنازہ میں دھج بھگم امام ہے اور صرف امام کا الگ مکان نہیں کھڑا ہونا، مکروہ تنزیہی ہے، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ رقبہ لانہ کالانماہ من وجہ لا شراط فی ذلک الشرط معدوم صحیحہا بفقہ ہاؤ ففتن بعضہا در المختار ص ۱۱۱ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۲، ص ۱۱۱،

تعزیت کا مستنون طریقہ:

سوال۔ تعزیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اس میں نزل کی تعیین اور زیادتی خلاف سنت ہوگا کہ نہیں؟ چند ساتھی اہل محلہ وغیرہ جماعت کی شکل میں آگاہی تو ایک کی دعا، سب کے قائم مقام ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ یا سب اہل مجلس کی طرف سے کالی ہے کہ نہیں؟ تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟ تعزیت کا علی یا قولی طریقہ جو مسجد لوسیدہ لاجب، علیہ اعطی النبیہ والسلام سے ثابت، اگر بیان فرمادیں تو کسی افراد کے لئے مشعل زہن ہونا چاہیہ انشاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ بندہ تبلیغی جماعت والوں کی طرح دین کی ضروری اور اہم ہاست کو ہر مجلس میں بیان کرتا ہے، صرت منبر اور سطح کا منتظر نہیں ہوتا، بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

تعزیت میں دور کے بعد جائز نہیں، البتہ غائب میں روز کے بعد آئے تو بھی کر سکتا ہے، جماعت کی شکل میں آئے کا اہتمام درست نہیں، اتفاقاً ایک ساتھ ہو گئے تو حرج نہیں، ہر ایک کے لئے مستقلاً تعزیت مسنون ہے، البتہ اگر ایک کھڑے کا کوئی بڑا

ہے، اور اس کے ساتھ اس کے ماتحت لوگ بھی ہیں تو عزت بڑے ہی کی تعزیت کا لقب ہے تعزیت کی دعا یہ ہے، اعظم اللہ امیرک واسمن عرائع وخصر شہستانک، اس سے زائد بھی ایسا جنون میں کیا جاسکتا ہے جس سے غم کا جو تسکین اور فکر آخرت پیدا ہو، تعزیت کی دعا میں انھما اٹھا کر دعوت ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
(اس پر اشکال و جواب تتمہ میں ہے) ۲۸ ربیع الآخر سنہ ۱۲۸۵ھ

نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ:

سوال ۱: کیا فرما کہے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلم کی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے میں اگر دیر ہو جائے تو مکمل دلائل کیا ہیں بزرگ بھاری شریف کی یہ دونوں روایتیں بھی ملحوظ خاطر رہیں:

① عن عبارة بن العاصم رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب،

② عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه صلى على جنازة فقرا بفاتحة الكتاب،
ثالث يعلموا أنها مستنة، بينوا وجوها،

الجواب باسم ملہم الصواب

نماز جنازہ میں اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور میت کے لئے دعا ہے، اس لئے اگر سورۃ فاتحہ بابت حمد و ثناء و دعا پڑھی جائے تو درست ہے، غیبت تلاوت پڑھی جائے،

سوال میں مذکورہ روایات میں سے پہلی روایت مطلق نماز سے متعلق ہے، نماز جنازہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نماز جنازہ کئی احکام مثلاً رکوع، سجود اور تشہید وغیرہ میں عام نماز سے مختلف ہے، اس لئے عام نمازوں پر اس کا تیسرا صحیح نہیں، اس حدیث پر مفصل بحث میرے رسالہ تنیل المرام یا استخراج الحکمت عند قراۃ الامام میں ہے، دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سورۃ فاتحہ پڑھنا منقول ہے، آپ کے سورۃ فاتحہ بعد ثناء و دعا پڑھی تھی، اسی طرح آپ کا سنت فرمایا، اسی معنی سے ہے کہ اسی میں حمد و ثناء ہے، اور نماز جنازہ میں حمد و ثناء سنت ہے، اس پر متذکرین شراہید:

① عن سعید بن ابی سعید المقرئ عن ابیہ انہ سأل باہر یقولون فی اللہ تعالیٰ

کیف نسل الجنائز فقال: ابرہہ بنوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا لنعمر اللہ اعدہ من اهلہ فاذا رقت کبریت وصیبت اللہ وصیبت عن نبیہ ثم اقول اللہم اللہ عبد اللہ وابن عبد اللہ وابن عبد اللہ: الحدیث درو عالم الکتاب ص ۱۷۱ اس حدیث کے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں، البتہ سعید کے حافظ میں ان کے انتقال سے چار سال قبل کچھ تغیر آگیا تھا، (تقریب ص ۱۷۱) مگر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے شخصیت سے بہت بعید ہے کہ تغیر کے بعد ان سے روایت کریں۔

اس روایت میں بیکسر کے بعد تھوڑا سا کا ذکر ہے، سورۃ فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سورۃ فاتحہ بقصر وہ پڑھنا مقصود ہے اور روایات میں تعارض لازم آئے گا۔

③ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیرت قرائت کی جوتی تو ہر بیکسر کے بعد فاتحہ پڑھتے، کیونکہ نماز جنازہ کی ہر بیکسر رکعت ہے، اور سورۃ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پسند صحیح یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فاتحہ کے بعد سورۃ بھی پڑھی (اعلام السنن ص ۱۵۱) اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے فاتحہ اور سورۃ دونوں میں تھوڑا سا دعا پڑھی تھیں، اس لئے کہ نماز جنازہ میں بعض قرائت فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھنے کا کوئی بھی قائل نہیں،

④ حضرت عمر حضرت علی، عبداللہ بن عمر، فضالہ بن عبد اللہ، جابر بن عبد اللہ، داؤد بن ابی اسحاق وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ میں قرائت فاتحہ نہیں فرماتے تھے واللہ اعلم بالصواب جب یہ اہل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرائت نہیں فرماتے تھے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہی حضرات سے علم حاصل کیا ہے، تو ان کے فعلی و قولی میں لازماً ناقصیت و عاہی ملاحظہ کرو ⑤ قال ابن وہب وقال مالک لیس ذلک بعد عمل بہ فی بلدنا انما ہوا قیاماء

اور کثرت اہل بلد ناعلیٰ ذلک (المدونة النکیزی ص ۱۵۹، ۱۶۰) مدونہ نکیزی میں یہ بھی منقول ہے کہ قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، ابن المسیب، ریمہ، عمار بن ابی رباح اور یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ جیسے اہل علم بھی نماز جنازہ میں قرائت نہیں فرماتے تھے، پس قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اگر سنت سے بعینہ فاتحہ کی نسبت مروی نہ جانتے تو امام مالک اور دوسرے اہل صحابہ و تابعین پر اس کا محض رہنا بعید از قیاس ہے،

ایک اور روایت ابن ماجہ میں اُمّ شریک انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں، الفاظ کہ
اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ: **فَاعْلَى الْجَنَّةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ** اس روایت
کے مختلف جواب ہیں:-

- ① اس کی سند مختلف ہے، (اعلام شیعین ص ۱۵۵ ج ۸)
- ② اُمّ شریک انصاریہ کی تعبیر میں بہت اختلاف ہے (اصابہ ص ۲۳۴ ج ۸) اگرچہ
صحابی کی جہالت معتر نہیں، مگر اچلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابل میں قول محمد بن قیس
نہیں، بالخصوص جبکہ نماز جنازہ کے امور عورتوں کی ہیبت مردوں پر زیادہ واضح ہوتے ہیں
- ③ حینۃ امر کی ولایت علی الوجوب مسلم ہے، مگر لفظ امر کی ولایت وجوب پر مسلم نہیں،
اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سے قوی ہے، اور اس میں لفظ نسبت ہی ایسا اس
روایت میں لفظ ازب پر محمول ہو گا، اور نہ یہ حدیث اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معتد
کی وجہ سے غیر معتبر ہوگی، فانّ الضعیف لا یصلح لمعارضة القوی، پھر ازب کی
بفصد دعا ہے، کما احتدرنا، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۲۵ جہاز کی آخری مسئلہ

مردہ عورت کو نہلانے میں ستر کی حد
سوال:- مردہ عورت کو نہلانے وقت اس کے پورے بدن پر کپڑا لانا ضروری ہے
یا مرد کی طرح مرنے والے کے گھٹنوں تک چھانے کافی ہے، بینوا قریب
الجواب باسم ملہم الصواب

عورت کو عورت سے اس قدر پردہ ہے جتنا مرد کو مرد سے، اس لئے عورت کو نہلانے
وقت مرنے والے کے زانو تک کپڑا لانا کافی ہے، قال فی الدردقستر عروقہ الغلیظۃ
فقط علی الظاہر من الزواریۃ وقیل مطلقاً الغلیظۃ والقویۃ وصحیحہ الزلیق
وغیرہ، وقال ابن ماجہ بن رحمہ اللہ تعالیٰ تحت بقولہ صحیحہ الزلیق وغیرہ
وفی الشریب لایۃ، وفی اضمائل للمرأۃ والرجل لان عروق المرأة للرجل كالرجل
للرجل (رحمۃ اللہ علیہ) فقط والله تعالیٰ اعلم،

۲۶ جہاز مسئلہ

حائضہ کے غسلِ مرت میں منہ میں پانی نہ ڈال جائے،

سوال:- حالتِ حیض یا نفاس میں وفات پانے والی کو غسل دیتے وقت منہ پر

نک میں پانی ڈالنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم النصواب

حالت جنائز یا بعض یا نفاس میں موت واقع ہو تو بھی غسل، بچہ وقت مزار یا نکاح
میں پانی ڈالنا درست نہیں، البتہ اتنی اور ایک میں ترکیب پھر دیا جائے تو بہتر ہے
ضروری نہیں، قال فی شرح التتوییر ویوضا عن یوم مر بالصلوة بلا معصیة
واستئذان للعرج، وقیل یصلان بغرقۃ، وعنیہ العمل القوی، ولو کان جنباً
او حائضاً أو نفساً، فعلاً اتفاق تسمیہا للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستحسن
شرح القدسی وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ بقولہ ولو کان جنباً لم یغسل
ابو السعور عن شرح الکثیر للثعلبی ان ما ذکرہ البغدادی فی فی شرح القدسی من
ان العنب منمنع ویستثنیٰ غریب معانی لعامة الکتاب، قلت وقال
الریث ایضاً فی حاشیة البحر المحیط المتون والشرح والفتاویٰ یشمل من ما
جہازہ امین عزہ وعلیہ الاطلاق بدخلہ فی العلة تنقضہ او ما نقلہ عن السیوطی فی الزیلعی
قوله بلا معصیة، ولست متفقاً ووجہاً صریحاً فی ذلک کما اورد فی الزیلعی وقوله اتفاقاً لم یصل فی الذکر
ذلک شرح القدسی فی التتوییر، فقد وثقہ علیہ السلام،
مرد نہ ہوں تو عورتیں نماز جنازہ پڑھیں:

سوالی۔ اگر کوئی مرد میزور نہیں تو کیا عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں؟ اگر ان
کی نماز صحیح ہے تو عورت امت کیسے کرے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم النصواب

عورتیں انفراداً نماز جنازہ پڑھیں، نماز جنازہ میں جماعت واجب نہیں، اس لئے ہر
یہ کہ عورتیں جماعت نہ کریں، بلکہ الگ نماز پڑھیں، مگر سب بیک وقت پڑھیں، ایک کی
قراعت کے بعد دوسری غرض یہ ذکر ہے، اور جماعت بھی، بلکہ امت جائز ہے اس صورت میں
ام عورت وسط صف میں کھڑی ہو، مرد نام کی طرح صف سے آگے نہ بڑھے، مثال فی
انعلاشیہ ویکوہ تحریر جماعۃ النساء ولو فی التواویح فی غیر صلوۃ الجنائز
لا یشاہم فتاویٰ مکرمہ، قالوا الفردون تقو تم فی فراغ احدھن او فی الشاہد فقولہ
لانھا لفتوح مکررۃ، قال فی الفتح والعلو، جماعتھن لا تکرہ فی مسئلۃ

الحائض لانها فريضة وتركها التعميم مكرره فدل ان الامورين فعل المکروه الفصل
 الف من اورثك الفرض فتركه فوجب الاول، بخلاف جماعتين في غيرها، ولو
 صلين قولی فقد تسبق احداهن فتكون صلوة الباقيات نفلا ولا تستغل بها
 مكرره، فيكون فراغ تلك مرجعا لتساق الفريضة لصلوة الباقيات كتحقيق الفريضة
 بالحجة، ان ترك الفريضة الاخير له ومثله في البحر وغيره، ومفاده ان جماعتين في
 صلوة الحائض واجبة حيث لم يكن غيرهن، وفعل وجهه لا يحترق من فساد
 فرضية صلوة الباقيات اذا سبق احداهن وفيه ان الرجال لو صلوا معهن من
 يلزم فيها مثل ذلك، فيلزم عليه وجوب جماعتهم فيها مع ان المقصود به ان الجماعة
 فيها غير واجبة فتأمل (رد المحتار من ۱۳۵۲) وقال الرافعي رحمه الله تعالى
 وقوله ومفاده ان جماعتهم في صلوة الحائض واجبة الفريضة انما يشتمل بايجاب مسير
 لانها فريضة للجماعة كما فعل في حاشية البحر وهو خلاف الظاهر بل هو راجع
 لصلوة الحائض فانها فرض كفاية على كل منفرد قال المستدعي نقلنا من شرح
 النية ويستحب ان يصلين منفردات وتجزئ جماعتهم او قسرا او تفتح وتغلق
 من الوجوب معناه اللغو اي ثبت الاصل ويكون مفقدا على التارك لا على الاختلاف
 المستحب والتعذر المختار من ۱۳۵۲ قلت ويمكن الاجاب من اشكال ابن عبد البر
 رحمه الله تعالى بطلان يشترع في الصلوة معاولا اعتصار الفراغ متماثلا لان الاجابة
 ليس له حكم التبتداه بل يظهر من المتأمل انه لو شرعت الاخرى قبل فراغ الاولى
 فلا اشكال فيه ايضا فقط رائدته تعالى اعلم.

الترتيب مستلزم

بحري جہان میں فوت ہونے والے کا حکم :

سوال ۱۔ کوئی شخص بحری جہان میں فوت ہو گیا، تو اس کو فوراً سمندر میں ڈال دیا جاوے
 یا کہ کنارے تک لے جائے کی کوشش کی جائے اور خشکی میں دفن کیا جائے؟ بیٹو اور جوار
 الجواب : باسم ملہم الصواب

اگر کئی جگہ میت میں کسی قسم کے تغیر کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو خشکی میں دفن کیا
 جائے ورنہ سمندر میں ڈال دیا جائے، سمندر میں ڈالنے وقت کوئی وزنی پتھر وغیرہ ساتھ لایا جائے

بہتر ہے کہ میت لپے بیٹھ جائے تیرے پاس، قال فی الاصل شیخ مات فی سقینة غسل
وکفن وصلى عليه والحق فی البحر ان لم یکن قریباً من الجود فی الشامیة وقوله والحق
فی البحر قال فی النعم ومن احمد رحمه الله تعالى یثقل لیرسب من المشافعیة
کنه ذلك ان کلن خربا من دار الحرب والاشد بین اربعین یقین انه البحر فبذلک من له
رفوله ان لم یکن قریباً من البحر الظاهر تقدیرہ بان یكون بینهم وبين البر مدّة
یتغیر لیت فیها ثم رأیت فی نور الایضاح التصریح بحد الضربة (۳۰۰ الفجار ص ۳۳۳)
فقط والله تعالی اعلم

۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۵ھ

میت خاک ہو جائے تو اسی قبر میں دستر کو دفن کیا جائے،

سوال۔ حرمین شریفین میں دستر کے کپڑائی قبروں میں ہی تھے تشریف لگاتے
ہے، کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ بیعتاویں جلد

الجواب باسمہ ماہم الصواب

جب میت اول خاک ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا جائز ہے، قال
فی الشامیة قال الزیلعی وروی التیث وصار تراثا جائز من غیرہ فی قبرہ وذرعہ و
البناء علیہ اہم قال فی الامد لو خالفہ ما فی التارخانیة او اعمار المیت تراثا فالغیر
یکو دفن غیرہ فی قبرہ، لان الحرمة باقیة، لکن جسموا عظامہ فی تاحیة ثم دفنوا
غیرہ فیہ تبجاً بالعبیزان الصالحین ویوجد موضع فایض یکو ذلك اہ قلت لکن
فی ہذا امتنع عظیمیة، فالاولی اناطۃ انجواز بالمبلا اذ لا یمکن ان بعد کل سبحة
قبر لا یدفن فیہ غیرہ ان سار الاول تراثا لاسم فی الامصار الکبیرۃ العجمیۃ
والا لزم ان تعم القبر السہل والوعر علی ان الصح من العف انی لا لایق عظم
عبیر بعد او ان یمکن ذلك لبعض الناس لکن التکلام فی جعلہ حکما ما فی کل احد
قتل رذ العتار (۳۳۳) فقط والله تعالی اعلم،

۲۶ رجب سنہ ۱۲۸۵ھ

میت کے منہ میں مصنوعی دانست رہ جائیں:

سوال۔ ایک آدمی مر گیا منہ کے بعد اس کے منہ میں مصنوعی دانست سجھ چکا:

فصل دینے کے وقت نیز تکلیف کے نہیں نکل سکتے تھے، اگر وہ دانت منہ میں رہ جائیں تو اس میں کوئی شرعی نہایت تو نہیں، اور اگر دانت قیمتی ہوں اور میت کے منہ سے نہایت تکلیف کے ساتھ نکلنے ہوں تو کیا ایسے دانت کا کھانا جائز ہے یا نہیں! پہلی صورت میں اگر دانت منہ میں رکھنے کی گنجائش ہے، تو کیا غسل میت اور دفن میت میں ٹوہرہ کچھ خرابی نہیں ہے، یعنی توجروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر دانت منہ سے نکالنا مشکل ہو اور زیادہ محنت کر لے میں میت کی بے حرمتی ہو تو اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں، غسل و دفن میں کوئی محذور نہیں، الٰہ کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے، قال فی العلائق و یبلغ مال غیر و مایات ہل شیئ قولان و الاول نعم فتح و فی کشافہ و ان کان حرمة اللہ من اعلیٰ من سیادة المال لکنہ ذال احقر امہ بتعد یہ کما فی الفتح و مفادہ انہ نوسقط فی جودہ بلا تعد (الشیخ: نقایۃ المحتویات) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم! ۲۷، رجب سنہ ۱۲۸۶ھ

حضرت عائشہ کا حضرت عمرؓ کی قبر پر بے پردہ نہ جانا:

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مدینہ مبارکہ میں بغیر پردہ کے جایا کرتی تھیں، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی بغیر پردہ کے جایا کرتی تھیں، اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کے بعد وہاں دفن ہوئے تو قریباً قاعدہ جب بھی مائی تھیں تو پردہ کرنے لگیں، ایک صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درجہ سے پردہ کرنے لگیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعظم تھے اور عمر کے بعد بھی وہ زور مندوں کی طرح دیکھ لیتے ہیں، یعنی توجروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

اس سے صرف احترام مقصود تھا مرے کے بعد دیکھنا ثابت نہیں، قال الخبزی فیہ ان احترام المیت کا احترامہ خیال و مرقاۃ ص ۱۱۷، ۱۱۸ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم! ۲۷، رجب سنہ ۱۲۸۶ھ

نحمدہ کی گہرائی :

سوال :- مشہور ہے کہ فرشتے میت کو قبر میں حساب و کتاب کے لئے بٹھاتے ہیں۔
اس لئے نحمدہ اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اس میں میت آسانی سے بیٹھ سکے، کیا صحیح ہے یا بیوقوفانہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ محض چالانت ہے، فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بٹھاتے ہیں، نحمدہ اشیق کی گہرائی صرف اتنی ہونی چاہئے کہ اس میں میت کو سنت کے مطابق کراہت لٹایا جاسکے، بالائی سطح میت کے جسم سے الگ محرک بالکل زیب ہو، تاکہ قبر کے گولے اندر دروزل سے حفاظت رہے، ہرگز یس السفت الیہ (طہارۃ علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) و ہر دم مستند

نماز جنازہ کے لئے جماعت مسجد کے انتظار کی رسم :

سوال :- آجکل عوامیہ دستور ہے کہ نماز جنازہ کے لئے محلہ کی مسجد میں وقتی نماز کی جماعت کا انتظار کیا جاتا ہے، نماز کے مقررہ وقت پر جنازہ مسجد کے پاس لے آئے ہیں، پورے نماز کی جماعت سے فاویغ ہو کر جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بیوقوفانہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ رسم خلاف شرع ہے، نماز جنازہ میں اس لئے تاخیر نہ کرنا کہ زیادہ لوگ شریک ہیں کہ وہ ہے، جنازہ میں تعمیل اس قدر ضروری ہے کہ اوقات کرہ میں بھی نماز جنازہ ادا کیے کی اجازت دی گئی ہے، یعنی مکروہ وقت میں جنازہ تیار ہو تو اسی وقت ہی نماز پڑھ لی جائے، مکروہ وقت گزرنے تک بھی انتظار نہ کیا جائے، اس رسم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدوں کے اندر نماز جنازہ پڑھنے لگے، یہ جو مکروہ ہے، تو حرم الاصل و اصلہ مصلحتاً - واللہ تعالیٰ اعلم و ہر دم مستند

میت کے پاس تلاوت کا حکم :

سوال :- میت کو جملانے سے پہلے اس کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیوقوفانہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب

میت کو کڑے سے ڈھانکنا یا جملانے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں، ورد مکروہ، اور نہ بٹھانے کے بعد ہر صورت کوئی کمزرت نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم - ہر دم مستند

میت کو نہلانے والے کے لئے غسل مستحب ہے :

سوال : میت کو نہلانے والے پر غسل واجب ہے : مسنت یا مستحب ؟ بیہودہ توجروا !

الجواب باسم ملہم الصواب

مستحب ہے، کنانی، الثامیۃ، فقط والله تعالیٰ اعلم

۸/محرم ۱۴۱۰ھ

فرض کا ایصال ثواب :

سوال : فرض کا ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں ! یعنی فرض بھی ارادہ ہو اور میت کو بھی ثواب ہو، بیہودہ توجروا !

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں اختلاف ہے، والراجح الجواز، نقل فی الثامیۃ عن البہوانیہ لا فرق بین الغرض والفضل وعن جامع الفتاویٰ قبل لا یجوز فی الغرائض (رد المحتار ص ۳۳۶)، فقط والله تعالیٰ اعلم
۱۰/ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

تلقین بعد الموت :

سوال : بعد از موت میت عند القبر تلقین کرنا کیسے ہے : بیہودہ توجروا !

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کا اجاز مختلف ہے، ہندو احترام اولیٰ واسلم ہے، بالخصوص اس زور خداوندیٰ میں اجازت نہیں، فقط والله تعالیٰ اعلم
۱۰/ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

فصل فی الشہید

حادثہ میں مرنے والے کا حکم،
 سوال :- ریں یا موٹر سے بگڑ کر مر جائے یا ان میں کھٹ کر مر جائے، یا کسی چیز سے
 کسی ٹرٹ ہو جائے تو ایسا شخص شہید ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا تہیروا
 الجواب یا مسمیٰ مہم المصواب
 شہادت صغریٰ ہے، شہداء کے احکام دنیویہ کا جزیان اس پر نہ ہوگا، لیکن
 آخرت میں فی الجملہ شہداء میں محسوب ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۲۵ رزی الحجہ ۱۳۸۵ھ

شیعہ شہید نہیں ہو سکتا،
 سوال :- اس مشرہ محرم میں جو مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں سے مار گئے،
 یہ لوگ شہید ہیں یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ شہادت کبریٰ نہیں تو صغریٰ تو ہوگی؟ بینوا تہیروا
 الجواب یا مسمیٰ مہم المصواب
 شہادت کی شرط اول اسلام ہے، شیعہ مسلمان نہیں، اس لئے ان کی موت نہ شہادت
 کبریٰ ہے نہ صغریٰ بلکہ نازعہ ہے، شیعہ مذہب کی تفصیل میرے رسالہ تحقیق شیعہ میں
 ہے، (۱) رسالہ تہن الفنازی جلد اول میں شائع ہو چکا ہے، (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۹ محرم ۱۳۸۵ھ

بمبارکی سے شہید ہونے والے کا حکم،
 سوال :- جنگ میں ہوائی حملوں کے دوران جو مسلمان شہید ہو جائیں ان کو غسل
 دینا مزدوری ہے یا نہیں؟ شہید حقیقی کس کو کہتے ہیں؟ بینوا تہیروا
 الجواب یا مسمیٰ مہم المصواب
 شہری آبادیوں پر ہوائی حملے سے شہید ہونے والوں پر شہادت کے دنیوی احکام جاری

ہوئے، انھیں غسل نہیں دیا جائے گا، شہادت کے دہوی احکام جن لوگوں پر جاری ہوتے ہیں ان کی تفصیل یہ تھی کہ میرے ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ شعبان ۱۴۲۵ھ

مسلمانوں کے باہم قتال میں مرنے والے کا حکم

سوال :- دو مسلمان جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوئی، وہ ان میں سے کوئی جماعت باغی تھی، اور نہ قطار الفرائض تھی، اور نہ حرلی تھی، بلکہ سب مسلمان تھے، اور مسلمانوں کے ایک گھاؤں میں رہتے تھے، لیکن ایک جماعت بالکل ظالم تھی، دوسری جماعت مظلوم تھی، مظلوم جماعت سے دو آدمیوں کو آکر غیر مجازہ سے قتل کیا گیا، اور دونوں وہیں معرکہ میں ہلاک ہو گئے، دیکھ کر کلام کیا، اور نہ کچھ کیا، البتہ ایک آدمی کا قاتل بھی معلوم ہوا، اور دوسرے کا قاتل معلوم نہیں ہوا، بلکہ جماعت کے ہر فرد پر شبہ قتل کیا جا سکتا ہے، اب سوال یہ ہو کر آیا، ہلاک شدگان میں سے کس کو غسل دیا جائے، اور کس کو غسل نہ دیا جائے؟ سبب زیادہ وضاحت شامی میں ہے، اور بعض عبارت میں مجھ سے تطبیق نہیں ہو سکی، شامی کی عبارت کی بھی وضاحت فرمایا، دینا اور چھوڑنا

الجواب بالاسم ملہم العواص

دو آدمیوں کو غسل دیا جائے، غسل سے متعلق شامی کی عبارت اس صورت میں ہے جبکہ ظلم حقیقی نہ ہو، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ومعاذہ اللہ لو كانت إحدى الفریقین ظالمة للأخری بان علموا احالہم لا یغسل من قتل من الاخری وان جہل قاتلہ ینالکونہ من اعدائہ عن نفہ وجہاتہ تأمل رشا المختار ص ۲۹۹ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ شعبان ۱۴۲۵ھ

سوال متعلق بالا :

سوال :- شہید کے بڑے میں شامی کی ان دو عبارتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے، ان میں تطبیق کس طرح دی جاسکتی ہے، مثلاً اور مختار کی عبارت (رجل تعاص) کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں: اما اذا لم یعلم قاتلہ فنبائی انہ یغسل، یہاں شامی نے اس صورت میں غسل دینے کا لکھا ہے، پھر اترن اور شامی کی عبارت (وکن ایکن شہید) کی تشریح کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں: ومعاذہ اللہ لو كانت إحدى الفریقین ظالمة بان علموا احالہم لا یغسل من قتل من الاخری وان جہل قاتلہ ینالکونہ من اعدائہ عن نفہ وجہاتہ تأمل رشا المختار ص ۲۹۹ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک جگہ قرآن مجید مقتول کو جس کا قاتل معلوم نہ ہو غسل کا لکھا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کو عدم غسل کا لکھا ہے، کیا تطہیر کی یہ صورت ہر صورت ہے کہ پہل عبارت سے وہ مقتول مراد ہے جس کا قاتل بالکل نامعلوم ہو، اور دوسری عبارت سے مراد وہ مقتول ہے جس کا عین اور فری قاتل تو نامعلوم ہے مگر بحیثیت جماعت معلوم ہے، یا یہ کہ پہلا مقتول مظلوم نہیں ہے دوسرا مظلوم ہے۔

صورت مسند ہے کہ دو مسلمان جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوئی، ان میں سے ایک جماعت نے دوسری جماعت کے دو آدمیوں کو ظلم قتل کیا، جبکہ آؤ غیر جارح تھا، اور قاتل کی جماعت ظالم تھی، مقتول کی جرعت مظلوم تھی، نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ان دو ہتاک شرکاء میں سے ایک کا قاتل معلوم ہے، دوسرے کا نامعلوم ہے، اب ایسی صورت میں ان ہتاک شرکاء کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟ بالکل ایسی صورت کے جواب میں آپ نے گزشتہ فتویٰ میں مسئلہ بمشعبان مسئلہ میں لکھا ہے کہ دونوں کو غسل نہ دیا جائے، اب سوال یہ ہے کہ جب لڑائی کے طرفین مسلمان ہوں اور ایک طرف میں کسی کو ظلم مارا جائے تو غسل ان کی دقت نہ دیا جائے گا، جبکہ آؤ جارح ہو، اور اگر ان میں سے کسی کو ظلم آؤ جارح کے ساتھ قتل کیا گیا تو ایسے مقتول کو غسل نہ دینے کا کہاں لکھا ہے؟ آپ نے شامی کی عبارت و مظلوم انہ لڑکا نہ لحدی القدر فین غائبة للاخری بان یعلموا احالہم الخ تحریر فرمائی ہے، مگر شرط وقیہ صلیبہ والی عبارت، و اما مقتول غیر مظلوم وہ وہمہ لحدی قتلہ مسلم غیر ماغ وغیر خطا ع الطريق فادہ یکون شہید عندی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا قتل بعد ظلمہما لکھا گیا جواب ہوگا، اس لئے کہ اس میں تو شہید کے لئے ظلم کے علاوہ کتاب بالعدی کی شرط ہے، نیز ما مش فتح القدرہ ص ۲۴۱ ج ۱ میں بھی لکھا ہے و القید بالحدیدین انما هو اذا کان القتل من المسامین، اگر قتل بالحدید کی تیر اس صورت میں نہیں تو اس سے ذکر کیا فائزہ ہے، اور اس کا محض کیا ہے، اگر یہ قید لغویہ تو لغویت کی کیا دلیل ہے! بیوقوفو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اصل مراد اس پر ہے کہ قتل موجب دیت ہو تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں، اس لئے شامی کی عبارت اما اذا لم یعلموا فائتہ فسیاتی انہ یغسل میں قتل موجب

ملا ہے، یا وہی جہنم میں داخل ہے، چنانچہ نزل باتی و فیصل میں وہی و فیصل میں، فیصلہ فیصلہ
یجب فیہ الدیۃ و ہم یعلموا ثلثہ میں اسی کا بیان ہے، اور قول ابن مابریز رحمہ
تعالیٰ فیہ فی اسی طرف اشارہ ہے،

شرح وفاق کی عبارت میں مقتول غیر مدافع کا حکم ہے، جو شامیہ وغیرہ
میں بھی ہے، اور شامیہ کی عبارت مذکورہ میں مقتول مدافع کا حکم ہے، فلا منافا،

قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ بقی من قتل مدافعا عن نفسه او عن مال
او عن اهل الذمۃ من غیر ان یکون القاتل واحدا من الثلاثة فی کتاب

فان المقتول شہید کما صرح بہ فی المحيط وعطفہ علی الثلاثة وجعلہ سببا
رابعا لا یتضمن دعوہ تحت قولہ او قتله مسلما ظہر لان المدافع المذكور

شہید ہائی الہ قتل بعد یدہ او جہرا و خشب کما صرح بہ فی المحيط و مقتول
المسلم ظہرا لا یتضمن شہید الا اذا قتل بعد یدہ کما فی کتاب البحر الرائق

وقال ابن مابریز رحمہ اللہ تعالیٰ وقال فی الذمۃ کونہ شہید وان قتل
بغير مدفع و مشکل جدا لوجوب الدیۃ بقتلہ، قتل مدفعیہا الظرفیہ لم یقتل

یسکن حملہ علی ما اذا لم یعلم قاتلہ عینا، کما لو خرج علیہ قطاع عریض او
لصوص و نحوہم و فی البحر عن المجتہد اذا التقت سمرتان من المسلمین

وکل واحد قتری انہم مشرکون فاجلوا عن قتل من الغریضین قال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لادیۃ علی احد ولا کفارة لانہم دافعون عن انفسہم

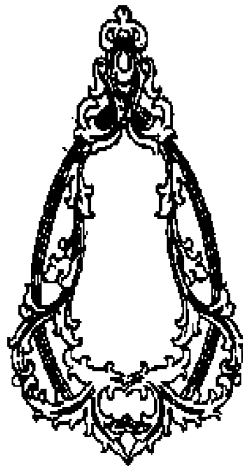
ولم یدکر حکم القتل و یجب ان یقتلوا لان قاتلہم لم یعلمہم ام
ومذاوہ انہ لو كانت احدى الفرتین ظالمین لا یغزی بان علموا احالہم

لا یقتل من قتل من الاخری وان جہل قاتلہ عینا لکونہ مدافعا عن
نفسہ وجماعہ تأمل رد المحتار ص ۱۸۰ و قال فی منعة الخائف والرجو

عن اشکالہ ان هذا القاتل ان کان کابرا فی المصاہر لیس فیہ اشکال انہ بمنزلة
قاطع الطريق وان کان لیس نزل علیہ لیس لیقئلہ او یاخذ مالہ فہو بمنزلة

ابن سنان فی الذمۃ و علی کل فلا دیۃ فی قاطع الطريق فقوله لوجوب الدیۃ سنی
و علی کل غیر شہید ولا اشکال من بر البحر الرائق ص ۱۹۰ علام ابن مابریز

رحمہ اللہ تعالیٰ کا لوگانت احدی الغرقین ظالمۃ للاخزی میں عدم وجوب ویت کی
توجیہ لکونہ من افضل کے کرنا اور اس کا جو عن المعینی کے جزیئہ لھا الفتت سرستان الم
سے استنباط بندہ کے خیال میں ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ مقیس علیہ میں قائل ہی مانیع ذکر
لہذا اس پر عدم وجوب ویت ظاہر ہے، مگر مقیس میں قائل مانیع نہیں، صرف مقتول مانیع
ہے، غالباً ابن مابری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں تأمل سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے،
پس صورت پر بحث میں عدم وجوب ویت و ثبوت شہادت کی صحیح توجیہ وہی ہے
جو ابن مابری رحمہ اللہ تعالیٰ نے متوفی القان میں بیان فرمائی ہے، یعنی ایسے قائلین بحکم
قطارہ الطریق ہیں اور ان کی مخالفت بحکم جاری ہے، فقط والله تعالیٰ اعلم
۱۲ سوال مسئلہ



کتاب الزکوٰۃ

دوسرے شہر میں زکوٰۃ بھیجنا؛

سوال: زکوٰۃ اپنی زکوٰۃ اور فطران اپنے شہر کے مساکین کو نہیں دیتا، بلکہ دوسرے شہروں میں بھیجتا ہے، کیا یہ نفل شرعاً جائز ہے؟ بینوا فقرو! الجواب ومنہ الصدق والصواب

دوسرے شہر کے طاعت زکوٰۃ بھیجا مکروہ تزکیہ ہی ہے، مگر وہاں کوئی رشتہ دار مسکین ہو یا اپنے شہر کے مسکین سے کوئی زیادہ ماحضہ ہو یا زیادہ نیک ہو یا طالب علم دین ہو یا دوسری جگہ بھیجے میں مائتہ مسکین کا زیادہ فائدہ ہو کوئی کراہت نہیں، بلکہ اہل قرابت کا حق اپنے شہر کے مسکین سے زیادہ ہے، کسب نقدنا الا فی القرابة بل فی الظہیریۃ لا یقبل صدق الرجل وقرابۃ محتویج حق یدہ اہلہم فسد حاجتہم، او احوج او اسلح او اور او انفع لساہلین او من دار العرب الی وارثہ السلام او الی طالب العلم وقرابۃ الصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزہود او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکو خلاصۃ (الذی المختار ج ۲)

ومن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یا امۃ محمد والذی یغنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ یحتجون الی سلمۃ ویصر فیہا الی غیرہم والذی نفس یدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ ادر حقہ والمواد یدہ الغنیلۃ عدم الا ثابۃ علیہا فان سلمہا القرین لان المنصور یدہا سد خلۃ المحتاج و فی القریب جمع بین العملۃ والصدقۃ (رد المحتار کتاب الزکوٰۃ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرکز تبحر و سائنس

مسکین کو قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

سوال: ایک شخص کا کسی فقیر پر قرض ہے، اس نے قرض سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا قرض زکوٰۃ میں معاف کیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی یا نہیں؟ بیٹو! تو جو دا الجواب متہ الصدق والنصواسب

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، صحیح صورت یہ ہے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کی رقم دینے کو زمین میں یا پس لے لے، اگر دالیں نہ کرے تو جبراً بھلے سستے ہے، اگر دالیں نہ کرنے کا خط ہو تو اس سے کہا جائے کہ کسی کو اپنی طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے اس سے قرض ادا کرنے کا رکمل بنائے، لہذا فی شرح التئویر و العلم بان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یہ جواز اداء الدین عن العین وعن دین سیفقت الایہ جواز حیلۃ الیہ و ان یعطى مدیونہ الفقیر زکوٰۃ فتم یاخذها عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیونہ و اخذها لکونہ ظلم بجنس حقہ فان ما تہ دفعہ للقاضی و فی التمامۃ تحت وقولہ و اعلم ہونی مہورین الیہ جواز الاداء الدین عن الدین عن العین کجملہ مافی ذمہ مدیونہ زکوٰۃ لئلا یمنع العاشر من المختار ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۵ از یقعدہ ۲۳

مذکر زکوٰۃ سے کسی کا قرض ادا کرنا:

سوال: ایک غریب آدمی قرضدار ہے، زکوٰۃ سے اگر اس کی مدد کی جاتی ہے تو خطرہ ہے کہ خود رکھ لے گا، اور قرض ادا نہیں کیے گا، کیا اس کا قرض اٹانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم ہب اور است قرضہ کو دینا جائز ہے؟ کیا مسکین کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اس کا قرض زکوٰۃ کی رستم سے ادا کر رہے ہیں؟ بیٹو! تو جو دا،

الجواب باسئم ما یسئم بالصواب

مسکین کی اجازت سے اس کا قرض بذکوٰۃ سے ادا کیا جائے تو جائز ہے، مسکین کو یہ زکوٰۃ کا بتانا ضروری نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۳۰ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

قرض سے خارج نصاب ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں:

سوال: جس کے پاس نصاب زکوٰۃ ہے مگر اسی قدر یا اس سے زائد اس پر قرض

یہی ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا فقہرو!

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر فرض سے فارغ مال ہو نہ صاحب تک نہیں پہنچتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد فرض ہو گیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی، قال فی التنبیہ و سبب ملک نصاب حولی تام بالغ عن ذین لہ مطالب من جہۃ العباد، وقال فی الشرع سولہ کان اللہ کریم و غرامہ لہ للصد و لہ کمالۃ ا و م حلالہ فی الزکوٰۃ فی الشامیۃ (قولہ فارغ من ذین) و ہذا الذی کان الذین فی ذمتہ قبل وجوب الزکوٰۃ فلو لحقہ بعد لم تسقط الزکوٰۃ لانہا ثبتت فی ذمتہ فلا یسقطہا ما لقی من الذین بعد ثبوتہا بصیرۃ (شامیہ ج ۲) فتعلموا فہ تعالیٰ اعلم

غزوٰی بحسبہ

ہر موجد مال پر وجوب زکوٰۃ ہے:

سوال: زید کے زیر بندہ کا ذین ہر ہے، تحقیق طلب یہ امر ہے کہ ذین مال یا مؤحتل وجوب زکوٰۃ سے باہر ہے یا نہیں؟ ادا کر لے کی نیت ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہ ہو یا نہیں؟ بینوا فقہرو!

الجواب باسم ملہم الصواب

فی القدر لطحاوی اور بائع و فیر میں کچھ فرق نہیں۔

① ذین خواہ موجد ہو یا معمل ہر ہو یا فیر ہر صورت مال پر وجوب زکوٰۃ ہے،

② ذین مؤحتل مال نہیں، ہر ہو یا فیر ہر

③ مرن ہر مؤحتل مال نہیں،

④ زید کا ادب ہر کا دم رکھتا ہو یا مال ہے ورنہ نہیں،

قول اول راجح معلوم ہوتا ہے، اور علامہ حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار فرمایا

وان نقل عن العیون النہائی لصحیح التلک و وجہ بعض الاکابر الشافعی اولاً و الثانی

۲ صفر ۱۹۹۸ھ

ثانیاً، فتعلموا فہ تعالیٰ اعلم،

ختم زکوٰۃ سے مدرسہ کی تعبیر جائز نہیں،

سوال: مال زکوٰۃ سے مدرسہ اسلامیہ تعبیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا فقہرو!

الجواب منہ الصدق والصواب

جائز نہیں، قال فی شرح التتویر لا یصح من مال الزکوٰۃ ان یسلو نحو مسکین
وفی الشامیۃ کسب الفسلف والفقایات واسلام الطرقات وکوی الانهار والجمع
والجملہ وکل ما لا یتلک فیہ زیلع برزخ المتارح ص ۵۸۰ فقط والله تعالیٰ اعلم
روز جمعہ ۲۸/۴

مقرر زکوٰۃ سے تخرام دینا جائز نہیں،

سوال: زکوٰۃ کے مال سے معلم علوم اسلامیہ کو تخرام دینا جائز ہے یا نہیں؟
نصاب نہیں، بیذوات جرداً،

الجواب ومنہ الصدق والصواب

معلم اگرچہ مسکین و مستحقین میں سے تخرام دینا جائز نہیں، قال فی الذم
ولوفی الزکوٰۃ سبب من انعم علی الضعیفہ ولم یستاجرہ ان کان الضعیفہ بحال
ولم ینفعہ یعلم الصبیان ایضاً اجزائہم والا فلا لکن اما ینفعہ الی الخ من
الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرہا بنیۃ الزکوٰۃ کن فی معراج المدنیۃ (۱) لکن فیہ
فقط والله تعالیٰ اعلم
روز جمعہ ۲۸/۴

غنی طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں،

سوال: طالب علم غنی جو طلب علم کی وجہ سے عاجز عن کسب ہو مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟
بیذوات جرداً،

الجواب منہ الصدق والصواب

یہ طالب علم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، ولما مذکور فی شرح التتویر من ان
طالب العلم یجزئہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیاً التتویر معتمد علیہ کما قال فی الشامیۃ
معزاً الی الخ حطرتی ونصہا وھذا الفرع متعلق بالاطلاق لعموم العزیمۃ فی العزیمۃ ولم
یعمدہ لحد طقلت وھو کذا والا وجہ تفسیرہ بالفقیر ویکون طلب العلم مخرجاً
لجواز سوالہ من الزکوٰۃ وغیرہا وان کان قادر علی کسب ازیدی وینہ لایصل لہ
السؤال کما یقالی ومنہ غیب الشافعیۃ والعمالۃ ان المقدور علی الاکساب

تمنہ! فقر فلا یجوز له الاخذ فضل عن السؤال الا اذا اشتغل عنه بالعلم الشرعی، (مرد المحتار ص ۸۱ ج ۲) فقط والله تعالیٰ اعلم۔
۲۰ جمادی الآخرہ ۱۲۵۴ھ

برائے میں فی سبیل اللہ کو وہ نہیں کہا گیا،

سوال: مرادنا آزادانہ فی سبیل اللہ کے لفظ کو عام رکھا ہے، جمیع قربات کو شامل کہتے ہیں، یعنی تحلیک ضروری نہیں ہیں مگر مسجد و مدرسہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے، تو اگرچہ کاروبار ہے، البتہ احسن اصلاحی اور جماعت اسلامی کے دیگر افراد بھی برائے کی عبارت، پیش کرتے ہیں کیا واقعی یہ جہتیں برائے میں ہے؟ بینوا تو حیران،

الجواب: هذه الصدق والصواب

قال فی البدایہ: ثم واما قوله تعالى: وفي سبيل الله عبادته من جميع القرب فان دخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الصلوات اذا اكل من محتاجا وقت ابو يوسف رحمه الله تعالى المأذون منه فقراء والعزاة الخ، اس عبارت میں ظاہر ہے کہ اس قدر عموم مقصور نہیں کہ شرط تحلیک مشغلی ہو جائے، بلکہ اس سے مقصود ہر ایسے فقیر کی تحلیک پر جو کسی بھی کار خیر میں لگا ہوا ہو، اور اس نعیم سے اُن اقوال پر نیز مقصور ہے جن میں بعض خاص انواع مراد لی گئی ہیں، صاحب برائے اگر قول تحلیک کے مقابلہ میں یہ قول لاتے تو اس سے بہت دلالت ہو سکتا تھا، مگر برائے میں ایسا نہیں، بلکہ تحلیک کی چند خاص صورتوں کے مقابلہ میں یہ بھی تحلیک کی ایک عام صورت بیان کی ہے، اور مقارنہ اور ردالت میں بھی برائے کے جزئیہ کو تحلیکات خاصہ کے مقابلہ میں بیان کیا ہے، اگر نفس تحلیک کا اظہار ہوتا تو کوئی تفسیر ضرورہ اس کی تصریح کرتا، ومانی کتاب الفرائض ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ من تفسیر سبیل لفظ باصلاح طرق المسالین خود خالف لما نقل منه اشبه الله بهم الله تعالى كما قد سألنا من البدایہ وعلومہ صاحبہ حصن رحمہ اللہ تعالیٰ ہو ہوا علمہ من ہدیہ، وھذا دلیل علی وقوع العطائی نسخہ کتاب الفرائض وھو کتاب خبر وتمدیم مثلا یجوز الاعتدال علی ما فیہ من علان الکتب المندومۃ، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

نزوۃ کا انصاف،

سوال: کسی نے پاس سوچا، تو اسے کہہ دو تو اس پر کاذب فرض کیا نہیں! بینوا تو حیران،

الجواب باسمہ منہم المصواب

سورن کا نصاب ۱۰۰ تولد ۲۹، ۳۰ گرام اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس صرف سورن ہو، چاندی، مال تجارت اور نقدی میں سے کچھ بھی نہ ہو، اسی طرح چاندی کا نصاب ۵۲ تولد ۳۵، ۳۶ گرام اس صورت میں ہے کہ صرف چاندی ہو، سونا، مال تجارت اور نقدی بالکل نہ ہو، اگر سورن یا چاندی کے ساتھ کوئی دوسرا این زکوٰۃ بھی ہے تو سب کی قیمت لگائی جائے گی، اگر سب کی قیمت ۲۹، ۳۰ گرام سورن یا ۵۲، ۳۵ گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوٰۃ فرض ہے،

نصاب زکوٰۃ کا خلاصہ یہ ہے، سونا ۲۹، ۳۰ تولد ۲۹، ۳۰ گرام یا چاندی ۵۲ تولد ۵۲، ۳۵ گرام یا مالی تجارت یا نقدی یا ان چاروں میں سے بعض کا مجموعہ سورن یا چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر ہو، مال تجارت سے وہ چیز مراد ہے جو تجارت کی قیمت سے خریدی ہو اور یہی قیمت باقی ہو، اگر وقت خرید تجارت کی قیمت نہ تھی یا بعد میں تجارت کی قیمت نہ رہی یا خریدنے کی بجائے کسی دوسرے ذریعہ سے کوئی چیز ملی، اگرچہ لینے وقت تجارت کی قیمت ہو، ان سب صورتوں میں زکوٰۃ نہیں،

تنبیہ: یہ زکوٰۃ تحقیق منہج رسالتی بطالعہ تحقیق القدر کے مطابق چاندی کا نصاب ۲۹، ۳۰ گرام اور سورن کا ۲۹، ۳۰ گرام بتلے، حدودہ بظفر کے لئے دس تحقیق ادرج ہونے کے علاوہ اتنا بھی ہے، مگر نصاب زکوٰۃ میں کم وزن لینے میں احتیاط ہے، اس لئے یہاں عام مشہور وزن لکھ گیا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

از ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۵ھ

زکوٰۃ کا مصرف :

سوال: گنت مالیت رکھنے والے پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی؟ بینوا تو حروء،

الجواب باسمہ منہم المصواب

سورن، چاندی، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد مسلمان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جلتے، ان یا انہوں کا مجموعہ ان میں سے بعض ۲۹، ۳۰ گرام سورن یا ۵۲، ۳۵ گرام چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جن جوڑے کپڑے سے زائد لباس اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن سی فریانات انسانی حاجت میں داخل نہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی، فی الضعیفۃ الضامیۃ و صاحب التیاسب

الاربعۃ لیسوی الرابع نمائے اختلافی وثلاثة فلا لان احدها نذيلة والاخر لاهمته
والثالث المجموع والوجدان الايمان (المراد المختصر ۵۳۲۹) فقط والله تعالى اعلم

۷۷۷ بقعدہ مستم

نصاب زکوٰۃ ہر سال نذر نے کی مطلب :

سوال : میں رمضان کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ نکالوں، اگر شعبان کے آخر میں کچھ رقم
آجائے تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے؟ دینا اور جردا

الجواب بالنعم منہم النصاب

آپ قریبی کی جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوتے تھے ہمیشہ ہی تاریخ آپ کی زکوٰۃ
کے حساب کے لئے متعین ہے گی، اس تاریخ میں آپ کے پاس سونہ چاندی، مال تجارت اور
نقدی جو کچھ بھی ہو خواہ ایک ہی روز قبل سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی، زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ
اسی تاریخ میں ہو گا، ادا جب چاہیں کریں، اگر درمیان سال میں بقدر نصاب مال نہیں رہا مگر
متعین تاریخ میں نصاب پورا ہو گیا تو بھی زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر درمیان میں مال بالکل نہ رہا
تو اب بھروسہ تاریخ میں واجب نصاب ہوں گے دو متعین ہوگی، اگر صاحب نصاب بننے
کی قریبی تاریخ یاد نہ ہو تو غور و فکر کے بعد جس تاریخ کا ظن غالب ہو وہ متعین ہوگی، اگر کسی تاریخ کا
بھی ظن غالب نہ ہو تو خود کوئی قریبی تاریخ متعین کریں، فقط والله تعالى اعلم

۷۷۸ بقعدہ مستم

زوجہ معسر کی زمین حواجی اصغیر سے ہے :

سوال : ہمارے ملک میں بیوی زہر میں گھر جو سامان اور کپڑوں کے طاق زمین اور بکریوں
کے درخت بھی دیتے ہیں، اور زمین اور درخت شوہر کے نصرت میں ہے ہیں، وہ ان کی پر لدار
بیوی اور اولاد پر خرچ کرتا ہے، کیا اس صورت میں بیوی غنیہ شمار ہوگی؟ زوج معسر جو دوسرے
دولوں صورت میں فرق ہوگا یا نہیں؟ غنای میں ہے مشئت عن المرأة هل تصیر غنیة
بالجهاز الذي تزوج به أو بيت زوجها الذي يظهر مقامه من ماله من أملاك
المفوز بشتاب المبدن وادانی الاستعمال مد لا بد لامت الہامتہ فہو من النعاۃ
الاصلیۃ وما زاد علی ذلک من العلی والادانی والامتعة التي یقصد ہا الترفیۃ اذا
ہو نصابا تصیریۃ غنیۃ ص ۷۷۲) اس میں یہ اشکال ہے کہ شیبان زن زوج پر نفقات

راجہ میں سے تو عورت کی حواجی اصلہ میں کیوں شمار کئے گئے؟ اگر ثیاب حواجی اصلہ میں داخل ہیں تو عورت کی نماز بھی زوجہ بر نفقہ راجہ ہونے کے باوجود عورت کی حواجی اصلہ میں داخل ہوگی یا نہیں؟ دیکھو تو جہودا،

الجواب باسم ملہم الصواب

زوجہ کا نفقہ اگرچہ شوہر پر واجب ہو، مگر اس میں حتمیہ سقوط ہے، چنانچہ زوج کے معسر ہونے یا زوجہ کے طلب نہ کرنے یا طلب کے باوجود عورت سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے اعتسار زوجہ کی حالت میں عورت کی زمین اگر اس کے مصروفیت سے زمانہ پیداوار مذہبی ہو تو وہ عورت کی حواجی اصلہ میں داخل ہوگی، اسی طرح عورت کا مکان بھی اعتسار زوجہ کی حالت میں اس کی حواجی اصلہ میں داخل ہے، حالانکہ یہ بھی نفقات راجہ میں سے ہے کما فی الضعیفۃ الشامیۃ والمرأۃ موسرۃ بالمعجل للزوج علیہا وبالمرحیل لا وبداہر فکھنا صیح الذریعۃ ان قد ربحی الا مکانہا، والمعتل ص ۱۹، ۵۴۲، سوال میں اثبات المنزل وثیاب المبرکات وغیرہ سے متعلق شامیہ کے جزیئہ میں اعتسار زوجہ کی قیود اس لئے نہیں کہ بیوی کے پاس اپنی استیلاہ کی موجودگی میں شوہر سے ان کا مطالبہ عرفاً نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے یہ استیلاہ بہ حیثیت عورت کی حواجی اصلہ میں شمار ہونی کی تردید زوج معسر ہو یا موسر فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمین مہر کی وجہ سے عورت کی عشا کی تفصیل؛

سوالی، عورت کا شوہر کے ذمہ ہر واجب ہے، اور کوئی چیز اس کے پاس نہیں، اس کا ذکرہ وی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بیٹو تو جہودا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مہر محل ہو اور زوج موسر ہو تو عورت خفیہ شمار ہوگی اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اور اگر زوج معسر ہو یا مہر محل ہو تو زکوٰۃ وی جاسکتی ہے، فی الضعیفۃ الشامیۃ والمرأۃ موسرۃ بالمعجل للزوج علیہا وبالمرحیل لا رہ الاعتسار علیہا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یوم العاشر، ۱۳۵۸ھ

علم ادارہ زکوٰۃ بدریہ نوٹ :

سوالی، اگر زکوٰۃ میں فقیر کو نوٹ دیئے گئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بیٹو تو جہودا،

الجواب باسم ملہم الصواب

ایک روایت کا نوٹ غریب مال ہے، اس سے زکوٰۃ کی صحت میں کوئی اشکال نہیں، البتہ ایک روایت سے بڑا نوٹ مل گیا کہ سید ہے، مگر سیدی نوٹ جب فقیر کو دیا گیا تو یہ حکومت پر حوالہ ہوا، اگر فقیر نے حکومت سے اس نوٹ کی رقم وصول کی تو اس وقت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، قال فی الشامیۃ فی صحتین لا یجوز الاولیٰ اذ مالہ من عن العین کہ بعضہ صافی ذمۃ مد یوتہ زکوٰۃ لمالہا منہ بخلان ما اذا امر فقیراً بقبض من ذمہ علی آخر من زکوٰۃ عین زانہ تجوز لانه عند بعض الفقیر یسیر حیثما کان عیناً عن حشمتین، رد المحتار ص ۲۳۱۳ اور اگر حکومت سے وصول کرنے کی بجائے کسی اور سے نوٹ کی رقم یا مال خرید لیا تو اگرچہ فقیر کا دین پر قبضہ نہیں ہوا، مگر دین کے عوض پر قبضہ ہو چکا ہے، والمعرض حکم المعوض، لہذا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس پر اشکال ہو سکتا ہے کہ فقیر نے دین علی حکومت کے عوض میں اگرچہ خریدنا تو یہ تعزف تعلیم الدین من غیر من علیہ الدین بالغرض ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ بیع و شراء بروض الدین علی حکومت بھی ہوتا ہے، حکومت مطلقاً ہوتا ہے، مگر بعد میں نوٹ دے کر دین کا مال حکومت پر کر دیا جاتا ہے، پس نوٹ سے خریدنا ہوا مال اگرچہ ابتداً دین کا عوض نہیں مگر ابتداً عوض دین ہونے کی وجہ سے اسے للعرض حکم المعوض کے حکم میں داخل کیا جاسکتا ہے، اگر فقیر نے نوٹ کسی کی سہ یا اجرت یا ادا دین کے طور پر دیا تو اس نے دین زکوٰۃ حکومت سے خود وصول کرنے کی بجائے دوسرے کے حوالہ کر کے اسے مسلط علی القبض کر دیا ہے، پس اگر دوسرے شخص نے حکومت دین وصول کیا، تو حکم پہلے فقیر کی طرف سے وکالۃ اس پر قبضہ کیا، اس کے بعد اپنے لئے قبضہ کیا، فتاویٰ فی الشامیۃ والصلیۃ اذا اذات ذلک اس مع الفقیر من اخذ الدین مافی الاشباہ وھو ان یوکل المدعیین خدام الدائن بقبض الزکوٰۃ ثم یضام دینہ بقبض الوکیل ملامتاً للوکیل ولا یصلح المال للوکیل الا فی غیبة المدعیون لانہما ان یفزلہ عن وکالۃ تضام دینہ حال القبض قبل الذم (رد المحتار ص ۲۳۱۳) وایضاً فی سیرۃ الشامیۃ (فرخہ) لا یجوز من غیر (و) ای لا یجوز تعلیم الدین من غیر من علیہ الدین الا اذا سلطہ علیہ واستثنی فی الاشباہ من ذلک مثلاً موصوٰراً لسلطہ علی قبضہ فیکون ذکیلاً قابضاً للوکیل ثم تعدل الثانیۃ العرۃ الثالثۃ الصیترۃ المعتد بہ

اور اگر حکومت کی بجائے کسی اور سے نوٹ وصول کیا جائے خرید و بقاعۃ للعوام حکم الحیض
 کی صورت میں بھی زکوٰۃ اراہ ہو جائے گی، البتہ نوٹ کم ہو گیا یا بخل ہو تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ
 احتیاطاً اس میں ہے کہ زکوٰۃ میں دس سدری نوٹ نہ دیئے جائیں، معجزہ اگر دیدیے تو اس میں ہر
 صحت ادا کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ کم ہونے کی وجہ سے جائے کا احتساب بہت بعید ہے، بدولت
 ثروت محض احتمال بعید متبر نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲ رزیح الاول منشتہ

زکوٰۃ مانگنا اور مانگنے والے کو دینا حرام ہے،

سوال: زید دیندار شخص ہے، مستحق صدقات واجب ہے، اس کو زکوٰۃ، عشرہ
 صدقہ الفقیر وغیرہ صدقات واجب سے سوال کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیواؤں کو دروازہ

الاجواب باسمہ ملہم الصواب

جن شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو یا کھانے پر قدرت ہو، اس کا خوراک
 کئے کے سوال کرنا حرام ہے، اور اس کو دینا بھی حرام ہے، دوسری ضروریات لباس، مکان
 وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ بعد ضرورت موجود ہونے کی صورت میں سوال کرنا حرام
 ہے، لیکن لوگوں کا جبر ماننے کے لئے زکوٰۃ ملے گا عام دستور ہو گیا ہے، شرعاً یہ ضرورت
 میں داخل نہیں، اس لئے سوال: جائز ہے، البتہ بدولت سوال از خود کی وجہ سے تو مصلحت نہیں
 حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے مسکین طالب علم دین کو سوال کی اجازت تحریر فرمائی ہے، مگر
 یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ عوام میں علم دین سے نفرت نہیں تھی، علم دین اور اس کے پڑھنے
 پڑھنے والوں سے نفرت کے اس دور میں طالب علم دین کو بھی سوال کی اجازت نہیں، اس میں
 دین کی عزتیں و تحقیر ہے، اہل ثروت سے: استغنا دار توکل علی اللہ کی برکات کی تفصیل کے لئے
 میرزا تقی خان المکارم عن العلماء عن الفضل عسکری عن زر بن رجا عن الحسن الفتاویٰ حبلہ اذلی ملاحظہ ہو،
 قال فی العلامۃ ولا یجوز ان یسأل شیخاً عن القیوت من ثلث قوت یومہ بالفضل
 اور القیوت کا تصحیح انما یکتسب ویاتم معطیان علم جہالہ لاعانتہ علی المحسوم
 (سرد المختار ص ۷۶، ۷۷) دینی انشائیہ دیکھیں، طلب العلم مرتباً لعیوان سؤالہ
 من الزکوٰۃ وغیرہ اور ان کا رد قادر علی التکسب اذید وینہ لا یجوز لہ السؤال کما سئل
 ومن ھب انشائیہ دالۃ علی ان القنوق علی الاکتساب تمنع الفقیر فلا یجوز

لہ الا بعد فضل اعط الشؤال الا اذا اشتغل عنه بالغلبۃ الشرعية
(رد المحتار ص ۷۲۶) فقط والله تعالیٰ اعلم
یا ہجری ۱۲۸۵ھ

فقیر کو زکوٰۃ میں ملی ہوئی چیز کا استعمال غنی کے لئے جائز نہیں:

سوال: اگر کسی فقیر کو کوئی کتاب مذکورہ سے ملی تو غنی کے لئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ فتاویٰ رشیدیہ کے مسئلہ ذیل سے اس کا اجماع ہونا ثابت ہوتا ہے:

مسئلہ: طلبہ کا کھانا اگر کسی جگہ مقرر ہوتا ہے اور وہاں سے لاتے ہیں، صاحب نصاب کو وہ کھانا حسب رغبت طلبہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: طلبہ کا کھانا جو معشرہ ہوتا ہے اگر وہ واجب مثل کفارہ اور عشاء اور غدا اور زکوٰۃ نہیں پر تو طلبہ کے ساتھ ان کی اجازت سے غنی بھی کھا سکتا ہے، اور اگر ان میں سے کسی ایک میں کھانا مقرر ہوتا ہے تو جب وہ طالب علم کسی کو ایک بناوے اس وقت غنی اس کھانے کو کھا سکتا ہے مرنے کے ساتھ کھانے سے کھانا اس کا درست نہیں ہے، فقط (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۳۳) (رد المحتار) اس کے خلاف دینی ہندو سہارا پور، مدینہ امینیہ دہلی، فتح پور دہلی، دارالعلوم نانکریہ لاہور، کراچی، اور مولانا ظفر احمد صاحب مشرف الشرائع نے صورت مذکورہ کے خلاف جواز کا فتویٰ دیا ہے، یہ فتاویٰ ارسال ہیں، اپنی تحقیق سے فراموش، واللہ اعلم عند اللہ العزیز۔

الجواب باسمہم علیہم القصاص

فتاویٰ رشیدیہ کا مسئلہ صحیح ہے، فقیر نے مال زکوٰۃ غنی کو اپنا یا دارتہ دیا تو اس کے لئے حلال نہیں، البتہ تملیک کے بعد حلال ہو جائے گا، قال فی العلاشیۃ فی باب موت المکات وھجوزہ، وطلب السیدۃ، وان لم یکن مصر فالصدقة ما ادری الیہ من الصدقات فوجز لتبدل المملکۃ واصلہ حدیث ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی لئی مسدقة وان اھدیۃ کما فی وارث فخص فقیر مات من صدقة بعد ما وارثہ الفی وکما فی ابن سینیل اخذھا ثم وصل الی مالہ وھو فی یدہ ای الزکوٰۃ وکففقیر استغنی وھو فی یدہ فانما یطیب لہ بخلات فقیر یا مال لفقیر ارھا ثمی من زکوٰۃ اخذھا لای لان المملک لم یبدل، و فی الناسیۃ لقولہ لان المملک لم یبدل لان المباح لہ یشترکہ علی ملک المبیع و یطیبو المشترا فی شراء فاما اذا اباہ لفقیر ولا یطیب لہ ولو ملکہ یطیب، ھذا نیت (رد المحتار ص ۵۳۸)

وفی القیاس وتبدل الملك كتب الى العین فصارت العین الخیر والیہ اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیثہ برویة دفع اللہ تعالیٰ عنہا من لہا صدقة ولہا نعمة ولاحظنا انما علی الذریر من ۱۲ و ۸ حدیث سے ثابت ہوا کہ علت یوہ تبدل بلکہ بسبب ہریر ہوئی بصورت اجابت ہمیں عبارتہ مذکورہ کے علاوہ ہادیہ وغایہ فتح القدرہ بحر ہندیہ الخفا وکی الخرافی اردو زلمی وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ بہت وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، جو مزید چنانچہ نے فتویٰ لکھے وقت کتب کی طرف رجوع نہیں فرمائی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ شعبان ۱۳۸۵ھ

براؤٹرنٹ فنڈ برزکوہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمہ کرام براؤٹرنٹ فنڈ کے بارے میں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ امینوا اور جود!

الجواب باسم منہم الصواب

گزشتہ براؤٹرنٹ فنڈ اردو برائٹ کتبوں کے براؤٹرنٹ فنڈ کی نوعیت میں کچھ فرق ہے، جس کی وجہ سے احکام میں بھی فرق ہوگا، گزشتہ براؤٹرنٹ فنڈ میں حکومت مستاجر ہے، اور ملازم اجر ہے، فنڈ کی رقم مستاجر (حکومت) کے قبضہ میں رہتی ہے، اگرچہ اگر قبضہ نہیں ہوتا، لیکن نہ ہونے کی وجہ سے بدستور حکومت پر دین ہے، لہذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی اُس پر گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ نہیں، بلکہ آئندہ کے لئے زکوٰۃ فرض ہوگی، لہذا دین ضعیفہ کدین المھر ولا یقاس علی دین اجر ولا دین العبد فانہ دین متوسط لان منفعة ائمال مال من وجہ العولیس سال فدا دین اجر متہ لیس بعد ازل المسالی العقیق ولا العکس علی ان الدین المتوسط ایضاً کالدین الضعیف فی عدم وجوب الزکوٰۃ علی المراجع، البتہ اگر اس فنڈ میں سے ملازم نے کسی انتشار میں کسی حد تک تواب میر کسی کا قبضہ اجر کی طرف منسوب ہوگا، اور کہنی بمنزلہ دین ہوگی، اور دین غرضی ہوگا، قبضہ شارجہ یا ہذا اجر کے قبضہ میں آجائے کی وجہ سے ہر سال اس کی زکوٰۃ دینا کرنا فرض ہے، براؤٹرنٹ کتبوں کا براؤٹرنٹ فنڈ ایک مستقل کتبوں کی تحویل میں دینا ہے، جس میں ملازمین کا ایک نمبر ہوتا ہے، یہ کتبیں ہر کو ملازمین کی دیکھیں ہی، لہذا کہیں کہ قبضہ ملازم کہ قبضہ شارجہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

۵ شوال ۱۳۸۵ھ

قرض پر واجب زکوٰۃ کی تفصیل :

سوال : ایک شخص کا کسی پر کسی سالوں سے قرض چلا آئے ہے، قرض خواہ پر اس کی زکوٰۃ دین ہے یا نہیں؟
 احوال ہوئے پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی اس پر فرض ہوگی، اگر صرف آٹھ سالوں کی؛ اور اگر قرض پر زکوٰۃ کے احکام تفصیل تحریر فرما کر منوی زائیں، بیضاوی وغیرہ،
 الجواب : بالعدم ملہم انصواب

اصطلاح شریعت میں قرض صرف اس مال کو کہا جاتا ہے جو بھنبہ داپس کی مشروط پر دیا گیا ہو، مگر عین عام میں ہر واجب الذمہ رقم کو قرض کہہ دیا جاتا ہے، جو اصطلاح شریعت میں ذین کہلاتا ہے، وہ جہاں اللہ تعالیٰ کے مال ہر قسم کے ذین پر زکوٰۃ فرض ہے، مگر حضرت امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ ذین کی تین قسمیں فرماتے ہیں :-

① ذین قوی : اس سے وہ رقم مراد ہے جو کسی کو نقد دی گئی ہو یا مال تجارت کے عوض میں واجب ہوئی ہو یا ایسے عوامی کا عوض ہو جن پر زکوٰۃ فرض ہے، ایسے ذین پر زکوٰۃ فرض ہے۔
 مگر زکوٰۃ کی ادائیگی جب فرض ہوگی کہ چالیس درہم (ایک درہم ۲۰۰ گرام چاندی) کے برابر وصول ہو جائے، وقت واجب ذین سے سال پورا ہونے پر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ واجب ہوگی،

② ذین متوسط : وہ ذین جو مال کے عوض میں کسی پر واجب ہو، اور اگر مال تجارت کا دہوا، اس پر واجب زکوٰۃ متعلق امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ ذین قوی کی طرح اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، مگر وجوب ادا کے لئے چالیس درہم کی بجائے دو سو درہم کی قید ہے، بقدر دو سو درہم وصول ہونے پر ان کی گزشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ ذین متوسط پر زکوٰۃ فرض نہیں، بلکہ دو سو درہم وصول ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں، یہ روایت راجح ہے،

③ ذین ضعیف : وہ ذین جو مال کے عوض میں دہو، جیسے ذین ہر اس پر وصول سے قبل زکوٰۃ فرض نہیں، بعینہ وہی حکم ہے جو ذین متوسط کی روایت تاخیر میں گروا،
 زمینیں اور مکان وغیرہ کی عزت کا ذین،

چونکہ مال کی منفعت بھی من وجہ مال ہے، اس مکان زمین اور دوسرے اموال کی اجرت کے ذین سے متعلق امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین روایتیں ہیں، ایک یہ کہ ذین اجرت ضعیف ہے،

دوسری روایت ذین متوسطہ کی ہے، عیسوی روایت یہ ہے کہ مالی تجارت کی اجرت ذین قوی ہے، پس مالی تجارت کی اجرت سے متعلق صرف دو روایتیں ہوں، ضعیف اور متوسطہ، ان دونوں میں سے کسی کی ترجیح منقول نہیں، مگر نتیجہ کوئی فرق نہیں، اس لئے کہ قول راجح کے مطابق ذین متوسطہ بھی ذین ضعیف ہی کے حکم میں ہے، کما مزی، مالی تجارت کی اجرت کے متعلق روایات ثلاثہ میں سے آخری دو روایتوں کی تبعیج میں اختلاف نہ ہے، لہذا اس کو ذین قوی قرار دینا غلط ہے اور متوسطہ شمار کرنا درست،

ملازم کی تنخواہ کا ذین:

ذین اجرت سے متعلق مذکورہ روایات مال کی اجرت کے بارے میں ہیں، ملازم مال نہیں، اس لئے تنخواہ کا ذین ہر کی طرح ذین ضعیف ہے۔

ورش میں ملنے والا ذین:

اگر قرضو کا انتقال ہو گیا، اور اس کا ذین اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو گیا تو وارث کے حق میں یہ ذین متوسطہ ہے، اگرچہ اصل حیثیت کا ذین قوی ہی کیوں نہ ہو۔
تنبیہ:

① وجوب ادا کے لئے ذین قوی سے جائیں اور ذین متوسطہ ضعیف سے دوسرے درجہ وصول ہونے کی شرط، نیز ذین قوی میں وقت وجوب ذین سے اور ذین متوسطہ ضعیف میں بعد بقیہ جولان حول کی شرط اس صورت میں ہے کہ اس کے پاس ذین کے سوا اور کوئی مال زکوٰۃ نہ ہو، اگر مالی زکوٰۃ میں سے کوئی اور چیز بھی موجود ہے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس ذین کے سوا مالی زکوٰۃ جہت در نقصان موجود ہے، تو ہر قسم کے ذین سے قلیل یا بیشتر جو کچھ بھی وصول ہو گا وہ اس مالی نصاب کے ساتھ شامل ہو جائے گا، اور اسی کے ساتھ اس وصول شدہ ذین کی زکوٰۃ بھی واجب الادا ہوگی، اگر مالی زکوٰۃ بقدر نصاب نہیں مگر ذین قوی کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہو جائے تو ذین قوی جب اتنی مقدار وصول ہو جائے کہ پہلے سے موجود مالی زکوٰۃ سے مل کر نصاب دوہم کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ میں ایک درجہ کی ادائیگی واجب ہوگی، اور جب سے نصاب کامل ہو جائے اس وقت سے سال کی ابتدا شمار ہوگی، اور ذین متوسطہ و ذین ضعیف میں سے جب اتنی مقدار وصول ہو جائے کہ پہلے سے موجود مالی زکوٰۃ سے مل کر دوسرے درجہ کے برابر ہو جائے اس وقت

صاحب نصاب شمار ہوگا، اس کے بعد سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے،

(۲) ذین قری میں چالیس درہم کی قید اس پر مبنی ہے کہ ایک نصاب کامل ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے چالیس درہم کی قیمت سے برابر نہیں ہوتا اس پر امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زکوٰۃ فرض نہیں، اس لئے کہ چالیس درہم سے کم کی صورت میں درہم کی کسر سے زکوٰۃ ادا کرنے میں حرج ہے، صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں نصاب کے بعد قلیل و کثیر سب میں زکوٰۃ ہے، در الحدائق ص ۳۹ ج ۲، رابع ص ۱۰ ج ۲، البصر لمرافق مع العاشیۃ ص ۱۸ ج ۲ ص ۲۰۸ ج ۲، مسرط ص ۹۶ ج ۲، آجکل چالیس درہم سے کم مالیت کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کوئی مشکل نہیں، بلکہ برعکس چالیس درہم کی مالیت کا اندازہ کرنے اور ہر دو سو درہم کی مالیت کے نصاب کا الگ حساب لگانے میں حرج ظاہر ہے، لہذا آجکل متامین ہمارے ہاں تعالیٰ کے قری سے مطابق عمل ہوگا، احتیاطاً ہی اسی میں ہے، اس سے ذین قری سے قلیل و کثیر جو کچھ میں وصول ہوا اس کی زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ / محرم ۱۴۱۳ھ

جماعت اسلامی کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہ ہوئی :

سوال : جماعت اسلامی مفتی شفا خانے کے ذریعہ جو زمینوں کو عداوتی ہے، لحد یہ ادویہ زکوٰۃ درج مشربانی سے ہمایا جاتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ امیر آدمی کے لئے ایسے حرا لے کر بیٹھا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی امیر نے بھل کر لے لی تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور ہر آدمی سے یہ وٹل لے پیسے وصول کرتے ہیں اور دوا زیادہ قیمت کی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا نوجوا،

ال جواب باسم ملہم الصواب

جماعت اسلامی کو زکوٰۃ دینے سے شرعاً زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس لئے کہ، اسے شرعی معرفت میں خرچ نہیں کرتی، یہی حکم حدیث بظہر اور درج قربانی کا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ / ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

بنام فرض زکوٰۃ دی تو ادا نہ ہوئی :

سوال : زید نے بیکر کو تلوہ دے کر زکوٰۃ کی قیمت سے ورجہ دے، خود زکوٰۃ کا نام نہ لیا، اور

۱۸ کہا کہ ان دو بیکروں سے اپنا کام کر لے، جب تیرے پاس ہوں دیدینا، زکوٰۃ کا نام لوں نہ لیا کہ

بکر زکوٰۃ لینے کو معیوب جانتا تھا اب سال دو سال کے بعد بکر نے زید کو ستر روپے واپس دیے زید دین روپوں کا گندہ سرے سکین کو دیدیا کیا کرے اور شرعاً اس طرح زکوٰۃ دینا جائز ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب: با معصم ملہم الصواب

بکر زکوٰۃ ادا ہو گئی تھی، اس لئے واپس لینا جائز نہیں، بکر کو واپس دینا لازم ہے، اگر زکوٰۃ کا اظہار مناسب نہ ہو تو بکر پر یوں ظاہر کرے کہ میں نے قرض معات کر دیا ہے یا ہدیہ کے نام سے دیدے، ذال ابن عابدین رحمہ اللہ تطلق فلوسا ما حابة او قوتنا تجزیه فی الاصح (شامیہ ص ۱۱۶ ج ۱) فقط والله تعالیٰ اعلم

۳ رجب ۱۲۸۹ھ

حج کے لئے جمع کرانی ہوئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: ایک شخص ہر سال حکم رمضان میں زکوٰۃ نکالتا ہے، اس سال اس کی جبر جسنے کی نیست ہے، لہذا حج پر جسنے کے لئے پیشی رقم تین ہزار چھ سو بیالیس روپے جمع کرے اب اس کی روانگی شعبان میں مقرر ہے، لہذا جو رقم جمع کی گئی اس کی زکوٰۃ نکالنی ہو یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب: با معصم ملہم الصواب

آمد و رفت کے کرایہ اور معصم وغیرہ کی فیس کے لئے جو رقم دی گئی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں اس سے زکوٰۃ رقم جو کرسی کی ضرورت میں اس کو واپس ملے گی اس میں سے حکم رمضان تکٹ جتنی رقم بچے گی اس پر زکوٰۃ فرض ہے، جو خرچ ہو گئی اس پر نہیں، قال فی الشامیہ اذا امسک فی نفق منہ کل ما یتابعہ فحال الحول وقد بقی منہ منہ نصاب فامسک ینزک ذلک الباقی وان کان قصداً الانفاق منہ ایضا فی المستقبل لعدم استحقاق منہ منہ الی حوائجہ الأصلیة وقد حوالہ العول رحمہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ اعلم

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: ایک شخص نے دو تین سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اب وہ دوسرے نوے برسے مان کی زکوٰۃ ادا کرنے وقت کل سسرایہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا یا پہلے سال کی زکوٰۃ نکالنے کے

بعد از آن کہ زکوٰۃ ادا کرے گا! بیٹو! توجہ کرو!

الجواب باسم ملہم الصواب

پہلی زکوٰۃ سنبھالنے کے بعد ہر رقم بھی دس سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے، پھر اس کے بعد ہر رقم باقی ہے اسی سال اس کی زکوٰۃ لے، قال فی التقریر و سببہ علی نصاب حولی تام داخ من دین لہ مطالب من جهة العبد، وقال فی التشریح سواء كان لله زکوٰۃ وخراج، اد فی الثانیة وقوله کزکوٰۃ فلو کان لله نصاب حال علیہ حولان فلیس بیکہ فیہما لا زکوٰۃ علیہ فی العول الثانی (رمہ المختار ص ۲۳۰) فی البیان الخ اذا كانت لزوجین ماقتادہم او عشرین مثقال ذهب فلم یبق زکوٰۃ یفتین بیکہ السنة الاولی وینس علیہ السنة الثانیة یعنی ہن احبابنا الثلاثة زعمہم اللہ تعالیٰ وعنہ زعمہم بیکہ زکوٰۃ سنتین ومن الخ الصانع ص ۲۳۰ فقط والله تعالیٰ اعلم! ۳۱ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ

زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے فوت ہو گیا:

سوال! زکوٰۃ کی نیت سے زکوٰۃ کی رقم الگ کر لی یا وکیل کو دیدی، اس حالت میں ادا کی گئی سے قبل انتقال ہو گیا، تو اس رقم کا کیا حکم ہے! بیٹو! توجہ کرو!

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر میت نے اس کی وصیت بھی کی ہو تو یہ رقم زکوٰۃ میں دی جائے گی، بشرطیکہ کل ترکہ کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو اور اگر وصیت نہیں کی ہو ترکہ میں شمار کر کے داروں میں تقسیم ہوگی، قال فی العلائق ولا یخرج عن العبدۃ بالعزل بل بالانکاح الفقہ اور فی الثانیة فلو ضاعت لا تقطع عنه الزکوٰۃ ولو مات کانت میراثاً حصہ بخلاف ما اذا ضاعت فی بین الناس لانہ ینکبذ الفقہاء بعون المحیط ورد المختار ص ۲۳۱۲ بکلی ذکر فقہ کے قائم مقام نہیں، اور موت مرنے سے پہلے معزول ہو گیا ہے، اس لئے اس کو یہ رقم زکوٰۃ میں صرفت کرنے کا اختیار نہیں، فقط والله تعالیٰ اعلم! ۳۱ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ

قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں:

سوال! زائد کا لوگوں پر قرض ہے، تقریباً تین سال سے تعرض لوگ صرفت وعدہ کرتے ہیں کہ قرض ادا کریں گے، لیکن اب تک کس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا، اس قرض پر

کوئی گواہ نہیں، اور قرضہ داروں کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض واپس نہیں کریں گے ایسی صورت میں قرضہ کی زکوٰۃ زیر پر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

جو قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

ہرذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

رقم مندر پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوالی: ایک شخص نے کسی آدمی کا تیسرا حصہ اللہ کے نام بان لیا جب کوئی شخص قابل رحم نظر آتا تو اس کی مدد کی کیا اس رقم پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے غریبوں کے لئے یا اللہ کے نام کی ہے؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر زبان سے نذر و منت کا لفظ کہہ کر جو رقم نذر واجب ہو گئی اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے اگر لوگ سے اور اگر ضروری نہیں، بلکہ اسی رقم کا چالیسواں حصہ نیست زکوٰۃ لئے معتق ہے، باقی بہر نذر صدقہ ہے، بقدر زکوٰۃ کی نذر ساقط ہو جائے گی، اگر کل رقم بدو نیست زکوٰۃ مساکن کو دیدی تو یہی اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں گیا اور باقی نذر میں یہ حکم اس صورت میں ہے کہ لاکھ کی رقم الگ متعلق ہو، ورنہ مطلق رقم کی نذر میں یہ مکاری رسم بہر نذر واجب المعوق ہوگی اور اس کی زکوٰۃ الگ فرض ہوگی اگر بدو نیست زکوٰۃ کل رقم صدقہ کردی، تو یہی زکوٰۃ ادا ہو گئی، مگر بقدر زکوٰۃ مزید بہر نذر صدقہ واجب ہو گا کہ فی الشافعیہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

بکری کے بچوں پر زکوٰۃ کا حکم:

سوالی: بکریوں کی زکوٰۃ کے نصاب میں بکریوں کے بچے بھی شمار ہونے لگے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مت بچے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں، اور اگر ان کے ساتھ کوئی ایک سال کی یا اس سے بڑی بکری بھی ہے تو اس کے ساتھ بل کر نصاب میں بچوں کا اعتبار ہو گا، اور محسب سوع چالیسواں حصہ ایک بڑی بکری سرمن ہوگی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

کوئی چیز بابت تجارت خریدی پھر نیت بدل گئی پھر دوبارہ نیت کر لی تو اس پر زکوٰۃ نہیں؛
 سوال: زید نے تجارت کرنے کی غرض سے کوئی چیز خریدی اور میاں میں ارادہ ترک کر دیا
 اس کے بعد پھر تجارت کی نیت کی تو آیا اس پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ بیٹوا قیروا

الجواب ہا سسم ملہم العسواب

اس چیز پر زکوٰۃ نہیں، قال فی شوم التوبیر لایبق للنجاة ما اسی بعد مثلاً اشتراہ
 لہا توبی بعد ذلک عند منہ ثم ما توبہ لخدمۃ لایصیر للتجارة وان توبہ لہا ما
 لم یبعہ بعث مافیہ الزکوۃ والفسق ان التجارة عمل فلا تنتم بمسجد
 الذیہ (رد المحتار ص ۲۳۱۲) فقط والله تعالیٰ اعلم

۸ محرم ۱۳۹۹ھ

نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں؛

سوال: نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس حدیث
 کا کیا جواب ہوگا؟ ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فقال الا من دلی یتیم
 لہ مال خلیت جریفہ ولا یتزکک حتی لا تأکلہ الصدقة وترمئ من ۱۱۱، صدقہ سے کیا
 مراد ہے؟ بیٹوا زوجروا

الجواب ہا سسم ملہم العسواب

نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں، کیونکہ یہ مختلف نہیں، عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ارفع القلم عن ثلاثۃ عن الفاسق حتی
 یتقسط وعن العین حتی یتلمز وعن المجنون حتی یعقل اخرجه ابو داود والنسائی
 وابن ماجہ ورواہ العاکفی المستدرک وقال علی شراہ مسلمہ علاہ ازیر الاثرین
 وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تصریح ہے کہ بالی صبی میں زکوٰۃ نہیں
 حدیث حتی تأکلہ الصدقة کے درجہ میں ہیں۔

① اس حدیث کی سند میں شیخی ابن مبارک راوی ضعیف ہے،

② حدیث میں صدقہ کے الفاظ ملے نہیں مراد ہے جیسا کہ دیگر روایات سے رونما آتا ہے
 کما روای احمد بن حنبل عن عبد بن المقام ابن عبد یکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 مرغوما الطمعت نفسك فہذا صدقة وردی مثله عن ابی امامۃ وجابر

یوم الاول: و فی السواضم یوم الاول اجماعاً و هو العصر و فی المختار ص ۲۲۱ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم
۲۰۔ مرفعت ص ۲۸

اداء عشر کے باوجود زمین کی پیداوار سے حاصل کردہ نقدی یا نقد کوۃ فرض ہے :

سوال: ایک زمیندار اپنی سو سو گنم سے عشر لے کر دیتا ہے، اور پھر پچاس گنم کو فروخت کر کے رقم بنالیا ہے تو حلالی حلال میں دیگر سرمایہ کے ساتھ کیا گنم سے بنائی ہوئی رقم پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہو تو یہ ہزار فی صد بنے گا؟ بینوا و جوداء

الجواب باسسم علیہم النصواب

زکوٰۃ فرض ہوگی، تبدیل جنس کی وجہ سے جدید حکم ہوا، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ ذیف و منکام

جن پرشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں :

سوال: زید نے اپنی نوکری فاطمہ کو بیوا میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، اس حال میں کہ اس کی شادی بھی کرادی، اب فاطمہ کی بارگاہی ہو گئی ہے، آیا یہ فاطمہ اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یا یوں فرض کر لیں کہ زید کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے بیٹے عمرو کو جود ہیں، اور میں کا حق میراث انھوں نے بھی ادا نہیں کیا ہے، تو یہ بھی اپنی بہن سماء فاطمہ اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کن پرشتہ داروں پر زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟ تفصیل تحریر فرمائیں؟ بینوا و جوداء

الجواب باسسم علیہم النصواب

باپ اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، بھائی اپنی بہن اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، نوکری سے وراثت کا کوئی تعلق نہیں، حق وراثت دیا ہو یا نہ دیا ہو، بھوتہ زکوٰۃ کا وہی حکم ہے جرمیان ہوا،

مندرجہ ذیل پرشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں :

- ① اصولی، یعنی جن سے پیدا ہوا ہے، ماں، باپ، واداء واری، نانا، نانی وغیرہ
- ② فروغ: یعنی اولاد، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ
- ③ میان جرمی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، غلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گزر جاتی زکوٰۃ دینا جائز نہیں، حال فی المختار و دلائل میں بینہما و اولاد و زوجہ و فی الشرح

رومیانہ دینی العاصیۃ ای فی العدة ولوی ثلاث شعرون معراج الذی فیہ روز الغفران
 فقط والله تعالیٰ اعلم
 ۳۲ ربيع الآخر سنہ ۱۲۸۵ھ

نزہت کی زکوٰۃ سے متعلق چند سوالات

سوال: نزہت کی زکوٰۃ کے بارے میں کچھ سوالات ارسال خدمت ہیں، مفصل

جواب سے نوازیں،

- ① مختلف اوقات میں مختلف زہر خریدے گئے، ان پر زکوٰۃ کب منسوخ ہوگی؟
- ② زہرات کی خرید کی قیمت پر زکوٰۃ ہے یا اگر موجود قیمت پر؟
- ③ زہرات کی قیمت میں موتیوں اور گھنٹیوں کی قیمت اور نولائی کی اجرت بھی لگائی جائے گی یا صرف موتیوں کی قیمت لگائی جائے گی؟
- ④ زہر میں سونے کے علاوہ ملاوٹ بھی ہوتی ہے، کیا اس کی زکوٰۃ بھی زعفرانی دینا اور جودا،

الجواب بالصواب

- ① آپ کے پاس جس روز اثناء مال ہو گیا کہ سونہ یا چاندی، مال تجارت اور نقدی، ان چاروں کا بعض کا مجموعہ یا ان میں سے کوئی ایک چیز ۳۵۰ گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو گئی، اس روز آپ صاحب نصاب ہو گئے، اس دن کی قمری تاریخ یا روکھیں، ایک سال کے بعد پھر جب یہی قمری تاریخ آئے گی، اس میں آپ کے پاس مذکورہ چاروں چیزوں میں سے جو مقدار موجود ہوگی اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگرچہ کوئی چیز تاریخ مذکور سے صرف ایک ہی روز پہلے آپ کی ملک میں آئی ہو، بشرطیکہ اس تاریخ میں نصاب پورا ہوا یعنی چاروں چیزوں کا مجموعہ ۳۵۰ گرام چاندی کی قیمت سے کم نہ ہو،

② جس قمری تاریخ میں سال پورا ہوا اس میں جو نرخ ہو گا وہ لگا یا جائے گا،

③ موت سونے کی قیمت پر زکوٰۃ ہے، موقوفہ اور گھنٹیوں کی قیمت اور زہر نولائی کی اجرت نہیں لگائی جائے گی،

④ زہر ہلکے میں جس حساب سے ملاوٹ شامل کی گئی اس قسم کے مخلوط قیرالی سونے کی قیمت لگائی جائے گی، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۲ رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ

گھنے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب:

سوال: تیرہ گے پاس بھینس بھینس ہیں، دودھ نہیں دیتیں، گاجھن ہیں، مسر زمینداروں کے پاس ہیں، کسی کے پاس چار بھینس، کسی کے پاس دو، کسی کے پاس آٹھ، اس طرح کل ملا کر بھینس ہونگئیں، دودھ جنگل میں اپنے منہ سے پیر کر کھٹا کرتی ہیں، اور کسی پر مال ہوا ہو کسی پر نہیں، اور جب پر بچہ لینے کے قریب ہوجاتی ہیں تو ان کو لے کر لے جاتے ہیں، ان کو ان کی محنت دیکھ کر ملتا ہے، یعنی ماہانہ جو کچھ ملے ہو جائے، تو صرف ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، نہیں اگر واجب ہے تو کتنی؟ اور اس سے زیادہ ہوجائیں تو زکوٰۃ کا کیا حساب ہوگا؟ اور غلے کی زکوٰۃ کا کیا حساب ہے؟ بینوا تو چروا

الجواب باسم منہم العیوب

اگر ان میں سے عین بھینسوں پر پر رسائی گزر گئی تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، عین بھینسوں پر ایک سال کی بھینس یا بھینسا، پھر چالیس پر دو سال، پھر تیسٹھ پر دو عدد یک سالہ یا پھر شتر پر ایک یک سالہ اور ایک دو سالہ اسی طرح ہر تین پر ایک یک سالہ اور ہر چالیس پر ایک دو سالہ واجب ہے، دودھ دہرتیں اور چالیس دونوں پر تقسیم ہوجائے اس میں اختیار ہے کہ عین کے حساب زکوٰۃ دے یا چالیس کے حساب سے، مثلاً ایک سو تیس پر چاہے چار یک سالہ دے یا تین دو سالہ گائے کی زکوٰۃ میں بھی یہی تفصیل ہے، قال فی التوبیر و شرحہ نصاب البقر والعجا ہوں ثلاثون سائمة غیر مشترکہ وفيہا بیع ذبسنہ کاملۃ او تبیعہ وفي الاربعین صمن ذوسنتین اوصنۃ ونبسازاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام رحمہ اللہ تعالیٰ وھنہ لاشی فیما زاد علی الاربعین فبہا ضعف ما فی ثلاثین وھو قولہما واللاشۃ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہا اثنی عشر من الینابیع ونبعیم الفدی شمن کل ثلاثین بیع وفي کل اربعین مسنۃ الا اذا نزل خلا کما فی عشرین فیخیر بین اربع انبۃ وثلاث مسنات وھذا اردو المختار ص ۲۸۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ شوال عشرہ

بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب:

سوال: بکر بکریاں بکر چرتی ہیں اور تجارت کے لئے نہیں، ان کی زکوٰۃ کا کیا حساب ہے؟ کتنی بکر بکریاں ایک بکری واجب ہے؟ بکری اور بکیر کا حکم ایک ہے یا دونوں میں امتیاز ہے؟

۲۵	۷	۳۵	تکم	یک سالہ اونٹنی (بستہ خاض)
۳۶	۷	۳۵	تکم	دو سالہ اونٹنی (بستہ بھون)
۳۶	۷	۴۰	تکم	سہ سالہ اونٹنی (حقہ)
۶۱	۷	۴۵	تکم	چار سالہ اونٹنی (جڑھ)
۷۶	۷	۹۰	تکم	دو سالہ دو اونٹنیں
۹۱	۷	۱۲۳	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں
۱۳۵	۷	۱۲۹	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں اور ایک بکری
۱۳۰	۷	۱۳۲	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں اور دو بکریاں
۱۳۵	۷	۱۳۹	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں اور تین بکریاں
۱۴۰	۷	۱۴۲	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں اور چار بکریاں
۱۴۵	۷	۱۴۹	تکم	سہ سالہ دو اونٹنیاں اور یک سالہ ایک اونٹنی
۱۵۰	۷	۱۵۲	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں
۱۵۵	۷	۱۵۹	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور ایک بکری
۱۶۰	۷	۱۶۲	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور دو بکریاں
۱۶۵	۷	۱۶۹	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور تین بکریاں
۱۷۰	۷	۱۷۲	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور چار بکریاں
۱۷۵	۷	۱۸۵	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور یک سالہ ایک اونٹنی
۱۸۶	۷	۱۹۵	تکم	سہ سالہ تین اونٹنیاں اور دو سالہ ایک اونٹنی
۱۹۶	۷	۲۰۲	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں یا دو سالہ پانچ اونٹنیاں
۲۰۵	۷	۲۰۹	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور ایک بکری
۲۱۰	۷	۲۱۲	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور دو بکریاں
۲۱۵	۷	۲۱۹	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور تین بکریاں
۲۲۰	۷	۲۲۲	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور چار بکریاں
۲۲۵	۷	۲۳۵	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور یک سالہ ایک اونٹنی
۲۳۰	۷	۲۳۵	تکم	سہ سالہ چار اونٹنیاں اور دو سالہ ایک اونٹنی

۱۲۶	سے	۲۵۳	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں
۲۵۵	سے	۲۵۹	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں اور ایک بکری
۲۶۰	سے	۲۶۴	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں، اندر دو بکریاں
۲۶۵	سے	۲۶۹	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں اور تین بکریاں
۲۷۰	سے	۲۷۴	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں اور چار بکریاں
۲۷۵	سے	۲۸۵	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں اور یک سالہ ایک اونٹنی
۲۸۶	سے	۲۹۵	تک	سہ سالہ پانچ اونٹنیاں اور دو سالہ ایک اونٹنی
۲۹۶	سے	۳۰۴	تک	سہ سالہ چار اونٹنیاں

اس نقشہ میں ۱۵۰ سے آخر تک دیتے گئے افراد سے ایک کلیہ حاصل ہوا، اس کے مطابق جہاں تک چاہیں بزرگوں لاکھوں لڑکوں کی زکوٰۃ کا حساب لگاسکتے ہیں۔ اس کلیہ کا حاصل یہ ہے کہ ۱۵۰ کے بعد ہر پانچ اونٹنی پر ایک بکری، پھر ۲۵ سے ۲۵ تک ہر سالہ ایک اونٹنی، پھر ۳۰ سے ۳۰ تک دو سالہ ایک اونٹنی، پھر ۳۶ سے ۳۶ تک بکری، ۴۵ پر یک سالہ اونٹنی، ۴۶ پر دو سالہ ۴۶ سے ۵۰ تک سالہ،

جدایا است۔

① جہاں بکری واجب ہے اس میں ایک سال کی ضرورت ہے، اور مذکورہ فرشتہ میں اختیار دیا ہے بکری دے یا بکرا دے، اگر اونٹنی فرشتہ ہی دینا لازم ہے، اونٹ دینا جائز نہیں، البتہ اونٹنی کی قیمت لگا کر اس قیمت سے برابر یا اس سے زائد قیمت کا اونٹ دینا ناجائز ہے،

② جہاں سالہ چار اونٹنیاں واجب ہیں وہاں اعتبار ہے کہ ان کی بھلتے دو سالہ پانچ اونٹنیاں دے دے۔

③ زکوٰۃ کا حساب مذکور اس صورت میں ہے کہ اونٹ تجارت کے لئے نہ ہوں اور ان کا قفا چارہ باہر نہ ہو، اگر میں چارہ نہ دیا جاتا ہو یا باہر نہ جانے کی نسبت لگھو کا چارہ کم ہو، اگر لگھو کا چارہ زیادہ ہو یا دونوں ہوں تو زکوٰۃ نہیں۔

④ اگر اونٹ تجارت کے لئے ہوں تو ان پر حسب مذکور کے مطابق بکری یا اونٹنی واجب نہیں بلکہ دوسرے احوال تجارت کی طرح ان کی قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ باہر چلتے ہوں یا گھر میں چارہ دیا جاتا ہو، تھانہ کے لئے بھلتے کا مطلب یہ ہے کہ خریدتے وقت ان کو فروخت کرنے کی

نیست ہر اگر خرچہ کے بعد بچے کی نسبت کی یا اصل کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی نسل کو بچنے کی نسبت
 ہو خواہ اصل کو خریدے تو وقت یہ نسبت ہو یا بعد میں، ان سب صورتوں میں یہ مالی تجارت نہیں
 ⑤ جو ادنیٰ سہولتی یا بار برداری کے لئے ہوں ان کو بھی ان کی نسبت نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۵ اردی الحجہ ۱۴۰۲ھ

گائے بھینس کا مجموعہ بقدر نصاب جو جائے تو زکوٰۃ فرض ہے :

سوال : اگر کسی کے پاس کچھ گائے ہیں اور کچھ بھینسیں، دونوں میں سے کسی کا بھی نصاب
 کامل نہیں، البتہ دونوں کا مجموعہ بقدر نصاب ہے، یعنی گائے اور بھینس ملا کر تین یا اس سے زیادہ
 ہیں تو ایسی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو زکوٰۃ میں گائے کا کتنا فرض ہے یا بھینس؟
 یا اگر اختیاری ہے کو خواہ گائے دیدے یا بھینس دیدے؟ اسی طرح بکری اور بھیڑ کا بھی ایک ہی حکم ہے
 یا الگ ہے؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم العوالب

گائے اور بھینس زکوٰۃ اور انھیں کے احکام میں ایک ہی جنس ہے، لہذا دونوں کا مجموعہ
 تین ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہے، دونوں میں سے جن کا عدد زیادہ ہو زکوٰۃ میں وہی دی جائے
 اور اگر دونوں برابر ہیں تو دونوں میں سے اعلیٰ قسم سے اعلیٰ قیمت کا ہا زکوٰۃ اور اعلیٰ قسم سے اصل
 قیمت کا ہا زکوٰۃ دیا جائے، بکری اور بھیڑ کا بھی یہی حکم ہے، قل فی التعمیر نصاب البقر
 والاعنام من ثلاثون، وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ والاعنام) ہو
 نوع من البقر كما فی المغرب فهو مثل البقر فی الزکوٰۃ والاضحیۃ والفریاد وکمل بہ
 نصاب البقر وتعد الزکوٰۃ من اغلہا وعند الاستواء یؤخذ اعلیٰ الادنی وادنی
 الاعلیٰ مہر علی هذا العکس فی البکری والاعراب والعنات والمعز ابن سلف
 (ر والمختار ص ۱۹ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ اردی الحجہ ۱۴۰۲ھ

جو مویشی جنگل اور گھردلوں جگہ کھائیں ان کی زکوٰۃ کا حکم؟
 سوال : گائیں جنگل میں بھی پھرتی ہیں اور گھریں بھی چاہہ دیا جائے، تو ان پر زکوٰۃ فرض
 ہے یا نہیں، جبہ نصاب کامل ہے؟

بینوا تو جروا

الجواب باسم ربهم الصواب

غالب غمراک کا اعتبار ہے، اگر محکم میں خریدنے کی غمراک غالب ہے تو کوئی فرض ہے، اور اگر
 محکم چاہے غالب ہے تو وہ غمراک میں تو کوئی فرض نہیں، البتہ تجارت کے لئے ہوں تو وہ تجارت
 کی کوئی فرض ہوگی، قال فی التفسیر فی الکفایت فی البیاض فی اکثر اقسام القصد المردود
 النسل والزيادة والسمن، فلو علمها نصفه لا تكون سائمة، وفي الشرح فلا تركة
 فيها للثقل في الوجوب، وفي انعاشية بكسر الجیم وهو کوئما ماضیہ فانہ شرط
 لكونها سائمة للوجوب قال فی فتح القلوب العتبات یسیر لا یزول بہ اسم السومر
 المستلزم للعکم واذا کان مقابلہ کثیرا بالنسبة کان هو یسیر او النصف لیس
 بالنسبة الی النصف کثیرا ولا نہ یقع الشک فی ثبوت سبب الایجاب فانہم
 (مرد المحتار ص ۳۱۰) وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فلو ملوثة مثلا بترکوة
 فيها الا اذا كانت للتجارة فلا يعتبر فيها العدد بل القيمة وللحاکم یمتنع ان یقلل تعالیٰ اعلم
 (۱۳۰۱) (۱۳۰۲)

گھر میں جانا کھانے والے مواقع پر زکوٰۃ نہیں؛

سوال: امیرے پاس جائیں گائیں ہیں، جن کو گھر میں ہی جا کر دیا جائے، البتہ کسی کھار
جنگل میں بھی چلے باقی ہیں، ان پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟ میں تو نوجوڑا
الرجواب باسمہ وعلیہم الصواب

الاجواب باسمهم الصواب

ہو ماضی کا غالب چارہ گھر میں جو باہر چرنا کہ وہاں پر رکھنا نہیں، البتہ حجاز کی کثرت سے خریدے ہوئے لوگوں کی قیمت پر رکھنا فرض ہے، قال فی التفسیر علی التکفیر بالسر علی البیاء فی اکثر العام مرد المحتار ص ۲۳۱۷ فی باب رکبۃ البقرۃ نصاب البقرۃ فی الجاوس ثلاثون سائمة وقال ابن عبد بن رحمہ اشد تعالیٰ فلو علوفہ فلا تریو فیہا الا اذا كانت المتعارة فلا یتبر فیہ العید بل القیمۃ زرہ المحتار ص ۲۳۱۷ فقط والله تعالیٰ اعلم

تجارتی مہاشی کی زکوٰۃ:

سوال: ہم بکریوں کی تجارت کرتے ہیں، جب اللہ بچائیں گویاں جو سو روپے کی ہیں، مگر خرید و فروخت کی وجہ سے ہر ایک روپے کی، کوئی بکری، پورا سال نہیں رہتی، یہ بکریاں جنگل میں چرتی ہیں!

ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ کو کئی بکریاں واجب ہیں؟ بیذاقہ جروا

الجواب باسناد منہم الصواب

ان بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری واجب نہیں، بلکہ دوسرے احوال تجارت کی طرح ان بکریوں کی قیمت
تاکر اس کا جائزہ لیں ہفتہ زکوٰۃ میں واجب ہے، قال فی التتویر فی باب السائمة فی الرابطة
المستفیة بالرجی المیار فی اکثر الدعام بقصد الدرد والنسل والزیادة والسمین
وفی الشرح عن البیان لواء اسامہ النظم فلا زکوٰۃ فیہا کسوا لواء اسامہ العمل والریکوب
ولولہ لاجلہ فیہا ازواج التجارة (۲۷۱) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

دردہ بچنے کی نیت کے پالی ہوئی بھینسوں پر زکوٰۃ نہیں:

سوائے بڑھنے دورہ فروخت کرنے کی نیت سے بھینس پالی رکھی ہیں ان کی تعداد
مختلف اوقات میں بڑھتی رہتی ہے، لیکن کبھی کبھی چالیس یا پچاس سے کم نہیں ہوتی، زیادہ ان کا
تہہ کمانا بینہ نوز کرنا ہے، تمام خرچہ خود اٹھاتا ہے، کہیں مفت کے چکل میں چلے نہیں بھجوتا
اس کے لئے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ بھینس والے عموماً بڑے ٹکے نہیں ہوتے، اس لئے
انھیں سمجھا یا آسان نہیں ہے، آسان زبان میں جواب دیجئے گا کہ ہم انھیں سمجھا سکتے ہوئے
بھینسوں میں ایک مخصوص قسم کی بیماری پھیلتی ہے، اور بڑے علاقہ میں تباہی آتی ہے، ہزاروں
بھینس مر جاتی ہیں، ان کا کوئی علاج کامیاب نہیں ہوتا، ایسا تو نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے
کی وجہ سے بھینس بڑے کچھ طریقہ کار ان کا ایسا ہے کہ پیسہ دردہ بچ کر ان کے پاس جمع نہیں ہوتا، چونکہ
پیسہ طلبہ یہ ان کی اور بھینس خرید لاتے ہیں، ایک ایک بھینس والا کروڑوں کا مالک ہے، مگر
پانچ آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتا، بیذاقہ جروا

الجواب باسناد منہم الصواب

بھینس چکل میں نہیں بڑھتی، بلکہ ان کو گھر میں خود کھلا یا جاتا ہے اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض
نہیں، البتہ اگر بھینسوں کی تجارت بھی مقصود ہو، یعنی بھینس خریدتے وقت اس کا دوسرے جگہ کے
ساتھ خود بھینس بچنے کی بھی نیت ہو تو ایسی بھینسوں کی قیمت پر زکوٰۃ مسترض ہوگی،
فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۸۵ھ

بکریوں کی زکوٰۃ سے متعلق چند سوالات :

سوال : بکریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں چند سوالات ارسال خدمت ہیں، مفصل

جواب عنایت فرمائیں :

① یہاں ایک آدمی کی میراث میں تقریباً اسی بکریاں تھیں، اور ان کی بکریوں کو بھی تمام ترکہ میراث سے کر کے اور تمام جانوروں کی قیمت مع بکریوں کے لگا کر اس قیمت کو سات درہ پر تقسیم کیا، اب ان بکریوں میں زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ جبکہ ان کی قیمت سات المراد درہ پر تقسیم کی گئی ہے اور یہ بکریاں ایک کے حصے میں شمار کی جائیں گی یا تمام درہ کے حصے میں شمار کی جائیں گی؟

② لوہا گر زکوٰۃ ہے تو اس سال تو نہیں ہوگی؟ اس لئے کہ انھیں تو حلالیٰ حوال نہیں ہے، اگرچہ قیمت کل بلکے کے وقت سے ایک سال گزر گیا تھا۔

③ اگر بکریاں تقسیم کرتے، بلکہ تمام درہ آئیں میں مشترک ہی چھوڑ دیتے تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی یا نہیں؟ بیوقوفو حروا،

الجواب باسمہم الصواب

① جس نے بکریاں خریدی ہیں اس پر ان کی زکوٰۃ واجب ہوگی،

② وقت خرید سے حوالیٰ حوال کے بعد زکوٰۃ ہوگی، البتہ اگر خسارہ کے پاس پہلے سے بکریاں کا نصاب موجود ہے تو ان بکریوں کو سابق نصاب کے ساتھ شمار کر کے اس کے ساتھ ہی ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی،

③ اس صورت میں ہر وارث کا حصہ نصاب سے کم رہتا ہے کسی پر بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوتی۔ بکریوں کا نصاب چالیس ہے، لقول ابن عابین رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابیہو تحت، و قوله وما بینہما ماضی، ولو کان بین رجلین اربعون شاة لا تعجب علی واحد منهما الزکوٰۃ ولیس فی الساعی ان یجمعہما ویجعل لهما نصاباً یا تعد الزکوٰۃ منہما لان ملک کل واحد منہما قاصو عن النصاب (مذاہم المتکونین ۲۴۲)، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۱۳ رجب ۱۴۱۸ھ

سید اور ہاشمی کو زکوٰۃ دینا چاہئے نہیں؟

سوال : سید یا ہاشمی اگر انتہائی غربت کے عالم میں ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے

برجائی ہے یا نہیں؟ بیوقوفو حروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

مقدار ہاشمی کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، کیا ایسا عمل میں اتنی عورت بھی نہیں کیلئے زکوۃ ہے ان کی حاجت پوری کر دیں، اگر کسی کا والد انتہائی غریب کے مال میں جو تو کیا اس کو بھی ترک زکوۃ نہ دے دے گا، قال فی شرح التنویر ولا الیٰ بنی ہاشم الا من ابطال النصف قرآنہ و ہسم بنو عبد من فعل من اسلم متہم کما فعل منہن المطلب ثم ظاہر القذف اطلاق المنع وقول العین والہاشمی معزولہ دفعہ زکوۃ لثقلہ مولیہ لا یجوز زہر الخ رد المحتار ص ۲۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کی صرف مال سید ہو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے :
سوال : اگر کسی شخص کی ہوت مان سید ہو، باپ سید نہ ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، اس لئے کہ نسب والد کی طرف سے ہوتا ہے، جس کا والد سید نہ ہو عورت والد کی ذریعہ سے سیر نہیں ہو سکتی، قال ابن عابین رحمہ اللہ تعالیٰ ان من کانت امہا علویۃ مثلاً و ابوہا عجمی ینکون العجمی کفوا و لا و ان کان لہا شرف مالا فی النسب للاباء و لہذا اجاز دفع الزکوۃ الیہا فلا یستبرأ القنات منہ ما من جہۃ شرف الام و مراد المحتار باب الکفلاء ص ۲۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ رمضان سنہ ۱۲۹۲ھ

جو ہاشمی شجرہ نہ رکھتا ہو اس بھی زکوۃ حرام ہے :

سوال : زید اپنے آبا و اجداد سے یہ سنتا آیا ہے کہ مال اسلسلہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے لیکن زید کے پاس کوئی اصل شجرہ نسب نہیں ہے جس سے صحیح طور پر معلوم ہو سکے کہ وہ واقف قریشی عباسی ہیں، تو اس صورت میں زید کو مال زکوۃ دینا جائز ہے کہ نہیں کوئی مال زکوۃ کی چیز نہیں ہے درست ہے یا نہیں؟ بینوا تجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

غریب نسب کے لئے عام شہرت کافی ہے، شجرہ ہونا ضروری نہیں، لہذا زید کے لئے زکوۃ ۱۹ لیا حرام ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۵ ہادی ۱۲۹۲ھ

کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مصروف نہ تھا:

سوال: ہر ہالشی ہے، اس کو کسی نے زکوٰۃ دیدی، تو اب لید کے لئے کیا حکم ہے؟ چونکہ دی ہے اُسے واپس کرے یا کا ادا ہوگئی؟ بینوا تو جو را،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر دینے والے نے غور و فکر کے بعد مصروف سمجھ کر زکوٰۃ دی تھی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگئی، مگر زکوٰۃ کو اس چیز کے زکوٰۃ ہونے کا علم ہو گیا تو اس پر مقدم ہے کہ مکمل کر دیا جائے کرے، قال فی شرح التلویح رد فقہ شیعہ من یظنہ مصرفاً لہا انہ عبدہ او مکتوبہ لہ وحرری ولو مستأمناً اما وہا لہا مملوین بان غناہ او کوئہ ذمیاً او لہ ابنہ او ابنہ او امرأۃ او ہاشمی لا یعید لانہ اتی بمافی وسعہ حق لودخ بلا تصرف بجز ان اعطی، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله) من یظنہ مصرفاً اما لو تخری قد غم من ظنہ غیر مصرف او شک ولم یصرف لم یصرف حق یظہر انہ مصرف فیجوز فیہ الصحیح خلاف ان ظن عدمہ وتمامہ فی الذہر وقوله و لودخ بلا تصرف ای ولا شافکما فی الفتنہ و فی الفہستائی بان لم یظہر لہ انہ مصرف او لہ وقوله لم یصرف ان اخطأ فی تبیین لہ انہ غیر مصرف فلو لم یظہر لہ شیء غمہ علی الجواز وقد منالو شک فلم یصرف او تخری وقلب علی ظنہ انہ غیر مصرف،

(مستنبیہ) فی الفہستائی عن الزاہدی ولا یسترد منہ لو ظہر انہ عبد او حرری و فی الہاشمی روایتان ولا یسترد فی الولد والغنی وعل یطیب فیہ خللات واذنہ لم یطیب قبل تصدیق وقیل یرد علی المصلی (مرئ المختار ص ۳۳۳) فقط والله تعالیٰ اعلم ہام زی الحیر ص ۹۵

شیعہ اور قادیانی کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہ ہوگی:

سوال: شیعہ یا قادیانی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا ہو جانے لگی یا نہیں؟ بینوا تو جو را،

الجواب باسم ملہم الصواب

شیعہ اور قادیانی کافر ہیں، بلکہ درمہ کفار سے بھی بدتر ہیں، اور کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور قادیانی کو زکوٰۃ دینا بہت سخت گناہ ہے، اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، بلکہ ان کو کسی قسم کا گناہ

مرد و بیجا نہ نہیں، قال فی شرح التنبیر ولا ینفع الی ذی الحدیث سادس، اللہ تعالیٰ منہ و بجا نہ غیر ہا وغیرہ الغش والخارج الیہ ای الذی وفواہباً کسند و کثافۃ ونظرۃ خلافاً للثانی و بقولہ یعنی جاری القدسی، واما العربی ولو مستأمناً فہیم الصدقات لا تجوز لہ اقتناء بجرعت الغایۃ وغیرہا، رد المحتار ص ۲۳، ۲۴، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تساق فی کفارة الظہار رعت و قوله مدصر فام، قال الرضی و فی الصاری و ان اطعم فقرا و اهل الذمۃ جائز و قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز و بہ نأخذ، ام قلت بل صرح فی کفی المحاکم بانہ لا یجوز و لہ رد کوفیہ خلافاً لہ علمائے اہل الروایۃ من الکمل، رد المحتار ص ۲۳، ۲۴، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم،

۲۳ صفر سنہ ۱۲۳۵ھ

مرد زکوٰۃ سے خیراتی دواخانہ کھولنے کا حکم:

سوال: ہم لوگ اپنے محلہ شیر شاہ میں ایک دواخانہ کھولنا چاہتے ہیں جس کا خرچ زکوٰۃ اور حرم قربانی کے پیسوں سے جلائے، اور اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکے گا، اس میں مریضوں سے کچھ پیسے بھی وصول کئے جائیں گے، اور بے پیسے بھی اس دواخانہ ہی میں خرچ کر سکیں گے، گذارش یہ ہے کہ خرچہ محمدی کی زد سے ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے یا نہیں؟ آپ اپنی پہلی فرست میں خرچہ محمدی کی زد سے جواب دیں، میں راز عش ہوگی، بینوا متوجروں،

الجواب یا اسم معلوم الصواب

دواخانہ میں زکوٰۃ اور حرم قربانی کا صرف صرف ہے کہ اس رقم سے وہ ایسے خیر کر سکیں کہ عیال دی جائیں، اس رقم سے دواخانہ کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کی تنخواہ، مکان کا کرایہ تعمیر اور فرنیچر وغیرہ مصارف خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، مساکین سے دواخانہ کے پیسے لینا اور غیر مسکین کو دواخانہ جانے نہیں، بعض دواخانوں میں بیکہ زکوٰۃ سے مریضوں کو خوراک دیا جاتا ہے اس سے زکوٰۃ نہیں ہوتی، فی اول زکوٰۃ التنبیر میں تملیک، جزم مال عینہ الشارح میں مصلو فقیر و رد المحتار ص ۲۳، ۲۴، و فی باب الغش و صیروہ من لہ فی شیء، و مسکین من لا شہدہ لہ فی قولہ، و یصلیٰ علی کلہم او بعضہم تملیکاً لا اباحتہما متوجر المحتار ص ۲۳، ۲۴، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم،

۵، جاری الآخرہ سنہ ۱۲۳۵ھ

مال زکوۃ مسجد پر لگانا جائز نہیں !

سوال : زکوۃ اور جہم قربانی کی رقم مسجد کی تعمیر اور مصارف میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟
اس سے امام اور مؤذن کی غولہ دی جاسکتی ہے ! اور مسجد کے لئے چائیاں خریدنا جائز ہے یا نہیں ! بیضاؤ جرحوا،

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں مذکور مصارف میں زکوۃ اور جہم قربانی کی رقم لگانا جائز نہیں۔ مستغیر مسجد
سخت جہم لگا دیں گے، زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ارا مذہب ہوگی، اور اس کا دوسری دوال واسطی
مذاہب مختلفین مسجد پر لگانا ہی فی التذیہ فیہ فیہ مال صینہ الشاہد من مسلم صیور و ملہم
ولی الشیخ لا یصرف الی بناء نحو مسجد، ولی الشاہدہ کبناء القناطر السقایات
واصلاح الطواقم و کبری الانوار والحب والجهاد و کل مالا تملیک فیہ زیلعی
در ملاحضات (۱) فقط والله تعالیٰ اعلم، ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ
مذہ زکوۃ سے دینی کتابیں طبع کرنا:

سوال : شریعت مطہرہ کا حکم اس میں کیا ہے کہ ایک دینی کتاب مذ زکوۃ سے طبع
کی گئی، اور تاجرانہ فرخ پر قیمت لگا کر مستحقین زکوۃ کو دی گئی، بقدر رقم زکوۃ سے زائد نفع
اپنی علم حضرات (جو مستحقین زکوۃ نہیں) کو بطور ہدیہ دینے لگے، تو کیا اس صورت میں قرآن
اور زکوۃ میں کوئی قباحت تو نہیں ! بیضاؤ جرحوا،

الجواب باسم ملہم الصواب

صورت منقولہ میں بلاشبہ بدول کسی قباحت کے زکوۃ ادا ہو گئی، بلکہ یہ کتب دنیویہ کی
اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

نصاب ہر سال پورا ہونے سے قبل ملنے والی رقم بھی اسی سال زکوۃ فرض کی
سوال : ایک آدمی ہر سال ماہ رجب میں حساب کرتے اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا مشروع
کرتا ہے، دو راج سال میں اس کو دوسری نقدی بھی مل جاتی ہے، کیا یہ نقدی سالہ دوال کے حساب
میں منہم کر کے زکوۃ ادا کرے گا یا پھر آنسو اور رجب میں موجود مال اور نقدی پر زکوۃ ادا کرے گا؟
بیضاؤ جرحوا

الجواب باسم ملہم النصاب

دوران سال میں موصول ہونے والی رقم بھی سابق نصاب کے ساتھ شمار کی جائے گی اور اس کی زکوٰۃ بھی اسی سال رجب میں ہوگی، اگرچہ مستند اس پر اب تک سال نہیں گذرا، قال العلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ والمفتی لا بد من وجوب الزکوٰۃ وسط الحول یضم الی نصاب من جنس ذلک بوجوب الاصل ومن المستأخر (ص ۲۶۲۱) فقط والله تعالیٰ اعلم۔
۱۰ رجب میں ملے

مال حرام پر زکوٰۃ واجب نہیں:

سوال: جس نے کسی پاکستانی یا غیر ملکی دفتر، بینک، کارخانہ یا دکان میں ملازمت کر کے یا ملاوٹ کا سامان فروخت کر کے یا بینک مارکٹنگ کر کے بقدر نصاب رقم فی اندازہ کر لی ہے، یا اتنی ملکیت کا مالک ہے ایسے مال کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

① کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟

② اگر حرام یا مخلوط مال پر زکوٰۃ ادا کی جائے یا اس سے دوسرے صدقات واجبہ یا نافلہ ادا کئے جائیں تو کیا مسکین کو اس کا استعمال جائز ہے؟ بینو اتوجروا،

الجواب باسم ملہم النصاب

① اگر جمع شدہ مال خالص حرام ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اس مال کا اگر مالک معلوم ہے تو مالک پر واجب الزر ہے، اگر مالک معلوم نہیں تو بہ دل ساکین ہوا جابجی ہے، اور اگر حال و حزم مخلوط ہے تو حرام مال کی مقدار اس سے نکال کر باقی اگر بقدر نصاب بچا کر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں، قال فی العلائقہ ولو غلط السلطان المال المفصوب بملکہ ملکہ فنجب الزکوٰۃ فیہ وپروشا عنہ لأن الغلط استہلاک اذا لم یسکن تیسیرہ عندہ فی حقیقۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وقولہ ارتق اذ قلما یعلم مال من مصب وھذا اذا کان لہ مال غیر ما استھلک بالغلط منفصل عنہ یرقی بہ دینہ والا فلا زکوٰۃ کما لو کان اصل خبیثا کما فی الشعر عن العواشی السعدیۃ، وفی الشامیۃ وقولہ کما فی الشعر ای اول کتاب الزکوٰۃ عند قول الکفر وملتک نصاب حولی ومثلہ فی الشرع بلالیۃ و ذکرہ فی شرح الوہابیۃ بخلاف فی الفصل العاشر من التائزانیۃ عن فتاویٰ العجۃ من ملکہ امرا لا فیوطیۃ او غصب امرا لا یغلطھا ملکھا

بالغلط و بی بضاعت و ان لم یکن له سواها انصاب فلا زکوٰۃ علیہ فیہا و ان لم یکن له سواها من بین مال المؤمن لایثم قد صاب الوجب الزکوٰۃ عندنا ہذا و قد بقولہ و ان لم یکن له سواها انصاب الخ ان وجوب الزکوٰۃ مقبض بما اذا کان له انصاب سوا ہویہ یستفیم ما استفیم فی البحر من انہ و ان ملکہ بالغلط فهو مشغول بالذین فینبی فی تاج الزکوٰۃ لم یکن لا یغنی ان الزکوٰۃ یجب فیما زاد علیہ الا یہاذا انحصارہ (۲۳۲۸)

۲۳۳ شعبان ۱۲۸۵ھ

⑤ جائز ہے فقط و اذنیہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ میں حرام مال دینے کا حکم

سوال: بیع باطل اور بیع فاسد کا ضمن: بیع کے حق میں کیا ہے؟ یہی نہیں ہے کہ ہاں امامت یہ یا کوئی اور چیز ہے؟ اور اگر کسی نے بیع باطل کی، مثلاً باغ کا پھل ظاہر ہو جانے سے پہلے فروخت کیا، اور مشتری نے کچھ نہیں دیا، پھر بیع نے اس شخص سے دوسرے حلال مال کی کچھ زکوٰۃ ادا کی، تو کیا اس شخص سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ابھی تک: بیع نے اپنے مال کے ساتھ غلط نہیں کیا تھا، اور اگر شخص مذکور کو اپنے مال کے ساتھ غلط کر کے پھر زکوٰۃ ادا کی ہو تو کیا حکم ہے؟ بدینہ اور حور،

الجواب یا اسم منہم الصواب

بیع باطل میں ضمن مال کی ملک میں داخل نہیں ہوتا، لہذا اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ غلط کے بعد بسبب استہلاک یہ ضمن اس کی ملک ہو گیا، مگر ملک عبث اور بیع فاسد کا ضمن باطل بھی ملک میں داخل ہو جائے اور ملک عبث ہے، ملک عبث سے صحت زکوٰۃ میں اختلاف ہوا، ظاہر صحت بھی اس عمل کو حرام اور ہیئت تحت گناہ قرار دیتے ہیں، اقال ابن و انہ من رحمہ اللہ تعالیٰ تحت زکوٰۃ و فی شرح الوہابیۃ الخ، لہذا حرم زکوٰۃ المسال العادل من مال حرام و زکوٰۃ الوہابیۃ انہ یجوز عن البعض و نقل القولین فی الغنیۃ و قال فی الموازیۃ و لو نوی فی المال الغیبۃ الذی وجبت صدقہ ان یتیم من الزکوٰۃ و وقع عندنا الخ ای نوی فی الذمی وجب التصدیق بہ لجهل ارباب الخ (در المعانی) فقط و اذنیہ تعالیٰ اعلم

۲۳۴ جمادی الآخرہ ۱۲۸۵ھ

عاجل کو نصف مقبوض سے زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: اس زمانہ میں عاملین زکوٰۃ و مذکور زکوٰۃ سے معاوضہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

اور کوئی مقدار خرما متعین ہے یا نہیں؟ بیخود توجرو!

الجواب باسمہ ماہم العواسب

ماہلین زکوٰۃ سے مراد حاکم مسلم کی طرف سے متعین کردہ ماہلین ہیں، اس زیاد میں بھی حاکم مسلم کی طرف سے کوئی خاص متعین ہو تو اس کو ہر زکوٰۃ سے بقدر کفایت دینا جائز ہے، ماہلین کی ہجرت کوئی خاص متعین نہیں، ان کے اہل و عیال کے نفع کے مطابق دیا جاسکے، مگر اس کی حاصل کردہ رقم کے نفع سے زائد دینا جائز نہیں، قال فی التنبیہ و ماہل فیعطی بہ قدر عملہ و فی الشرح ما یکنفیہ و اعوانہ بالوسط و لکن لا یزاد علی نصف ما یلحقہ
(رد المحتار ج ۲)، فتاویٰ تالی الملعونہ، اردو جلدی الآخرہ سال ۱۳۸۷ھ

اسلامی مشاورتی کونسل حکومت پاکستان کی طرف سے زکوٰۃ سے متعلق سوالات:

- ① کیا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ زکوٰۃ وصول کرے؟
- ② کیا حکومت زکوٰۃ کی ادائیگی پر جبر کر سکتی ہے؟ اور اس کے لئے کوئی قانون نافذ کر سکتی ہے؟
- ③ کس قسم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ حسب ذیل اشیا پر زکوٰۃ کی شرح کی تفصیل بیان کریں۔

(۱) کارخانہ دار کے مجموعی اثاثہ پر؟

(۲) مالی تجارت پر؟

(۳) گریڈ پر دیے ہوئے مکانوں، و گاؤں، دو گھر جائداد اسے منقولہ و غیر منقولہ مشمل

ٹیکس، ریکس و ٹیو پر؟

(۴) کارخانوں، تجارتی اداروں اور دوسری قسم کی تنظیمات کے حصص پر؟

(۵) ایک فلکس ڈپازٹ، میٹرونگ سٹریٹنگٹ، ہر فز بونڈ، الٹو لیس؟

(۶) زیورات، نقدی و غیرہ اقسام اموال یا ملکہ پر؟

(۷) کیا گنبدیاں اور حصار علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ دینا؟

(۸) جو گنبدیاں اور ادارے کھڑے یا جزر سرکلائی ہیں ان پر زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟

(۹) گاؤں اور سمارن پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(۱۰) زکوٰۃ دینے کی صورت میں مندرجہ ذیل ٹیکسوں میں شرعی نقطہ نظر سے ترمیم کی ضرورت

ہے یا نہیں؟ انکم ٹیکس، واپس ٹیکس، گنڈ ٹیکس، ہرا ہری ٹیکس، سسپنڈ ٹیکس، لینڈ ریو

طابقہ ٹولہ، مراد میں سے کسی (وال نیز ادا می)

۵) زکوٰۃ کے لئے نصاب کی تعیین کس طرح کی جائے گی؟

① مصارفِ زکوٰۃ جو قرآن مجید میں (۸ دس شانہ) ہیں، لیکن ان میں کوئی کوئی داخل نہیں اور کوئی کوئی خارج ہیں، اگرچہ ان کے مصارف فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، مینما وجوداً،

الجواب باسم مدافع الصواب

① زکوٰۃ وصول کرنا: شرعاً حکومت کے ذمہ ضروری نہیں، اقبال فی الحالت فی هذه الآية
الحکم الاول قوله سبحانه تعالیٰ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً لِتُزَكَّىٰ اَنْ يَّسْتَعْمِلُوا فِيهَا
الاموال وانهما نكحت الزکوٰۃ من الاموال وینبغي بعدہ الى الفقراء (عقائد ص ۳۲۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ وصول کرنا حکومت کا حق ہے، مگر اس کے ذمہ لازم نہیں، انیسویں حسب تصریح فقہار رحمہ اللہ تعالیٰ حکومت کو موانع ظاہرہ کی زکوٰۃ لینے کا حق ابھوں حمایتہ پر اور اگر عرب کی اور مسلمہ کے صاحب حق پر ہذا حق وصول کرنا شرعاً فرض نہیں ہوتا بلکہ اسے ترک حق کا بھی اختیار ہوتا ہے، عشر بھی بکھیر دینا ہے، اور منسوب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ حکومت عشر و خراج معاف کر سکتی ہے، پھر اگر صاحب ارض فقیر ہے تو اس سے کہنے کے لئے حاصل الی ہے ورنہ وہ خود حدود کر دے، بزرگ حکومت اگر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے فقراء پر صرفت کرنے کی بجائے انھیں براہ راست فقراء پر صرفت کرنے کی اجازت دے دے تو اس نفع میں یہ لوگ حکومت کے یکساں ہوں گے، لہذا ان کا فصل حکومت ہی کا فعل مستور ہوگا۔

(۳) اگر حکومت شرائطِ دینی کی پابندی کرنے کا یقین دلائے اور اس کا اعلان کرے اور ہر مقلد طہقہ اپنے سخی اور اجتماعی امور میں اتباعِ شرع کا اصلی غیوت پیش کرے تو حکومت اموالِ مقدسہ کی ذکوۃ جبراً وصول کر سکتی ہے، شرائط یہ ہیں،

۱۱۔ مَدْرُکَاتُ کُوَاسِ کَے مَحْجِ مَعْرُتِ پَر خَرِجِ کِیَا جَاوے،

اردو سوال نمبر ۱۲۱: اردو میں معصرت کی تعینان ایسے مسند علما سے کرانی جائے جن کی دیانت

۱۳) زکوٰۃ وصول کرنے اور دیگر مصارف پر خرچ کرنے کے لئے دیا اعتبار علمہ متعین۔
گما جائے۔

(۴) اموال زکوٰۃ میں: مواشی (بہتر اشیاء المہیوۃ) اموال تجارت، سونا، چاندی، نقد

ردیہ، قال فی التنبؤ وشروطه حولان الحول، وتعمیة المال کأنه راعهم والی ما ینبیر
 از الصوم اونیة للتجارة (رد المحتار ص ۱۲۳)

۱) کارکنان کی مشین اور مکان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، لکنہ لایوجہ فیہ الشرط المفید
 ولذا قال شامح التنبؤ وکن لک الکت المعترفین، الاما یق اشرعیتہ کالعصر
 (رد المحتار ص ۱۲۶)

(۲) مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے، لما من التنبؤ،

(۳) گریہ پر دینے ہوئے مکانوں، ڈوکانوں اور یکسی کشتہ وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، لغت
 الشرط المذکورہ قال فی العلائقہ ولا فی شایب البیوت، وأثالث البیوت
 وددور السكنی ونحوہما قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کحوایعت و
 خانات یتغلھا رطحاوی علی الدار ص ۳۶۲

(۴) حصص اگر بیت تجارت خریدے ہوں یعنی خرید و بیعت مقصود ہو
 تو حصص کی کل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے، ورنہ حصص کی صرف اس مقدار پر زکوٰۃ ہوگی
 جو تجارت میں لگی ہوئی ہے، کارخانہ کی مشینری اور مکان پر صرف شدہ معتدا پر زکوٰۃ
 نہیں، لما من التنبؤ،

(۵) بینک ٹکسٹ ڈپازٹ، سیونگ سرٹیفیکٹ، ہائر بورڈ اور انشورنس بسبب شرعا
 سودی فرض ہیں، العالیٰ بورڈ میں سود کے علاوہ قمار بھی ہے، اس لئے اصل رسم پر
 زکوٰۃ فرض ہے، اور مکی منافع حرام ہونے کی وجہ سے واجب التصدق ہیں،

(۶) زید اور فقیر کی پر زکوٰۃ فرض ہے، لما من التنبؤ،

یہ حکم فی الغلبہ درجہ زکوٰۃ کا ہے، حکومت کے لئے حق وصول کے لحاظ سے اموال کی زکوٰۃ
 کی دو قسمیں ہیں، ایک اموال ظاہر یعنی مویشی، ان کی زکوٰۃ حکومت جبراً وصول کرے گی،
 دوسری قسم اموال باطنہ ہیں، سونا، چاندی، نقد درجہ، سب چیزیں جب تک اپنے اصل
 مقام پر رہیں اموال باطنہ ہیں حکومت کو ان کی زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار نہیں، البتہ
 ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنے کی صورت میں حکومت کا کارندہ دماشرا
 ان کی زکوٰۃ وصول کرے گا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قول الشارح
 (الظاہر والباطن) فان مال الزکوٰۃ نوعان الظاہر وهو الماشی وما یریدہ

التاسع علی العاشر وبالحی وهو الذی ھب والنصفۃ رماوال التجارۃ فی مواضعہا
 ورد المحتار ص ۳۶۷۲ والاموال البالغۃ بعد اخراجھا من المبلن کما ھما المقام
 التھت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیھا الملاک ورد المحتار ص ۳۶۳۳
 وقال العلامة الکامانی رحمہ اللہ تعالیٰ وکذا الجواب فیمن مر علی العاشر
 بالسواشر او بالذواھم او بالذناہین او بالاموال التجارۃ فی جمیع ما وضعنا
 الی قولہ لویت وکونھا بنفسی الی الفقراء (الی قولہ) فیما سوی السواشر
 انہ یقبل قولہ ولا یؤخذ ثانیاً لان اذا عرکۃ الاموال البالغۃ مقوض الی
 اربابھا اذا کانوا یجرون بما فی السمسرۃ لم یرتفع من الذل بنفس البطل
 حق احد، (رد المحتار ص ۳۶۳۳)

- ② کہیں کی زکوٰۃ میں اعتبار ہے، اجتماعاً و افراد و دونوں صورتیں جائز ہیں،
- ③ جو کمبیاں اور دوارے کفار سرکاری ہیں ان کے کسی حصہ پر بھی زکوٰۃ نہیں، اور جو زرہ سرکاری
 ہیں ان کے سرکاری حصہ پر زکوٰۃ نہیں، صرف غیر سرکاری حصہ پر زکوٰۃ ہے، سرکاری اموال پر اس کو
 زکوٰۃ نہیں کہ یہ شخصی ملکیت نہیں، الا اموال الموقوفۃ و غلۃ الوقت والا راضی بالمطافیۃ،
- ④ کان اور معدن مانع جیسے پٹرول اور غیر منسلح جیسے جواہر میں خمس نہیں، اور منسلح غیر مانع
 پر خمس واجب ہے، البتہ زمین کے معدن پر مانع ہونے کے باوجود خمس ہے، اس لئے کہ وہ درستی
 مشیائے سامعہ مل کر انطباع کی مطابقت رکھتا ہے، صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا مسئلہ
 خواہ ارضی مباح میں پایا جائے یا ارضی ملوکہ میں یا کسی کے دار یا عاوت میں، ہر حال اس پر خمس ہے،
 امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی دار یا عاوت میں ہائے جانے والے معدن پر خمس نہیں، ارضی ملوکہ
 سے متعلق امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے رد و اثبات ہیں، ترجیح روایت و حزب کو دی گئی ہے،
 معدن ارضی مباح میں یا ایلمائے اربعہ کی جگہ ہے، اور ارضی ملوکہ میں ہر ملک ارض کی
 جگہ ہے، غن اخلص ما ہو مشرق و من الکشب المشہور،
- ⑤ یہ سب عجیب ہر حال ناجائز ہیں، البتہ ہفت ضرورت شدیدہ بشرط انہ فی ماضی طور پر
 فیس وصول کرنے کی گنجائش ہے،
- ⑥ حکومت کے عداوت کو تہذیب و اسراف سے پاک کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے کہ
 فیس وصول کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۲) ہر شخص کی آمدنی اور اس کے جائز ضروری مصارف کا احراز کرنے کے بعد اس پر ٹیکس جوڑ کیا جائے

(۱۲) بذریعہ ٹیکس وصول شدہ رقم کو جمع مصارف پر لگا دیا جائے،

(۱۵) ۳۵۰ گرام چاندی کی قیمت کو معیار بنا لیا جائے، عام مشہور روئے ہے، بندہ کی تحقیق کے مطابق چاندی کا صواب ۳۰۰-۶۸۰ گرام ہے، اس کی تفصیلی میرے رسالہ "مسطح السبائح" تحقیق الصانع میں ہے، قلی اول مشہور ہونے کے علاوہ باب زکوٰۃ میں احزاب بھی ہے، اس لئے اسی کو معیار بنا لیا جائے، البتہ مقدار صدقۃ الفطر میں بندہ کی تحقیق اسطرح ہے،

(۱۶) درحقیقت قرآن کریم میں صریح مصلحت کا بیان ہے (۱) فقراء (۲) عاقلین (۳) مؤلفۃ القلوب، مؤلفۃ القلوب کا حکم منسوخ ہوئے بہر حضرت مصائبہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے، (مدارک التنزیل، الدر المنثور، فتح القدیر) باقی صرف فقراء اور عاقلین رہ گئے، ان کے سوا جو اقسام قرآن کریم میں مذکور ہیں وہ سب فقراء ہی کی مختلف الوارح ہیں، فقیر فوج کو بصورت تسلیم بطریق امداد زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، غنی فوج کو دینا یا بمذہب تنوہ فقیر کو دینا اور حلیہ کے سوا فوج کے دوسرے مصارف پر لگا ناجائز نہیں،

صحت زکوٰۃ کے لئے تسلیم فقیر کی شرط پراجماع ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ

ذکیل کے پاس زکوٰۃ کی رقم ضائع ہو گئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی:

سوال: زید نے خالد کو زکوٰۃ کی رقم کسی مسکین کو ادا کرنے کے لئے دی جو خالد کے پاس سے ضائع ہو گئی، ایسا صورت میں زید کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب الاداء تھی وہ لوہا ہو گئی یا پھر ہوا اگر ادا نہیں ہوئی تو کیا خالد کے ذمہ اس رقم کا رد کو واجب ہوا یا واجب ہوا یا بیضاوق جورا؟

الجواب: باسماہم منہم الصواب

زید کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اگر خالد نے حفاظت میں غفلت نہیں برقی تو خالد اس رقم کا ضامن نہ ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ محرم ۱۳۹۵ھ

ذکیل کا رقم زکوٰۃ میں رد و بدل کرنا:

سوال: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو زکوٰۃ یاد دوسرے صدقہ سبب واجب کی وجہ سے

کو رقم مسکین کو دینے کے لئے دی، اس کو کین نے وہ رقم بدل دی مثلاً اس میں سے دس روپے
کے دس نوٹ لے لئے اور سو روپے کا ایک نوٹ اس میں رکھ دیا کیا اس کو ناجائز ہے؟ یا جو رقم ملے جو
دی مسکین کو وہ مختصر دی ہے؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب باسمہ ملہم الصواب

زکوٰۃ بہر حال ادا ہو جائے گی، البتہ تبدیل کا جواز اس پر موقوف ہے کہ ممکن کی طرف سے
تبدیل کا اذن مراعات یا ملائے موجود ہو جو دعوت میں اس کی اجازت ہے، اس لئے مراعات اذن کی ضرورت
نہیں، چہندہ مراعات اجازت لے لینا بہتر ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
، ر شعبان ۱۴۱۹ھ

ذکیل کاملہ زکوٰۃ سے کوئی چیز خرید کر دینا،

سوال: کیا رکین زکوٰۃ کی رقم سے کوئی چیز مثلاً کپڑا، جوتہ، غلہ اور پھل وغیرہ خرید کر
دے مسکین؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب باسمہ ملہم الصواب

یہ بھی ممکن کے ذوق پر موقوف ہے، اگر اس کی طرف سے مراعات یا ملائے اس کا اذن موجود
ہو تو جائز ہو ورنہ نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
مسکین کو طرز زکوٰۃ سے مکان بنوا کر دینا،
، ر شعبان ۱۴۱۹ھ

سوال: ایک شخص غریب ہے، اس کو زکوٰۃ کی رقم سے ایک مکان بنوا کر دینا چاہتا
ہے، آیا اس طرح زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنوا کر دینا جائز ہے؟ جبکہ فقہاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک
ی شخص کو زکوٰۃ دے کر فوراً صاحب نصاب بنا دینا مکروہ ہے، بیٹو اتوجروا،

الجواب باسمہ ملہم الصواب

اگر رقم مسکین کو نہیں دی بلکہ اس رقم سے مکان خود بنوا کر دیا، تو اس میں کراہت
نہیں، اس لئے کہ اس سے مسکین صاحب نصاب نہیں ہوا، دوسری صورت یہ جو سمجھی ہے
کہ تعمیر مکان کے تخمینہ کی کل رقم مسکین کو تکسٹ دیے، بلکہ کچھ حصہ دیدے، جب وہ تعمیر پر
ختم ہو جائے تو مزید کچھ حصہ دیدے، اس طرح تعمیر کی تکمیل کر دے،
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

، ر ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

حوائج الصلیب کے لئے رکھی ہوئی نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے،

سوال: ایک شخص کے پاس کئی ہزار روپیہ جمع ہے، اس پر سال بھی گزر چکا ہے، مگر اس کے پاس نہ مکان ہے اور نہ ہی گھر، نہ سامان، ابھی شادی بھی نہیں کی، انہی ضرورتوں کے لئے روپیہ جمع کر رہا ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو دا،

الجواب: یا اسم منہم الصواب

اس پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر سال پورا ہونے سے قبل غیر مکان کا سامان یا گھر طر متزل کی مشما، وغیرہ خرید لے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تعصت وقولہ وضربہ ابن ملک، قال کان معہ دراهم اسکھا بنية صرنا الی حاجتہ الاصلیہ لا تعیب الزکوٰۃ فیہا الذال العول دلی عندہ، لکن اعترضہ فی الیجر بقولہ ویغالفہ ما فی المخرج فی فصل زکوٰۃ العرض ان الزکوٰۃ تعیب فی النقص کیفما اسکھا للسلامہ وللنفقة وکن فی البدائع فی بحث النماء النقديری امر قلت واتفق فی النحر والشر نیلالیہ وشرح المقدس ویصرح بہ الشارح ایضا ونحوہ قولہ فی السراج مراد اسکھا للتجارة او غیرہا وکن اقولہ فی الفتاویٰ فیہ فی الصباغۃ فی الصباغۃ ارادہ انی قولہ او کن اما سیاتی فی المخرج من انہ لو کان لہ مال وینفقت العرویۃ بلزمہ العیم بہ اذ اخرج اهل بلن قبل ان یتزوج وکن لو کان یحتاج لشر امرار وحب فلیتأمل وافتہ اعلیٰ رتبۃ المختاریم، نفقہ وافتہ تعالیٰ اعلم،

ارزی المجلد

زکوٰۃ میں نقدی کی بجائے دوسری چیز دینا جائز ہے،

سوال: جبہ کے ایک اہل غیر نے میری کمزوری اور مالی حالت کے پیش نظر مجھے کھاد کر اگر زکوٰۃ کی دس کچھ خدمت ہو سکتی ہے تو ضرور لکھیں، میں نے اس کے جواب میں جود لکھا کہ میرے پاس نقد دیر تو ہے نہیں، البتہ مالی یعنی دینی کتب میں چالیس ہزار کا البتہ کی موجود ہیں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو جس قدر بھی رقم زیادہ سے زیادہ آپ بھیج سکتے ہیں وہ رقم مجھے بھیج دیں، میں اس تمام رقم کی یہ کتابیں آپ کی طرف سے زکوٰۃ کے نام سے مستحقین کو کو مار میں غریبوں کے طلباء کو مدرسہ کی معرفت تقسیم کرادوں گا، اس کے جواب میں جو جود سے جواب آیا ہے وہ یہ ہے، ”زکوٰۃ کے لئے جو طریقہ کتابیں تقسیم کرنا کالکھنا ہے وہ کچھ میری فکر

میں نہیں آیا، اس سے کیا زکوٰۃ لوارا ہو جائے گی؟ کیونکہ زکوٰۃ تو لغتاً مستحق کو دیتا ہے، اس کا بولہ سے شاید ادا نہ ہو، اگر آپ اس کے لئے کسی معتبر عالم کا فتویٰ ہر سال کریں تو شرح صدر ہو جائے، «اواب عرض ہے کہ اوپر جو میں نے لکھا اگر رقم مجھے بھیج دیں میں اس تمام رقم کی دینی کتابیں جمع ہندسہ کے ذریعہ عربی بخشنے والوں کو تقسیم کرادوں گا، کیا اس طرح کرنے سے بعدہ والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ مینوالقوجو را،

الجواب باسم ملہم الصواب

تہ زکوٰۃ میں ہر چیز کا قیمت لگا کر دی جا سکتی ہے، بشرطیکہ بصورت نمائیک دی جائے یعنی فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے، پس کتابیں اگر مستحقین کی ہلک میں دیدی جائیں تو زکوٰۃ لوارا ہو جائے گی، ہاں اگر مدرسہ میں وقف کیوں باطلہ کو عاریۃ مطالعہ کے لئے دیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، غالباً سائل کو اس سے اشتباہ ہوا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ صفر ۱۳۵۵ھ

طلبہ کا کھانا پکالنے کی اجرت مد زکوٰۃ سے دینا جائز ہے!

سوالی: معز زکوٰۃ میں سے بارہی کی تنخواہ معتبر رکھنا، اسی طرح نو عشرے جائز ہے! نہیں! مینوالقوجو را،

الجواب باسم ملہم الصواب

جو بارہی مرت طلبہ کے لئے کھانا تیار کرتا ہو اس کی تنخواہ تو زکوٰۃ عشرے دی جا سکتی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

رشتہ دار مسکین کو زکوٰۃ دینا زیادہ ثواب ہے!

سوالی: میرا ایک بھائی بہت نادار و مفلس ہے وہ فی ثنی کے مرض میں مبتلا ہے، اس کا خرچ اندامی کچھ بھی نہیں، میں ہر ہی زکوٰۃ اس کو کھانے کے سکہ پیش ہو سکتا ہوں یا نہیں! مینوالقوجو را

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کو دنیا زان ثواب ہے، مگر بحشت اتنی رقم دیں کہ وہ فقیر صاحب لہاب ہو جائے کچھ رقم دیں جب وہ خرچ ہو جائے تو مزید دیں، البتہ اگر وہ عیال دار بھی ہے تو پیک وقت اتنی رقم دے سکتے ہیں کہ محل اعتبار و تقسیم کی جائے تو کسی کے پاس بھی نصاب پورا نہ ہو قال فی التوبیر وکرو اعطاء فقیر نصاباً الا اذا کان من یؤنا الوصاب عیالاً لو

مترقہ علیہم لا یخص کل انصاب و نقلہا الی قرآنہ، وقال الملائی رحمہ اللہ
تعالیٰ بل فی الظاہریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل و قرآنہ محالویم حتی
یصل الیہم فیسألہم (رد المحتار ص ۵۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

مدد زکوٰۃ سے میت کی تجیز و محضین جائز نہیں،
سوال: کس موجب یا نادر کے گھر میں اس کے کسی رشتہ دار اولیاء یا چری کی میت ہو جائے
تو اس کی تجیز و محضین میں یا میت گاڑی کا کر لے اگر ارادہ کے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے تو اس رقم سے
مندر جہ بالادقہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں! بیضاؤ توجروا،

الجواب یا سسم ملہم النصاب

مدد زکوٰۃ سے تجیز و محضین جائز نہیں، و عقب ضرورت میں میت ہو سکتی ہے کہ میت کا دلی
مستی زکوٰۃ ہو تو اس کو مدد زکوٰۃ سے رقم دی جائے، وہ اس سے تجیز و محضین دیکھو کہ، قال فی
الفتویر لا لی بنا و مسجد، لیکن میت و فضل و بیتہ (رد المحتار ص ۵۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۵ھ

کسی کو اتنی زکوٰۃ دینا مکروہ ہے کہ صاحب نصاب ہو جائے،

سوال: کس فقیر کو زکوٰۃ سے اتنی رقم دیا کہ وہ فقیر صاحب نصاب ہو جائے مکروہ ہے سوال
یہ ہے کہ اس نصاب سے کیا مراد ہے؟ کیا موجب زکوٰۃ نصاب غریب ہے یا وہ نصاب بزرگوار ہے
سے مانع ہے؟ بیضاؤ توجروا،

الجواب یا سسم ملہم النصاب

زکوٰۃ لینے سے مانع نصاب غریب ہے، یہ کرامت جب ہے کہ فقیر عیال دار نہ ہو اگر عیال دار ہے
تو اس کو یکشت اتنی رقم ہو زکوٰۃ سے دی جا سکتی ہے کہ اس کے عیال پر تقسیم کرے تو ان میں سے کوئی
سببی صاحب نصاب نہ بنے، قال فی الفتویر و کوہ اعطاء فقیر نصاباً الا اذا کان منجرباً
او صاحب عیال لو مترقہ علیہم لا یخص کل انصاب، و فی الشامیہ ان وہم سائلین
انصاب کہ وہم النصاب قال فی الفتویر و الظاہر انہ لا فرق بین کون النصاب نامیاً
او لا حتی لو اعطاه عرصاً تبطل نصاباً فکذا لا بد ولا بین کونہ من الفتویر و من المیزان
حتی لو اعطاه حسناً من الاول لم تبطل قیمتہا نصاباً کوہ لساخرام، و فی بعض النسخ

تیلیم بدادوں ہم والذنب الاولیٰ زرد المختار ص ۲۷، ۲۸ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ

مسکین کو اتنی زکوٰۃ دین کہ اس پر حج فرض ہو جائے مکروہ ہے؛
سوالی: کیا اگر کم کر دیا تو زکوٰۃ دینا کہ جس سے عالم پر حج فرض ہو جائے تو کیا عالم کے لئے بہتر ہوگا کہ اتنی زکوٰۃ دے جس سے حج فرض ہو یا کہ وہ یا بہتر ہوگا کہ زکوٰۃ لے لے اور حج ادا کرے؟
مندرجہ ذیل عبارت سے براہ معلوم ہوتا ہے، البتہ افضلیت کو آپ محرم ضرور فرمائیں، فی شرح التقریر فی سبیل اللہ وهو منقطع التفرقة وتسل العاجز فی الشامیة ردولہ وقیل للعاجز ای منقطع العاجز الخ (شامیہ قص ۲۷۰۲) بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم المصواب

اتنی رقم زکوٰۃ دینا مکروہ ہے کہ جس سے فقیر صاحب نصاب ہو جائے، ہمارے دیار میں وجوب حج سے قبل ہی صاحب نصاب ہونا ظاہر ہے، لہذا اتنی رقم دینا کہ حج فرض ہو جائے بطریق اولیٰ مکروہ ہے، منقطع الحاج سے وہ شخص مراد ہے جو حج کے لئے نکلا مگر مریض اس کا مال جا کر رہا، اس کو زکوٰۃ دینا بلا کراہت ہائز ہے، عالم جگہ عامی کو بھی اتنی زکوٰۃ نہیں لینا چاہئے، فضل ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن الظلمیۃ وغیرہا عن هشام ذال مساکین آیا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل له مائة وثلاثة وثمانون درهما فتصدق علیہ بقدرہین قال یاخذن واحدین اور مرد واحد آٹھ زرد المختار ص ۲۷، ۲۸ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۲۷۰ھ

سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا

سوالی: سیلاب زدگان کو زکوٰۃ کی رقم سے کھانا پکا کر بھیجنا یا لغری یا اور کچھ سامان بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم المصواب

اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ سخت زکوٰۃ میں، یعنی ان کے پاس بقدر حاجت زکوٰۃ نصاب نہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، بشرطیکہ ان اشیاء یا رقم کا ان کو مالک بنادیا جائے، اگر ان کی ملک میں نہیں دیا بلکہ دینے ان پر خرچ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح کھانا پکا کر دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، مسکین کی ملک میں یہ ضروری ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ فرض ہے :

سوال : سابقہ حکم اللہ اندر میں مسئلہ کو کراچی میں ایک شخص نے یہ معاملہ کر لیا ہے کہ پلاٹ خرید لیتا ہے بنیت تجارت کچھ مدت اپنے قبضہ میں رکھ کر گراں دام ملے پھر ورتلے اب سوال ہے کہ اگر پلاٹ تجارت کی نیت سے خرید لیا کرے اور پھر کراے اور بیع حاصل کیا کرے، تو کیا اگر کسی شخص کے قبضہ میں کئی پلاٹ ہوں جن کی قیمت مقدار نصاب کو پہنچ جاتی ہو تو پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے کہ نہیں؟ چونکہ اس نے تجارت کی نیت سے خرید ہے اس لئے جو جن تجارت پر قیاس کیا جائے، اور اگر وہ جن تجارت پر محمول ہو نہیں ہو تو بالقرن کیا ہی؟ بیوا تو حروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہاں تجارت ہے، لہذا اس پر زکوٰۃ فرض ہے، جو چیز بھی بیچے کی نیت سے خریدی جائے وہاں تجارت میں داخل ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳، ۲۴، ۲۵

مہر میں سامان بنیت تجارت لیا تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں،

سوال : عورت کا مہر مثلاً دین میں منگند تھا، اس نے وصول کرتے وقت اس میں نیت تجارت کی کہ اس میں تجارت کروں گی، اور رکھاؤں گی نہیں، تو کیا یہاں تجارت سمجھا جائے گا، اور اس میں زکوٰۃ ہوگی؟ بیوا تو حروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مہر بنیت تجارت سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جب تک عمل تجارت نہ کرے، قال فی التفریج و ما ملکہ بعتہ کہیۃ، او وصیۃ، او نکاح، او صلح، او صلح عن متعہ و فواہ لہا کان لہ عنہ الثانی، ولا صلح، لا زکوٰۃ، المعتارہ شیء، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰، ۲۱، ۲۲

بیوی مہر بنیت تجارت سامان لیا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے :

سوال : ایک زمین جو میں نے تجارت کی نیت سے لی تھی وہ با اس کا ایک حصہ میں اپنی اہلیہ کو اس کے مہر کے بدلے میں دینا چاہتا ہوں، کیا میری اہلیہ کو اس زمین کے حصہ پر زکوٰۃ لیا کرنی ہوگی؟ اگر وہ اس کو گھر بنانے کی نیت سے رکھنا چاہے یا اگر کسی نیت سے؟ بیوا تو حروا

الجواب باسم منہم الصواب

آپ کی امیر اس زمین کی زکوٰۃ فرض نہیں، خواہ اس میں تجارت کی نیت کرے، تعمیر کی نیت ہو کہ رقم کے عوض میں آپ سے خریدنے دقت اگر اس کی تجارت کی نیت ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
ہر مغرب مستحب

حیلہ تمکیم :

سوال : ایک نئی تعمیر شدہ مسجد میں پنکھے کی ضرورت تھی، متولی مسجد خود سفر کر کے تھا، میرے زکوٰۃ کی نیت سے پنکھ متولی کو دینا، اور اس نے وہ پنکھا اپنی طرف سے مسجد میں لگا دیا کیا میری طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہوگی؟ میں نے انجور دیا۔

الجواب باسم منہم الصواب

اگر آپ نے متولی کو مالک بنا دیا ہو خود مسجد میں دینے کی شرط سے باہر ہو، شرعاً اس نے آپ کی مرضت میں بلا طیب خاطر مسجد کو دیدیا ہو حال زکوٰۃ ادا ہو گئی، مگر شرط لگانے یا بلا شرط مرہ مسجد کو دینے کا آپ کو گناہ ہو گا اور پنکھا مسجد میں لگانا جائز نہ ہو گا، بطیب خاطر ہو تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ رمضان ۱۴۳۵ھ

غیر آباد زمین کے مانع زکوٰۃ ہونے کی تفصیل :

سوال : ایک عیان درہ عالم دین جو کہ زمینی تعمیر کا کام نوبہ اللہ کرنا ہے اس کی زمین قریب لیکن قابل کاشت جو حصہ ہے وہ نفقہ عیال کے لئے کافی نہیں، باقی بجز درہ زمین یعنی قابل کاشت وغیرہ قابل کاشت کی قیمت پندرہ میں ہر لاکھ روپے ہوتا ہے، آیا ایسے عالم دین کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے انجور دیا۔

الجواب باسم منہم الصواب

اگر غیر آباد زمین آباد ہونے کے بعد صرف بقدر کفایت ہی ہے گی تو زکوٰۃ لے سکے ہیں اور اگر قدر کفایت سے زائد ہوگی اور زکوٰۃ حصہ کی قیمت بہت زیادہ نصاب ہو تو یہ مانع اخذ زکوٰۃ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
ہر سوال مستحب

منہ زکوٰۃ سے قید ہوں کو کھانا دینا :

سوال : زکوٰۃ نقل سرقہ کی رقم سے کھانا پکوا کر حیل میں قیدین کو بھیجا جائز

ہے یا نہیں، یہ کہ قید میں قیدی ہر چیز کے محتاج ہیں اور بیست ہجرت کا حامل ہیں نہیں ملتا لیکن
جہاں میں قائل ہو رہے ہیں اور بے قصور سمجھے ہوئے بھی ہیں، فرمایا کیا حکم ہے؟ میں نے فرمایا:

الجواب: یا مہم منہم الصواب

نقلی صدقات سے قید ہونے کو کھلا جائز ہے، زکوٰۃ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قیدی صاحب
نصاب نہ ہیں اور ان کو کھانے کا مالک بنا دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور اگر اباحت کھلایا نہ تک
نہیں بنایا تو زکوٰۃ نہیں ہوئی، اس کو زکوٰۃ میں تنگ فخر خط ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۳۰ زکوٰۃ، ص ۱۹

ذیل زکوٰۃ اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا:

سوال: زید ایک مسکین علم حاصل کرنے سے تعلق رکھتا ہے، قیام ہو جانے کی بنا پر مالی حالات
ناگفتہ بہ تھے اور ہیں، مہندہ زید نے اپنی تعلیم مکمل حاصل کر کے ایک دینی ادارہ سے دینی
اقتصاد کی، اور ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے لگا، والدہ، محشوہ اور بھائی کا کفیل
ہونے کی بنا پر کچھ مقروض بھی ہے، زید کو کبھی کبھار تنگ صدقات واجبہ یا فائدہ دینے میں جو
کہہ دیں کہ مدرسہ کو دینا، زید مدرسہ میں دیر تہا ہے، جو یہ کہہ دیں کہ کسی طالب علم کو دینا،
وہ اپنی صواب پر کسی طالب علم کو دیر تہا ہے، کبھی کوئی یوں کہہ دیتا ہے کہ جسے آپ مناسب سمجھیں وہ دینا
یا جو آپ کے نزدیک مستحق ہو اسے دیریں، کسی سے بے چارگی کی بنا پر زید یوں بھی نصرت کر لیتا ہے کہ
جو مستحق ہو اسے دیر دینا، طالب علم ہوا یا غیر طالب علم، وہ یہ کہہ دیتا ہے جی ہاں مجھے چاہیے دیریں،
ایک آدمی سے خود زید کہتا ہے کہ آپ مجھے پیسے دیریں، میں ان شاء اللہ دعا صرف میں صرف کروں گا
وہ دیر دیتا ہے، مذکورہ رقم سے زید کچھ نو معارف میں صرف کر دیتا ہے، کچھ اپنی ناداری انداز
اور دیوان ہونے کی بنا پر خود استعمال کر لیتا ہے، زید نے یہ مسئلہ سنا ہوا تھا کہ اگر غلطی کیے جسے
چاہو دیو تو مستحق ہونے کی بنا پر ذیل خود بھی رکھ سکتا ہے، اب زید کو احساس ہو کر کاشمی
کے جو زمینہ جہاں شہادت کا یہ مفہوم نہیں، اس پر متفکر و مغرم ہے کہ یہ میں نے کیا کیا، نہ تو
حساب پارہ ہے کہ اس کے کتنے پیسے خود صرف کئے، اور کتنے پیسے دیئے، سبہ ظن سے تجھ میں بھی لگا
جانے تو پیسے کہاں؟ اور نہ ہی مطمئن کو آگاہ کیا جا سکتا ہے، یہ قیامت سے بھی زد و مشکل ہے، زید

کی ظاہری سلامت، روی اور تنگ چلنے کی بنا پر لوگ اسے اچھے تصور کرتے ہیں

یظن الناس فی خیر و انک فی شر الناس ان لم یعت عقی

بعد از تفصیل مذکور سوالات یہ ہیں:

① اگر مسکین کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اب کیا کیا جائے؟

② ضعیف حاجت شملت کا مفہوم ادا کر کے کئے لئے اردو میں کونسا لفظ لیا جائے گا؟
③ خصوصیت سائل کی بنا پر کوئی معافی کی صورت نکلی آئے زکوٰۃ شدہ راصلات آمدور
احتیاطاً پر عمل کیا جائے، نہ بر وقت مانی کیسے کی جائے، مائل: ہتھائی غریب پر اگر زکوٰۃ شدہ
کئے لئے کسی کوئی پر توجہ ہو سکتا ہو تو ذریعہ نہ فرمائیں، اعلیٰ اللہ اجرہم مومنین،

خوش،۔۔۔ جسے چاہے دیدہ دیکھتے ہوئے مسکین کے ذہن میں ہوتا ہے کہ آگے دے گا، آؤد کے
ذہن میں ہوتا ہے کہ اس سے میرے لئے بھی نفع بخش نکل آئی، یہ تضاد نگہ افرازا زہرِ قاتل بھی
ذہن میں رکھیں، ہمیشہ زکوٰۃ خیر میں ۱۴۷۰ ج میں ہے البتہ اگر تم نے یہ کہہ دیا کہ جو چاہو کرو
اور جسے چاہے دیدہ و قاتل بھی لے لینا اور مست ہے، اور جسے چاہے دیدہ اگر غلط تفسیری ہو
تو ظاہر ہے، بصورت دیگر یہ کس کا ترجمہ ہے، جبکہ خیر میں جو تفسیری مذکور ہو، بینوا قوجوہ

الجواب باسمہ ماہم الصواب

اس صورت میں زکوٰۃ نہیں ہوئی، ضعیف حاجت شملت کا ترجمہ ہے جہاں ہا ہوجھ
کو تیرے جہزِ تملیک ہے، اور جسے یہ ہو دینا تو کیل ہے، خوف، ہم میں ہمیشہ زکوٰۃ شدہ دوسرے
جملہ کو جملہ اولیٰ پر ترجیح قرار دیا جاتا ہے، یعنی بعد تم ملک چاہو اپنے مصرف میں لاؤ اور دوسرے کو
دیدہ، اگر شدہ کی مافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، یہ صورت تحریر ہو سکتی ہے کہ مرنے کے
کہ نامی کی وجہ سے رقم غیر مصرف میں لگ گئی ہو، جس کا ضمان محمد بردا جس ہے، اور میرے اندر
اتنی استطاعت نہیں کہ آپ کا یہ قرض واد کر سکوں، اس لئے آپ مجھے اتنی رقم بخوڑا دے کر
بموجب قرض مجھے واپس لے لیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۸ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

وکیل زکوٰۃ اپنے ذی رحم کو دے سکتا ہے:

سوال: اگر کسی کو زکوٰۃ دینے کے لئے وکیل بنایا گیا یہ وکیل اپنے ذی رحم کو دے سکتا
ہے یا نہیں؟ بینوا قوجوہ،

الجواب باسمہ ماہم الصواب

دے سکتا ہے، قال فی الذر و لو کیل ان بدافع لولہ الفقیر و زکوٰۃ

لأنفسه إلا أن قال: ربما ضاع ما حثت عليه، وفي الخافيه قوله: لو كان الفقير يرد ما كان ولد الأصغر أو ولد من كونه هو فقير، أيعني أن الصغير يعني غنياً بفقير، أي به افادته طعن إلى السعور، (رد المحتار ص ۱۳ ج ۲) فقط والله تعالى أعلم

۱۲ محرم سنہ ۱۳۸۵ھ

زکوٰۃ میں ماں تجارت کی قیمت فروخت لگائی جائے گی:

سوالی: تجارت کا سامان بکرا دیو کہ حساب لگتے وقت خریدے ہوئے حساب سے یا کہ جس نرخ پر بیچے اس حساب سے زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینوا تو جردا،
الجواب باسم ملہم الصواب
قیمت فروخت لگائی جائے، فقط والله تعالى أعلم

۱۸ شعبان سنہ ۱۳۸۵ھ

برائے فروخت تعمیر کردہ مکانات پر زکوٰۃ ہے:

سوالی: جو زمین یا مکانات تجارت کے لئے خریدے گئے ہوں یا برائے فروخت تعمیر کئے ہوں، ان کے اصلی سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جردا،
الجواب باسم ملہم الصواب
تجارت کی نسبت سے خرید کر زمین اور مکان اور برائے فروخت تعمیر کردہ مکانات کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ فرض ہے، فقط والله تعالى أعلم

۱۸ شعبان سنہ ۱۳۸۵ھ

چندہ کی رقم پر زکوٰۃ:

سوالی: کسی قوم کے چند یا چندہ سے میں ہزار روپے جمع ہیں، اس لئے جمع کیا ہے کسی تیمم، بروم، خرچ کی جائے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ یہ رقم کسی ایک فرد کی جس بلکہ ہزاروں کا چندہ ہے، بینوا تو جردا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ رقم پر زکوٰۃ سے جمع کی گئی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اور مذہب علیہ سے ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی عطیہ پر زکوٰۃ نہیں، اس کا تفصیل میرے رسالہ "الاملا ما للسبیدی فی احکام التوزیع" مندرجہ احسن الفتاویٰ مجلد اول

ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 کسی کہ حقیقت بلا اجازت زکوٰۃ دی تو ادا نہیں ہوئی؛
 سوئی، اگر کسی نے کسی سے کچھ نہیں کہا، اس نے بلا اجازت کے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی تو
 زکوٰۃ ادا ہوگئی نہیں؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم منہم الصواب

زکوٰۃ نہیں ہوئی، اگر وہ بعد میں اجازت بھی دیدے تب بھی درست نہیں، اور عینی رقم
 اس کی طرف سے دی ہے اس کو اس سے وصول کرنے کا بھی حق نہیں، لعل ابن عابد بن
 رحمہ اللہ تعالیٰ عن البجروادی زکوٰۃ غیر امیرہ فبالغہ فاجاز لہم جزلانہما
 وحدثنا اعلیٰ المتصدق لانہما ملکہ ولم یصر مانعاً عن غیریہ
 فحدثنا علیہ رد المحتار ص ۲۳۱۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ رجب ۱۴۲۸ھ

مرغی خانہ اور پھیل کے تالاب پر زکوٰۃ:

سوئی؛ مرغی خانہ اور پھیل کا تالاب تجارت کی فرض سے ہو تو اس پر زکوٰۃ ہے یا
 نہیں؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم منہم الصواب

مرغی خانہ اور پھیل کے تالاب کی زمین امکان اور متعلقہ سامان پر زکوٰۃ نہیں، مرغیوں اور
 چمڑے خریدنے کے وقت اگر خوراشی کو بیچنے کی نیت ہو تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے، اور اگر ان کی
 بجائے ان کے انڈے اور بچے بیچنے کی نیت ہے تو زکوٰۃ نہیں،

تالاب میں چھنبیاں یا ان کے بچے خرید کر ڈالے ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے،
 رد نہیں، مرغی خانہ اور تالاب کی آمدنی پر ہر صورت زکوٰۃ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵ مئی ۱۴۲۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

بینک اکاؤنٹس

سے

حکومت کا زکوٰۃ وصول کرنا

ان

مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی



بینک کا وٹس حکومت کا زکوٰۃ وصول کرنا

از مجلس تحقیق مسائل حاضریہ کراچی

تقریر مولانا محمد تقی عثمانی

زکوٰۃ و عشر آرد وٹس عوام کے لئے ایک بالکل نئی بات تھی، عرصہ دراز تک غیر مسلم حکومت کے تسلط کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ نہان روزہ اور زکوٰۃ و عشر نبوی عبادات ہیں، حکومت کا ان سے کوئی تعلق نہیں، علاوہ اس حکومت کے کارندوں کی نااہلیت، بے دینی اور بددیانتی کے پیش نظر زکوٰۃ و عشر کی رقم صحیح شرعی معائنہ پر صرف ہونے سے متعلق مجاہدین و شہداء، ملک بھر کے معروف و مستند اہل فتاویٰ کے پاس اس بار میں سوالات کا تانتا بند ہو گیا، مجلس تحقیق مسائل حاضریہ کراچی نے مسئلہ کی اہمیت اور عوام کے اشتیاق کے پیش نظر فوراً اجتماعی غور کا اقدام کیا، جس کی تفصیل آپ کے سامنے ہے۔ (ترتب)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد، مجلس تحقیق مسائل حاضریہ نے اپنے ارشادِ مبارک کے اجلاس میں زکوٰۃ و عشر آرد وٹس پر تبصرہ کرتے ہوئے جو تحریر مرتب کی تھی اسے اظہار رائے کے لئے ملک بھر کے معروف اہل فتویٰ علم کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا، الحمد للہ ان میں سے چند حضرات نے اس تحریر پر اصل مسئلے میں کسی ترجیح کے بغیر مجلس کی آراء سے اتفاق کرتے ہوئے تصدیقی و تخطیاتی فرمایا ہے، اور چار حضرات نے بعض نکات سے اختلاف فرمایا، یا اپنے نردوکا اظہار کیا ہے، اس سلسلہ میں ان حضرات کے دلائل و شہادت پر مجلس نے درازہ غور کیا، لیکن غور و تحقیق کے بعد اس مسئلے میں مجلس کی رائے جبریل نہیں ہوئی، بلکہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر قریب تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے۔

بینک کا وٹس اور دیگر مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے پر جن شہادت کا اظہار کیا گیا ہے بنیادی طور پر وہ تین شہادت ہیں،

① حکومت کو صرف اموالِ ظاہر سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے، اموالِ باطنہ سے نہ کی جہول کرنے کا حق حکومت کو نہیں ہے، بلکہ مالکان پر ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی اپنے طور پر ضرر خا ہے، اور نفوذ چونکہ اموالِ باطنہ میں سے ہیں اس لئے بینک کا وٹس بھی اموالِ باطنہ میں سے

ہوئے، ان سے حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں ہے،

⑤ بینک اکاؤنٹس در حقیقت بینک کے ذرا اکاؤنٹ ہولڈروں کا قرض ہے، جب یہ رقم مالک نے بینک کو ردی تو وہ اس کی ملکیت سے نکل گئی، اور بینک کی ملکیت میں داخل ہو گئی اب اصل مالک پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی، جب وہ بینک سے اس کو واپس وصول کر لے گا اس سے پہلے جو زکوٰۃ بینک اکاؤنٹس سے وضع کی جا رہی ہے، وہ واجب ادا سے پہلے ایک ایسے مال سے وصول کیا جا رہا ہے، جس پر زکوٰۃ واجب اللہ اعزہ نہیں اور جو اکاؤنٹ ہولڈر کی ملکیت نہیں ہے، لہذا اس کا کوئی جواز نہیں ہے،

⑥ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اؤٹسٹڈ کمانٹ کرنا ضروری ہے، اور بینک اکاؤنٹس میں زکوٰۃ وضع کرنے وقت مالک کی نیت ہمارا وقت نہیں ہوتی،

ان تینوں مسائل پر قدرے تفصیل کے ساتھ ذیل میں بحث کی جاتی ہے، واللہ مبعدہ العرفی،

اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ :

جیسا کہ مجلس کی سابق تحریر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے فقہاء کرام کی تصریحات کے حوالہ سے عرض کیا گیا تھا، ائمہ حضرت معنی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو یوسف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جہد مبارک میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی بلکہ ہر قسم کے قابل زکوٰۃ اموال سے زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب اموال اندازی کی کثرت ہو گئی، اور اندیشہ ہوا کہ لوگوں کے نجی مکانات وغیرہ میں زکوٰۃ کے کارندوں کی مداخلت سے لوگوں کو تکلیف ہوگی، اور اس سے نشتہ پیدا ہوں گے، تو آپ نے مرمت اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کی تفصیل سرکاری سطح پر ہائی رکھی، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں مالکان کو حکومت کا نائب بنادیا،

حضرت فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں یہ عرض کیا گیا تھا کہ کسی مال کے اموال ظاہرہ میں سے ہونے کے لئے در امر ضروری ہیں، ایک یہ کہ ان اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مالکان کے نجی مقامات کی تفتیش کرنی نہ پڑے، دوسرے یہ کہ وہ اموال حکومت کے زیرِ نگران ہوں، پھر عرض کیا گیا تھا کہ بینکوں اور دوسکرو مالی اداروں میں رکھوائی ہوئی رقموں میں بددولت امور موجود ہیں، لہذا ان کو اموال ظاہرہ کے حکم میں شمار کیا جا سکتا ہے،

اس پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی مال کے ظاہر ہونے کی محل علت منصوص من العصر ہے، چکر اس دور میں شہر کے مالکوں پر حکومت کی طرف سے عاشر اس لحاظ سے لگایا جاتا ہے کہ وہ گزرنے والوں کی جان و مال کی حفاظت کریں، اس لئے شہر سے نکل کر تمام اموال حکومت کے زیر حمایت آجاتے تھے، اور اس بنا پر حکومت ان کی زکوٰۃ وصول کرتی تھی، نجی معاملات کی تلاش اور تحقیق کی ضرورت نہ ہونا اس حکم کی حکمت ہے، علت نہیں، بلکہ حکم کا عارضہ منصوص من العصر پر ہوگا، اور چونکہ یہ علت یہ ملکوں اور مالیاتی اداروں میں نہیں پائی جاتی، اس لئے ان کو اموال ظاہرہ میں داخل کر کے ان سے سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کرنا درست نہیں۔

جلسہ نے اس نقطہ نظر پر مکتور غور کیا، اور اس مسئلہ میں فقہ اور حدیث کے متعلقہ مواد کو سامنے رکھا، لیکن غور اور تحقیق کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ سرکاری سطح پر زکوٰۃ کی وصولی کے لئے منصوص من العصر کو علت قرار دینا اور اس پر حکم کا دار رکھنا درست نہیں، بلکہ اصل علت وہی ہے کہ وہ اموال ایسے ہوں جن سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے نجی معاملات کی تحقیق کی ضرورت نہ ہو، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:-

حدیث اور فقہ کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعد کے خلفاء و ائمہ سالانہ تنخواہوں اور وظائف کی تقسیم کے وقت انہی تنخواہوں اور وظائف سے زکوٰۃ کاٹ لیا کرتے تھے، اور اس پر صحابہ و تابعین اور دوسرے فقہاء نے تصریح یہ کہ کوئی ٹیکس نہیں فرمائی بلکہ اس طریقہ کی تصدیق و تائید فرمائی ہے، چنانچہ موصوفات امام مالک میں یہ روایت ہے:

قال القاسم بن محمد وكان ابو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه اذا اعلی الناس اهلها انهم سألوا الرسول هل عندك من مال وجبت عليك فيه الزكاة فان قال نعم اخذ من عطائه زكاة ذلك المال فان قال لا سلمه اليه عطاه و لم ير يأخذ منه شيئا و مرطاً امام مالك ص ۱۰۳، ۱۰۴، الزکوٰۃ فی العین من المذهب والورق و معتق ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳، ۱۸۴، ما قالوا فی العطاه اذا اخذ و رخصت عبد الرزاق ص ۲۴، ۲۵ و کتاب الاموال لابن عبد ۱۲۱۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کے یہ الفاظ نقل فرمائیں: فان اخذوا ان

عنہ ما لا یقدح فیہ الزکوٰۃ قاضیہ مما یرید ان یعطیه وان اخبروا ان لیس
عنہ ما فی حدیث فیہ الزکوٰۃ سلمیۃ الیہ عطاء و کتاب الاموال لابی عبید
ص ۳۱۱ فقرہ ۲۴ باب فروض زکوٰۃ الذہب والورق

نیز امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے، عن عبد الرحمن
ابن عبد الغفار، وكان علی بیت المال فی زمن عمر مع عبید اللہ بن الدرقم، فلما اخرج
العطاء اجمع عمر اموال التجار فحسم، معاجلها واجلها، ثم يأخذ الزکوٰۃ من الشاهد
والغائب ومضت ابن ابی شیبہ ص ۳۱۲ ۳۱۳

اور امام ابو عبید نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے، فكان اذا خرج
العطاء جمع اموال التجار ثم حسبها شاهدًا ولو شاعها، ثم اخذ الزکوٰۃ من شاهد المال
على الشاهد والغائب و کتاب الاموال ص ۳۲۵ فقرہ ۴۸، باب الصدقة فی التجار والذہب
حضرت مولانا غلام صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے زوائد کی تفسیر کے
بعد لکھا ہے کہ اسناد حسن، (اعلام السنن ص ۳۰ ۳۱، کتاب السیر باب العطاء
بمرت صاحبہ بعد ما استوفیہ)۔

پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ
اُن کے زور میں اممال ظاہرہ اور احوال باطنیہ کی کوئی تفریق نہ تھی، اس لئے وہ ہر قسم کے اموال
سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے، لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
جنہوں نے یہ تفریق قائم فرمائی تھی، اُن کے زور میں بھی تنخواہوں سے زکوٰۃ دینا کرنے کا یہ
سلسلہ جاری رہا، چنانچہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ میں مروی ہے، عن عائشة بنت قدامة
من ایہا انہ قال کنت اذا جئت عثمان بن عفان اقضی عطائی، وسألنی هل
عندک من مال وجبت فیہ الزکوٰۃ؟ قال فان قلت نعم اخذ من عطائی زکوٰۃ
ذلك المال وان قلت لا دفع الی عطائی موطا امام مالک ص ۴۰، وصحیف عبد الرحمن
ص ۴۰، حدیث نمبر ۲۹، و کتاب الاثم والشانعی ص ۱۳، طبع بولاق و کتاب
الاموال لابن عبید ص ۳۴ فقرہ ۲۵ (۱)۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی
تنخواہ سے زکوٰۃ وضع کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا، البتہ اُن کے بارے میں یہ مراعات ملتی ہے کہ وہ

صرف ان لوگوں کے املائی بالمذکر کی زکوۃ وصول کرتے تھے جن کی تحزبیں یا دعات بہت کمال سے جاری ہوں دوسرے لوگوں کی نہیں، (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۳) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہی عمل تھا موطا امام مالک ص ۲۷۳ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی کے قائل تھے (عاشیہ موطا امام مالک ص ۲۷۳)

یز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ تحزبیں تقسیم کرتے وقت خود تحزب کی زکوۃ بھی اُسی تحزب میں سے وصول فرماتے تھے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: عن عبیدۃ قال کان ابن مسعود یزک علیہم من کل الف خمسۃ وعشرین ومصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۳)

حضرت مولانا فخر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کے راویوں کی تحقیق فرمائی ہے (بعد باب ۱۲۳۱ ج ۱۲) ڈاکٹر اسحاق بن علی (ص ۲۳۱ ج ۱۲) البتہ چونکہ یہاں زکوۃ خود تحزبوں کی وصول کی جاتی تھی چ صاحب تحزب کی بکیت میں قیام کرنے کے بعد آتی ہے، اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ پہلے تحزب دیتے، پھر اس سے زکوۃ وصول فرماتے تھے، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے: عن عبیدۃ بن یریم عن عبد اللہ بن مسعود قال کان یعطی ثمن یاخذ زکوۃ (مصنف عبدالرزاق ص ۸۷ ج ۲) حدیث نمبر ۷۳۱ باب لاھدۃ فی مالی حتی یجول علیہ العول (اور ہم طہرانی میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: کان یعطی العطاء شجر یاخذ زکوۃ) اور علامہ نور الدین ہمشی نے بھی الزوائد میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا کہ بجلالہ رجال العجۃ علا عبیدۃ، وہو ثقة،

یز امام ابو نعیم رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو زیادہ تفصیل اور وضاحت سے نقل فرمایا ہے: عن عبیدۃ بن یریم قال کان عبد اللہ بن مسعود یعطی العطاء فی ذیل صغار و ثمن یاخذ منہ الزکوۃ (کتاب الاموال ص ۲۱۲ فقرہ ۱۱۲۸) باب فروض زکوۃ الذہب والورق (تحزبوں اور دعات سے زکوۃ وصول کرنے کا سلسلہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بھی جاری رہا، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے: عن ابن عوف عن محمد بن زبائین قال کان الامراء اذا اعطوا العطاء زکوۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ ج ۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں اگرچہ مینال ظاہر و باطن سے کہ
نفرینۃ تم بہر مکی تھی، لیکن اُن کے بارے میں بھی مروی ہے، عن عمر بن عبد العزیز انہ
کان یزکی العطاء والعاشرۃ (حوالہ بالا)

اور مصنف عبدالرزاق میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں، عن جعفر بن برقان عن عمر
ابن عبد العزیز کان اذا اعطى الرجل عطاء او عمالۃ اخذ منہما الزکوۃ و مصنف
عبد الرزاق ص ۳۷۸ فقرہ ۴۰۲

یہ معاذ حضرت تنخواہوں اور وظائف کی حد تک محدود نہیں تھا، بلکہ روایات سے معلوم
ہوتا ہے کہ بیت المال پر جس کسی سلطان کا کوئی مالی حق ہوتا تو اس کی ادا بھی اُس کے وقت اس کی
زکوٰۃ وصول کرنے کا معمول قریب اسی میں جاری تھا چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ اور سفین
بیہقی میں مروی ہے، عن عمرو بن ميمون قال اخذ الوالی فی زمن عبد الملك المنفصل
رجل من اهل الرقة فقال له ابو حاشیة عشرين ألفاً، فدخلت فی بیت المال،
فلما رأی عمر بن عبد العزیز انما ولىه، فرفعوا سطلتھم الیہ فكتب الی ميمون
ادفعوا الیھم اموالھم وخذوا زکوۃ عامہ هذا، فلما كان مالاً فصاروا الفخفا
منہ زکوۃ ما مضى، و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۲، ما قالوا فی الرجل ین
لہ المال السنین، واخرجه ایضاً البیهقی فی السنن الکبریٰ ص ۱۵۰ ج ۲

حضرت مولانا غفر صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کی تحقیق فرما کر
ثابت فرمایا ہے کہ اس کے رجال ثقاہت ہیں اور سند متصل ہے، (اعلاء السنن ص ۱۹۹، باب
لا زکوٰۃ فی المال الغنار)۔ نیز یہی واقعہ اجمالی طور پر دوسری سند سے موطا امام مالک میں بھی
مروی ہے، اور اس میں بھی ایک سال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا ذکر موجود ہے، اس کے الفاظ
یہ ہیں، ان عمرو بن عبد العزیز كتب فی مال قبضہ بعض الولاۃ فلما رأی عمر بن
ابی اھلھم وخذوا زکوۃ لھا من السنین ثم عقب بعد ذلک بکتاب
الا تو منھ منہ الزکوۃ الا زکوۃ و اسعدۃ فانتہ کان ضمناً (درمیان السنن، الزکوٰۃ فی الغنار)

یہ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخ میں عبد ملک لکھا ہے، لیکن درمیان نسخ میں درود مروی کتابوں میں
و امیرین عبد ملک کا ذکر ہے، (درود ص ۱۰)۔
یہ بعض ہندوستانی نسخوں میں لکھا "آ" کتابت کی غلطی سے عزت جو گلیہ اچھ مہلت دی ہے جو درج
لکھی گئی، (ادب منہ المسالک ص ۱۵۲، ۱۵۳)۔

ان تمام واقعات میں انقدر دین کی زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول کی گئی ہے، اور وہ بھی سارے پرگزر نے کی صورت میں نہیں، اور نہ مال کے شہرے باہر ہونے کی حالت میں، بلکہ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل تو یہ تھا کہ وہ تنخواہیں جاری کر دیتے وقت ان اموال کی زکوٰۃ ان تنخواہوں سے وصول فرماتے تھے جو تنخواہ دار کے گھروں، دکانوں یا دوسرے مقامات پر ان کی ملکیت میں ہوتے تھے، یہ حضرت واجب الاداء زکوٰۃ تنخواہ سے کاٹ کر باقی تنخواہ لوگوں کے حوالے کیا کرتے تھے، اور حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اپنی تنخواہوں کی زکوٰۃ وصول فرماتے تھے، کیونکہ اگر ملک پہلے سے صاحب نصاب ہو تو تنخواہ کی اس رقم پر مالی مستفاد ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہوتی تھی، البتہ یہ حضرات تنخواہوں سے زکوٰۃ کاٹنے کی بجائے پہلے تنخواہ حوالے فرما دیتے، پھر مالک سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے، یہی صورت اُس انقدر تم سے سرکاری طور پر زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اور یہ سلسلہ اسوا بن خابروہ اللہ کی تفریق قائم ہونے کے بعد بھی جاری رہا، بلکہ حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیزؓ نے ان رسوم سے بھی زکوٰۃ وصول فرمائی جو بیت المال میں غلامان داخل کر دی۔

اس طریق کار سے بہ امت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کسی مال کے اموال ظاہر میں شمار ہونے اور اس سے سرکاری یا مطبوعہ ذمہ وصول کرنے کے لئے اس کا شہریت باہر لے جانا ضروری نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حقیقی مقامات کی تلاش یا تعینش کی ضرورت پیش نہ آئے، اور وہ فی الجملہ حکومت کے زیر حفاظت آگئے ہوں، تحزبوں وغیرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا یہ طریقہ اس دور میں بھی بلا تکریر جاری رہا ہے اور خود نقباء حنفیہ نے بھی ایوان و انتخابات کو نقل کر کے اس کی تصدیق و تائید فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم رائد حضرت عثمان بنی اللہ تعالیٰ مہمات تحزبوں اور وظائف سے زکوٰۃ وصول کرنا خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے اور لکھا ہے: **قَالَ الْقَاسِمُ وَكَانَ ابْنُ بَكْرِ إِذَا أَصْلَى النَّاسَ أَعْطَاهُمُ يَسْأَلُ الرَّجُلَ هَلْ عَدَدْتُكَ مِنْ مَالِي دَنْ وَجِبَتْ فِيهِ الزَّكَاةُ فَإِنْ قَالَ نَعَمْ أَخَذَ مِنْ عَطَايِهِ زَكَاةً ذَلِكَ الْمَالُ وَإِنْ قَالَ لَا سَلَّمْتُ إِلَيْهِ عَطَاءً ۖ قَالَ مَحْمُودٌ لِي أَخَذَ ۖ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِمِثْلِهَا** **أَمَّا مَنْ هُوَ أَمْلَى لِرَجُلٍ يَكُونُ عَلَيْهِ دَنْ مِنْ هَلِّ عَلَيْهِ فِيهِ الزَّكَاةُ ۖ رَأَى أَنَّ اسَّكَ بَعْدَ حَقِّهِ**

کے بارے میں عائشہ بنت قدام کی روایت نقل کی ہے جو صحیح مطہر امام مالک وغیرہ کے حوالے سے گزر چکی ہے،

نیز عطاء ابن یحیٰم اور ابن ابی شیبہ اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بالواقعہ جس میں غضب مشرکہ مال کو واپس کرتے ہوئے اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کا ذکر ہے ذکر فرما کر اس سے مال مضار پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے مسئلہ میں استدلال فرمایا ہے، فتح القدیر ص ۳۹۰ ج ۱ اور البصیرۃ للشرعی ص ۱۰۷ ج ۲ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مال سے ایک سال کی جو زکوٰۃ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وصول فرمائی وہ حنفیہ کے نزدیک بھی معمول یہ ہے، اور نہ اس کی تردید یا توجیہ فرماتے،

بلکہ امام محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اموال بالحنہ کی زکوٰۃ کے بارے میں بھی حنفیہ کے نزدیک امام کو مکمل اختیار ہے کہ وہ چاہے قرآن کی زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے معتبر ہی بھی کر سکاوی سطح پر ان کی زکوٰۃ وصول کرے، اور یہ ہے تو بالکل کے حوالے کر دے کہ وہ اپنے طور پر زکوٰۃ ادا کر دیں، چنانچہ انھوں نے فروع معالی الآثار میں ایک مستقل باب ذکر فرمایا ہے، باب الزکوٰۃ بالحنہ والامام، م لا اور اس میں ابنی علیہ رحمۃ اللہ دونوں نقطہ نظر بیان فرماتے کے بعد آخر میں لکھا ہے، واما وجه من طریق النظر فاننا قد رأینا انهم لا يختلفون ان الامام ان یبعث الی ارباب المراض السائمة حتی یأخذ منهم صدقة مواشیهم اذ وجبت فیها الصدقة وكذلك یفعل فی شاعرهم، یتبع ذلک فی مواضع الزکوات علی ما امر به عزوجل، لا یأبی ذلک احد من المسلمین، فانظر علی ذلک ان یکن بقية الاحوال من الذنوب الغنعة واما الی اعتبار ذلک... وهذا کلمہ قولی حنیفۃ والی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ رشرح معالی الآثار للطحاوی ص ۱۰۶ اور ۱۰۷ ج ۱۔ یہاں امام محمدی نے کسی قید و شرط کے بغیر امام کا یہ حق بیان فرمایا ہے کہ وہ سونا چاندی اور مالی تجارت سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے معتبر ہی بھیج سکتا ہے، یہاں انھوں نے مہر یا غیر مصر کی بھی کوئی مشروط نہیں لگائی، اور نہ ماشرکے، مں گزرنے کا کوئی ذکر فرمایا ہے، امام محمدی کی عبارت کا یہ لحاظ فقہاء حنفیہ کی دوسری تحریرات سے بظاہر معارض معلوم ہوتا ہے، اور مذکورہ بالا عبارت کے سیاق و سباق میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ ان کی یہ ساری گفتگو مابن علی العاشق

سے متعلق ہو۔ لیکن جہاں تک مذکور عبارت کا تعلق ہے اس میں کوئی قبضہ یا مشط نہیں ہے، اور وجہ التفریحی اطلاق کو متعلق ہے، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام طحاوی کا مقصد یہ ہے کہ ان اموال کی بلکہ سے بھی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حنفیہ کے نزدیک اصلاً نام کو ہے، البتہ اس مصلحت کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر غنی، جہاں لوگوں کے غنی مقام کی تلاش یا پرتال کی ضرورت پڑتی ہو وہاں بالکل کوئی زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت دینی گئی ہو اور جہاں یہ مصلحت داعی نہ ہو وہاں وہ اپنے اصل حق کے مطابق زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے، چونکہ ماخوذ پر گذرے والے اموال میں اس قسم کا کوئی مفسدہ نہیں ہے، اس لئے وہ اپنے اصل حق کے مطابق اُس سے زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے، اور اگر کچھ مزید اموال ایسے ہوں جن سے زکوٰۃ وصول کرنے میں یہ مفسدہ نہ ہو وہاں بھی امام کا اصل حق بخود کر آئے گا، اور وہ ان اموال سے زکوٰۃ وصول کر سکتے گا جس کی نظیر میں قمار، بھول، وظائف اور مال منسوب کے سلسلہ میں پیچھے گزر چکی ہیں، بلکہ اگر کسی جگہ معلوم ہو کہ لوگ اموال کی بلکہ سے زکوٰۃ نہیں دے رہے ہوں وہاں اس مفسدہ کے وجود نہ اپنے اصل حق کے مطابق ان اموال کی زکوٰۃ وصول کر سکتے گا، کیونکہ ترک زکوٰۃ کا مفسدہ اس مفسدہ سے شدید تر ہے، یہی بات تقریباً تمام فقہاء حنفیہ نے تحریر فرمائی ہے، مثلاً علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

”ظاہر قولہ تعالیٰ اخذ من اموالہم صدقۃ الایۃ توجب اخذ الزکوٰۃ مطلقاً للامام، ومعنی هذا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را الضلعین بعدہ، فقلنا ولی حشمان، وظهر تغیر الناس کما ان یفتش الشعاۃ علی الناس مستورا من الیوم، نفوض الیہم ان فی الملایح نیابة عنہ، وظهر یضاحت الصحابة فی ذلک، علیہ، وھذا لا یسقط طلبہ لایامام اصلاً، ولھذا الویولہ اھل بلدہ لا یؤدون وکونھم طابعہم بما رفق اللہ علیہ، اس عبارت سے واضح ہے کہ اصلاً تمام اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق امام ہی کو ہے، اور اموال کی بلکہ کے سلسلہ میں یہ حق ایک مصلحت سے چھوڑا گیا ہے، اور بالکیلیاب بھی ساقط نہیں ہوا، بلکہ ان اموال کی زکوٰۃ جو انکان ادا کرتے ہیں وہ بھی امام کے نائب کی حیثیت میں ادا کرتے ہیں، اصلاً ان کو یہ اختیار بھی نہیں تھا، اور اسی لئے اموال کی بلکہ کی زکوٰۃ کے دین کو فقہاء نے نہ مطالبہ من جملة العیاد قرار دیا ہے

یہاں بعض حضرات کو یہ شبہہ پیش آیا ہے کہ امام ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کا ذکر فرما کر کھلے، فجعل لهم اداؤها الى المساكين
 وسقط من اجل ذلك حق الامام في اخذها لانه عقد عقد، اما من افقة العدل
 فهو نافذ على الائمة (احكام القرآن للجمام ص ۱۹۰ ج ۲) اس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل کے بعد اموال بالمند سے زکوٰۃ وصول کرنے کا
 حق کسی کو نہیں رہا، لیکن امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت بغور دیکھنے سے سمجھ میں
 آئے کہ حق امام سے ان کی مراد ایسا حق ہے جس کے بعد ان کا ہی اموال کو از خود زکوٰۃ ادا کرنے
 کا اختیار باقی نہ رہے، اور ان کی ادائیگی کو شرعاً تسلیم نہ کیا جائے چنانچہ ان کی ذکر عبارت میں ہے ان
 کے الفاظ یہ ہیں، وقوله تعالى قد جئتكم بالهدى، وقد جئتكم بالهدى، وقد جئتكم بالهدى، وقد جئتكم
 الى الامام، وانه متى اداها من وجبت عليه الى المساكين لم يخرجوا لان حق
 الامام قد اُشرف بلحق ما لا يسبيل له الى استغناء خط كغيره من صان واجب ہے کہ
 وہ امام کے ایسے حق کا تذکرہ فرما رہے ہیں جس کی موجودگی میں مالک کو از خود زکوٰۃ ادا کرنا ہرگز
 نہ ہیں، بلکہ اس سے زکوٰۃ ادا بھی نہ ہو، پھر اسی حق کے بارے میں آگے کھلے کہ حق حضرت عثمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتمر عدل میں سے تھے، اور انھوں نے اموال بالمند کی حد تک یہ حق ساقط
 کر دیا، اس لئے یہ حق اب ساقط ہو گیا، جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 پہلے لوگوں کے لئے اموال بالمند کی زکوٰۃ از خود مساکین کو دینا جائز نہیں تھا، اور اس سے زکوٰۃ ادا
 نہیں ہوتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اختیار اٹھیں دیا، اب یہ بات طے ہو گئی
 کہ ایسے اموال کے مالکان اگر از خود زکوٰۃ ادا کر دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، لیکن اس کا مطلب
 نہیں ہے کہ امام کا حق اخذ بالکفیر ساقط ہو گیا، اور اب وہ زکوٰۃ وصول کرنا چاہے تو وصول نہیں
 کر سکتا، چنانچہ فتح القدر کی مذکورہ بالا عبارت اس پر صریح ہے کہ وھذا لا یسقط الامام اصل
 امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی اس پروری بحث اور سرے فقہاء و محدثین کی کھار توی اور
 ملے چنانچہ برہنہوں کے بارے میں اب بھی امام کا حق اس اوصاف کا ہے کہ اس کی موجودگی میں مالک کو از خود زکوٰۃ
 دینا نہیں بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس طرح کفیر کو دینا بھی ہوتی، مرسوم میں ہے، فان قال دفع الى المسکین
 لم یصدق، وقد دفع من الزکوٰۃ عندہ، وذلک انما من مالی یتصدق بہ الامام بولاية شرعية،
 فلا یستحق من حلیہ استغناء حقہ عن الاستیطاق، ولا یغیر ما لا احوال التصرف بہا بینہ ویمن بہ

روایات کو دیکھنے کے بعد اس سلسلہ میں جو صورت حال سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور حضرات شیعین و جمہا اللہ تعالیٰ کے زمانوں میں اموالِ ظاہر و اور اموالِ باخند دونوں سے زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی، البتہ اتنا فرق ضرور تھا کہ عیاشیوں اور نرمی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مصدق بھیجے جاتے تھے، اور فقور اور اموالِ تجارت کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مصدق بھیجنے کے بجائے مالکوں کو حکم تھا کہ وہ خود زکوٰۃ لے کر آئیں، لیکن دونوں قسم کے اموال میں اداء زکوٰۃ کا راستہ یکساں تھا کہ وہ حکومت کو دی جاتے،

② حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر سے باہر جانے والے اموال کے بارے میں تبدیلی فرمائی کہ اس کی وصول یابی کے لئے مصدق مقرر فرمایا، اور اسی اموالِ باطنی کی زکوٰۃ حسب سابق مالکان خود لاکر دیتے رہے،

③ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اموالِ باطنی کی کثرت ہو گئی، ان کی وصولی میں اور انھوں نے محسوس فرمایا کہ اب اموالِ باطنی کی زکوٰۃ کی سرکاری طور پر وصول اپنی کاپی سلسلہ کہ اس کے بغیر اداء زکوٰۃ جائز ہی نہ ہو، اگر باقی رکھا گیا تو اس کے لئے اموالِ ظاہر کی طسوج مصدق مقرر کرنے پڑیں گے، اور لوگوں کے نجی مقامات میں ان کی دخل اندازی سے لوگوں کو تکلیف ہوگی، لہذا آپ نے مالکان کو اجازت دیدی کہ وہ ان اموال کی زکوٰۃ خود اداء کر دیں،

④ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کے بعد لوگوں کو اموالِ باطنی کی زکوٰۃ اپنے طور پر اداء کرنے کی اجازت مل گئی، لیکن زکوٰۃ کی وصول یابی کا اصل جن اب بھی نام ہی کو جو، چنانچہ دو صورتوں میں اب بھلا وہ زکوٰۃ کی وصول یابی کا اہتمام کر سکتا ہے، ایک یہ کہ کسی جگہ کے لوگوں کے گھر سے جس پر معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے طور پر زکوٰۃ اداء نہیں کرتے، اور دوسرے یہ کہ کچھ اموال اس طرح اموالِ ظاہر میں شامل ہو جائیں کہ ان سے زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہ پڑے،

⑤ حج تکہ قدیم زمانہ میں نجی مقامات کی تفتیش کے بغیر اموال کے ظاہر ہو جانے کی جو صورت کثرت سے پیش آتی تھی وہ یہ تھی کہ اموال کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے وقت وہ دوسرے شہر پر گزرتے تھے، اس لئے فقہاء کرام و جمہا اللہ تعالیٰ نے اس صورت کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے اور اس طرح تعبیر فرمایا کہ یہ اموال شہر سے باہر نکل کر اموالِ ظاہر میں شامل

ہو گئے ہیں اور اموال بشر کے زمرہ میں نہ اموال باطنہ ہیں، اس لئے جو بشر سے باہر نکلا اصل مدبر و حکم البطنہ بیان علت میں ہے، بلکہ اپنے جہد کے لحاظ سے ایک واسطے کا بیان ہے، ورنہ اصل مدبر و حکم دی ہے جس کی بنا پر اموال باطنہ کو زکوٰۃ کی سرکاری وصولی یا بی سے مستثنیٰ کیا گیا تھا، یعنی تقدیش کے بغیر ان اموال کا ظاہر ہو جانا، چنانچہ قرون اولیٰ میں اُن اموال سے بھی زکوٰۃ وصول کی گئی جو بشر سے باہر نہیں ہوئے تھے، لیکن تقدیش کے بغیر ظاہر ہوتے تھے، مثلاً تنخواہیں و وظائف اور حکومت کے اموال منصوبہ جس کی روایات پہلے گذر چکی ہیں۔

یہاں بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر فرمایا ہے کہ بعض اموال حکومت پر تقدیش کے بغیر ظاہر ہو جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود حکومت اُن سے زکوٰۃ وصول نہ کرتی تھی، مثلاً عاشر پر گذرنے والا اگر اپنے نئی مقامات پر رکھے ہوئے اموال کے بارے میں اقرار کر لیتا تو ان کی زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی تھی جس کی انتہا اُسے تصریح فرمائی ہے،

اس کے جواب میں عرض ہے کافر کے ذریعہ تو اموال باطنہ میں سے ہر مال ظاہر ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ حبس زوی واقعات کو کلی احکام کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، اور "ما ضر" کو یہ خستہ پار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ جس مال کو چاہے ظاہر قرار دے کر اس سے زکوٰۃ وصول کر لے اس لئے اس کو یہ لگا بندھا اصول بنا دیا گیا کہ جو کوئی شخص تمھارے پاس مال لے کر گذرے صرف اُس مال سے زکوٰۃ وصول کرے جسے جو اس وقت تمھارے سامنے آجائے اور لوگوں کے معمولات یا دوکانوں پر جو مال ہے اس سے تعرض نہ کرو، اس اصول کے تحت "ما ضر" کو معمول میں رکھے ہوئے مال سے تعرض کا خستہ نہیں رہا گیا، درجہ یہ اصول معتبر رہو گیا تو اگر کسی حبس زوی واقعہ میں اگر کوئی شخص اپنے مال باطنی و عاشری اقرار کے ذریعہ ظاہر بھی کر دے تو یہ ایک مستثنائی واقعہ ہو گا جس سے اصول تبدیل نہیں ہو سکتا، اس لئے اس صورت میں بھی بطور اصول اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔

ہاں اگر کچھ ایسے اموال پائے جائیں جن کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ وہ سب کے سب بڑا خور و حکومت پر بغیر تقدیش کے ظاہر ہو جاتے ہوں اور حکومت اُن اموال کے بارے میں یہ طے کر دے کہ ان تمام اموال سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی تو اس میں شرعی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ تنخواہوں و وظائف اور اموال منصوبہ سے جو زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اس کی واضح نظیر ہے۔ دوسرے الفاظ میں مزید من اصرار عاشر کے لئے زکوٰۃ وصول کرنے کی اجازت کی نوعیت ہے۔

بھن ادا کر کے لئے وصولی زکوٰۃ کے اختیار کی صحت نہیں، بلکہ اس کے لئے علت اموال کا تنقیش کے بغیر ظاہر ہو جانا ہے چنانچہ جن اموال کی ذمیت ایسی ہو کہ وہ بغیر تنقیش کے ظاہر ہو جاتے ہیں ان سے یہ تمام عزلی اعتبارات کی طرح وہ بھی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم جاری کر سکتا ہو، جیسا کہ نیکو اہل و عیال کے معاملہ میں کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کو امام رحمہ اللہ دلی تحریر میں مصرعہ کا ذکر باب فیسن بسز علی ادا آخر میں تو فرماتے ہیں، جس کا موضوع یہ ہے کہ عاتق کو اسے اموال سے زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے، لیکن جس جگہ امام کے وصولی زکوٰۃ کے اختیار کا بیان یہاں عمرائے حرم میں مصرعہ کو بطور علت ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ وہی علت یہی بیان کی جاتی ہے کہ اموال یا نفس سے زکوٰۃ وصول کرنے میں لوگوں کے بھی مقامات میں دخل اندازی اور ان کی تنقیش لازم آتی ہے جس سے عوام کو ضرر پہنچے گا اندیشہ ہے، جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت صحیحہ گزشتہ جلد اور امام حصاص کی عبارت مجلس کی سابق تحریر میں نقل کی جا چکی ہے،

بینک اکاؤنٹس کے قرض ہونے کا مسئلہ:

بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص بینک میں رقم رکھتا ہے تو ضرعاً وہ رقم بینک کے قرض ہوتی ہے، اساعت نہیں، اس لئے وہ بینک پر وصول بھی ہوتی ہے، اور اس پر زیادتی وصول کرنا شہد ہوتا ہے، اور جب کسی شخص نے کوئی رقم سی و سٹرک فرمایا اور وہ کو بطور قرض دے دی تو وہ اس شخص کی ملکیت میں بھل کر قرض کی ملکیت میں داخل ہو گئی، اب اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی جس وقت واجب ہوگی جب وہ رقم اسے وصول ہو جائے گی، اس سے پہلے زکوٰۃ واجب الاطلاق نہیں، لہذا بینک کا قرض سے زکوٰۃ وضع کرنے پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب الاطلاق ہونے سے پہلے ہی وضع کر لی گئی ہے، اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دائن سے وصول کرنے کے بجائے مدیون کے مال سے وصول کی گئی ہے، حالانکہ اس کی ذمہ داری معصومہ فی الشرائع نہیں ہے کہ ایک شخص کی زکوٰۃ دوسرے کے مال سے وصول کی جائے،

ذیل میں ان دونوں اعتراضات کی تحقیق مقصود ہے:-

ان دونوں مسائل کی تحقیق کے لئے پہلے بینک اکاؤنٹس کی صحیح حیثیت متعین کرنا ضروری ہے، اس میں شک نہیں کہ نفی اعتبار سے بینک اکاؤنٹس قرض نہیں ہے، لیکن دائن کے تصرف کے لئے اسے اپنے حق کو قرض پر محدود کا مین دینے ہوتا ہے، مثلاً بینک اکاؤنٹ ہائسڈ، پارٹ، بان میں اکاؤنٹ

معاظ سے ہو ایک بالکل نئی قسم کا قرض ہے جو فقہاء کرام رحمہ اللہ کے عہد میں موجود نہیں تھا اور جس کی نظیریں بھی اس قدر میں کم ملتی ہیں۔ لہذا زکوٰۃ کے حق میں بیگ اکاؤنٹس کو بالکل رد و سکر وٹ کر اور قرضوں پر قیاس کرنا درست نہیں ہو گا۔ وجوب زکوٰۃ کے حق میں زمین کے اندر اصل دینچے کی جیسے نہ ہے کہ وہ دائن کے لئے کس حد تک مروجہ اصول ہے؟ اور دائن کا تصرف اس پر کس حد تک برقرار ہے؟ اسی بنا پر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے وجوب زکوٰۃ کے معاملہ میں زمین فقیہ، زمین متوسط اور زمین ضعیف کی تقسیم فرمائی ہے، اور اس بنا پر زمین خود کو مالی منار میں شامل کر کے اسے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، جب ہم اس نقطہ نظر سے بیگ اکاؤنٹس کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ زمین ہونے کے باوجود اس معاملہ میں دوسرے عام دینوں سے بالکل ممتاز نظر آتا ہے جس کی وجہ درج ذیل ہیں:

① عام قرضوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ قرض کے قبضے سے بچنے کے بعد ان پر قرض کا کوئی تصرف باقی نہیں رہتا، بلکہ وہ قرض کے دم دکر م برقرار ہے کہ جب وہ چاہے اسے ادا کرے، اس کے برعکس بیگ اکاؤنٹس میں قرض کے طلب کرنے پر فوری ادا کی جاتی ہے جو لے گا کوئی سوال نہیں ہوتا، اور یہ بیگ کی طرف سے صرف زبانی اقرار نہیں ہوتا، بلکہ بیگوں کا مسلسل بلا ختم

رقبہ حاشیہ موجود شدہ احتمال بھی قابل غور ہے اور یہ کہ وہ شرکت ناسدہ یا مضاربت ناسدہ کا مال ہو کہ غیر نفعیہ کرام یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے شرکت یا مضاربت کرنے وقت نفع کے شائع حصہ کے بجائے معین رقم لیا جائے تو شرکت اور مضاربت ناسدہ ہوجاتی ہے، دینی اور شرک ناسدہ اور مضاربت ناسدہ دونوں میں جب تک شرکین مال دینے والے ہیں ان کے درمیان شرکت فی المثل قائم ہوجاتی ہے، اور دونوں اپنے اپنے حصے کا حصہ اپنے دینا وہ رقم دینے نہیں بلکہ الہ تجارت کے حکم میں دیتی ہے۔ اور غیر سودی اکاؤنٹس میں بیگ احتکلیہ بھی ہو کہ وہ اصل رویت حتیٰ کیونکہ غلط بالاذن کہ بنا پر وہ مالی حرکت بلکہ جگا چنا پر دینی کتاب الاخراج میں تصریح ہے کہ رویت غلط بالاذن سے شرکت بیگ بن جاتی ہے، (مٹا ۱۸ ۳۳۲) اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے بیوگ اکاؤنٹس کو کسی بنا پر شرکت بیگ کا مال قرار دیا ہے، (املاؤ افلاذی ص ۱۲۹ ج ۲) اگر ان اکاؤنٹس کی یہ نتیجہ درست ہو تو ان اکاؤنٹس کے ذریعے ہونے کا مسئلہ ختم ہوجاتا ہے، لیکن اس توجیہ میں باطل یہ ہے کہ اس کے مطابق ان اکاؤنٹس میں رکھی ہوئی رقم مضمون نہ ہوگی، حالانکہ زمینین کی طرف سے مضمون ہونا شرط ہوتا ہے، نلیت اصل ۲

قرض یعنی وہ جس کے بغیر بیک چل ہی نہیں سکتے، لہذا یہ قرض کی وہ قسم ہے جس میں منقوض اپنی رقم جب چاہے فوراً بلا تکلف واپس لے سکتا ہے، اور عذرہ ایسی ہی قابل اعزاز ہے جیسے اپنی تجارت میں رکھی ہوئی رقم، بلکہ اس سے بھی زیادہ مکرم، کی کہ رقم میں ہلاک ہونے کا خطرہ ہے، لیکن بیک کا انش میں ایسا خطرہ بھی نہیں ہے،

② بیک کا انش میں رکھی ہوئی رقم پر ہر اکاؤنٹ ہولڈر ٹیک اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح اپنی عادی میں رکھی ہوئی رقم پر تصرف کرتا ہے، اس وقت تجارت کا سارا کاروبار بیک کا انش ہی پر چل رہا ہے، اور بیشتر ادائیگیاں بیک ہی کے ذریعہ ہوتی ہیں،

③ وقت نام میں بھی بیک میں رقم رکھوانے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اس نے یہ رقم کسی کو قرض دے دی ہے، بلکہ وہ اسے اپنی ہی رقم سمجھتا ہے، اور اس کے ساتھ اپنی رقم ہی کا سا معاملہ کرتا ہے، جب کوئی شخص اپنے حاضر و غائب مال کی ہر قسم بنانا ہے تو بیک کا انش کو بل حاضر میں شام کیا جائے گا، مالی فائز میں نہیں،

④ عام قرضوں کا حال یہ ہے کہ معاہدہ قرض کا قرض مستغرق ہوتا ہے، لیکن یہاں عمر کے قرض ہوتے ہیں، اور اس کا اصل منشا قرض دینے کے بجائے اپنے مال کی حفاظت ہوتی ہے،

عام قرضوں کے مقابل میں بیک کا انش کی ان وجوہ فرق کو ذرا سن میں رکھ کر قرضوں پر زکوٰۃ کے مسئلہ پر غور فرمائیے:

بیک کا انش سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مجبلاً اعتراض کیا جا رہا ہے کہ قرض پر اگرچہ زکوٰۃ فرض تو ہوتی ہے لیکن اس کی لواٹیل اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ دائن کے قبضہ میں داپس آجائے، اور زیر بحث صورت میں دائن کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہی زکوٰۃ وضع کی جا رہی ہے اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ قرضوں پر زکوٰۃ کا نفس وجوب و منغن علیہ ہے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرض کی یہ ہولت دی ہے کہ زکوٰۃ کی دائیل اس پر واجب آئیں وقت ہوگی جب قرض کی رقم آئے داپس ملے گی، چنانچہ جب بھی چالیس درہم کی مقدار اس کے پہنچے ہوگی اسے ایک درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا اس پر واجب ہوگا، اس ہولت کا اپنی منظر اللہ اس کی اصل وجہ مندرجہ ذیل روایات سے واضح ہوتی ہے،

① امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ روایت فرماتے ہیں: حسن حسین بن عبد الرحمن بن عبد الرحمن ابن عبد العزیزی، دکان علی بیت، مالی معروضی اللہ عنہ، قال کان الذی اس باخذون

من الدين الزكوة، وذلك ان الناس اذا خرجت الاعطية حبس لهم العرفاء وبنسب
 وما بقى في ايديهم اخرجت زكوة ثم قيل ان يقضوا ثم دأب الناس بعد ذلك ويؤنوا
 هالكه، فلم يكتفوا يقضون من الدين الصدقة الا ما انقص منه، ولكنهم كانوا
 قبضوا الدين اخرجوا منها ما مضى وانسوا الباقي لليقضي، باب زكوة الدين
 لو كان على معسر او جالس، اس روایت سے واضح ہے کہ اسلادین کا حکم بھی یہی تھا کہ سال
 بسالی ان کی زکوة ادا کی جائے تو وہ قبضہ میں نہ آئے ہوں، لیکن چونکہ بعض مرتبہ زکوة
 نکال دیتے، اور بعد میں دین وصول نہ ہوتے، اس لیے یہ سہولت دی گئی کہ دیون کی زکوة پھر
 برتنے کے بعد ادا کی جائے، لیکن جب لوگوں کی مجلسوں کو سابلانے گذشتہ کی بھی ادا کی جائے
 اس کے باوجود صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت کا مسلک بھی یہاں کہ دیون اگر قابل اعماد
 ہو تو زکوة ادا دینی کے لئے وصول باقی کا انتظار نہ کیا جائے، بلکہ سال کے سال زکوة ادا کی جائے
 رہے چنانچہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت جابر بن
 زید، حضرت مجاہد، حضرت ابو امام غنمی، حضرت یحییٰ بن ہریر، حضرت قتادہ اور حضرت حمید
 ابن السیب وغیرہ کا مسلک بھی تھا کہ کتاب الزہوال لابی عیینہ ص ۲۲۴ باب الصدقة
 في اعتبارات زائدین فقروہ ۱۲۷ وصفت عبد الوفاق ص ۱۲۴ باب زکوة الافاق
 اس کو امام ابو عبید نے ترجیح دی ہے، اور یہی امام شافعی کا مسلک پر وجہ المخرج ص ۱۳ (ج ۳)
 لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ دیون کو کئے قابل اعماد شخص کے پاس
 ہو اس میں جو نہ عدم اراش کی کا احتمال بھی رہتا ہے، لہذا جب تک وہ انکس کے قبضہ اختیار
 میں نہ آجائے اس وقت تک وجوب ادا نہیں ہوگا، اس کے لئے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے استدلال فرمایا ہے جسے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے
 امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: من علق بن ابي طالب قال لو كان ذلك دين علي بن ابي طالب
 فقبضه فزكاه لما مضى، قال محمد دبه ناخذ وهو قول ابي حنيفة وكنار الاكثار فتا
 اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں اپنے مسلک کی بنیاد حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر رکھی ہے،

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد امام بیہقی اور امام ابو عبید نے ان الفاظ میں
 روایت فرمایا ہے: عن علي بن ابي طالب قال ان كان حصاد قاذل فزكاه لانه

لما مضی . امام ابوعلیہ نے دین نفلوں کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: ہوا لدی لایدری صحۃ
ایضغیہ لدی علیہ الدین امام ابوعلیہ ص ۳۵۰ و کتاب الاموال ص ۳۲۰
فقرو ۱۷۲۰ و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱۶۳

اور اس ارشاد کی تفصیل امام ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت فرمائی ہے:
عن الحسن قال سئل عنی عن الرجل ینزل لہ الدین علی الرجل قال یرکبہ صاحب
المال فان اوی ما علیہ وحشی ان لا یغنی قال یدخل فاذا خرج اوی زکوٰۃ ماله
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱۶۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس باب میں حضرت حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف وی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر
وغیرہ کہتے ہیں، یعنی ان عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر قالا من اسفلت مالا
فحلیہ زکوٰۃ فی کل عام اذا کان فی ثقتہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۳۶۱) اور
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکمل الفاظ یہ ہیں: و ما کان فی امین یکفر و ما کان
من دین فی ثقتہ فخرج بمنزلة مانی اید یکفر و ما کان من دین نفلون فلا زکوٰۃ
لیہ حتی یقضہ (بیہقی ص ۳۶۱) و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱۶۲ حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا ایک حصہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے اور
اس سے دین کے مسئلہ میں مالکیہ کے خلاف استدلال فرمایا ہے: عن ناظم عن ابن عمر
انہ قال فی الدین یرحی . قال زکوٰۃ کل عام کتابا لعل علی اهل الدین یتدہا (ص ۳۶۱)
اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء حنفیہ نے اس باب میں اپنے مسلک کی بنیاد حضرت
علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال پر رکھی ہے، اور ان کے نزدیک اگرچہ قبضہ
کے بعد زکوٰۃ کا وجوب اس صورت میں ہے جبکہ دین کی وصول یا لی مفلون ہو، چنانچہ
وصول یا لی کا دو ثبوت ہوتا ہے ان کے نزدیک وجوب اور بھی قبضہ سے پہلے ہی ہوا جائے لیکن
فقہاء حنفیہ نے اس پہلو پر نظر فرمائی کہ معروف دینوں میں سے ہر دین میں خواہ وہ کتنے ظاہر یا
شخص کے پاس ہو، عدم ادائیگی کا کچھ نہ کچھ ضرور ہونا لازماً سمجھتے ہیں ہر دین قوی کو دین نفلون
فراہ دے کہ عام حکم لگا دیا کہ اس پر قبضہ وجوب تو ہو جاتا ہے، لیکن وجوب اداء قبضہ
کے بعد ہوگا،

اس میں منتظر کو دین میں دیکھ کر جب ہم بیگ اکاؤنٹس کا جائزہ لیتے ہیں، اور عاقل و

چنانچہ اہم محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ سال شاکر نے واول پر طر فرمائے ہرگز نہیں نکلتے
 گھما ہے کہ: یعنی لصاحب هذا المال ان يفقد حسابا يصعبون زكوة ماله خو يجب
 ان يقيم الرجل ان كان يفيد اليوم الغنا وفن الفين وبعده عن ثلاثة آلاف وبعده
 ذلك خمسة آلاف وبعده ذلك بعشر بن يوم عشرة آلاف ايليق له ان يترك
 كل مال من هذا الاموال على حدة! وهذا قول ضيق لا يوافق ما عليه الناس يعني
 له ان يجمع ماله كله ثم يتركه اذا اوجبت الزكاة على ماله الاول وكتاب الفوعة
 على اهل المدينة ص (۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳) اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جو فقیر حنفی کا
 بہت بڑا غریب، ان کا ایک ارشاد امام ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے کہ:
 ومن كان له من دين فقة فليتركه، وما كان لا يستقر عليه اليوم، فليأخذ اليه
 يومين فليتركه، وجمعفت ابن ابی شیبہ ص ۶۲، اس کا منشا بھی غائب ہی ہے کہ
 کہ دیون کی جو رقمیں آتی جاتی رہتی ہوں ان کا الگ الگ حساب رکھنا جو کہ متعدد ہے اس نے ان
 سب کی زکوٰۃ ایک ساتھ ہی نکالنی چاہیے، اور اس قسم کے دیون کی جتنی محمل مثال دیکھ لیا تو اس
 میں اتنی محمل مثال شاید کوئی اور نہیں دیکھتا۔

لہذا ان تمام دلائل کی روشنی میں، بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر یہ اعتراض درست
 نہیں رہتا کہ ان کی زکوٰۃ وجوب ادارے پہلے وصول کرنی گئی ہے، بلکہ مذکور بالا دلائل کی روش سے
 یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان اکاؤنٹس کا وجوب ادا، یہی اسی وقت ہو جائے جب دوسری وصول کا
 سالی پورا ہو۔

بینک اکاؤنٹس کے ذمہ ہونے کی بنیاد برائے سے زکوٰۃ وضع کرنے پر دوسرا اعتراض یہ
 ہے کہ جب ایک شخص نے کوئی رقم بینک کو قرض دے دی تو وہ اس کی ملکیت سے نکل کر بینک
 کی ملکیت میں آگئی، لہذا جس رقم سے حکومت زکوٰۃ وصول کر رہی ہے وہ بینک کی ملکیت ہے
 اور اس کی کوئی فقیر مندرجہ میں نہیں ہے کہ ایک شخص کی زکوٰۃ دوسرے کے مال سے وصول
 کی جاسکتی ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہوا ہے کہ جس ذمہ کی وصولی بالی اتنی معین ہو جتنی بینک
 اکاؤنٹس میں منیٹش ہوئی ہے اس سے زکوٰۃ کی وصولی بالی کی متعدد نظریں موجود ہیں، کہ اس کو
 خیر برائے کے بقول میں قرار دیکر اس سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے، چند نظائر درج ذیل ہیں:-

① پہلے گزرنے والے کے لئے ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم زکوٰۃ کی رقم دینی پہلے والے کو اہل سے کاٹھ لیتے تھے، امام ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے یہ الفاظ پہلے گزرنے والے کے ہیں کہ قالوا أخبروا عن عندہ ما لا قد حلت فیہ الزکوٰۃ فہم متناہون عنہ، کتاب الاموال ص ۴۶، ظاہر ہے کہ تنہا کی وصولی بانی سے پہلے وہ بیت المال پر نہیں تھا، اور نہ مکہ صاحب تنہا کا اس پر قبضہ نہیں ہوا تھا، اس نے ابھی وہ حقیقہ اس کی ملکیت اور قبضہ میں نہیں آیا تھا، لیکن قبضہ میں آنے سے پہلے ہی اس سے زکوٰۃ وضع کرنا اس لئے تھا کہ وہ زمین یا متاع ہونے کی بنا پر تنہا صاحب تنہا کے قبضہ میں آچکا تھا، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ موطن نقل کر کے اس پر ترجمہ الباب یہ قائم فرمایا کہ: "باب الرجل یکن لہ الذرین ھل علیہ فیہ الزکوٰۃ" اور پھر یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ: "کان زبیر بن ابی بکر اذا اعطی الناس اعلیٰ عنہ یسأل الرجل ھل عندہ من مال قد وجبت فیہ الزکوٰۃ، فان قال نعم اخذ من عطائہ زکوٰۃ ذلک المال، وان قال لا سلمہ الیہ" مطاوعہ اور پھر فرمایا ہے، قال محمد بن سعد انما عنہ وهو قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وروی الامام محمد ص ۱۰۰،

اور حضرت مولانا خضر صاحب عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس عمل کو نقل کرنے کے بعد کہلے کہ: "فیہ دلالت علی انہم کانوا یأخذون زکوٰۃ الصلوات لکنہ زینا ستحقا علی بیت المال" والا لحدیث لایحکم الزکوٰۃ منہ معنی واعلاء الصلوات ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، کتاب المسیر ما سب الاعطاء یسوت صاحبہ بعد ما یتوجہ، ان تمام روایات و عبارات میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ زمین کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہی اس سے زکوٰۃ وصول کی جاسکتی ہے، کیونکہ وہ متعین ہونے کی بنا پر قدر مالک کے قبضہ میں ہے،

② حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں امام ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت فرماتے ہیں عن تادم عن ابن عمر انہ کان یکن عندہما مالاً فیسئلان امر الھم لھما بعد ما من اللہ لھما، ثم یفرجھما من اموالھما وہی ذین علیہ کتاب الاموال ص ۴۶، فقروہ ص ۳۰، المسئلۃ الذکر فی البیع فی ص ۳۹، ۴۰، وصفت عبد اللہ بن عمر ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲،

لہذا کہ زمین پر زمین سے متعلق ہو، مکہ نقل اور قول ابن عمر ان عندہما مالاً فیسئلان امر الھما لھما بعد ما من اللہ لھما

یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ نابالغ کے مال پر زکوٰۃ واجب کیا جیسا کہ اور مذکور واقعہ میں
 صیغہ "اسے وارث نابالغ بنائی ہیں یا بالغ بنائی؟ لیکن یہاں جوابات قابل غور یہ ہیں کہ
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان صیغہ پر زکوٰۃ فرض کیجئے تھے، اور ان کے احوال
 کو خود فرض لے لیتے تھے، پھر ان سے فرض ہونے کی حالت ہی میں زکوٰۃ نکالتے تھے، یہ صورت
 موجودہ بینک اکاؤنٹس کی صورت سے بہت قریب ہے، کہ دونوں جگہ رقم کو ذریعہ امت کے
 بجائے فرض بنانے کا مقصد ان احوال کو معصوم بنانا ہے، اور باوجودیکہ وہ زمین مسطح
 لینے کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملکیت میں آگئیں، لیکن احوال نے اپنی
 رقموں سے اصل مالکوں کی زکوٰۃ ادا فرمائی، اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین متغیر کو تقدیراً
 دارائن کے قبضہ میں قرار دے کر اس سے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے،
زکوٰۃ کی نیت کا مسئلہ:

بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ کی وصولی بالیہ پرنسپل اسٹیبلشمنٹ کیا گیا ہے کہ میٹکون سے جبراً
 زکوٰۃ وصول کرنے کی صورت میں اصحاب احوال کی طرف سے نہتہ تحقیق نہیں ہوگی، حالانکہ
 نیت ادا زکوٰۃ کے لئے شرط ہے۔

اس سلسلہ میں مجلس کی سابق تحریر میں عرض کیا گیا تھا کہ جن احوال کی زکوٰۃ وصول
 کرنے کا اختیار حکومت کو ہے ان میں حکومت کا وصول کر لیا بذات خود نیت کے قائم مقام
 ہو جاتا ہے، اور دلیل جو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بھی پیش کی گئی تھی: "فی المختصر
 انکثر اذا اخذها الا ما کره فوضعه من صاحبها لان له ولاية اخذ الصدقات،
 فقام اخذها مقام دفع المال، وفي القنية وفيه اشكال لان النية فيه شرط
 ولم يوجد منه اه، قلت قول: انکثر، رحمه الله تعالى فقام اخذ، الخ فيصلم للمجرب
 ناظم رشامی ص ۲۳۵)

اس پر بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر فرمایا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مذکور عبارت
 کے بعد متعین تحریر فرمایا ہے: "ثم قال في الجهر، والفقہی به التفصيل ان كان في الاول
 الظاهر بقط الغرض لان للسلطان او نائبه ولاية اخذها، وان لم يضعها
 موضعها لا يطل اخذها، فان كان في الباطنة فلا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوالیہ
 کی زکوٰۃ اگر جبراً وصول کر لی جائے تو وہ ادا نہیں ہوگی،

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ مجلس نے اپنی سابق تقریر میں جو الفاظ کہے تھے کہ: ”حکومت کو جن اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے ان میں حکومت کا وصول کر لینا بذات خود نیست کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔“ وہ اسی عبارت کے پیش نظر لکھے تھے، کیونکہ مذکورہ عبارت میں مدار اس پر ہے کہ سلطان کو ولایت آخر معاہدہ ملتی یا نہیں؟ اور دینک اکاؤنٹس سے دولت خزانہ کے ولایت بھی تفصیل کے ساتھ بیان کئے جا چکے ہیں، لہذا ذرا پر بحث مسئلہ میں مذکورہ عبارت سے حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

اور جن اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حکومت کو ہے ان میں حکومت کی وصولی کا نیست کے قائم مقام ہو جانا انہما کے نزدیک مسلم ہے، اگرچہ انہما خلافت نیست کے معاملہ میں اتنے سخت ہیں کہ بعض صورتوں میں ولایت نیست کو بھی معتبر نہیں مانتے، مثلاً اگر کوئی شخص اپنا سامان مالی بغیر نیست زکوٰۃ کے صدقہ کر دے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے (را لگیریہ ص ۱۰۱، ج ۱) لیکن انہما خلافت کے نزدیک نیست کے فقدان کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی، (الغنی لابن قدامہ ص ۳۰۳ و ۳۰۴، للعقاب ص ۲۳۲، ۲۳۳)

لیکن حکومت کی وصولی بالی کے مسئلہ میں انہما خلافت بھی اس پر متفق ہیں کہ وہ نیست کے قائم مقام ہو جاتی ہے چنانچہ فقہ مالکی کی معروف کتاب ”مواعہب لجلیل“ میں ہے، ”اذلخرج رجل الزکوٰۃ بغیر علم من علی علیہ وغیر ذلک، فان کان مخرج الزکوٰۃ الامام فالزکوٰۃ مجزئة ومواعہب لجلیل للعقاب ص ۲۳۵، ۲۳۶) اور فقہ شافعی کی معروف کتاب ”نہایۃ المحتاج“ میں ہے، ”لا یصح عند الشافعیۃ ان یتصدق السلطان تکفی اذا اخذ زکوٰۃ المستکم ونہایۃ المحتاج ص ۳۱۲، ۳۱۳) اور علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں، ”دلا یجوز اخراجه الزکوٰۃ الا ان یأخذها الامام منه قهراً“ (الغنی لابن قدامہ ص ۲۳۶، ۲۳۷)

بجز یہ ساری تفصیل تو زکوٰۃ کی وصولی بالی کے وقت زکوٰۃ کی ادائیگی میں ہے، اور اگر کسی کو اس کی شہرہ ہی ہو تو اس کے لئے نہ نیست موجود ہے نہ وہ زکوٰۃ وضع ہونے کے بعد نیست کر لے کیونکہ اور بہت بڑا جابجاء ہے کہ دینک اکاؤنٹس فقہیاً ایک ہولڈرز کی ملک ہے، اور اگر کوئی فقہی کسی کے مال سے زکوٰۃ ادا کر دے تو جب تک مالی فقیر (یا اس کے وکیل) کے قبضہ میں ہو اس وقت تک اصل تک زکوٰۃ کی نیست کر کے اس کی اجابت دے سکتا ہے، اس کی تصریح فقہاء حنفیہ کے

کلام میں موجود ہے، چنانچہ تازی مالگیری میں ہے، "رجل اذی زکوٰۃ غیریہ من مالی ذلک الخیر
 فاجازہ المالک فان کان المال قاشقانی بعد الفقیر جازاً لا فلا، کذا فی المال جیفہ
 وسالگیوۃ من (۱۱ ج ۱)، اور اگر اصل مالک کو ملک تقیری سے بالکل صرت نظر کر لیا جائے
 تو بھی ہجک یہ ظن غالب نہ ہو جائے کہ وضع کردہ زکوٰۃ مسکین کے پاس پہنچ چکی ہے اس وقت
 تک مالک زکوٰۃ کی نیت کر سکتا ہے، شاید میں ہے، قال فی التشارعانیۃ الا اذا وجد
 الاذن او اجازۃ المالک ان ای اجازۃ قبل ان تم الی الفقیر لما فی البصر لولوی زکوٰۃ
 غیریہ بغیر امرہ فیلحقہ فاجازۃ لم یجزلانہا ووجدت نفاذاً عملی لتصدیق لانہما ملک
 ولہ یصل ہا شیا من غیریہ تنفذ علیہ ام (۲۱ الفتاویٰ ج ۲) نقطہ اولیٰ مسجد کوفیٰ مالک بالسر

ولی احسن

جامعہ اسلامیہ نوری ناؤن کراچی

محمد رفیع عثمانی حنفی مدظلہ
 دارالعلوم کراچی

رشید احمد

غزوہ شعبان سنہ ۱۴۲۸ھ

محمد رفیع عثمانی حنفی مدظلہ
 دارالعلوم کراچی

نظر ثالث

بعض علماء نے تحریر مذکورہ فیصلہ بعض سال فرمائی، اس پر ۲۳ محرم ۱۴۰۵ھ میں مجلس نے خود کو کے اپنے
 فیصلہ کے بعد توفیق کی، البتہ مجلس نے اپنی تحریر مذکورہ میں بعض اصلاحات کو تسلیم کر لیا اور ان کی اصلاح کا ذکر
 فیصلہ کیا، نتیجہ کے لحاظ سے ان اصلاحات کا مجلس کے سابق فیصلہ کو کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ان اصلاحات کی مفصل تحریر وقت ختم ہو جائے گی وجہ سے اس مجلس میں یہ ہو سکی اس لئے اس کو
 دوسری مجلس پر چھوڑ دیا گیا، واللہ المستعان

اس تحریر کی مجلس کے بعد اس کو اپنا سر اعلان اور ترجمہ احسن الفتاویٰ میں شائع کر دیا جائے گا
 ان شاء اللہ تعالیٰ

رشید احمد

باب العشر والخراج

عشر بر حصه مزارعان :

سوال : عشر بر حصه مزارعان در شرع شریف واجب است یا نه ؟ اگر واجب است پس کدام حصه بر او شایع است ؟ شرع مقرر و معین فرمودند ؟ یا تفریق و اجزاء ؟
الجواب : و منه الصدق والصلوات

بر وجوب عشر در حصه مزارعان اختلاف میان امام و صاحبین در جمیع اشعار است و در کتب مبسوطه مسطور اما فتوی بر قول صاحبین است و در نقل مذکور صاحبین هم اختلاف میان کتب فقه و واقع شده است بعضی تفصیل کرده اند که اگر بذر من جانب ملک باشد عشر بر دست و اگر من جانب مزارع باشد یس عشر بر ملک و مزارع بر ده مطابق حصه ایشان است ، و اکثر مصنفین تفصیل مذکور کرده اند ، بجز بر صورت عشر و اشترک اکثر مزارعین می فرمایند یعنی از خراج ارض عشر و اگر ده بده تقسیم خواهند کرد . ظاهرش می دهم از شرع تعالی این را ترجیح داده اند لهذا در رأی این فقیر همی مذکور معمول است و الدلیل علی کل ما اذینا ما فی شرح التتمیم و فی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالمحصة و فی الشاعیه و قوله فی المزارعة قال فی التمر و لودفع الارض العشرية مزارعة ان البذر من قبل العامل فعلى رب الارض فی قیاس قوله لصادها و قال فی الزرع لعمتها و قد اشتهر ان الفتوی علی الصعوبة و ان من قبل رب الارض کان علیه اجماعاً و مثله فی الخایة و الفسقم (الی ان قال) لکن ما ذکر من التفصیل بخلافه ما فی البحر و المجهول و المعراج و السراج و الحقائق و التمهیدیه و لیهما من ان العشر علی رب الارض عنده علیهما عندهما من غیر ذکر هذا التفصیل و هو الظاهر لما فی البدایح من ان المزارعة جائزة عند هما و العشر یجب فی الخارج و الخارج بینهما فیهما العشر علیهما الخ
و قال ابن عابدین رحمه الله تعالی فی آخر هذا البحث نحن ان

بذیل المباحث من المتبوع ما فی اکثر المتبوع المختار ج ۲) فقط والله تعالیٰ اعلم
۳ رد بقدر مستند

کاربزرگے پانی میں نصف عشر ہے :

سوال : پیسہ یا بیل یا دینی و مفتی یا شرعی میں کہ در دیار مایاں کاربزرگے پانی
ہستند کہ از غرض وہ تا بیع آب مثلاً و از وہ بزار فضل تا صلہ داد و ہر سال کار و زحمت بخوار
کہ اگر کار کرد و نشو و آش خشک میشود و خرچ و مصرف کارش با نذر ای میاں کہ نصف
بکر و حد مصولی پیداوارش بکار گران صرف میشود و در صورت عشر واجب شوری نصف عشر
مستند مذکورہ بالا را با تحقیق و بکار کتاب و باب تحریر فرمودہ رفع استنبط فرایند و اجراء این
حاصل فرماید ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

در صورت نصف عشر واجب است ، فیما علی العرب والاریاء ، قال فی التمامیہ تحت
(قوله وقولہ لا تأثم) لان العلة فی الصدول عن العشر انی نصفه فی مستی
غرب و دلیہ ہی زیادۃ الکلفۃ کما علیست وہی موجودۃ فی شراء
العام و المختار ج ۲ ص ۵۵ فقط والله تعالیٰ اعلم ۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

مد عشر سے مدخراج کے لئے قرض لینا :

سوال : کیا خراج کے بیت المال کے لئے صدقہ کے بیت المال سے قرض لین جائز
ہے یا نہیں؟ بپتو اتوجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صدقہ کے بیت المال سے خراج کے بیت المال کے لئے قرض لینا جائز ہے اگر اگر
غیر انہوں تو مستقرض منہ کو الہی و فی ضروری نہیں قد شاور المتور و رحمہ
اللہ تعالیٰ و علی انہام ان یجعل کل نوع بیتا یخصہ ، و لہ ان یمتقرض من
احدھا لیصرفہ للآخر و یعنی بقدر الحاجة ۔ و قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ
(قوله لیصرفہ للآخر) یملاہ قال الزلیط ثم اذا حصل من ذلك النوع شیء
ردہ فی المستقرض منہ الا ان یكون المقترض من الصدقات و من نفس النعمۃ
علی اهل الخراج و ہم فخر او فائدہ لا یورد فیہ شیء لانہم مستحقون الصدقات

بالعقود كذا في غيرة اذا اصرفه الى المستحق (رد المحتار ص ۲۹۰ ج ۲)
یعنی اداروں کے ہتھ کے لئے ایک دوسرے سے دوسری کے لئے قرض لینا عز نہیں اس لئے کہ اگر
قرض کی واپسی پر قدرت نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی رقم وصول نہ ہو اس کی قدرت بظرف نہیں ہے
جو غیر مجتہد ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۷۷ ردی الاولیٰ مسئلہ ۴

پھل پھلنے سے پہلے کافر کو ویدیا :

سوال : اگر کسی نے قبل الادراک بارغ یا ذریعہ کی بیعت کسی کافر کے ساتھ کی تو ایسی
صورت میں حشر کسی پر واجب ہوگا؟ جب کہ کافر نے پھل پختہ ہونے کے بعد کاٹ لیا۔
بیتوا اتوجروا

الجواب باسم صلهم الصواب

اس کا حشر کسی پر بھی نہیں۔ اس لئے کہ بالغ کی ملک سے قبل تحقق واجب خارج ہو گیا ہے
ادراک قریب و بعیت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۷۷ ردی الاولیٰ مسئلہ ۴

اعتبار غلبہ ماور کا مطلب :

سوال : ایک زمین کو زمین میں سے سیلاب کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور پھر مینے
مشین کے پانی سے، سیلاب کا پانی اگرچہ وقت اور مہینوں کے اعتبار سے کم ہے مگر مقدار
کے اعتبار سے زمین کو مشین کے پانی سے زیادہ ہے اور فصل کو سیلاب کے پانی سے سیراب
کرتے وقت پانی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے نسبت مشین کے پانی سے سیراب کرنے کے
وقت کے، اس صورت میں حشر دینا پڑے گا یا نصف حشر؟ بیتوا اتوجروا

الجواب باسم صلهم الصواب

حشر واجب ہے قیام میں ہونا زمین کی قیاساً علی الساتۃ والعقودۃ اعتبار
غلبۃ السائد بعقود اکثر السنۃ تحریم ہے مگر قیاس اس صورت میں صحیح ہے جب کہ برد
مال پانی برابر آئے، ویسا کہ سائر مملو کی حاجت اکل ہمیشہ کیساں ہے، صورت سوال میں
چونکہ سیلاب کا پانی مقدار میں زیادہ ہے اور فصل کا زیادہ تر اسی پر ہوتا ہے اس لئے اسکو سائر
مملو پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیع قبل الادراک میں عشر مشتری پر ہے :

سوال : یہاں بارہ میں عشر کا ظہور ہوا ہے قبل الادراک فروخت کرتے ہیں، اور عشر باقی ہو گا یا مشتری پر؟
 الجواب : عند الفتاویٰ ص ۵۰ ج ۲ میں ہے میرے نزدیک قول ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ افضل ہے، اس بناء پر منگنی خرو کے وقت جس کے پاس وہ ہلکا ہے اس پر عشر واجب ہو گا، اس پر یہ اشکال ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت وجوب عشر عند ظہور العشر والذرع ہے، جس کی بناء پر مذکورہ صورت میں عشر باقی ہو نا چاہئے، ان صاحب بدائع نے دلیل امام رحمہ اللہ تعالیٰ کو مؤخر فرمایا ہے، اس سے اُن کے عادت کے مطابق قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کی ترجیح ثابت ہوئی، محض جواب تحریر فرمائیں، بیضاؤں جو!

الجواب باسمہم الصواب

بیع قبل الادراک کی صورت میں عشر مشتری پر ہے، الاداء الفتاویٰ کا جواب صحیح ہے، مگر وقت وجوب عشر کو اس کی بنا استمرار یعنی میں سوال ہوا ہے، اس لئے کہ اس بناء کو صحیح تسلیم کرنے کا مقتضی یہ ہے کہ وقت وجوب میں اختلاف کی وجہ سے مشتری پر وجوب عشر صحیحی اختلاف ہو گا لاکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، بیع قبل الادراک کی صورت میں بالاتفاق عشر مشتری ہے، وقت وجوب میں اختلاف کا ضرورت یہ ہے کہ وقت وجوب سے قبل جس قدر پہل کا مال اس پر عشر واجب نہیں، یعنی یہ اختلاف ما یجب فیہ العشر کی بناء پر ہے من یجب علیہ العشر کی نہیں، من یجب علیہ العشر کی بناء تمام عامر میں ادراک ہے، جس کے پاس نہ تمام ہو گا اسی پر عشر واجب ہو گا، قال فی الخلاشۃ ویتخذ العشر عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ عند ظہور الثمر وین وین وصلاحہا برہان وشرط فی الثمر من مساوہا فی الشامیۃ قال فی الجوهرۃ واختلوا فی وقت العشر فی المشار والزم فقال ابو حنیفۃ وزفر رحمہما اللہ تعالیٰ یجب عند ظہور الثمرۃ والا من علیہا من الفسلوان لم یستحق العسل اذا بلغت حد یتفق بہا قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عند استحقاق الحصاد قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا حصلت وصارت فی الجربین وقائمۃ فیم اذا اکل منه بعد ما صار جمیثا او اطعم غیرہ منہ بالمعروف فامس بعض عشر ما اکل واطعم عندہ ابی حنیفۃ وزفر رحمہما اللہ تعالیٰ

وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يضمن ريح شيب به في تكميل
الدرس ولا يعتسب به في الحرب يعني اذا بلغ الماء كؤل مع الباقي خمسة اوسق
وجب العشر في الباقي لا غير وان اقل منها يضمن ما بلغت العصا وقبل ان تحصى ضمن
عند ابى حنيفة رآى يوسف رحمهما الله تعالى ولم يضمن عند محمد رحمه
الله تعالى وان اكل بعد ما صدرت في الحرب ضمن اجزاء وما تلفت بغير صنعة
بعد حصاده اوسق وجب العشر في الباقي لا غير اوسق والمختار من ۲۴۵۸، بذلک ۲۴۵۸
وفي الخلائق ولوبايع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعد فعل الياء
رد المختار من ۲۴۶۰ وقال الامام الكاساني رحمه الله تعالى ولوبايع الارض
العشرية وبها ازرع هذا زرعه مع زرعه اوبايع الزرع خاصة فعشر على البايع
دون المشتري لانه ياعه بعد وجوب العشر وتقرره بالادراك ولوبايعها والزرع
يقبل فان فصله المشتري للعالم فعشر على البايع ايضا لتقرر الحرب في البقل
بالفصل وان تركه حتى ادرك فعشر على المشتري في قول ابى حنيفة ومحمد
رحمهما الله تعالى شعول الوجوب من المان الى العقب روى عن ابى يوسف
رحمه الله تعالى انه قال عشر قدر البقل على المائة وعشر الزيادة على المائة
وكن ذلك حكمه اشتهر على هذا التفصيل (رد المحتار من ۲۴۵۷) وروى سب
كتب من هي اى طرح مذكور به، لى اختلاف وقت وجوب حرث ما يجب فيه العشر
كوتفرغ فرما ياتي به، من يجب عليه العشر كونه من يجب عليه العشر كونه من
ادراك بر مبنى لزاره به، شامبه وبلد كى عبارت او نقل كى جاچك به، وروى كتب
كه صرف جال پر كفا، كيا جاچك به، فتح الفتوى من ۲۴۵۸، عالمگیری من ۸۹، و ۱۰۷، ۱۱۸، ۱۲
قطاری ۲۰، مجمع الاثر من ۱۹، ج ۱، تبيين دواشيد لفظى من ۹۳، ج ۱، خلاصة من ۱۱۸، ۱۲
البشر مبروكى عبارت موجب القياس به ونفسه قالوا اذا باع الارض وفيها
زرع قدر ادركه فعشر الزرع على البايع لان حق الفقهاء قد ثبت في الزرع
وهو ان البايع عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى بنفس الغرض كما قال
الله تعالى وحما اخرجنا لكم من الارض وعند ابى يوسف رحمه الله تعالى
بالادراك قال الله تعالى وَاَنْتُمْ اَعْقَبُوهُم حَصَادِهِمْ وعند محمد رحمه الله تعالى

بالا متحکماً اور لائق کلمہ حاصل فی مملکت الباقیہ وهو تمام ارضہ فوجب علیہ عشرہ
واما المشتري فقد استحققه عوضاً عما اعطى من الثمن فلا شیء علیہ وان
باعها والزرع بقول عشرہ علی المشتري، أو اخصداً بعد الادراك لان وجوب العشر
فی الحب والعقار کان فی مملکت المشتري وهو تمام ارضہ وعندانی یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ عشرہ مقدراً والبقل علی الباقی لان ذلك القدر من المنشاء
حاصل فی مملکتہ اما غنل الحب فعلى المشتري وكذلك ان باع الزرع وهو تصیل
فان قصده المشتري فی العقال فالعشر علی الباقی وان اشترک علی الاصل باذنا
الباقی حتی استحصن فالعشر علی المشتري بكونه لائق حکم کل شیء من المنشاء
وغیرہ مما فیہ العشر الخ (مبسوط ص ۲۰۶) اس عبارت میں من یجب علیہ
العشر کے فیصلہ کے لئے بار بار تمنا اور ایک اور استحصان کے الفاظ لائے ہیں، مگر ساتھ ہی
لان من العشر او قد ثبت الخ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ من یجب علیہ العشر کا
فیصلہ وقت وجوب عشرہ ہی ہے، مگر مبسوط کی پر دی عبارت میں غور کرنے سے یہ حقیقت واضح
ہو جاتی ہے کہ ابتداً خرہ کی جس مقدار میں عشرہ واجب ہو تلیہ اسے قرار نہیں بلکہ تمام خرہ کے
ساتھ مقدار عشرہ میں بھی زیادتی ہوئی رہتی ہے، تمام تمام اور ادراک و اخصاد کے وقت قرار تمام
کی درجے مقدار عشرہ کو بھی قراری حاصل ہو جاتا ہے، حضرت امام عظیم و محمد اللہ تعالیٰ کے ہاں اگرچہ
ادراک سے قبل ہی عشرہ واجب ہو جاتا ہے مگر اس کو قرار ادراک کے بعد ہوتا ہے جس کی جگہ میں
مقدار خرہ و عشرہ قرار حاصل ہو گا اسی پر عشرہ واجب ہو گا، مبسوط کے علاوہ بارغ کی عبارت
مذکورہ لائنہ باعہ بعد وجوب العشر و تقریر بالادراک اور تقریر الوجوب فی البقل
بالفصل میں اس کی تصریح ہے، جیسے کہ بعض میں عشرہ واجب ہوتا ہے مگر انعقاد جب کے
بعد وہ حرب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کو قرار نہیں، البتہ بقل کو کاشت لینے کی صورت
میں اس میں عشرہ کو قرار حاصل ہو گیا، اس لئے کاشت کی صورت میں عشرہ واجب ہے، الثبوت
القرار فی مملکتہ اور کاشت کی صورت میں مشتری ہے، لا ینتقل العشر الی الحب و قرار
فی مملکت المشتري، طریقیہ من یجب علیہ العشر کا فیصلہ وقت وجوب عشرہ ہی نہیں بلکہ
وقت قرار عشرہ ہی ہے، وهو الادراک والاستحصان، قرار مشرک و مورد میں ہیں ایک
عدم، مکان الزیادۃ و الادراک والاستحصان، من یجب علیہ العشر میں بالافقا

یہی مدلول حکم ہے، روایت یہی ہے کہ جس کی ملک میں نماز ہوگا عشر اسی پر واجب ہوگا لان
 سبب فرضیتہ الارض النامیۃ بالادویۃ حقیقۃ قرار عشر کی درمیری صورت عدم امکان
 انقصر ہے، خروج زرع و خروجہ بالاتفاق عشر واجب ہو جائے، قال الامام الکاملانی
 رحمہ اللہ تعالیٰ واما سبب فرضیتہ فالارض النامیۃ بالخارج حقیقۃ و بعد
 اسطر وظل هذا لا یخرج تعجیل العشر وانه علی ثلاثۃ اوجه فی وجہ یجوز
 بالاختلاف فی وجہ لا یجوز بالاختلاف فی وجہ فیہ خلاف اما الذی یجوز
 بالاختلاف فہو ان یجعل بعد الزراۃ و بعد النبات لانہ تعجیل بعد وجود سبب
 الوجوب و هو الارض النامیۃ بالخارج حقیقۃ الاثری انہ لو فصلہ فکذا ینجب
 العشر واما الذی لا یجوز بالاختلاف فہو ان یجعل قبل الزراۃ لانہ علی قبل
 الوجوب و قبل وجود سبب الوجوب لانہ ام الارض النامیۃ بالخارج حقیقۃ
 لانعدام الخارج حقیقۃ واما الذی فیہ خلاف فہو ان یجعل بعد الزراۃ
 قبل النبات قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز و قال محمد بن رحمہ اللہ تعالیٰ
 لا یجوز و بعد سطرین؛ واما تعجیل عشر الثمار فان یجعل بعد طلوعہا جائز
 بالاجماع الخ و بدی اثم ص ۳۴۲، مگر اس کے وقت قرار یعنی عدم امکان انقصر یعنی
 معتدرا کوئی سے سقوط عشر میں اختلاف ہے، عند الامام و عند ائمہ تعالیٰ آفت سے اس میں
 الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اک، عند ان لث رحمہ اللہ تعالیٰ امر ان فی الحرجن وقت قرار ہے، یہ شرار
 حتی مساکن یا ما ینجب فیہ العشر سے متعلق ہے، من ینجب علیہ العشر سے اس کا کوئی
 قلع نہیں، لان مداروہو النما،

تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ تعلیل مبسوط میں اصل مقصد قرار العشر بالمعنی الاول
 اسی الاثر العشر ہے، اور وقت قرار الوجوب میں اختلاف کے بیان سے صریح تاہد مقصود ہے،
 کہ اس صورت مخصوص میں قرار بالمعنی الثانی بھی حاصل ہو چکا ہے، یہ مدار حکم نہیں، اس لئے
 کہ یہ قبل الاثر و ان بعد الامن میں عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قرار بالمعنی الثانی
 فی ملک البائع حاصل ہو جانے کے باوجود عشر بالاتفاق مشترک ہے، مدار حکم آگے بیان
 فرما رہا ہے، یعنی توہم نماز یا تصاد و درمیری کتب سبب سے تطبیق بلکہ خود عبارت مبسوط ہی
 کے متعلق اجترار کے، بین توہم کے پیش نظر توجیہ مذکور لازم ہے، بدون اس کے ایک محذور

تو یہ لازم آتا ہے کہ عبارت بمسوط میں تعداد ہے، نہ، اور اگر اور احتیاطاً دیکھیں الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک نو عشر ہے اور وقت و حرب میں اختلاف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدار و حکم ہے، دوسرا عقود یہ کہ تعطیل پر تفریع احکام میں مندرجہ ذیل احکالات پیدا ہوں گے۔
 ① عند اللام رحمہ اللہ تعالیٰ خروج غزوہ وقت و حرب عشر ہے تو بیع بعد الخروج قبل الذی ان کی صورت میں عشر بالغ ہو کر چاہئے، مشتری پر کیوں ہے!

② عند اللام رحمہ اللہ تعالیٰ وقت و حرب عند ذلک الشمر والزج ہے تو آپ کے اہل قبلہ تفصیل میں عشر کیوں ہے!

③ عند الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ وقت اعزاز فی البحر عشر واجب ہوتا ہے تو بیع بعد الذی ان کی صورت میں عشر بالغ ہو کر چاہئے، مشتری پر ہونا چاہئے،

عبارت بمسوط میں استحکام سے اعزاز فی البحر میں ہی مراد ہے، اس لئے کہ اور اگر احتیاط کے بعد اعزاز فی البحر کے سوا کوئی حالت نہیں، علاوہ ازیں دوسری تمام مقبض کے مطابق بھی یہی مفہوم ہے، وقال الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ، حمداً وحمداً رحمہ اللہ تعالیٰ وقت التفتیح هو البعد ذلک ذلک قال اذا كان الشروق حمداً في العظيمة و ذی البر رانی قولہ، هو يقول تلك الحال هي حال تنامي عظم العصب والشمر واستحكامها فكانت هي حال الوجوب و بعد اثم ص ۶۲ و ۶۳، اس سے ثابت ہوا کہ استحکام سے اعزاز فی البحر ہی مراد ہے،

فان قلت هذا يخالف عبارة المبسوط و ذلك كله حصل في ملئك السباہم، فالجواب انه معمول على ايتاء حكم العصول لقربه او على التفتيح حصول الاكثرة الامور اذ راي تمام انعام الثمرة والفرار فليتأمل، فقط والله تعالیٰ اعلم،
 ۲ ربيع الاول ۱۲۵۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَتُوكَ الْاَمْرَ وَالْوَا حِقَّةَ يَوْمَ حَصْرِهِ

الاسراج

الاحکام

العشر والخراج

عشر وخراج سے متعلق مسائل میں سوائت کا جواب
 علی عشر وخراج الامانہ سلطان
 پاکستان اور ہندوستان کی اراضی عسری و غیر عسری؟

عشر و خراج سے متعلق مستثنائیں سوالات :

- ① مزارعت میں خراج کس پر ہے ؟
- ② اجارہ ارض کی صورت میں عشر و خراج کس کے ذمہ ہے ؟
- ③ سرکاری ٹیکس جو وصول کیا جاتا ہے اس سے عشر سا قطہ ہوا آیت یا نہیں ؟
- ④ سرکاری ٹیکس سے خرچہ ادا ہوا جائے یا نہیں ؟
- ⑤ عشر و خراج کے صحیح مصارف کیا ہیں ؟
- ⑥ زمین کے کاشت پر جو خرچ کیا وہ کاشت کر باقی پر عشر ہے یا اگر کل پیداوار پر ؟
- ⑦ سرکاری ٹیکس کاشت کر باقی پیداوار سے عشر دیا جائے گا یا اگر ابتدائے یعنی پیداوار پر جو اس میں سے عشر واجب ہے ؟
- ⑧ مفروضہ زائد از خرچ کا عشر ہے کہ اگر کل پیداوار کا ؟
- ⑨ عشر کے لئے کوئی نصاب متعین ہے یا نہیں ؟
- ⑩ کہاں اور سبزی وغیرہ بھی عشر ہے یا اگر صرف اناج پر ہے ؟
- ⑪ صیغہ مجزون کی زمین پر عشر واجب ہے یا نہیں ؟
- ⑫ مساجد میں یا دینی مدارس یا عوام کے لئے وقف اراضی پر عشر واجب ہے یا نہیں ؟
- ⑬ عمرتی زمین میں کون کون حالات میں دو سو سال حقہ واجب ہوا اور کون کون بیسواں ؟
- ⑭ خراج کی مقدار کہاں ہے ؟
- ⑮ اگر زمین میں کچھ بھی کاشت کیا ہو تو بھی خراج واجب ہے ؟
- ⑯ مزارعت میں اگر عشر مشترک پیداوار پر ہے تو کیا زمیندار کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بنائی سے قبل عشر نکال دے اگرچہ مزارع اس پر راضی نہ ہو ؟
- ⑰ خراج سان بھریں صرف ایک بار واجب ہو یا کہ عشر کی طرح ہر فصل پر واجب ہے ؟
- ⑱ اگر کسی آنت سے فصل تباہ ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس پر عشر خراج کی ہے ؟
- ⑲ اگر بادشائی مکان کے صحن میں باغ لگایا تو اس پر عشر خراج کا کیا حکم ہے ؟
- ⑳ کسی نے فیرک دینا پر جہز قبضہ کر لیا تو اس کا عشر و خراج کس کے ذمہ واجب ہو گا ؟
- ㉑ اگر وہ میلان والا دینا میں فروخت کر دی تو اس کا عشر و خراج بائع کے ذمہ ہو گا یا اگر مشتری پر ہو گا ؟

① عشر دار کرنے کے بعد پیداوار کی قیمت پر سال گذر جانے کو اس پر زکوٰۃ عشر میں ہوگی

یا نہیں؟

② کسی مائل کا عشر قبل از وجوب نکال دینا جائز ہے یا نہیں؟

③ ایک شخص زرعی زمین کی تجارت کرتا ہے، تو کیا عشر کے علاوہ زمین کی مالیت پر

زکوٰۃ بھی فرض ہے؟

④ جو سبزی اور پھل وغیرہ مالک خود اپنے ذاتی بہتیمان میں لانا ہے کیا اس پر بھی عشر

فرض ہے؟

⑤ عشر پیداوار کی جنس سے دینا ضروری ہے یا اگر اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے؟

⑥ جو شخص غنئی مسکین ہو، اور اس کے لئے زکوٰۃ لینا حلال ہو کیا اس پر بھی زکوٰۃ

پیداوار سے عشر نکالنا واجب ہے؟ جبکہ دوسروں سے زکوٰۃ و عشر لینے کا مستحق ہے

تو کیا یہ اپنی زمین کا عشر خود نہیں رکھ سکتا؟ بینوا تو حروا

الجواب باسم ملہم الصواب

① مزارعت میں عشر ذراعیہ کس پر ہے؟

خراج موقوف ہر حالت میں زمیندار پر ہے، خراج مقاسمہ اور عشر میں آئندہ تفصیل ہو

خراج مقاسمہ صرف میں تو خراج موقوف کی طرح ہے، اور ماخذ میں عشر جیسا ہے، قال فی التثنیۃ

تحت وقولہ خراج مقاسمۃ الخ خراج المقاسمۃ کالموقوف مصفاۃ کا عشر، مأخذاً

راقی قولہ، وقد تقریر ان خراج المقاسمۃ کا عشر، لمتعلقہ بالخراج، ولذا یشکر و یشکر

الخارج فی السنۃ وانما یفارقہ فی المہرۃ فکل شیء ویؤخذ منہ العشر، ونقصہ ہو

منہ خراج المقاسمۃ و یشکر، الاحکام الی قورین فی العشر ذاقا خلافاً لراۃ (۲۴)

عشر ذراعیہ مقاسمہ میں یہ تفصیل ہے کہ مزارعت مجھ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں

پر بقدر حصہ ہے، یعنی عشر ذراعیہ مقاسمہ مشترک طور پر ادا کرنے کے بعد تقسیم کریں گے، قال

فی الضامۃ ولودفع الارض العشریۃ مزارعۃ ان البین دمن قبل الھامل نعلى

رب الارض فی قیاس قولہ لفسادھا قال فی الزرع لمعنها وقد اشتهر ان الفتویٰ

علی المعجۃ وان من قبل رب الارض کان علیہ اجما قاً و مثله فی الغانیۃ والفتح

الی ان قال، لکن ما ذکر من التفصیل یخالف ما فی الجور المجتبیٰ والمعراج والسر

والحقائق والظہیریۃ ان العشر علی ربّ الارض عندہ علیہما عندہما من غیر ذکر
ہذا التفصیل وهو انظر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عند ہما والعشر
فی الخارج بینہما فیجب العشر علیہما التوقال ابن مایذین رحمہ اللہ فی الخرج
البحث فکان یبطل فیشار متابعۃ ما فی اکثر الکتاب ثم اعلم ان هذا کلمہ فی العشر
اما الخراج فعلى رب الارض انہما (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۷)

اور مزارعت فاسدہ میں اگر زر زمیندار کی طرف سے ہے تو عشر اور خراج مقام سمجھی
زمیندار ہی ہے، اور اگر زر مزارع کی طرف سے ہے تو اس میں وہ نفسیں ہوگی جو اجارہ سے
مخلوق آئندہ جزا میں آ رہی ہے، کیونکہ یہ ضرورت بھی اجارہ کے حکم میں ہے، قال فی التامیۃ
عشر جمیع الخارج علی رب الارض عندہ لان المزارعۃ فاسدۃ عندہ والخارج لہ
اما حقیقۃ او وقع برأ لا لا البن وان کان من قبلہ فجمیع الخارج لہ وللمزارع اجر
مثل صلہ وان کان من قبل المزارع فالخراج لہ ولرب الارض اجر مثل ارضہ
الذی ہو بمنزلۃ الخارج لان عشر حصۃ فی حین الخراج وعشر حصۃ المزارع
فی ذمۃ رب الارض وقائدۃ ذلك السقوط بالعلانیۃ اذ انیط العین وعینہ اذ
نیط بالذمۃ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۷)

وفی التصریح المختار للوافع رحمہ اللہ تعالیٰ وقولہ العشر عند الامام علی ربّ
الارض مطلقاً لانه ان کان المذرب لرب الارض فلا شبهۃ فی وجوب العشر علیہ
ولہذا اذا کان للمذرب لان مروت الارض مخرجہ من ہب ان العشر علی المذرب
والتحریر المختار ص ۱۳۹

مزارعت کی صورتیں ۱

- (۱) ارض دہیز ایک کے ہون، اور دہیز دوسرے کے،
- (۲) ارض ایک کی باقی سب دوسرے کا،
- (۳) عمل ایک کا باقی سب دوسرے کا،
- (۴) ارض دہیز ایک کے بار دہیز دوسرے کے،

نکتہ ہی الخراج الموقوف لما یقر من ان خراج المقاصدۃ العشر ما حق؟ ۱۲ منہ

⑤ سرکاری ٹیکس سے عشر ساقط نہیں ہوتا؛

سرکاری ٹیکس سے عشر ساقط نہیں ہوتا، کتب فقہ کی عبارت "لا یجمع العشر مع الخراج" سے بعین کوشتباہ ہو گیا ہے کہ سرکاری مالگذاری ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا، حالانکہ سن ہسزنیہ سے مقصد یہ ہے کہ زمین خراجی سے! بجز خراج کے عشر لینا یا زمین عشری سے عشر کے ساتھ خراج بھی وصول کرنا جائز نہیں، یہ مطلب نہیں کہ عشری زمینی سے خراج ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا، قال فی شرح التتویر لا یضمن العشر من الخراج من أرض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافاً للشافعی، وفي الشامیة لم یؤکد ان أرض خراجاً مؤظف لا یؤخذ منها عשל الخراج وکذا لو کان خراجاً جامعاً صفة من التخصیص ونحوه وکذا لو كانت عشیة لا یؤخذ منها خراج لانہما لا یجتمعان ولذا لم یفعله أحد من الفقہاء والراشدین والاشعری والاشعری والاشعری والاشعری وغیرہ عشر عبارت ہے جس کا ادا کرنا لازم ہے، جس طرح کہ حکومت کی جانب سے انکم ٹیکس وغیرہ وصول کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی اسی طرح زمین کا سرکاری ٹیکس ادا کرنے سے عشر معائن نہیں ہوتا،

⑥ سرکاری ٹیکس خراج کی ادائیگی کی تفصیل؛

حکومت زمین پر زور و قہر وصول کرتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک پانی کی قیمت! جسے تمبیاد کہتے ہیں، دوسری رقم محصول یا ٹیکس کے نام سے وصول کی جاتی ہے، سو پہلی قسم کی رقم خراج میں شامل نہ ہوگی، البتہ دوسری قسم کو خراج میں محسوب کرنا درست ہے، لہذا اگر کسی زمین پر خراج مقاسد فرض ہے تو خراج کی کل مقدار سے سرکاری محصول (دوسری قسم) وضع کر کے باقی خراج ادا کیا جائے، یہ حکم پاکستان کی اراضی کا ہے، جہاں حکومت مسلہ ہے، ہندوستان یا اور کسی غیر مسلم حکومت میں واقع اراضی کا خراج ادا کرنے سے فرض ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ تو کالہ حکومت کو خراج وصول کرنے کا حق ہے، اور نہ ہی اس کی فوج وغیرہ خراج کا شریعہ مصروف ہے، اس لئے وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے طور پر خراج نکال کر دیں، کاتبیہ پر خرچ کریں، قال العلامة عبد الغفور المدنی فی البندی فی رسالۃ شرح التتویر انہما لا یجمعان فی تحقیق خراج السنہ والما فیہ حکم نصابی کی غیر زمین دراد، خراج محسوب نمی گردد لان التتویر لیس لہم ولایۃ! اخذ الخراج من المسلمین والمؤمنین والایضاً لیسوا

بمصارف الخراج حتى اذا اذى المسلمون اليهم بالآفة الخارج لا يخرجون عن
عهده لانهم ليسوا بمقاتلين لاهل العرب ولا دافعين لعداء الاسلام عنهم
ومن دارهم بل هم اهل العرب واعداء المسلمين في الاسلام امانت الله تعالى
عليهم وانصرف للخارج المقاتلون لاهل العرب وادفعوا الامم لوعن الاسلام
اتكلمهم ولا يلة الكافرين لاخذ الخراج من المسلمين فلما مز من حيا وجام النصارى
واما عدم كون الكاذبين مصر في الخراج فلما ذكر في بالذوالخوار واكتفوا بالدين اية
في فصل الجزية من مصارف الخراج وسيجي جوارهم والكارهون ليسوا اهل
اصلا كما استعرف، ليس انهم لاهل في غيرهم بل هم لاهل العرب لا يخرجون
خواهد شد سلطانا والحادثة انهم لم يردوا في غيرهم بل هم لاهل العرب لا يخرجون
ولم قال بعد ذكر مصارف الخراج، وكفار ان حرب جت انهم لاهل في غيرهم واهل في غيرهم
عيسى بن مكرم بدارين اوشال غرلة او اشور، وقد صرح بذلك صاحب الدر المختار ايضا
حيث قال في باب المصروف واما العربي ولو لم يمتنا فجميع المصروفات لا يخرجون
له اتفاقا، فان قلت يفهم من عبارة في المختار ان اهل العرب اذا اخذوا الخراج
من المسلمين فلا اعادة عليهم وتفصيله ان صاحب الدر المختار قال في باب
زكاة الغنم اخذ البيعة والاسلامين الجاهلية زكاة الاصول الظاهرة كالسواهم
والعش والخارج لا اعادة على اربابها ان صرحت المأخوذون محلها الا في ذكرها الا
يصرح فيه تعليلهم فيما بينهم وبين الله تعالى اعادة غير الخراج لانهم مصارف
اهم فقال المحقق تحت هذا القول ويظهر لي ان اهل العرب اذا اخذوا اهل بلد
من بلادنا ذلك لتعليقهم اصل ما ائتمروا به من الجباية والعباية
بالعباية فقوله كذلك يدل على انهم لاهل العرب مثل اهل البيعة اذا اخذوا
الخارج فلا اعادة على المسلمين فكيف تقول ان المسلمين يصرون اذا اخذ منهم
اهل العرب قلت فقط كذلك ليس اشارة الى عدم الاعادة بل اشارة الى
عدم اخذ الامام، ثانيا بدليل قوله لتعليقهم اصل المسألة بان الامام
لم يجمعهم والعباية بالعباية فان عدم حبايته انما هو دليل على عدم اخذ
الامام ثانيا منهم لا بدليل على عدم اعادتهم فيما بينهم وبين الله تعالى

والمشار إليه بكونه اعني عدم اخذ الامام ثانياً من كوفي اول عبارة مما في الماشية
حيث قال في قوله البغاة لا اخذ ليس قبيحاً احمقاً ولا يأتى ولو لم يأخذوا منه
ذلك سنين وهو عند هم لم يؤخذ منه شيء والبغاة ما في البحر والشرنبلية من
الزبلي والبغاة قوم مسلمون خرجوا عن طاعة الامام الحسن بن علي بن ابي طالب
ذلك خبر يظهر ان اهل الحرب لو قبلوا على بلد من بلادنا ذلك لتعاليهم اسل
المسألة بان الامام لم يجمعهم والعناية بالحماية اذ في الجملة هما مسائلان
احد هما ان البغاة اذا اخذوا والتخرج والصدقة فلا يأخذ الامام مرة اخرى و
ثانيهما ان اعادة الخراج على المسلمين بوجههم غير لازم اذا اخذ البغاة سوا
من قوا في محله اولم يصرفوا لانهم معارفهم مقاتلة لاهل الحرب
لانهم قوم مسلمون خرجوا عن طاعة الامام بخلاف الصدقة فانها ان صرفت
في محله لم يبق لها الاصل فاصل هاتين مسألتين صاحب الهداية والعلامة اجاب
في شرح الكنز وصاحب المستخلص شرح الكنز قال صاحب الهداية واذا اخذ
الخروج الخراج وصدقة السوائم لا يثنى عليهم لان الامام لم يجمعهم والعناية
بالحماية وانما بان يعيد وها دون الخراج لانهم مصلحت الخراج لانهم مقاتلة
والزكاة مصر فيها الفقراء ولا يصرفونها اليهم وقيل اذا فرض بال دفع الصدقة
عليهم سقط عنهم وكذا ان دفع الى كل جاهر لانهم بما عليهم من العباد فقرار
والاول احوط واما العيني فلو اخذ الخراج والعشر والزكاة بغاة لم تؤخذ
مرة اخرى لان الامام لم يجمعهم ولا اخذ بالحماية بخلاف ما اذا امرهم
هو عشره ويحضر يؤخذ منه ثانياً لان التقصير من جهته والذي في كلامه فيه
ثم ان المرتضى منهم ثانياً يفتون بان يعيدوها فيما بينهم وبين الله تعالى
وقال في المستخلص لو اخذ الخراج او العشر والزكاة بغاة لم يؤخذ اخرى اعلم
ان ولاية الاخذ في الخراج والعشر وزكاة السوائم وزكاة اموال التجارة انما
هي للامام فان اخذت البغاة او سلاطين زماننا الخراج فلا ملو على المالك ان
يعطيها ثانياً وليس الامام ان يأخذ ثانياً لانه لم يجمعهم ولا يثنى على ان لا يجمعهم
ان يعيدوها بينهم وبين الله تعالى او يصرفونها الى مستحقيها واما الخراج

فلا إعادة عليهم لانهم مصادرت الخراج لكونهم مقاتلة والخراج مفسر فيها
 المقاتلة بغلات الزكوة أم فصاحب رد المعتار أشار بلفظ كذلك في المسألة الأولى
 اعني عدم الاخذ لاتعداد العلة وهو عدم العسيلة من الامام لان المسألة الثانية
 اعني عدم الاعادة على اربابه لعدم اتعاد العلة لان عنة عن الاعادة أماصر فيهم
 الى مصارفه أو لانهم مصارفه لكونهم مقاتلة والكفار ليسوا بمصادرت الزكوة
 والخراج وليس لهم الاخذ أو انهما الى مصارفهما فافهم نعم لو كان من طرفهم
 وإلى مسلم فيجوز له اخذ الخراج كما صرح به الكتب وفي هذه الديار الولاية
 كفار وليسوا مسلمين فلم يكن لهم ولاية اخذ الخراج انتهى قول الهاموني
 فأشكك في اس مقام به علامه شامي رحمه الله تعالى في تحريره في اشكاله كما
 قال الرافعي رحمه الله تعالى في قوله الاخذ ليس بيد الإمام كون الاخذ ليس
 بغيره إنما يظهر في عبارة الكفر وهو لا اخذ الخراج والعش والزكوة بغلة
 لم يؤخذوا غير في لافي عبارة المستغن وهي قوله لا إعادة إلا فإنه إذا لم يأخذوا
 منه ستين وهو عندهم يجب عليه الخراج بنفسه وتكون ذمته مشغولة
 فيما بينه وبين الله تعالى وإن كان العامل ليس له ولاية الاخذ لان الجباية
 بالعمارة تأخذ بالتصوير المختار من ١٢٨٢ وقال الهاموني رحمه الله تعالى
 اذا تأملت حق التأمل فقد زلت أقدام هذا الهمام في هذا النقام والتمس
 عليه بمسألة اخرى ولم يفرق بينهما فريدو أن صاحب الدر المختار ذكر في
 كتابه مسألة عدم الاعادة لمسألة عدم الاخذ حيث قال لا إعادة على بابها
 ولم يقل لا يأخذ منهم ثانياً ثم فكر المصنف تحت هذه المسألة عبارة تدل على
 ان صاحب الدر متحيز في مسألة عدم الاخذ حيث قال في قوله اخذ البغاة الخ لا
 ليس قيد الاحتراق حتى لو لم يأخذوا منه ستين سنة وهو عندهم لم يؤخذ
 منه شيء أيضاً كما في البحر والشمس بلالية عن الزيلعي اه فتدله الهاموني
 على ان صاحب الدر المختار متحيز في مسألة عدم الاخذ لان المفهوم من قوله
 انهم اذا لم يأخذوا الخراج منه ستين سنة وهو عندهم قاصر الامر الى رجوع
 الحكم الى ما ثبت صاحب الدر وهو عدم الاخذ للامام ثانياً أيضاً رجوعاً

فلو كان الاخذ فيه قيداً احترازياً يحرز به عن عدم اخذ البغاة الخراج بل يحكم
 اخذهم الخراج وعدم اخذهم اذا كان عندهم في دار البغي واخذ مع ان صاحب
 الدار لم يعرض مسألة عدم الاخذ أصلاً فالتبس على المخفى مسألة مسألة
 اخرى فظهر ان هذا أصلاً لعدم اخذ الامام ثانياً مع انهما مسألة عدم إعادة
 المسالين فافهم الآن يقال ان صاحب الدار ردوا عن المسألة وتركوا اولها للفتنة
 على شهرته ولكونه غير مختلف فيه وعدم كونه ذات تعميل فلان مسألة عدم
 الاعادة ليست بمسألة مستفظة برأسها بل كالتمويل والتقسيم لمسألة عدم
 الاخذ ولهذا في عبارات الكتب المذكورة لورد هذه المسألة بطريق التسليم و
 التنبه بل والتقسيم لا بطريق الاستقلال والاصلية كما لا يخفى على المتدرب
 في اساليب الكلام واوراد المعنى هذه العبارة تنبيهاً على اول المسألة واشعاراً
 على اصلها ويدر عليه قوله لتعليمهم اصل المسألة اي اصل مسألة الفتن وهو
 مسألة عدم اخذ الامام ثانياً او يقال ان صاحب الدار منع من مسألة عدم الاخذ
 ايضا لانه معنى قوله لا اعطى على اربابها ليس على المالك ان يعطيه ثانياً وليس
 للامام ان يأخذ هاموة اخرى كما يدل عليه عبارة المستخلص حيث قال فان
 اخذت البغاة او سلاطين زماننا الخراج فلا اعادة على المالك يعني ليس على
 المالك ان يعطيه ثانياً وليس للامام ان يأخذ ثانياً او فانه فسر عدم الاعادة
 بغيرها فيكون معنى قول الدار لا اعادة على اربابها لا يعطون بوجههم مرة اخرى
 ولا يأخذ منهم الامام ثانياً ان صرفت المأخذ في محله ولا يصر فيه تعظيم
 اعادة غير الخراج لوجههم خروجاً عن العهد فيهما بينهم وبين الله تعالى
 ولكن لا يأخذ منهم الامام ثانياً في هذه الصلوة ايضا ولقد انكشفت لم يقيد
 صاحب الدار الاعادة الاولى بقوله فيما بينهم وبين الله تعالى وقيل الاعادة
 الثانية به لان المراد بالاعادة الاولى هو المطلق والثانية المقيد فالعاصل
 ان الامام لا يأخذ منهم مرة اخرى مطلقاً سواء عرفت في محله او لم يعرف
 ولكن بوجههم يعيدون غير الخراج ان لم يصر في محله ولم يعيدوا انما
 في محله والله اعلم بالصواب

⑤ عشر وخراج کا معنی

عشر کا معنی دس ہے اور زکوٰۃ کا ہے، اور خراج مقام سر و موقوف کا معنی ہے مصالح عامہ جس میں بناء مساجد و مدارس و قیومی داخل ہے، قال فی شرح التنبیہ فی فصل الجزیۃ و معصرت الجزیۃ و الخراج (القولہ) مصالح الثوری بنام قنطرة و جسا و کفایۃ العلماء و المعلمین و بہ یدخل طلبۃ العلوم و القضاء و العمال ککتبۃ قضاء و شہور فسمۃ و زبایہ معواجل و رزق المائتۃ و ضرار جم ای و ہدی من نکر و قال فی الخامیۃ و قولہ و معصرت الجزیۃ و الخراج (الم) قید بالخراج لان الخس معصرتہ معصرت الزکوٰۃ کما مر و ایضا فیہا تحت (قولہ و بناء قنطرة) ہو مشلہ بناء مسجد و حوض و ریاط و کوی انہار عظام غیر مملوکہ کاللیل و جیون و کذا النفعۃ علی المساجد لیدخل فیہ الخس علی اقامۃ شعلہا من و ظاہر الامامۃ و الاذان و ضوہہا (قولہ و کفایۃ العلماء) ہم اصحاب التفسیر الحدیث و الظاہر ان الاولیہم من یعلم العلم الشرعی فیضمن الخس و الخس الخیر و یرہا و فی التفسیر کفایۃ اشعار بانہ لا یزاد علیہا و کذا یسحر ما شرط لفقرہ الم (مراد المحتار ۳ ص ۱۲۸)

① عشر کل پیداوار پر بلا وضع مصارف ہے

بلا وضع مصارف کل پیداوار پر عشر واجب ہے، قال فی شرح التنبیہ بلا ربح من ای کلفت الزرع و بلا اخراج البذر و لیس جہم بالعشر فی کل الخاد (مراد المحتار ۳)

② بلا وضع سرکاری ٹیکس کل پیداوار پر عشر ہے

ابتداء جتنی پیداوار ہو اس کا عشر واجب ہے، ٹیکس وضع کر کے باقی سے نہیں لیا

مرقی جواب المسأله السابعة

③ مقررہ وضع بلا وضع قرض کل پیداوار سے عشر لے گا

قرض وضع نہیں کیا جائے گا کل پیداوار سے عشر واجب ہے، قال فی شرح التنبیہ

و یجب مع الذین (مراد المحتار ۲۳)

④ عشر کا کوئی نصاب نہیں

دوبہ عشر کے لئے کوئی نصاب شرط نہیں، ابتداء ایک صاع و ۸۸۰ ہیرے سے کم پر عشر

شہوگا، قال فی شرح التوسیر وجب العشر فی غسل وان قل (انی ان قال) بلا شرط نقصا
 وبقیام وحوالان حمل فی الشامیة (قوله بلا شرط نقصا) ویقال فیجب فیما دون
 النصاب بشرط ان ینتمی ہما قاطبیل نصفہ (در المعتاد ۳۴ ص ۶۰) مقدار صاع معلوم
 کرنے کی آسان صورت یہ ہے کہ ۵۴ کو گرام جو ہے یا برتن بھر جائے وہ صاع ہے، صاع کی
 پوری تحقیق ہندو کے رسالہ بسط البیان تحقیق الصاع میں ہے،

۵) کہاس اور سبزی وغیرہ پر بھی عشر ہے:

کہاس: آج اور سبزی زکامی وغیرہ قسم کی پیداوار پر عشر ہے، مگر بھوسہ اور سبزی
 چڑی وغیرہ جس سے آج حاصل کیا گیا ہو اس میں عشر نہیں، البتہ اگر راہ ہڑنے سے پہلے ہی
 کاٹ لی ہو تو اس پر بھی عشر ہے، قال فی شرح التوسیر وجب العشر فی غسل وان قل
 (انی ان قال) الا ینما الا یقصد بہ استغلال الارض نحو حطب وحب فارسی و
 حنیض وبن وسمعت وسمغ وقطران وطحون واشنان وشجر قطن ویاذنجان و
 بذریطیع وفتام وادویہ کعلبہ وشونیز حتی لو اشغل أرضہ بما یجب العشر فی
 الشامیہ تحت (قوله بلا شرط نقصا) وفی العشر اوات التي لا تنبت ویلحقنا
 قول الامام وهو الصحيح کما فی النعۃ (قوله الا ینما الا یقصد الخ) اشار الی ان ما
 اقتصد علیہ المصنف کالکثر وغیرہ لیس المراد بہ ذاتہ بل لکونہ من جنس ما لا
 یقصد بہ استغلال الارض فالبا وان المداہل علی اقتصد حتی لو قصد بہ ذلك وجب
 العشر کما صرح بہ بعدہ (قوله وتبن) غیرانہ لو فصل قبل انعقاد الحب وجب
 العشر فی لادہ صارہو المقصود ومن معص فی التبن لہذا ینسب العشر وقوله وشجر
 قطن اما القطن نفسه فنبہ العشر کما مر (قوله ویاذنجان) عطفت علی قطن
 فلا یجب فی شجرہ ویجب فی الخارج منہ (قوله وبذریطیع وفتام) ای کل حب
 لا یصلح للزراۃ کبذر البطیخ والفتام لکونہا غیر مقصودۃ فی نفسها بحرئی لانہ
 لا یقصد زراۃ الحب لذاتہ بل لما یرجى منہ وهو الخضر اوات وفتام العشر
 کما مر (انی ان قال) یوجب فی العصفرا والکثان وبن وذن کل واحد منہما
 مقصود فیہ (قوله حتی لو اشغل أرضہ بما یجب العشر) فلو استعمل أرضہ
 بتراش التلاک وما اشہبہ اریہ النصب او العشیش وكان یقطع ذلك یردہ

كان في العشر (الى ان قال) ويبيع ما يقطع له ليس بقيد ولان الخلقة قاضى خزان،
رد المحتار ج ۳ ص ۴۷۷

⑪ صغير کی زمین پر عشر:

مغیر زمین کی زمین پر عشر فرض ہے، قال فی شرح التنبیہ وجب مع الذین وفي
ارض مغیر ورجون وکاتب وکلون وفي الثامیه فلا یشرط فی وجوبه المعتل
والسلطان والعزبة (رد المحتار ص ۴۷۷ ج ۲)

⑫ وقف زمین پر عشر:

وقف زمین پر بھی عشر واجب ہے، لہذا فی العلاقیہ وجب (الی قولہ) ووقف، وفي
الثامیه افاد ان ملک الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملك الخارج
لانه يجب ان الخارج لاني الارض كان ملكه لها ومنه سواء بدأ بفعل رد المحتار ص ۴۷۷

⑬ عشر کی مقدار:

عشری زمین اگر بارش یا دریا کے سبب یا قدرتی چشمر کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس کی
پیداوار میں عشر دے، واجب ہے، اور اگر پانی نعمت یا قیمت سے حاصل ہوتا ہو جیسے کنواں
بُورب ویل اور نہری پانی تو اس میں نصف عشر دے، واجب ہے، نہری پانی کا آبیاں اور کر کے
اسے حکومت سے خریدا جاسکے، اور اگر عشر و نصف عشر دونوں قسم کا پانی استعمال ہوتا ہو تو
غالب کا اعتبار ہے، عشر والا پانی غالب ہوگا تو پانچ اور نصف عشر والا غالب ہوگا تو پانچ واجب
ہوگا، اور اگر دونوں پانی برابر ہوں تو عشر کا پانچ یعنی مکمل پیداوار کا پانچ واجب ہوگا، فی عشر
التنبیہ وجب فی مسقی مساء وسمیع ونصفه فی مسقی غروب وداية، وفي الشرح
تکفر المونة وفي كتب الشافعية اربعة ابعاد اشتراط وقواعد ثلاث ايام ولو مسقی
سبحا وبألغة اعتبار الغالب، وطرا صغیرا فنصفه وقيل ثلاثة ارباعه، وفي العاشية
وقوله وقواعد ثلاث ايام لکن العقله الباقی فی شرح الملتحق عن شیخه البهمنی لان
العلة فی القدر ول من العشر الى نصفه فی مسقی غروب وداية هي زیادة التکلیف کما
علت وهي موجودة فی شرح احوالنا المرقوم وقوله وقيل ثلاثة ارباعه قال فی الغایة قال به
الائمة الثلاثة فیخذ نصف کل واحد من الوطیقین ولا تعلم فیہ خلافا اعمی
لان نصفه مسقی سمیع ونصفه مسقی غروب فیجب نصف العشر ونصف نصفه

ورجہم الغریبین الاذل (رج الغریب من ۲۵۵ ج ۲)

قلت لما اختلفت النجاشی فالاختلاف فی الاصل بالثانی.

⑤ خراج کی مقدار

فتح عراق کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغفورہ اراضی پر جریب کے حساب سے خراج موقوفہ تعیین فرمایا تھا، اس جریب کا کل رقبہ ۱۰ x ۶۰ ذراع تھا، اور میان ذراع ثلث قبضہ کا واسطہ دیا، جبکہ عام ذراع چھ قبضہ کا ہے، ایک قبضہ چار انگشت، اس حساب سے ذراع مذکورہ ۵۰ راسٹ ہوا، ۶۰ ذراع = ۵۰ فٹ = ۵۵ مگر ۲۲ میٹر، لہذا جریب = ۱۲۵۰ مگر ۱۲۳ میٹر، ۱۲۳ میٹر

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشرح ذیل خراج تعیین فرمایا:

عام داد و اجناس پر فی جریب ایک درہم (۲۰۰ ماشہ ۲۰۰) ۲۰۰ گرام چاندی، اور ایک صالح (۸۰۰ ماشہ) پیدا ہونے والی منس سے، (اگر کچھ بھی کاشت نہ کیا تو بظاہر امام کو اختیار ہے کہ جس منس سے چاہے عمارت و صون کرے) اور ایسی سبز بویہ جرن کے پودے طویل مدت تک پھل دیتے رہتے ہیں، مثلاً گڑھی، غریبہ، بینک، وغیرہ فی جریب پانچ درہم اور انگور کے لیے گنجان بارہ من ہیں، اور نہ ہو سکے دس درہم فی جریب،

انگور کے سوا دوسرے پھلوں کے گنجان بارہ من بھی امام اور وصف رحمہ اللہ کے نزدیک انگور کے بارہ من ہی کے حکم میں ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حجم موقوف نہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ارفق ہونے کے علاوہ روایت و روایت ازہج بھی معلوم ہوتا ہے، اما درایۃ فوجہ طامہ و اما روایۃ فلا نہ ہوا لکن کور فی الممتون و بقہ امام الثانی علی الثالث.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بتفصیل مذکور وظیفہ کی وجہ یہ ہے کہ داد و اجناس کے لئے ہر عزم میں تخم بڑی کے صحت اور محنت کے علاوہ فصل کے کاٹنے، لگانے اور ہڑا ہوا، اگر صحت کرنے کی مشقتیں بھی بڑھتے کرتی پڑتی ہیں، اور منفعت کم ہے، اور سبزیوں میں منفعت زیادہ ہے، مشقت کم، کیونکہ ان کی ایک دھن کی بوائی مدتوں کام دیتی ہے، اور کٹائی، چھائی، آسانی کی محنت نہیں، اور بارہ من کی پیداوار سب سے زیادہ ہے، اور بارہ من کی دھن کی محنت نہیں،

مذکورہ اجناس میں وظیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زیادتی جائز نہیں، اس سے کم کر دینا جائز ہے، اور جب تک پیداوار خراج عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو چند نہ ہو تو نصف پیداوار تک خراج میں کمی کرنا واجب ہے.

جس مشیاء کے خراج کی تعیین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں، مثلاً ایسے مفقود باغ جن میں کاشت ہو سکتی ہو اور سبزیوں میں سے لہسن، پیاز، کاجر، مرغی وغیرہ اور دوسری فصلیں مثلاً ذعفران اور کپاس وغیرہ ان میں پیداوار کے تخمینے کے مطابق خراج تعیین کیا جائے، مگر خراج غنیمت ہو یا مقامہ دونوں میں لگ پیدوار کے نصف سے زائد خراج مفقود کرنا جائز نہیں، اور جس سے کم کرنا چاہتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے کم نہ کیا جائے، البتہ کسی زمین میں محنت بہت زیادہ اور پیداوار بہت کم ہو تو جس سے بھی کم خراج لیا جائے،

اگر زرعی یا سبزی والی اراضی میں باغ لگایا تو جب تک وہ عین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو چند پھل دینے لگے اس وقت اس پر باغ کا خراج لگے گا، اس سے قبل نصف پھل خراج میں لیا جائے گا، بشرطیکہ نصف پھل خراج زرعی اور ارضی و طبعی خراج طبقہ سے کم نہ ہو ورنہ خراج زرعی یا خراج طبعی لیا جائے گا،

اگر کسی نے باغ کاٹ کر اس زمین میں زراعت شروع کر دی تو اس سے باغ ہی کا خراج لیا جائے گا، اسی طرح زمین میں سبزیوں کی مصلحت کے باوجود سبزیوں کی کاشت کی جائے زراعت کی تو اس پر سبزیوں کا خراج ہوگا،

خراج موقوف کو خراج مقاسمہ سے برتا اور اس کا عکس جائز نہیں، البتہ اس کی تعلیل "لأن فیہ نقص العهد و هو حرأ م سے معلوم ہو کہ یہ کہ زمینداروں کی رضا سے تبدیل کرنا جائز ہے، قال فی شرح الفتاویٰ روضہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی السؤل و الجواب، موستون ذراعاتی مستین بذراع کسی سبع تیضات رما عامن براوشعہ و روہما و لجریب الوطیۃ خمسۃ دراهم و لجریب الکرم أو النخل متصلۃ، قید فیہما منعاً و لہما سواہ، مالیہ سے توفیق عمر (کو عفران بوستان) ہو کل ارض چو لہما حائط و فعا انہما متفرقة یمکن الزرع تحتھا فلو متلفۃ ای متصلۃ لایمکن زراعتہ ارضھا فلو کرم رما قنہ و غایۃ الطاقۃ نصف، الخارج لأن النقصین عین الا نصاب و فلا یزل علیہ فی خراج المقاسمۃ و لانی الموقوف علی مقدور اوطافہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و انما علی العین، کافی و ینقص متا و لظن ملیہا و ان لم یظن بان لم یصلح الخارج منعت الخراج الموقوف ینقص الی نصف الخارج و جرینا دجل و عن الاطافۃ و یبقی ان لا یزل علی النصف و لا ینقص عن

الخص حسادى، وفيه لو غرس بارض الغراب كوما أرضه زرع فيه غراب الارض الى
 ان يعطهم وكان الواقع الكرم وزرع الحب فعليه غراب الكرم واذا الطعم فعليه قدر ما
 يطعم ولا يزيد على مشقة دواهم ولا ينقص عما كان، وفي الشامية روى من براد خبير
 ابي خديج عن عطاء الضاع من الشعيرو البركان في النهاية معزى الى من ادى قاضى عن
 والصحيح انه معارض في تلك الارض كمان اشكال شربلانية ومثله في البحر وفي
 ما اذا عطها والنظار ان الامام بخير تأمل قوله الربطية بالفتح والجمع الربطاب
 وهي القشور والنيار والبطيخ والباذنجان وما جرى مجراه والقبول غير الربطاب مثل
 الكرام شربلانية وقوله فلو ملتفة لهم في المصباح الفت النبات بعضه ببعض
 اختلط ثم اعتران حاصل ما ذكره من الفرق بين البستان والكرم هو ان ما كان
 اشجاره ملتفة فهو كرم وما كانت متفرقة فهو بستان وقد عزا في البحر الى الطبراني
 ومثله في كافي النسخة مقتضاه ان الكرم لا يختص بشجر العنب مع ان ما في المتن
 من عطت النخل هل الكرم فيه انه غيره وفي الاختيار والجريب الذي فيه اشجار
 مشمرة ملتفة لا يمكن زراعتها قال محمد رحمه الله تعالى يوضع عليه بعدد ما
 يطبق لانه لم يرو عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه في البستان فذكر ان كان مقوضاً
 الى امر الامام وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى لا يزاد على الكرم لان البستان معنى
 الكرم فالوارى في الكرم وارديه دلالة وان كان فيه اشجار متفرقة فهي تابعة
 للارض لو مفاد هذا ايضا ان الكرم مختص بالعنب والبستان غيره بقربته
 التعليل او لا وثبات هذا وفق بما في كتب اللغة ومفادها ايضا ان التخللات بين
 محمد والى يومئذ رحمه الله تعالى في البستان اذا كانت اشجاره ملتفة فعلان
 بن ماني المتن موقول محمد رحمه الله تعالى وعليه جرى في المتن وذكر في البدائع
 مثل ما في الاختيار حيث قال وفي جريب الكرم عشرة دواهم واما جريب الارض
 التي فيها اشجار مشمرة بحيث لا يسكن زراعتها لم يذكر في ظاهر الرواية وروى

عن فباعتها لا يتجه من هذا ذكر النسخ مع الكرم وانما مراد المراد من النخل التميمي بجميع
 الاشجار المتفرقة والبستان الاشجار المتفرقة والمذكور في المتن هو قولنا في ۱۳ رتبة

إلى يوسف رحمه الله تعالى أنه قال إذا كان النخل ملتقاً جعلت عليه الأراج
بقدر ما يطيق ولا يزيد على جريب الكرم عشر دراهم رقبته فلا يزداد عليه في
خراج المقاسمة ترك ما لم يظن مع أن الكلام فيه كان عليه أن يقول
فلا يزداد عليه فيه ولا في جراج المقاسمة وفي الموطأ الخ أفاده قلت وقد
يجلبها بان قوله والتقصيع الخ يعني أنه يجوز وضع النصف أو الربع أو الخمس
فيصير خراج مقاسمة لأدنى جزء من الخارج وهو غير الموطأ فنقله في جراج
مقاسمة أرايه هذا النوع وقوله ولا في الموطأ الخ أرايه النوع الآخر فأفهم
قوله ولا في الموطأ على معنى أن ما وظفه عمر، وكذا إذا اقتعت بلدًا بعد عمر
رضي الله تعالى عنه فأراد الإمام أن يضع على ما يزرع حنطة ودرهمين وقعنيزاً
وهي ثقيفة ليس لأحد ذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وهو الصحيح لأن
عمر رضي الله تعالى عنه لم يزدنا الخبر بزيادة العاقبة أفاده في البحر عن
الكافي قال طرد هذا نص صريح في حرمة ما أحدثه الظلمة على الأرض من
الزيادة على الموطأ ولو سلم أن الأرض التي آلت لبنت المال وهاجرت مستأجرة
وقوله وإن اطاعتكم لم يسمع لقوله ولا يزداد عليه الخ فيشمل ما لم يوظف كما
عشر به في قوله وغلبة الطاقة نصف الخارج ويشمل جراج المقاسمة كما نص
عليه في التمهيد وكذا الموطأ من غير رضي الله تعالى عنه كما في البحر وأما
بعد ذلك كما عرفهم رقبته ويبلغ أن لا يزداد على النصف الخ هذا في جراج
المقاسمة ولم يفتد به لأنهم من التعبير بالنصف والخمس فإن جراج
الوظيفة ليس بجزء معين تأمل قال في التمهيد ومكت من جراج المقاسمة
وهو أن من الإمام بأراضيهم ورأى أن يضع عليهم جزءاً من الخارج كنصف
أو ثلث أو ربع فإنه يجوز ويكون حكمه حكم العشر ومن حكمه أن لا يزيد على
النصف ويلبى أن لا ينقص من الخمس قاله الحد أدنى ثم ويصعب أن نقول
الشارح ويبلغ من ذكر في غير محله لأن الزيادة على النصف غير جائزة كما مر
التصريح به في قوله ولا يزداد عليه وكان عدم التغير عن الخمس غير منقول
فذكر الحد أدنى بحثاً لكن قال الغير الرمي يجب أن يحمل على ما إذا كانت

تطبق فلو كانت قليلة الرية كثيرة المؤمن ينقص أو يجب أن يتفاوت الواجب لتفاوت
 المؤنة كما في أرض العشر ثم قال وفي الثاني وليس للأمام أن يحول الخراج الموطع
 إلى خراج القاسمة أو إلى وكذا لك عكسه فيما يظهر من تعليقه لأنه قال لأن فيه
 نقص العهد وهو حرارهم قلت مترج بالعكس القهستاني، (قوله فعليه خراج الأرض)
 كذا في البحر من شرح الطحاوي قال ط والاولى خراج الزرع كما نقله الشارح من
 جميع الفاضل في باب ركوة الاموال أي في دفع ما ما ودورها وقوله فعليه
 خراج الكرم) أي دائماً لأنه ما لا ياتي مع قدرته على العمل قال في التلوي
 الهندية قالوا من انتقل إلى خمس الأرض من غير عهد فعليه خراج العمل كسبله
 أرض الزعفران فلو كره وخرج العيوب فعليه خراج الزعفران وكذا لو كان له كرم
 فقطع وزرع العيوب فعليه خراج الكرم وهذا هو المدعى ولا يفتى به كي لا يطمع
 الظلمة في احوال الناس كذا في الثاني ٣ قال في الفتح اذ جدي كل ظالم ان أرضه
 كانت تصلح للزراعة لزرعان ونحوه وملاجه معصبه (قوله وإذا المصع) معطر
 على قوله أن ان يطعم قال في البحر في شرح الطحاوي لو انبت أرضه كرم فعليه
 خراجها إلى ان يطعم فإذا المصع فإن كان خضعت وطينة الكرم ففيه ريشة الكرم
 وإن كان أقل من نصفه إلى ان ينقص من تميز ودرهم فإن نقص فعليه تميز ودرهم
 أم، والتفويض مع كسائر هذه ايمان على أنها كانت للزراعة فلو للزراعة فالظاهر
 لزوم خمسة دراهم فلذا قال الشارح ولا ينقص مما كان تأمل في الفتح ٣٢٤
 وقال الرافعي رحمه الله تعالى (قوله هذا في خراج القاسمة) الظاهر ان
 الحكم كذا في الخراج الموطع والتبديل والتعريف والتعريف والخمس لا يدل على أنه في
 القاسمة خاصة وذلك انك اذا وجدت من الخراج الموطع راثن اعني نصف
 الخارج فنصفه وجب إلى النصف ذلك تعينه إلى الخمس (التحرير للفتاوى)
 وفي الهندية بعد ذكر الاشياء الثلاثة التي رطفت عليها عسروى النصف على منه
 وما سوى ذلك من الامناس كالزعفران والقطن والبستان وغيرها يوضع عليها
 بحسب الطاقة (المعالم الكبير) خمس (٣٢٣٨)

وفي الهداية مع الفتح ولأن المؤمن متفاوتة فالكرم اخفها مؤنة لأنه

یبقى على الابد بلا مؤنة والكفر هاريك والمزارع انقلب ريقا وانقهرها مؤنة الاحتياجها
الى البذر ومؤون الزراعة من العراقة والمسا والباس والتلبية في كل عام
والرطاب بينهما لانها لا تقوم دوام الكرم ويكف في حملها كل عام فوجب تفاوت
الواجب بتفاوت المؤنة اصله قوله عليه الصلاة والسلام ما سقت السماء فنيه
العش وما سقى بغرب او وانية فنيه نصف العش (فتح القدیر ص ۲۳۲۳) وفي
الغاية على هاشم الفتح والوطاب بينهما لانها تبقى اعواما ولا تدوم دوام الكرم
فكانت مؤنتها فوق مؤنة الكرم ودون مؤنة المزارع (فتح القدیر ص ۲۳۲۳)
وفي الفتح قوله فان لم تطلق ما وضع عليها وفي هذا الاخر بين الارضين التي
وقعت عليها عمر رضى الله تعالى عنه ثم نقص ثراها وضعت الا ان او غير هاد
اجمعوا انه لا يجوز الزيادة عن وظيفة عمر رضى الله تعالى عنه في الاراضي التي
وقعت فيها عمر رضى الله تعالى عنه لو امام آخر مثل وظيفة عمر ذكره في الثنائي
واما في بلد لو اراد الامام ان يشتري فيها التوظيف فعندنا في حنيفة وفي يوسف
رحمهما الله تعالى ليزين وقال محمد رحمه الله تعالى وهو قول مالك واجمدا
الله تعالى ورواية عن ابی یوسف رحمه الله تعالى وقول الشافعي رحمه الله تعالى
له ذلك ومعنى هذا اذا كانت الارض التي فتحت بعد الامام عمر رضى الله تعالى
تزرع الحنطة فاراد ان يضع عليها درهمين وقفيز او في تليفه ليس له ذلك ومن
محمد رحمه الله تعالى له ذلك اعتبارا بالانقضاء وهذا يؤيد ما ذكرته من
حمل الارض في قوله فان لم تطلق ما وضع عليها على ما فصل ارض عمر رضى الله
تعالى عنه ومنه ابو يوسف بان عمر رضى الله تعالى عنه لم يزد حين
طاعة الارض (فتح القدیر ص ۲۳۲۳)

تفصيل ذكره في الاراضي التي من اقسام معلوم هي:

- ① ملائكة وهاراضي جن بر حضرت عمر رضى الله تعالى عنه في خارج موضع
زراعتها يعني بينهم اس اثنين ملائكة زمينين ان من توطيع عمر رضى الله
لو ادلى جائز نہیں

- ② جن زمينوں میں توطيع عمر رضى الله تعالى عنه کے سوا اور کچھ کاشت ہوا ان میں

حکومت کو اختیار ہے کہ خراج موقوف متعین کرے یا خراج مقامہ، اسی طرح مقدار خراج کی تعین میں بھی حکومت مختار ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ خراج زمین کی برداشت سے زیادہ نہ ہو نیز برداشت کے اکثر ہونے کے باوجود نقص پیداوار سے زیادہ نہ ہو، مزید برسر خراج موقوف میں یہ شرط بھی ہے کہ توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زاد نہ ہو،

(۴) بعد کی مستوجہ اراضی میں سے توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی اجناس، اُن پر خراج موقوف لگا یا جائے تو زمین پر اللہ تعالیٰ کی نذر ایک توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زیادتی جائز نہیں، امام محمد اور امام ظہار رحمہم اللہ تعالیٰ جو ان کے قائل ہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت جواز کی ہے،

یہ امر غریب طلب ہو کہ عندنا زمینیں جمعہ اللہ تعالیٰ ایسی اراضی پر خراج مقامہ کا جواز نہیں؟ اور اگر جاتا ہے تو اس میں توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تجاوز نہیں جاتا ہے یا نہیں؟
دلالتنا قیل سے ان رد قول امور کا جواز معلوم ہوتا ہے؛

① اگر یہ صورت نا جائز ہو تو حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی تصریح فرماتے
والسکوت فی معرض المیان بیان،

(۵) ما حق منامن الضامیۃ معزیا الی النھر من انہ اذا منن الا مسام باراضیہم وراہی ان یضع علیہم جزءا من الضامیۃ الخ، یہ عبارت ہر قسم کی اراضی کو شامل ہے، وان کانت من جنس ما وظف علیہا سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی طرح اس میں توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تجاوز نہ کرنے کی بھی شرط نہیں،

(۶) میں نے امام نے امامیہ ہند پر خراج مقامہ (دیم) متعین فرمایا تھا، اور ظاہر ہے کہ ان اراضی میں توطیف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کی اراضی بھی متعین، قال العلماۃ الہدائی رحمہم اللہ تعالیٰ فی رسالتہ شرح الہندی فی بحرہ السنن الاصل السنن خراجیۃ و خراجہا الخمس کما حققہ المحققون اثم صرحہ القول من ملأوا السنن،

⑤ غیر آباد زمین پر خراج،

اگر خراجی زمین زیر کب آگئی، یا کب رسائی کے ذرائع مسدود ہو گئے، یا اور کسی علت کی وجہ سے قابل کاشت نہ رہی، یا کسی نے کاشت نہ کرتے دی، یعنی سال بھر میں ایک فصل اٹھانے کا بھی موقع نہ ملا، تو خراج معاف ہو جائے گا، البتہ زمین قابل کاشت ہونے کے

باوہر بعض غفلت سے مطلق چھوڑ دی تو صرف خراج سے مکہ معاف ہو گا مگر خراج موقوف و موقوف کیا جائے گا۔ قال فی التنبیہ و لاخراج ان غلب الماء علی ارضہ او اقلع او اصاب الزرع آفة مملوئہ کغرق و حرق و شدہ برد (القولہ) فان مطلقا صاندا و کان خراجها مطلقا او اسلم او اشترى مسلم ارض خراج یجب ولو منعہ انسان من الزراعة او کان الخراج مقننہ لا، (در المختار ص ۳۲۱)

③ زمیندار مرارے کے حصے سے جزا عشر نکالے؛

جو کہ مرارے میں دہنداری نہیں، اگر ان کا حصہ تقسیم کر کے ان کے حوالہ کر دیا گیا تو ان ادارہ عشر کی امید نہیں، اس لئے زمیندار پر لازم ہے کہ مشترک پیداوار سے عشر نکالنے کے بعد مرارے کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے، قال العلامة الہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالۃ مراح الہند والعق العقیق بالقبول بان هذا الا لامر مسلما فی اصحاب الاراضی الذین یقال لهم فی العرت زمینداران تعلیم ان یخرجوا العشر من بیع الخراج او قبل التخصیف من البین ثم یعینون لاجل حصۃ الارض فیجمعون ما حصل من العشر فیصرفونه بالعدل والافسان فی بعض المصلون الموجودۃ الذن فی هذه الدیار فان اقامۃ هذا الامر من المزروعین معال لان الذی یانہ تنازلت والاسلام قد خضعت حتی ان یخلف المزروعون بحصۃ الارض لم یطرح الامعاء الاراضی اصلا بل یصرفونہا فی ما شہم ویبدلونہا فی احوالہم لکنہم مفلسین جائعین غیر متدینین ذلین یوہم منہم امثال هذه الاموال بنیۃ فالیجب علی اصحاب الاراضی المتدین ان یخرج حصۃ الخراج اقل من البین یصرفھا فی بعض مصالح الناجرینا فی هذا الزمان ان اصحاب النفاذ حکام المزروعین حتی انہم لا یخافون من اذکام مثل ما یخافون من اصحاب الاراضی لوصلة شہام و درز قسم بالزراعات الکاشۃ فی اراضیہم فاصحاب الاراضی حکام والمزروعون ہمایا وکل مسئلہ یوم القیامۃ عن رعیتہ الخراج الیخاری و مسلم فی مسجدہما عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لکم راع و لکم مسئلہ عن رعیتہ الخراج

(۱۵) خراج موظف سال میں صرف ایک بار ہے:

خراج موظف سال میں صرف ایک بار وصول کیا جائے گا، تفصیل خواہ سنی یا زیادہ اشخاصی
میں ہوں، البتہ خراج مقام مشترک طرح ہر فصل پر واجب ہو، قال فی العلائق ولا یتکثر
الخراج یتکثر الخراج فی سنة فخر موظفوا الایمان کان خراجهم مقاسمہ تکرر لتعلقه
بالخراج حقیقۃ كالعشر فانه یتکثر (مرید المختار ص ۲۴۲ ج ۲)

(۱۶) فصل تباہ ہو جائے یا چوری ہو جائے تو عشر خراج ساقط ہونے کی تفصیل:

اگر عشری زمین کی فصل کٹنے سے پہلے یا اس کے بعد ضائع ہو گئی، یا چوری ہو گئی، تو عشر ساقط
ہو جائے گا، اور اگر یہ کاشت و زراعت کے طور پر تھی تو فصل کٹنے سے قبل ضائع ہونے کا تو یہ مسلم
ہے خواہ زمین ہوا البتہ فصل کٹنے کے بعد ضائع ہو تو قاضی خاں کی تحقیق کے مطابق زمیندار
کے حصہ کا عشر ساقط ہے، اور زراعت کے حصہ کا عشر زمیندار پر لازم ہے، خراج مقاسمہ کا بھی
یہی حکم ہے، قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله ویؤخذ العشر
وما تعلق بغیر صنعه بعد حصاءه أو مرق وجب العشر فی الباقی الاغیر فی الصلوات ثم
وقال فی الغنایۃ فی ارض العشر اذا هلك الخراج قبل الصلوة یسقطان هلك بعد
الحصاء فساکنان من نصیب - رب الارض یسقط وماکان من نصیب الاکار یشقی فی
ذمة رب الارض لان فی نصیب الاکار الارض بمنزلة المستأجر لکان العشر عن
صاحب الارض وخراج المقاسمۃ بمنزلة العشر لان الواجب
فی من الخارج وانما یخالع العشر فی المعشر غنایۃ عن هاشم الحامد لکثره من
وکن فی الحامد لکثره عن الغنایۃ، وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی
منحة الخائف بعد نقل قول الغنایۃ الذکور فی الاول الجبۃ ما یخالفه وما فی
الغنایۃ ان فی حدیث کاؤد ضحیٰ رحمہ اللہ لکن القول علیہ والبعر الرائق ص ۱۰۹ ج ۳

مگر تعلیل یہ کہ الارض بمنزلة المستأجر سے ثابت ہو اگر غنایہ کا قول اس صورت کے
ساتھ مختص ہے کہ بذریعہ زراعت کی طرف سے ہو نیز اجارۃ الارض میں مطلقاً عشر زمیندار پر نہیں،
بلکہ اس میں تفصیل ہو، کما قد منا، علاوہ ازیں صورت زیر بحث میں تو زمیندار کو اجرت بھی
موصول نہیں ہوئی، اس لئے بندہ کے خیال میں قول الاول الجبۃ کے مطابق رائج ہے کہ مزاج کے
حصہ کا عشر بھی زمیندار پر واجب نہیں، بلکہ ساقط ہے،

خراج موقوف کا حکم یہ ہے کہ اگر عمرانی فصل کسی ایسی آسمانی آفت سے تباہ ہوگئی جس سے
 بچنا انسان کی قدرت میں نہیں، جیسے زلزلہ یا زبرد سیلاب وغیرہ اور اسی سال کوئی دوسری فصل
 ہونے کا موقع بھی نہ ہو جس کا اندازہ کم از کم تین ماہ ہے، تو خراج موقوفہ ساقط ہو جائے گا، اگر تباہی
 سے کچھ پیداوار بچ گئی تو زرعیت وغیرہ کے مساوی وضع کرنے کے بعد باقی پیداوار اگر خراج
 سے دو چند ہو تو زراعت خراج لیا جائے گا، اور نصف پیداوار لی جائے گی، اور اگر آفت سے
 حفاظت ممکن تھی، جیسے چرواہہ وغیرہ لگ جانا، اس سال میں اتنا وقت باقی ہو کہ اس میں زمین سے
 کوئی اور فصل اٹھائی جا سکتی ہو، یعنی کم از کم تین ماہ باقی ہوں تو خراج موقوفہ معاف نہیں، اور
 اگر فصل کٹ جانے کے بعد تباہ ہوگئی، خواہ آسمانی آفت ہو، ممکن الاحتراز ہو، بہر حال خسار بچ
 موقوفہ مساوی نہیں ہوگا، قال فی شرح التومین والخراج ان غلب الماء علی ارضه او
 انقطع الماء او اصاب الزرع آفة سماویة کغرق وحرق وشفة ببرد الا اذا بغی
 من السنة ما یمکن الزرع فیہ ثانیاً اما اذا کان من الآفة غیور سماویة و
 یمکن الاحتراز عنہا کالغرق وسمیاع وضوحهما کالغماہ وفارود ودرہ جراد
 هلك الفجارج بعد الحصاد لا یسقط وقبله یسقط ولو هلك بعضه ان فصل
 هذا الفی شیء ماخذ منه مقدار ما ینما مصنف سراج وتمامہ فی الشربلایة
 معزیز البحر، وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ قوله ولاخراج الم (او خراج
 الوطیئة وكن اخراج المقاسمة والخس بالادوی لتعلق الواجب بعین الفجارج
 فہما مثل الزرع الرطبة والكرم وضوحا خبریة قوله ما یمکن الزرع فیہ
 ثانیاً) قال فی الکنز فی الفتاویٰ انه مقدار شلثة اشہر نھار وقونه ویمكن
 الاحتراز عنہم مخرج ما لا یمكن الجراؤ کما فی المیزانیة، قوله وفارود ودرہ بعبارة
 الجرومنہ یعلم ان الدودة والفاروقا الا الزرع لا یسقط الفجارج ام قلت
 لاشك انہما مثل الجراوة فی عدم امکان التدفع ولی النہی لا یخفی القرة وفی كون
 الدودة آفة سماویة وانه لا یمكن الاحتراز عنہا قال الصیر الثملی واول ان
 کان کثیراً قال لا یمکن دفعہ بجملة يجب ان یقطبہ وان امکن دفعہ
 لا یسقط هذا امر متعین للصراب (قوله او هلك الفجارج بعد الحصاد) معہرہ
 انه لو هلك قبله یسقط الفجارج لکن یخالفہ التعمیل المذکور فیہا لو اصاب

الزروع أكثره فان الزرع اسم للقائم في ارضه فحيث وجب الخراج بهلاكه بآفة
 يمكن الاحتراز عنها لم انه يجب قبل العصاره ان يعمل الملاك مناعل ما لو
 كان به لا يمكن الاحتراز عنه فتنفع المغالطة قوله وتقبله بسقط أي لا فائدة
 من السنة ما يستثنى فيه من الزراعة كما لو كان مناعل ما سقط قال الغير المرسل
 وله ذلك الخارج في خراج المقاسمة قبل العصاره أو بعد فلا يشع عليه تعلقه
 بالخارج حقيقة وحكمه حكم الشريك شركة للملك فلا يفرض الاثر للعد
 فاعلم ذلك فانه مهم ويكثر وقوعه في بلادنا وفي الغنائمة وهو صريح في
 سقوطه في حصه رب الارض بعد العصاره وجوبه عليه في حصه الاكار
 معلل بان الارض في حصته بمنزلة المستأجرة هو قوله ان فضل عم الغنم
 ينبغي ان يلحق بالشفقة على الزرع ما أخذت الاعراب وحكام السياسة فلما
 كما يعلم منقاد منه (قوله اخذ منه مقدار ما بيننا) أي ان بقي ضعف الخراج
 كدرهمين ومائتين يجب الخراج وان بقي اقل من مقدرا الخراج يجب نصفه
 وأشار الشارح الى هذا بقوله ونسأله في الشربلية فانه من كونه اقل
 قوله مصنف سراج على حذف العاطف او على معنى مصنف عن السراج
 (رحم الجرح من ۳۲۰ - ۳۲۱)

④ رہا شئی مکان کے بارے میں عشر وخراج :

اگر رہا شئی پلاٹ کو مستقل بارے سے تبدیل کر دیا تو اس میں عشر وخراج واجب ہوگا
 اگر کوئی عشر زمین اس سے زیادہ قریب ہوگی تو اس پر عشر وخراجی زمین زیادہ قریب ہوگی
 تو اس پر خراج ہوگا اگر کسی وخراجی دونوں قسم کی ارضی قریب میں برابر ہوں تو اس بارے پر
 عشر واجب ہوگا قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله) وكن
 منهم الم ان الما يعتبر فيه الما حيا مسلم ارضا او جعل وارثا يستأجره الما
 على انه عشرى او خراجى وقد مناعن الدهر المتفق ان الما به قول ابو يوسف
 الله تعالى انه يعتبر القرب وهو ما منى عليه المصنف اولاً كاللغز وغيره وقد مر
 في متن المتفق انما ترجعه على قول محمد رحمه الله تعالى وقال وهو الحق
 كقول الما على اكثر مخرج قرا حصاره عليه الما اعني الما قول محمد رحمه الله تعالى (رحم العصاره ۳۱۶)

اذا زرع مكان ريشي هي مكراس كمن في باغ لكاليا نواس پر عشر اخراج و جب
 نہیں، قال في التتوير واخذ خراج من دار جعلت بستاناً، وفي الشامية حين
 جعلها بستاناً لانه لو لم يجعلها بستاناً وفيها نخل تنزل اكلوا الاشجار فيها بحر
 وكذلك شمر بستان الدار لانه تابع لها كما في ناض خانكستانی (رد المحتار ص ۲۳۵)
 ۱۵ ارضی مقصوبہ میں عشر وخراج،

قال في شرح التتوير والغراس على الغاصب ان يزرعها وكان جاعداً ولا يئنة
 بها، وقال ابن عابد بن رحمه الله تعالى قال في الغانية ارض غراسها وظيفه
 اغتصبها غاصب جاعداً ولا يئنة للمالك ان لم يزرعها الغاصب فلا خراج
 على احد وان زرعها الغاصب ولم تقصها الزراعة قال الخراج على الغاصب
 وان كان الغاصب مقرباً بالغصب او كان للمالك يئنة ولم تقصها الزراعة
 فالخراج على رب الارض ثم قلت وفي الحقيقة قال بعض الشايخ على المالك
 وقال بعضهم على الغاصب على كل حال ثم قال في الغانية وان تقصها الزرا
 عة ابي حنيفة رحمه الله تعالى على رب الارض قل نقصان او كثر كما
 اجرها من الغاصب بضم النقصان وعن محمد رحمه الله تعالى على الغاصب
 فان زاد نقصان على الخراج يدفع الفضل الى المالك وان غصب عشرة فزرعها
 ان لم تقص الزراعة فلا عشر على المالك وان نقصها العشر على المالك كأنه
 اجرها بالنقصان ام، قال ج ظاهر ان حكم ذات خراج المقامة كالعشرية
 (رد المحتار ص ۲۳۹) وقال الرازي رحمه الله تعالى قوله فلا عشر على المالك
 وعلى الغاصب العشر اجمالاً (قوله كأنه اجرها بالنقصان) هذا قول الامام و
 على قولهم العشر على الغاصب، مطلقاً وهذا اذا كان الغاصب مسلماً واذا كان
 ذمياً فلا عشر على احد عندنا، اما المالك فلعدم حصول النفعة واما الغاصب
 فلا نه نوجب عليه لوجب الخراج وهو لا يتبطل وهو امر ارب المالك ولا يصح
 له في ذلك ولا يجوز ان يوجب العشر على الذمي فلم يبق الا سقوط وهذا
 اذا لم تقص الارض اما اذا نقصت فينبغي ان يكون العشر عليه اذا كان
 النقصان مثل العشر او اكثر وعلى قول محمد رحمه الله تعالى يجب العشر

علی بن الغاصب و علی بن ابی موسیٰ عشران لانه لا ھزار فی ذلک لان العشرین
بعد لان ابی عشر و بعد ام سندی عن السراج الذی یعبر المختار من (۱۳۱۴۸)

حاصل یہ کہ اگر غاصب منکر ہے اور مالک کے پاس بندہ بھی نہیں، اور اس کو پچیس
سال میں ایک فصل اٹھانے کا بھی موقع نہ ملے، یعنی سال میں سے کم از کم پچیس ماہ زمین اس کے
قبضہ میں نہیں رہیں، تو مالک پر خراج نہیں، پھر غاصب اگر کاشت کرے گا تو اس پر خراج
ہوگا ورنہ اس پر بھی نہیں، اور اگر غاصب منکر نہیں یا مالک کے پاس بندہ ہے تو مالک پر
وجوب خراج میں اختلاف ہے، بندہ کے نزدیک صورت تطہین یہ ہے کہ اگر مالک نے محض
غفلت کی وجہ سے زمین واپس لینے کی سعی نہیں کی تو اس پر خراج واجب ہوگا اور اگر پرہیز
کر شغل کے باوجود مراست کی لاپرواہی کی وجہ سے زمین واپس نہ لے سکا، یعنی سال بھر میں
تین ماہ بھی کاشت کے لئے نہ ملے، تو مالک پر خراج نہیں، جب کسی انسان کا کاشت سے
روکنا مسقط خراج ہے کما حقہ مٹا تو غصب کی وجہ سے کاشت سے محروم ہونے والی زمین مسقط
ہونا چاہئے،

عشر اور خراج معاً نہ ہو کہ پیداوار پر ہوتا ہے اس لئے زمیندار پر نہیں بلکہ غاصب
کاشت کرے گا تو اس پر ہوگا، اگر کاشت کرنے عشری زمین غصب کر کے کاشت کی تو اس
سے عشر ساقط ہے،

پہلے احکام ہیں کہ غاصب کی کاشت سے زمین کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہوا اگر زمین
کو کوئی نقصان پہنچا تو حضرت امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مالک زمین کا غاصب سے
نقصان کا ضمان وصول کرنا بمنزلہ اجارہ ہے، اس لئے عشر و خراج مالک پر ہوگا مگر صورت
اجارہ میں فتویٰ کے لئے جو تفصیل اور پگنڈ رکھی ہے اس کے پیش نظر غصب میں ہر کیفیت
عشر و خراج غاصب ہی پر ہوگا، اگرچہ مالک نے ضمان نقصان وصول کر لیا ہو،

⑦ زمین فروخت کی تو عشر و خراج کس پر ہے؟

اگر خراج زمین ایسے وقت فروخت کی کہ سال ختم ہونے میں تین ماہ یا اس سے زیادہ
دیر باقی تھی، اور باقی نے اس سال میں اس زمین سے کوئی فصل نہ اٹھائی تھی تو اس کا
خراج مشتری پر ہے، اور اگر باقی نے بھی کوئی فصل اٹھائی ہو تو خراج باقی اور مشتری
دونوں پر تقسیم ہوگا اور اگر سال گزرنے میں تین ماہ سے کم دیر باقی تھی تو پورا عشر و خراج

بائع پر ہو، اگر بوقت بیع زمین میں فصل بھی تھی تو فصل تیار ہونے سے قبل بیع ہونے کی صورت میں خراج مشترک پر ہے، بشرطیکہ بائع نے اسی سال میں کوئی فصل نہ اٹھائی ہو، ورنہ خراج دولوں پر ہوگا، اور اگر فصل تیار ہونے کے بعد بیچ کی تو اس میں وہی تفصیل ہے جو فلاح زمین کا بیع سے متعلق گذری۔

اگر زمین مسلسل بکتی جا رہی ہو اور کسی مالک کو بھی سال کے اندر زمین کی مدت مشترک ہوئی، اور وہ کوئی فصل نہیں اٹھا سکا، تو کسی پر بھی خراج نہیں۔

عشر اور خراج مقامہ کا تعلق پیداوار سے ہے، اس لئے فصل تیار ہونے سے قبل زمین فروخت کی تو عشر و خراج مقامہ مشترک پر ہوگا، اور فصل تیار ہونے کے بعد بیع ہوئی تو بائع پر۔

اگر صرف فصل بغیر زمین کے بیچی، تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے، کہ قبل الادراک بیع ہو تو عشر و خراج مقامہ مشترک پر ہے، اور بعد الادراک ہو تو بائع پر، اگر قبل الادراک فصل بیچی اور مشترک نے اسی حال میں کاشت کی تو اس کا عشر بھی بائع پر ہوگا، قال فی شرح التتویر ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعده فالعشر على البائع وفي الشامية ان حكم خراج المقاسمة كالعشر كما يعلم من مواضع فہم لهذا لو باع الزرع وحده وسلم ما اذاباعه وشركه المشتري باقن البائع حتى ادراكه فعنهما عشر على المشتري بوضع الی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عشر حصہ القصب على البائع والباقي على المشتري كما في الفتح وبقی ما لو باع الارض مع الزرع او بدينونه قال فی البزيرية باع الارض وسلمها للمشتري ان بقى مدة يتمكن المشتري فيها من الزراعة فالعشر عليه ولا فعل البائع والمشتري على تقدير الدقة بثلاثة اشهر وهذا لو باعها فاداة ولو فيها زرع لم يبلغ فعل المشتري بطل حال وقال ابو الليث لو باعها بزرع انعقد حبه ويبلغ ولم يبق مدة يتمكن المشتري من الزرع فالعشر على البائع ولو باع من اشعر والمشتري من اشعر واخر حتى مضى وقت التمكن لاجب الخراج على احد منعصا الى ما لم يثبت في يد احد من الشكرين مدة يتمكن فيها من الزراعة قبل دخول السنة الثانية (مسد الحصار ص ۲۶۶) وفي جملہ التتویر باع ارضا

والأصل البائع، وقال ابن عابد بن رحمه الله تعالى هذا إذا كانت قرضه لكن يختلفوا في اعتبار ما يمكن المشتري من زراعة فقيل القطعة والشجر وقيل أي زرع كان ولما أنه هل يشترط الموراك الزرع بكامله أولا وفي وأنها الزايفي إن المشتري على نقد سيرو بثلاثة أشهر وهذا اسمه اعتبار لزرع النخل وأدراك الزرع فإن دفع الزرع يدرك في مثل هذه المدة وأما إذا كانت الأرض مزروعة فباعها مع الزرع فإن كان قبل يزرع فالخراج على المشتري مطلقاً وإن بعد يوفيه واعتد عليه فهو كما لو باعها فأفترق ولو كان لها ربحان خريف ودرهمي وسلم أحد هما للبائع والآخر للمشتري فالخراج عليها ولو يولد أولتها إلا يدي ولم تمكث في ملك أحد هم ثلاثة أشهر فلا خراج على أحد من التثنية الثانية ملغية مادة المختار من (۲۳۲۲) وقال العلامة: كما في رحمه الله تعالى ولو باع الأرض العشرية وفيها زرع قد أدرك مع زرعها أوجاع الزرع خاصة فعشر على البايع دون المشتري لأنه باعه بعد وجوب العشر وتقرره بالأدراك ولو باعه ولو زرع بعد فإن فصله المشتري للعالم فعشر على البايع أيضاً لتقرر الوجوب في البطلان الفصل وإن ترك حتى أدرك فعشر على المشتري في قول أبي حنيفة ومحمد ورحمهم الله تعالى لتعول الوجوب من السابق إلى الحب وروى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال عشر قدر البطل على البايع وعشر الزيادة على المشتري وكذا حكم الشمار على هذا التفصيل (رد المحتار المقتضب من ۲۳۸۴)

عشر نکالنے کے بعد پیداوار فروخت کی تو رقم پر زکوٰۃ فرض ہے؛

پیداوار کا عشر الگ فرض ہے: اور پیداوار فروخت کی تو اس سے حاصل ہونے والی رقم پر زکوٰۃ الگ فرض ہے، لأن الحقیقین لم يتعلق بمحل واحد فان العشر حق الزکوة النامية بالخارج حقيقة وزکوة التفرّد حق المال النامي فقد برأ بخلاف ما إذا كانت الأرض للتجارة فإنه لا تجب فيها زکوة التجارة لأن الحقیقین يتعلقان بمحل واحد وهي الأرض وقال ابن نجيم رحمه الله تعالى في زکوة مال التجارة إذا دخل من أرضه حطلة تبلغ قيمتها قيمة نصاب وفوى أن يسكنها ويبيعها فاسكنها وحراً لا تجب فيها الزکوة (البحر الرائق من ۲۳۸۹) عبارة مذکورة میں عدم وجوب زکوٰۃ کی صحت یہ بیان کی گئی ہے کہ حطہ مال تجارت نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ

ہجرت کی صورت میں تقرر پر کوئی فرض ہوگی، لہذا متعینہ للتبلیغ خلفۃ،
 ۷۰ قبل از وقت عشر و خارج نکالنا؛

خارج مرفوع قبل از وقت اور کرنا صحیح ہے، اور عشر میں تفصیل ہے،
 فصل پڑھنے سے قبل عشر نکالنا تو ادا نہیں ہوا، اور اگر فصل اٹھنے کے بعد نکالنا تو ادا نہیں
 ہوا ہو گیا، اور اگر فصل پڑھنے کے بعد اٹھنے سے قبل نکالنا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
 کے ہاں صحیح ہو گیا، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادا نہیں ہوا، اور لا یمضی والاحوط،
 بارغ میں پھول اٹنے کے بعد عشر نکالنا صحیح ہے، اس سے قبل نکالنا تو ادا ہو گا، قال
 العلامة الکامی رحمہ اللہ تعالیٰ وعلى هذا يخرج تعجيل العشر، انہ علی ثلاث
 لوجه فی وجه یجوز بلا خلاف فی وجه لا یجوز بلا خلاف فی وجه فیہ خلاف
 اما الذی یجوز بلا خلاف فهو ان یجعل بعد الزراعة وبعد النبات لا تعجل
 بعد وجود سبب الحرب وهو الارض النامية بالخارج حقيقة الا ترى انہ لو
 فصله فکذا یوجب العشر، واما الذی لا یجوز بلا خلاف فهو ان یجعل قبل الزراعة
 لانه مجل قبل الحرب وقبل وجود سبب الحرب لا فصل ام الارض النامية
 بالخارج حقيقة لانعدام الخارج حقيقة واما الذی فیہ خلاف فهو ان یجعل
 بعد الزراعة قبل النبات قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز وقال محمد بن حنفیہ
 لا یجوز وجه قول محمد ان یوجب لم یوجد ثم الارض النامية بالخارج لا الخارج
 فكان تعجیلاً قبل وجود السبب فلم یجز كما لو جعل قبل الزراعة، وجه قول
 ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان سبب الخروج موجود وهو الزراعة فكان تعجیلاً
 بعد وجود السبب فیجوز واما تعجیل عشر الشارفلان یجعل بعد طلوعها اجازاً لا یجوز
 وان یجعل قبل الطلوع ذکر الکترخی انہ علی الافتکاح الذی ذکرنا فی الزرع وذكر
 القاضی فی شرحه معتصماً بالطحاوی انہ لا یجوز فی ظاهر الرواية، وروی عن ابی یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجوز وجعل الاشجار للشارب منزلة السابق للحجر وهذا
 یجوز بالتعجل کذا اهلنا، ووجه الفرق لانی حقیقة، ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ

وہ حکم ان الاصل وعلیٰ العجم لانعدام الخارج ۱۱ منہ

فی الثمر لیس یجوز وجوب العشر لانه حطب الاثری انه لو قطعہ لا یجب العشر
فالمساکی الزرع فصل من لیل انه لو قطع الساق قبل ان ینقذ العنب یجب العشر
ویجوز تعجیل الغراب والعزیزه لان سبب وجوب الغراب الارض النامیه المخلو
تقدیرا لا تمکن من الزراعة لا تعقیقا وقد وجب التمسک وبسبب وجوب العزیزه
کونه ذمیاً وقد وجب، والله اعلم، (ردائع الصنائع ص ۲۳۵)

۳۳ تجارت کی زمین پر زکوٰۃ نہیں :

عشری یاخر اجمی زمین بغرض تجارت خریدی ہو تو اس کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں
ہیں، قال الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ قال اصحابنا یمن اشتری ارض غیر
للتجارۃ او اشتری ارض خراج للتجارۃ ان فیہا العشر او الخراج ولا تجب زکوٰۃ
التجارۃ مع احد ہا ہر الروایۃ المشہورۃ عنہم وروی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
انہ یجب العشر والزکوٰۃ لو الخراج والزکوٰۃ وحده ہذا الروایۃ ان زکوٰۃ التجارۃ
تجب فی الارض والعشر یجب فی الزرع وانہما ما لان مختلفان فلم یجتمع العقاب
فی مال واحد وجہ ظاہر الروایۃ ان سبب الوجوب فی کل واحد ہوا الارض
الاثری ہا ینہ ان کل ایھا یقال عشر الارض وخراج الارض وزکوٰۃ الارض
وکل واحد من ذلک حق لہ تعالیٰ وحقوق اللہ تعالیٰ المتعلقہ بالاموال النامیۃ
لا یجب فیہا حقان منہا سبب مال واحد کزکوٰۃ السائتۃ مع التجارۃ واذا
ثبت انہ لا یسبیل الی اجتماع العشر والزکوٰۃ واجتماع الخراج والزکوٰۃ فاجلب
العشر او الخراج اونی لانہما اعم وجوباً الاثری انہما لا یقتضیان بعضہما بعضاً و
العینون والزکوٰۃ تسقط بہ فکل ایھا یبدأ اونی (ردائع الصنائع ص ۲۳۵)

ہذا فی عبارت مذکورہ میں "کروۃ السائتۃ مع التجارۃ" سے یعنی اکابر کو یہ
مفاطر لگایے کہ تجارتی مواشی میں زکوٰۃ نہیں، حالانکہ یہاں تشبیہ مردم زکوٰۃ میں
ہیں، بلکہ مردم اجتماع الخسین میں ہے، تجارتی مواشی میں سائتہ کی زکوٰۃ نہیں، تجارتی
مالیت پر زکوٰۃ ہے، چنانچہ خود امام کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اولوا سبب
للبیع والتجارۃ فیہا زکوٰۃ مال التجارۃ لا زکوٰۃ السائتۃ.

(ردائع الصنائع ص ۲۳۵)

❶ زانی استعمال میں آنے والی سبزی اور پھل پر بھی عشر ہے :

فصل کے پیدا ہونے اور پھل کے ظاہر ہونے کے وقت عشر واجب ہو جائیگا، اس سے جو کچھ غور کھایا، پانی کو بہرہ و اسب پر عشر واجب ہے، خراج موقوف کا بھی یہی حکم ہے، قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ وأما دفعہ فوفت خروج الزرع بظہور الشرح عند ابن حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعند ابن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقت الإحراق وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عند التقیۃ والحب إذا زجر الزرائع من (۲۳۳۷) فی شرح التکویر ویرثخذ العشر عند الإمام عند ظهور الشرح وبن وصلاھا، برہان وشرط فی التھر من فسادھا، وفي التامیۃ قال فی الجہمۃ وأختلفوا فی وقت العشر فی التمار والزروع فقال ابو حنیفۃ وزید رحمہما اللہ تعالیٰ یجب عند ظهور الشرح والامن علیہا من الفساد وان لم یجب المصل اذا بلغت حد ینتفع بہا وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عند حد ینتفع بالمصل وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا جسدت وصارت فی الجہمۃ فافق فیما اذا اکل منه بن ماسار یمشی او المص غیرہ منه بالمص وقت فاقہ یضمن عشر ما اکل المص عند ابن حنیفۃ وزید رحمہما اللہ تعالیٰ وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ لا یضمن ذالی قوله وان اکل منها بعد ما بلغت المصل قبل ان تعمس یضمن عند ابن حنیفۃ والی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ ولم یضمن عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وان اکل بعد ما صارت فی الجہمۃ یضمن اجماعاً وما تلف بغير منعه بعد حصاة أو سرق وجب العشر فی الباقی لا غیرہم والاکلا فی العشر ومثله فیما یظهر خراج المقاسمۃ لانه جزء من الخارج التام خارج الوطیۃ فغوی الذی مقلانی الخارج فلا یختلف حکمہ بالاکل وعدہ مہتمل ذلک للخارج

❷ عشر میں پیداوار کی بجائے اُس کی قیمت پر ناجائز ہے :

عشر اور خراج موقوف میں مالک کو اختیار ہے کہ پیداوار کا جس سے اوکرے یا اس کی قیمت دے، قال ابن مابن رحمہ اللہ تعالیٰ فی حاشیئہ علی فتول الشارح وللإمام جسد الخارج للخراج، قلت وفي البذلح ان الواجب فی الخراج جزء من الخارج لانه عشر الخارج لم ونصف عشره وذلك جزءه لأنه واجب

من حیث انه مالی لا من حیث انه جزوی عندنا حتی يجوز ان تم تعته اهل المتبادر
منه ان المراد بخارج المقاسمة فلذا كان له اداء القيمة لا يكون للامام الاخذ
من عین الخارج جذا رد المحتار ص ۵۸ (۱۳۵۸)

۱۳۵۸ ارض مسکین پر عشر کی تفصیل :

سلطان نہیں کسی صورت میں مسکین عشر خود دیکھ سکتا ہے سلطان جو تو اس کو اختیار خود اللہ
سمجھاتا ہے و تعالیٰ اعلم
۱۱ اشعیاں مسکرم

عشر و عشر و خارج از جانب سلطان :

سوال :- چوں کہ زمیندار، زمین دہی مسکنہ کو راقع شدہ است بین اکثر ہوجستان
چرا کہ بادشاہ عزم مقرر نموده کہ از محصول پیدا شدہ از صد من یک مرہ و نیم قول با کار و دمنہ بکار
معتد و عشر از دمنہ زمینداران ساقط خواهد شد یا نہ ؟ یعنی قائل بجزا اندر دلیل تصرف با دشاہ
کہ بخشد یا ترک کند عشر را ؟ آیا این تصرف خلاف آیت و حدیث و اجماع است یا نہ ؟ اگر کتب
لا يجوز مثل بولالاقی وغیرہ و اگر کتب بخود ترجمہ راوردہ از بخود کدام مذہب و از لا يجوز
کدام ؟ مینویساید تا واضحاً و قویاً اجروا اجرا و اجرا ؟

الجواب باسم ملهم الصواب

در جواز معانی کردن عشر و خارج اختلاف در اکثر و فقہاء و جمہ اکثر کمالی مشہور است
و در کتب متداولہ مسطور و بعد تحقیق قول و اقوال تفصیل ذیل لازم است :

① اگر سلطان بسبب غفلت یا بوجہ جهالت از حکم شریعت یا بوجہ عدم مبالغہ بشریعت
ان هیچ دیمت عشر یا خارج طلب نمی کند پس درین صورت عشر و خارج ساقط نمی شود بلکه
تصرف بلو واجب است ، لہذا فی الفتاویٰ فی الباب السابغ من کتاب المسیر الی سلطان
اذا لم یطلب الخراج ممن علیہ کان علی صاحب الامر من ان یصدق بہ و
ان کان تصدق بعد الطلب لا یخرج من العهد فکان فی قتالہ فی قاضی خان
و عالمگیریہ ۳۳ و این تأخیر باعث تأمل فی خیر و ذکر ضیح الاسلام ان السلطان
لا ترک العشر علی منہ الا ارض فہو علی جمیع القول ان ینزلہ اعتقاد منہ بان نفس
فقی هذا الوجه کان علی من علیہ العشر ان یصدق فی العشر فی الفقیر و عالمگیریہ ۳۳ (۱۳۳۳)

① اگر مالے غنی معین عشر معات کرد پس این برقی مذکور جائزہ سلطانیت است و بر سلطان لازم است کہ بمقدار این جائزہ از بیت المال کہ برائے خراج است داخل کند و در بیت المال کہ برلئے صدقہ است بشرطیکہ صاحب ارض مصروف خراج باشد و در سلطان از مال خود برائے بیت المال صدقہ فاسم خواہد شد پس اگر سلطان مقدار مذکور در بیت المال صدقہ داخل نمود از زمین صاحب ارض عشر ساقط شد و در تصدیق بقدر عشر واجب است همچنین خراج از جانب غنی اگر سلطان تیرہ در بیت المال خراج داخل کرد از زمین غنی ساقط خواہد شد و در تصدیق واجب است لما فی المندوبۃ معزیا الذی خیرۃ ان کان من عنیہ العشر غنیاً کان لہ ذلک جائزۃ من السلطان و لیعن السلطان مثل ذلک من مالی بیت مال الخراج لبیت مال الصدقۃ (ما لگیریہ ۲۳)

و فی الشامیۃ تحت قوله معزیا للبرازیۃ و ان کان غنیاً ضمن السلطان العشر للفقراء من بیت مال الخراج لبیت مال الصدقۃ ما قلت و ینفی حملہ علی ما اذا کان الغنی من مستحق الخراج والا فینبغ ان یضمن السلطان ذلک من ماله تأمل رسد المختار کتاب الجہاد ج ۳

و قال فی شرح التنویر و ترک السلطان او نایبہ الخراج لرب الارض او و ہبہ لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی و جعل لہ لوقع فاداً لا یصدق بہ و یرہ یفتی رمای العلوی من ترجیح حملہ لغیر المصلحین خلاص المشہور فی المختار ج ۳

② معات کردن سلطان مصروف عشر یا مصروف خراج را جائز است لما فی المندوبۃ معزیا الذی خیرۃ و ان کان من عنیہ العشر فقیراً محتاجاً الی العشر فترک ذلک علیہ جائز و کان صدقۃ علیہ فیجوز کمالوا عند منہ ثم ہدیت الیہ (ما لگیریہ ۲۴) و فی الشامیۃ قوله معزیا للبرازیۃ و ذلک حیث قال فی البرازیۃ السلطان اذا ترک العشر لمن ہو علیہ جاز غنیاً کان او فقیراً لکن ان کان الموقوف لہ فقیراً فلا ضمان علی السلطان (القولہ) و من هنا فی باب العشر عن الذی خیرۃ مثل ما فی البرازیۃ (مراد المختار ج ۳)

و فی التعریر المختار لمراد المختار للرافعی فی مسائل شتی من المجلد الخامس للشامیۃ قوله ولو ترک العشر لا یجوز الخ ای و کان رب الارض غنیاً لوقفیاً

یعوزاہ طاعن المفتاح وعلیہ لم یکن فرق بین التنازع و العشر فانہ یجوز ترون کل
للمصرات الاغیرہ (التعویذ المقتدرۃ ج ۲) در نظر اینہا تفریق میان عشر و خراج این است
کہ ترک کردن خراج برائے غنی جائز است بمعنی اینکه سلطان ضامن نخواہد شد، مقدار این
خراج برائے غنی حلال نیست، بلکہ واجب التصدیق است، و ترک کردن عشر از غنی جائز
نیست، بمعنی اینکه سلطان ضامن نخواہد شد، و غنی کہ در بارہ حلت و حرمت فرق نیست از
«در بارہ تضمین سلطان فرق است» و این فرق در میان دوجہ و فقیہ کمسند و جزیل نہ
داخل و ثابت خواہد شد.

وجہ توفیق

اما توفیق در میان جزئیہ سرخراج کہ خارج التوریر آورده است اعنی «دو تریخ العشر
لا یجوز لجماعہ و یخرجه بنفسه للمفقراء» سلیم» و میان جزئیہ برآزیر السلطان
اذ تروق العشر لمن هو علیہ جائز غنیاً کان او فقیراً» بدر و جہ ممکن است۔
① جزئیہ سرخراج محمول کرده شود بر شخصی کہ اصلاً معرفت نباشد و جزئیہ برآزیر و جزئیہ
بیکسے کہ معرفت عشر یا خراج باشد معنی جوا! عدم وقوع ضمان است بر سلطان از مال خود
در مراد عدم جواز ضمه آنست، قال الرافعی فی التعمیر المختار لرد المحتار فی کتاب الجہاد
من الجہاد الثالث: التنازع و یقال یجعل مافی السراج علی مال الذلیم یکن رمت
الارض مصرقاً المسلم و مافی الیغازیة علی مال الذلیم صوفی و لولاء الخراج التنازع لکن
و دلیل بر حل کردن جزئیہ سرخراج بر شخصیکہ اصلاً معرفت نباشد این است کہ خارج التوریر
در میان خراج فقط جائز عن الثاني آورده است و تحتان میان صاحبین رجھا شد تعالی در
معان کردن خراج از غیر مصرع است، اما از مصرع بالاتفاق جائز است، کما فی التنازع
و لم یظهر فی وجہ قول مصرع رحمه الله تعالی ان کل من اراد ان یجوز و لو کان
مصرقاً للخراج (شامیہ ج ۲) و فی التعمیر المختار لرد المحتار فی کتاب الجہاد و قوله
و لم یظهر فی وجہ قول مصرع (الف) مافی العادی یقید ان الفلانی فی غیر المصرع
و علوہ علی مافی الحموی و اذا تروق الامام خوایہ ارض رجل اکرمه او بیستانہ
و لم یکن أهلاً لمصرع الخراج المیه عن ابن یوسف رحمه الله تعالی یجوز و علیہ

الفتویٰ وعند محمد رحمہ اللہ لا یحل الا والتعویض المختار ۲۳) پس لفظ "جائز" عند الثانی دلیل برین است براین کہ در بحث خراج حکم غیر مصرف مذکور است نہ حکم مصرف و وجہ تقابل مستلزم است مراد این کہ حکم عشریم برائے غیر مصرف است،

و اما دلیل بر اینکه مراد از جواز عدم وقوع ضمان است بر سلطان، آنچہ علامہ ابن عابک رحمہ اللہ تعالیٰ در بارہ خراج تحریر نموده است (قول محل لم یصر ذلک اعلیٰ لان ذلک جزای جائز ما نفعه السلطان بمعنی انه لا یضمن ولا یلزم من ذلك حمله لرب الارض رشاشیہ ۳۳) پس در حکم شرع لفظ "لا یجوز" کہ در مقابل لفظ "جائز" واقع شدہ برضو آن محمول کردہ شود

الغرض ماحصل عبارت سراج این است کہ اگر سلطان عشر معائنہ کو و شصت را کہ اصلاً مصرف نیست نہ مصرف عشر نہ مصرف خراج، پس سلطان از مال خود برائے بیت المال عشر معائنہ خواہد شد اگر سلطان اذن دہد کہ پس بر صاحب ارض لازم است کہ تصدق بر مسکین کند و محصول عبارت بر از یہ دہد خیر و این است کہ اگر سلطان عشر ساقط کرد از مصرف خواہ مصرف عشر باشد یا مصرف خراج، پس بر داری مال خود ضمان نیست بلكہ بصورت مصرف عشر هیچ حکم بر سلطان لازم نخواہد شد و بصورتیکہ مصرف عشر نباشد بلكہ مصرف خراج باشد بر سلطان لازم است کہ بقدر عشر از بیت المال خراج در بیت المال صدقہ داخل کند، فلذا تنافی بین عبارتین،

② دوم وجہ توفیق کہ در ہم این فقرہ می آید این کہ مراد از لفظ "لا یجوز" کہ در مسوئہ سراج است وقوع ضمان است بر سلطان از مال خود یا از بیت المال خراج، و مقصد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کردن است حکم کسی کہ مصرف عشر نباشد و اثبات این بر داری از مال کہ در میان وجہ توفیق اول گزارشہ اند ممکن است کما لا یغنی، و در بارہ لفظ "جائز" بمعنی محل است نہ بمعنی عدم وقوع ضمان چرا کہ خود در بر آری بعد از لفظ "جائز" غنیاً از فقیراً مذکور است کہ بصورت معائنہ کردن عشر از غنی سلطان ضمان خواہد شد پس مراد از عبارت سراج این است کہ اگر سلطان کسی را کہ مصرف عشر نباشد عشر معائنہ کرد ضمان خواہد شد از بیت المال خراج اگر مصرف خراج است در داری مال خود، پس بعد از اذن سلطان مقدار عشر برائے صاحب ارض حلال خواہد شد و وجہ حرمت نیست البتہ

اگر سلطان اولہ کر دے پس برصاحب ارضی اور کون واجب ست، و مقصد از عبادت برزاق
ہمیں ست کہ مقدار عشر معلوم کرے برائے صاحب ارضی حلال ست غنی باشد یا فقیر البتہ
بصورت غنا بر سلطان همان لازم ست، فخرج التوفیق واندفع التعارض، فاعتق
لحق الفکر مروتشکر، بعد از تفصیل مذکور برائے اصل سوال در جرمی کنیم، و در صورت
سوال مذکور ست کہ سلطان ان جمیع وصیت یک میں نیم از حد میں غلہ وصول می کند و قانون
حکومت میں عشر و شدہ است، پس این حکم و قانون برائے هر غنی و فقیر مراخذ مخالف
شریعت بیضا، و در مقابلہ نصوحی تطبیقہ است، لهذا این قانون مردود ست و مقنن اور
در خلاف سیرت و معرفت از شریعت محکم حقیقہ است، پس بسبب این قانون عشر بر مرکز ساقط
خواہ شد، مگر مقدار کہ سلطان گیرد از مقدار عشر و شدہ کردہ بانی برابر ساکن تصدیق کردن
واجب ست، فقط والله تعالی اعلم۔

۱۶ ریح الاول مستند

پاکستان اور ہندوستان کی اراضی عشری میں یا خراجی؟

سوالی۔ سندہ و پنجاب کی زمینیں عشری میں یا خراجی یا اعدا الفتاویٰ میں حضرت
تعالیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو زمینیں اس وقت مسلمانوں کی ملک میں ہیں اور انکا
پاس مسلمانوں کا ہے سبھی میں ارثا و خزانہ و علم ہر آراء زمینیں عشری ہیں، اور جو زمینیں
کسی کافر مالک ہو گیا تھا وہ عشری مذہبی، اور جسکی کاحالی کچھ معلوم نہ ہو اور اس وقت مسلمانوں
کے پاس ہیں پھر کھا جائے گا کہ مسلمانوں ہی سے حاصل ہوئی ہیں، بدلیل الاستصحاب پس
میں عشری ہوں گی، (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۲، بحوالہ تفسیر ص ۵۰) حالانکہ مولانا
عبد الغفور سندھی ہامینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ سنہ ۱۳۵۲ھ فی تحقیق خراج المسند
میں ثابت کیا ہے کہ محمد بن قاسم و محمد اللہ تعالیٰ نے سندھ کی اراضی پر خراج مقامہ نہ فرما
کیا تھا، ہامینی کی عبارت پیش خدمت ہے۔

ارض السنن خراجیہ خراج مقامہ و خراجھا الخدس کما احققہ
المحققون، فقد قال الخدوم عین الواحد السیوستانی فی البیاض الواحد
ارض السنن خراجیہ او عشریہ، ان الظاهر ان ارض السنن خراجیہ نعت
عنہ اما نفع المسند یا السیف دعویٰ م کونہ عشر یا مذکور فی دفع القریۃ للشیخ
الی الحسن الدجوی قد ثبت فی کتب التلویح ان فوج السنن کان فی سنۃ ثلاث

و تسعين وكان عتوة الامردم چنه استحقوا طوعاً و طوعاً علواً ما حصل جوابه في التاريخ اھم
 و عبارة المعصومية هكذا اوردم چند خبر طبعی لشکر اسلام شیعہ نو و شیعہ بابائشہا علی الہ
 بخرست محمد بن قاسم نیز شیعہ و طاعت و مال گزاری قبول نموده و ارجعت نمود و از آن سبب
 فقہاء اسلام آن را و حق آب را کہ در تصرف مردم چنه بود عسری می گویند اھم هذا مشعر بان
 الارض التي ليست في تصرف مردم چنه خراجية وقد حرج الشيخ ابو الحسن
 المذكور ان خراج اهل السند هو الخمس أي خمدن العشر و قال ايضا في الرسالة
 المذكورة و ما سمعت من احد و ما وجدت في كتاب ان معتمد بن القاسم وضع
 العشر على ارض السند و وضع لثمنه انتهى ما في البياض الواحدی و قال في المختار
 معتمد و ارب في بياضه الظاهر ان ارض السند و البستان خراجية و غيرها
 الخمس كما حققه الشيخ المعتمد الذھری في رسالته السمسماة برقم الفرية
 و نقل فيها عن جامع النصارى ان ارضاً عشرية لكن ضعف هذا النقل
 اھم و قال العلامة المحدث و معتمد هاشم القزوينی في انعام الاكابر قال الانبياء
 في الانساب السند بلاد من الهند اھم و فيه ايضا في فتح القدير ان بلاد السند
 فتحها معتمد بن قاسم الثقفی سنة ثلاث و تسعين اھم و ذكر العافظ السمری
 في تاريخ الخلفاء ان في سنة ثلاث و تسعين ايام خلافة الوليد بن عبد الملك
 نجت الدريبل و لا شك ان الدريبل هو اكبر تصابات السند و مد اورد بارها اھم
 ما في الانعام و سراج الهند في تحقيق خراج السند

حضرت والا ان عبارات كرملا حظ فرما كر اھي تحقيق تحرير فرما كر من فرما كر بينوا و تحريه

الجواب باسم ملھم الصواب

جن طرح محمد بن قاسم و حمد اللہ تعالیٰ کا اراضی بسند پر خراج و قدر کیا تا بہت سبب اسی
 طرح پر ارمی محقق ہے کہ بعض علاقوں کے لوگ اسلام لے آئے تھے اس لئے ان پر عشر
 معسر رکھا گیا تھا چنانچہ مسند کتب تاریخ کے علاوہ خود مولانا ابوالفی کے اسی رسالہ میں بھی

عہ و ارجعت انھم فوجدت ثلثہ و اما السند فافتتحها القاسم بن محمد الثقفی سنة

ثلاث و تسعين و فتح الثقفی برقم ۳۲۵۹ و رشید احمد

اس کی تصریح موجود ہے، نیز تاریخ کا سے ثابت ہو کر بعض مجاہدین کو کچھ جاگیریں بطور ملک دی گئیں تھیں (فتوح البلدان للبلاذری ص ۲۲۵) اور ولید بن عبدالملک کے آخری دور میں راجہ و آہر کا بیٹا جلیجہ بغاوت کر کے برہمن آباد کا مستقل بادشاہ بن گیا تھا اسی طرح ہندو کی دوسری بہت سی ریاستوں کے راجہ بھی باغی ہو کر خود مختار بن گئے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ کیا تو آپ نے ان راجہؤں کو بذریعہ خطوط اولاً اسلام کی بھراٹھا غمت کی دعوت دی، جس پر یہ مسلمان ہو گئے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں راجہؤں کو ان کی ریاست کا حاکم مقرر کر دیا، اور ان کی تمام اراضی پر ان کی ملکیت برقرار رکھی، (کامل ابن اثیر ص ۲۲۳ ج ۴) علاوہ ان میں، مسلمانی قلمرو کی طویل مدت میں بقیت ثابت سی حتیٰ اراضی بھی آباد کی گئیں، مذکورہ بالا تقسیم کی سب اراضی عسکری بیٹا مزید براین جن اراضی پر امتداد محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے خرچ رکھا تھا ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ بعض اراضی کچھ مدت کے بعد غیر آباد و الودارت ہو کر بہت املاں کی بلنگ ہو گئی ہوں، اور بہت املاں کی طرف سے کسی مسلمان کو مل گئی ہوں، غرضیکہ تقریباً تین سو سال کے انقلابات کے بعد کسی زمین کی صحیح حقیقت کا حال معلوم کرنا ممکن نہیں، لہذا حضرت محمد بن قاسم کی طرف سے یہ تحقیق ہی تھی ہے، مگر یہ حکم ان زمینوں کا ہے جو عرصہ دراز سے تسلط بدعزل ملوک چلی آتی ہیں، اس کے علاوہ کچھ اور اقسام کی اراضی بھی ہیں۔۔

① تقسیم ہند سے قبل حکومت برطانیہ کی طرف سے یا تقسیم کے بعد حکومت ہند یا اور کسی کو فرح حکومت کی طرف سے جو غیر آباد اراضی مسلمانوں کو قیہ یا بلا قیمت دی گئیں، یہ ملک کا فرض آئے کی وجہ سے خرابی ہیں، ایسی غیر آباد اراضی کو عموماً مبارج الاصل یا غیر ملکی کہا جاتا ہے، اس سے یہ مقصد ہے کہ یہ شخص ملک نہیں، عیار اہل دین سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اراضی حکومت کی ملک ہیں، قال اللہ! الطعادی رحمہ اللہ تعالیٰ معاہدہ بین الارض المرات و بین ماء الانہار و المصید انار ائنا المصید و ماء الانہار لا یجوز الا ما تمسکوا به ذلک احدنا و ائنا ہو ملک و رجلاً ارضاً مینہ شہ منکمما الرجل اخر جاز و کنت لک و احتاج الاما الی بیعہا فی ناشئۃ المسلمین جاز بیعہا لہ و لا یجوز ذلک فی ماء نہر و لا فی مصید بہر و لا بحر، منکما کان ذلک الی الامام فی الارضین دلی ذلک ان حکمہا انیہ و انتہا فی ین کا سائر الاموال الی الی بینا لایملین و طحاوی (۱۰۰)

وقال العلامة الطورسی رحمہ اللہ تعالیٰ لان هذه الاراضی كانت فی ایدی
الفتح والنصار فی ایدی المسلمين فكانت فیما ركنمة فتح القدر من ۱۲۲۱
وفی الیدی اية لانها كانت فی ایدی الكفرة وحوثا لیدینا غلبة فكانت غنیمة
رعد اية من ۱۲۱۹ وفی اعملاق السنن والعجائب عنده انه قیاس فاسد لانه
الارض المیتة ملك لیست المال فیحتاج الى اذن الامام بخلان الطیر وغیره فانه
لا ملک فیہ لاحد (اعلام السنن ص ۱۸۳)

بعض حضرات کرامیہ باب الزکاة کی عبارت "فان ارضها ای دار الحرب لیست ارض
خارج وعشر" سے مغالطہ لکھ کر یہ دار الحرب میں رہنے والے مسلمانوں کی اراضی کا حکم ہے
کہ ان پر عشر ہے نہ خراج، حالانکہ مقصد یہ ہے کہ اول حرب کی اراضی پر عشر یا خراج نہیں
کیونکہ وہ احکام شرع کے مکلف نہیں، چنانچہ شمس الائمہ مشرقی کی عبارت اس مراء کی وضاحت
کر رہا ہے، ونصہ ان العشر والعراج انما یجب فی اراضی المسلمين وهذه اراضی
اهل العرب لیست بعضیة من الخراجیة (شرح السیوطی ص ۳۳۳)

⑤ تقسیم ہند کے بعد حکومت پاکستان سے مسلمانوں نے جو غیر آباد اراضی قریب یا باقیمت
لے کر آباد کیں، یہ عسری یا خراجی ہونے میں قریب تر اراضی کے تابع ہوں گی اگر قریب میں
دونوں قسم کی اراضی برابر ہوں تو آباد اراضی عسری ہوں گی اقال فی التفسیر ولسو
لحیاء مسلمہ اعتبار قریبہ، وفی الخشامیة ای قریب ما نحیاء ان کان الى ارض الخراج
اقرب كانت خراجیة وان کان الى العشر اقرب فعشریة، نہر وان كانت بینہما
فعشریة مراعاة لجانب المسلم، وهذا عند ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ واعتبر
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ الماء فان احیاء الماء الخراج خراجیة والا فعشریة
بعوہ بالاول یعنی دو منتفی (رد المحتار ص ۳۳۶)

⑥ پاکستان میں غیر مسلموں کی ملک داراضی جو مسلمانوں کو دی گئیں یہ عسری ہیں تقسیم
ہند کے وقت اگرچہ قیادہ الماک کا معاہدہ حکومت پاکستان و ہندوستان کے مابین
ہوا تھا، مگر حکومت ہند نے بعد ہی اس معاہدہ کو توڑ دیا تھا، اس لئے غیر مسلموں کی ملک پر
حکومت پاکستان کا قبضہ منقطع نہیں تھا، بلکہ یہ ملک اموال فی ہیں،

⑦ غیر مسلمین کی مزرعہ زمین یا غیر آباد اراضی جو حکومت پاکستان نے کسی مسلمان کو

عاریت یا اجارہ یا مزارعت کے طور پر دی جوں، بطور تنہیک نہ ہوں، یہ وہ عسری ہیں جو خراج کی ایک
 یہ اراضی سلطانین ہیں، قال العلامة ابن عیین بن حصہ اللہ تعالیٰ فی عنوانہ و تتمہ
 فی التتارخانیۃ السلطان اذا دفع اراضی لاما لکھا لھا وھو التو تسعی اراضی لملککۃ
 فی قوم لیحیطوا الخراج جاز و طریق العجز لعد شیئین اما القامہم مقام الملائک فی
 الزریعۃ واعطاء الخراج لوالایا تر بعد الخراج و یرکون الماکور و معہم غریبا فی حق الاما لکھا فی
 حقہم ام من هذا القبیل اراضی الصغیر و التمامیۃ کما ذن ما ہو و یرکون من هذا انہ
 لا عسری علی المزارعین فی بلادنا لذلکا کانت اراضیہم غیر مملوکۃ لہم لان مالما أخذ منهم
 نائب السلطان وھو المسعی بالخرعیم او التیماری ان کون مشہد فلا شیء علیہم غیر
 وان کان خراجا فکذلک لانه لا یجتمع مع العسری وان کان اجیرۃ کذلک علی قول
 الامام من انہ لا عسری علی الماکور و اما علی قولہما فانظر ان ممکن لک ان تعلمت من
 ان الماکور لیس اجیرۃ من کل وجہ لانه خراج فی حق الامام تأمل (رد المحتار ص ۱۱۳۶)
 ۵) حکومت ہند کی طرف سے مسلمانوں کی سرزمین پر اراضی جو مسلمانوں کو طیس یا استیلا پر

کی وجہ سے خراجی ہیں

محمود بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اراضی سندھ پر اگرچہ خراج تقاسم رکھا مقرر کیا تھا، مگر
 زمینداروں کی رضا سے خراج مقاسم کو مطلق سے تبدیل کرنا ناجائز ہے، کماییدل علیہ تعلیل
 حرمۃ التبذیل بان فیہ نقض العہد وھو حرام (رد المحتار ص ۱۱۳۶)۔
 آج کل زمین کا لگان پیداوار کے غرض سے بہت کم ہے، جس میں زمینداروں کی رضا متیقن ہے
 لہذا حکومت پاکستان کا خراج موقوف وصول کرنا صحیح ہے، البتہ عسری زمینوں کا لگان حکومت کو
 ادا کرنے سے عشر قطاع ہوگا، اور ہندوستان کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اراضی خراجی کا خراج
 بھی اپنے طور پر مصارف خراج پر صرف کریں، حکومت کو محصول مقرر ادا کرنے سے خسراج ادا ہوگا
 لان اکثر زمینیں ہم ولایت اخذ الخراج من المسلمین وایضا لیسوا بمسارات الخراج
 کما فی جامع الفصولین (مسئلہ الفتن فی تحقیق خراج السنن للسلامۃ الہامیونی)
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۶ شعبان ۱۴۱۸ھ

باب صدقہ الفطر

کافر، شیعہ، مرزائی کو صدقہ الفطر دینا جائز نہیں

سوال: کافر، آغاخان، شیعہ یا مرزائی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟
بیتوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کافر عربی کو صدقہ فطر دینا بالاتفاق ناجائز ہے، اذی کے بارے میں اختلاف ہے، شاید
باب المعرفت و باب صدقہ الفطر میں بظاہر جو از کو ترجیح مسلم ہوتی ہے مگر کفارۃ طہار کے باب
میں کافی سے بدون ذکر خلاف عدم جو از نقل کیا ہے جو فیصلہ کے لئے کافی ہے و فصل تحت
(تولہ و معرفہ) قال الرملی فی الحادی وان اطعم فقرا اهل الذمۃ جائز
وقال ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ لا يجوز و بہ منا محمد قلت بل مصرح فی کافی
الحاکم یا نہ لا يجوز ولہذا ینذکرفہ خلافا وہ علم انہ ظاہر الروایۃ من اکل
(رد المحتار ص ۳۳۳ ج ۲)

آغاخان، شیعہ اور قادیانی کا کفر اور انکا حکم دوسرے کفار سے زیادہ متمسک یہ نہایت جہا،
ان کو صدقہ الفطر دینا بالاتفاق جائز نہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعامل بلکہ بیع و شرا،
امانہ و استجارہ وغیرہ کوئی معاملہ بھی جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
ذی کو صدقہ الفطر دینا جائز نہیں، تفصیلی تفسیر ہے۔
۱۹ عزم سرمدیہ

صدقہ الفطر کا نصاب

سوال: صدقہ الفطر کتنی مالیت پر واجب ہے؟ بیتوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سونا ۴۴۴ رے، گرام یا چاندی ۳۵۳۱۲ گرام یا ان دروں میں سے کسی ایک کی قیمت
کے برابر نقدی یا مال تجارت یا تعمیریں روز مرہ استعمال کی چیزوں سے ناپید سناں یا
ان پانچوں یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ہو تو صدقہ الفطر واجب ہے، تین چوہروں
سے نہایت کم اور پڑیر اور پی وی جی خواتین انسانی حیوانات میں داخل نہیں اس لئے ان کی
قیمت بھی حساب میں نہ لی جائے گی، فی النجۃ الثانیۃ و صاحب الثیاب الا بعدت و سادی
الارام نصابا حق و ثلاثۃ فلا، لان احدها للبذل والآخر للہنتۃ والثالث بصم

والوفی والتفیلا (رد المحتار ص ۵۲۱ ج ۵) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۱ رمضان سنہ ۱۲۸۵ھ

صدقہ الفطر میں گھبروں کی قیمت معتبر ہے:

سوال: صدقہ فطر راغن کے آٹے کے بھات سے دارا کس یا بازار میں منہم کو خرچ معلوم کر کے ادا کرے، جبکہ راغن کا آٹا کھاتے ہوں، اور لوگ بازار سے اچھا آٹا یا عمدہ منہم خرچ کر کھاتے ہیں وہ راغن کے حساب صدقہ فطر ادا کرے یا بازار کے بھات سے ادا کرے؟ بیضاوی ج ۲ ص ۱۱۰

الجواب: باسم ملہم العواسب

میںوں کی قیمت ادا کرے، آٹے کی قیمت میںوں سے کم ہو تو آٹا یا اس کی قیمت دینے سے صدقہ ادا ہوگا، کنانی الشامیۃ، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۲۵ رمضان سنہ ۱۲۸۵ھ

رمضان قبل صدقہ الفطر دینا جائز ہے:

سوال: تعمیل صدقہ الفطر قبل شہر رمضان جائز ہو یا نہیں، بستی زیور میں رمضان میں دینا درست قرار دیا ہے لیکن رمضان سے قبل کا ذکر نہیں وضاحت فرمائی؟ بیضاوی ج ۲ ص ۱۱۰

الجواب: باسم ملہم العواسب

اس میں اختلاف ہو، جو ادا کرے، قال فی التذکرۃ وصیۃ اداؤھا اذا قدومہ علی یوم الفطر او اخرہ بشرط دخول رمضان فی الاولیٰ هو الصحیح، وفي العلانیۃ و بہ یفتی جہرۃ و بحر عن الظہیریۃ، لکن عامۃ الشون والنسب علی صحۃ النعت یسر مطلقاً او صحۃ غیر واحد، ورجعہ فی التذکرۃ ونقل عن النووی العبدۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت لکان ہذا الذہب (رد المحتار ص ۵۲۱ ج ۵) فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۱۱ رمضان سنہ ۱۲۸۵ھ

سید کو صدقہ الفطر دینا جائز نہیں:

سوال: سید کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیضاوی ج ۲ ص ۱۱۰

الجواب: باسم ملہم العواسب

جائز نہیں، تمس رکاز کے سوا تمام صدقات واجبہ مثلاً نذر کفرہ وغیرہ جو ہر عام ہر عوام میں کنانی الشامیۃ، فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۱۱ رمضان سنہ ۱۲۸۵ھ



وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ

بسط الباع لتحقيق الصاع

درہم، مثقال، صاع وغیرہ اوزان کے شرحہ کے تنظیم
فقہاء مثقل مدینہ کی گرانقدر تحقیقات اور جلیل
ترین برقعہ مشیموں کے تدقیقات کے روشنی میں



باب سترہ اعظم
وزن مصالح کی تحقیق :

سوال : شرعی وزن، مثقال اور صاع کا وزن کیا ہے ؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے رسالہ اوزان شرعیہ میں جو تحقیق فرمائی ہے اس سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟ نیز مسافت قصر سے متعلق آپ کی تحقیق کیا ہے ؟ جینہ اور بردا

البحرین باسعر ملحق الصواب

اتنی بات مسلم ہے کہ درہم ۱۳ قیراط، مثقال ۲۰ قیراط اور صاع ۴۰۰ درہم کا ہے، مگر اوزان و وزن کی بنیاد پر اوزان کی بالکل صحیح حقیقت تک رسائی بہت مشکل ہے۔

(۱) ان سب اوزان کی بنا قیراط کے وزن کی تعین پر ہے۔ حضرات فقہاء رحمہم نظر نے ایک قیراط کا وزن ۵ جو متوسطہ غیر مستشرقین پر فرمایا ہے، جن کی دونوں جانب سے ہلکا کیا نکالنا دیا گیا ہو۔ پھر جو کا وزن چاول کے دانوں سے اور چاول کا وزن رائی کے دانوں سے کیا ہے، مگر ان اجناس کے دانے آپس میں مختلف ہوتے ہیں، خصوصاً مختلف ممالک اور مختلف زمانہ میں ان کے دانوں میں اور بھی زیادہ اختلاف کا احتمال ہے اسی لئے اسکے وزن میں بھی سب ذیلی اختلاف ہوا

ایک قیراط = ۵ جو ، ۱۲ چاول ، ۱۳ رائی ، ۲۰ رائی

ایک جو = ۳ چاول ، ۳ چاول ، ۶ رائی

ایک چاول = ۲ رائی ، ۲ تازہ بھٹی رائی ، ۳ رائی

(۲) ابتدائی اوزان میں غیر محسوس فرق ہو سکتا ہے جو بڑے اوزان میں جا کر بہت زیادہ فرق کا باعث بن سکتا ہے۔ مثلاً ۵ = ایک قیراط، اور ۲۰ قیراط = ایک مثقال، تو اس سے ایک مثقال = ۲۰ × ۵ = ۱۰۰ جو کے حساب کی صحت متعین نہیں۔

(۳) بعض مرتبہ جھوٹے اوزان میں معمولی فرق کو بڑا نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو بڑے اوزان میں جا کر بڑے فرق کا سبب بن جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی درماتہ نقالی فرماتے ہیں واللائستار مکبر الھرمزہ بالدرامہ مستویہ نصف و الماشاقیل اربعۃ و نصف کف اف در در لھما یہاں ۱۳ مثقال تقریباً لکھا گیا ہے۔ تحقیقی وزن ۱۳ مثقال ہے، مسئلے کے حسب تصریح فقہاء رحمہم ائمہ نقالی درہم کی نسبت مثقال کے ساتھ ۱۳ ہے۔ جملہ کتب میں وزن سبھکی کی تصریح کے علاوہ درہم ۱۳ قیراط اور مثقال ۲۰ قیراط کی تصریح بھی ہے کی نسبت سے مترادف ہے باقی رہا یہ احتمال کہ شاید مثقال کی بجائے ۱۳ درہم کا وزن تقریباً لیا ہو۔ سو یہ اسلئے صحیح نہیں کہ

حسب تصریح شامی صاع = ۴۰ اور دم اور ۱۶۰ استار ہے۔ جس استار = ۶۰ درہم کا مسابہ
 ٹھیک اس کے مطابق ٹھیک ہے۔ ہا وہ اوزن واقعی زحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ عباد
 مذکورہ میں ۱۶۰ مثقال تقریباً لکھا گیا ہے نصفہ دقوله والمثاقیل اربعۃ ونصفہ اور تقریباً
 والاضفۃ در اھم ونصفہ قبلہ من القرا (ربط واحد) وتسعیۃ قیراطاً والاربعۃ ونصفہ
 من المئاقیل قبلہ تسعیۃ قیراطاً والحدیقۃ ان یقالہ والمثاقیل اربعۃ ونصفہ و
 قیراطاً ثانیۃ (الشوریہ المذکر ص ۳۳ ج ۱) اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ رسالہ اوزان شرمیہ
 میں جو وزن صاع بذریعہ شقال کو وزن صاع بذریعہ درہم سے خیر تو کم لکھا ہے وہ ۶۰
 درہم = ۱۶۰ مثقال تقریباً کو تحقیقاً سمجھنے کے معانی پر مبنی ہے ورنہ تحقیق حساب کی بنا پر
 وزن صاع بذریعہ شقال وزن بذریعہ درہم کے بالکل برابر ہے۔

(۳) وزن صاع کی تعیین میں ایک مزید اشکال یہ ہے کہ اس کے برابر وزن کے گویوں
 اگر ایسے برتن میں ڈائے جائیں جو اس سے بھر جائے تو یہ برتن ہر قسم کے گیسوں کے لئے معیار
 نہیں بن سکتا، لیکن یہ کہ دوسرے گیسوں اس سے چکے ہوں اس لئے اس برتن میں بھر گئے
 گیسوں کا وزن صاع کے متعین وزن سے کم رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ ان اوزان سے متعلق کوئی یقینی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ ظن غالب سے
 ترجیح یا عبادات میں احتیاط کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ فتاویٰ حمادین میں قیراط = ۳۵
 رتی تحریر کیا ہے مگر دلائل ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قیراط ۲ رتی کے برابر یا اس سے بہت کم
 سا کم ہے۔ اس لئے درہم تقریباً ۱۶۰ مثاقیل اور مثقال تقریباً ۵۰ مثاقیل ہے۔

(۱) شامیہ، بحر، شریح دقایہ، مجمع الاسرار جامع الرموز وغیرہ میں قیراط کا وزن ۵۰ جو
 متوسط غیر منتشر کے برابر لکھا ہے جن کی دونوں طرف سے بائیک لمبا تنکا کاٹ دیا گیا ہو اور تنکا
 میں ایک جو = ۳ چا دل لکھا ہے۔ پس ۵۰ جو = ۱۵۰ چا دل = ۱۶۰ رتی جوئے۔

(۲) ہندی اوزان میں ۲ جو = ایک رتی کا حساب معروف رہا ہے۔ قتالہ لکھنؤی
 فالذین ارجعہم (الذین یجوز) ماہ شعریۃ عند اھلہ عرقند ستہ وتسعون شعریۃ (انہ قولہ)
 والعبۃ شعریۃ تانہ وتسعیرۃ ستہ خدادلہ (نتیجہ عقد ص ۵۲ ج ۱) وفي الحساب ذکله وجہ
 ستہ عن شعریۃ (حمادینہ ص ۱۳)

حکیم محمد شریف خاں دہلوی اپنی کتاب علاج الامراض میں تحریر فرماتے ہیں از چہ از اول

یک برج اعتبار کنند از چہ زبرج یک جو از دو جو یک وتی (اذن شرعی ص ۱۱) یہاں
۴ چاروں = ایک بوکی وضاحت سے ثابت ہوا اگر انھوں نے متوتا جو کر بجائے بڑے
جو لئے ہیں۔ پس بڑے ۲ جو = ایک وتی ہیں تو متوسط ۵ جو = ۳ وتی یا اس سے کچھ ہی
کم درجہ ہوسکتے ہیں۔

(۳) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے رسالہ اذان شرعیہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے
کہ انھوں نے حضرات فقہاء و علمائے ثنائی کی وضاحت کے مطابق درجہ کے لئے ۷ جو متدل غیر
متشدد درجہ اور شقال کے لئے اسی قسم کے ۱۰ جو کا وزن خود بھی چند باب کیا اور مستند طرفوں سے
وزن کر لیا، رائج الوقت ماشہ کے ذریعہ اول کا وزن ۴ ماشہ وتی اور دوسرے کا ۵ ماشہ
۳ وتی ہوا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں :

”لیکن رائج الوقت ماشہ تولد، اصل تولد ماشہ سے کسی قدر کم ہے کیونکہ اس وقت بازار میں
سبز انگریزی ایک روپے کو ایک تولد قرار دیا گیا ہے جو حقیقتہً $\frac{1}{11}$ ماشہ کا ہے اور اصل تولد سے
۳ وتی کم ہے، اسی حساب سے ماشہ $\frac{1}{11}$ وتی کم ہوا۔ ۳ ماشہ پر ایک وتی اور ۵ ماشہ پر $\frac{1}{11}$ وتی
کم ہونگے، تو گویا اس وزن کے حساب سے شربخ (درجہ) ۳ ماشہ ۳ وتی، یعنی کل ۲۸ وتی تقریباً
ہوئے اور سو جو (شقال) تقریباً ۲۰ وتی یا ۵ ماشہ کے ہونگے۔“
اسراذن میں دو نقص ہیں۔

۱ ماشہ ۵ وتی ۵ ماشہ ۲ کا $\frac{1}{11}$ نہیں، حالانکہ درجہ و شقال میں یہ نسبت ضروری ہے،
(۲) وزن میں ۳ وتی فی تولد کی کمی کا سبب تقریباً دکھایا گیا ہے۔ صحیح حساب یوں ہے۔
 $\frac{29 \times 92}{99} = 26.914$ وتی، درجہ، $\frac{22 \times 32}{25} = 28.8$ وتی = شقال
یہ دونوں نقص تو صحیح حساب کے ذریعہ مرتفع ہو گیا مگر پہلے نقص کے ازالہ کی کوئی صورت
نہیں اسلئے کہ درجہ = 26.914 (۲۷) = ۲۷ = ۹۸۵۱ وتی = قیرط ہوا۔

اور (شقال = 28.8) = ۲۹ = ۲۹۰۱۳۵ وتی = قیرط ہوا۔ پس قیرط کے
دونوں مختلف وزن پچھلے جن میں سے ایک کا غلط ہونا بدیہی ہے۔ چونکہ شقال اصل ہے
نیز اس کا وزن درجہ سے زیادہ ہے اور زیادہ وزن میں صحیح حقیقت تک پہنچنا زیادہ
آسان ہے اسلئے اسی کے وزن کو ترجیح ہوگی۔ یعنی قیرط = 29.0135 وتی اس کے بعد
پچھلوں کے ساتھ وزن کرنا ذکر فرمایا ہے۔ پچھلوں کے اختلاف کی وجہ سے ۷ جو

کے مقابل ۲۸ تا ۲۵ جو کے مقابل ۳۶ تا ۳۱ گنگیاں آئیں۔ ایک بے نہر آئے ہیں جس طرح جو متوسط لینے تھے اسی طرح گنگیاں بھی متوسط لینے کی ضرورت تھی (دلی قول)۔
۷۰ جو ۲۵ رتی کے برابر اور ۱۰۰ جو ۶۰ رتی کے برابر تھے۔

گنگیوں کے ذریعہ اس وزن میں دو اشکال ہیں:

(۱) خود حضرت مفتی صاحب کی وضاحت کے مطابق یہ گنگیاں متوسط لینے کی ضرورت تھی جب ۲۵ جو کے مقابل ۲۸ تا ۲۵ اور ۱۰۰ جو کے مقابل ۳۶ تا ۳۱ آئیں۔
تو اول میں ۲۵ اور دوسرے میں ۳۶ بڑی سے بڑی ہوئیں نہ کہ متوسط۔

(۲) گنگیوں کا انتخاب خود کرنے کی بجائے اسکا صمیم طریقہ یہ ہے کہ ان کے وزن لے جائیں جو اشکال کے مصدقہ باشد کہ مقابل ۸ آئیں۔ شکائی وزن کی موجودگی میں گنگیوں سے ماشہ کی تعیین نہیں کی جائے گی بلکہ اشکال اسٹہ کے ذریعہ معلوم کیا جائے گا کہ کس قسم کی گنگیاں وزن میں معتبر ہیں، غرضیکہ صمیم وزن دی ہے جو حضرت مفتی صاحب نے ماشہ کے ذریعہ کیا ہے یعنی درہم تقریباً ۱۲ ماشہ اور اشکال تقریباً ۱۲ (۳) نقادی حمادیہ ج ۱ صفحہ ۳۴ میں شیخ بہاء الدین ابراہیم بن عبد اللہ طحانی سے نقل کیا ہے

کہ وہ مسند ۱۹۹۰ میں مسند مسند کا درہم، اشکال، مد اور صاع لے اور ان کا وزن کر کے انھیں رطل کی اشکال میں محفوظ کرادیا۔ درہم = ۳ ماشہ ۱۲ رتی اور اشکال = ۳ ماشہ ۶ رتی ہوا۔
حمادیہ میں مذکورہ اوزان میں جو تخمینہ ہے بندہ نے ۲ جو = ایک رتی کے حساب سے اور ہر کا وزن لکھا ہے، ۲ جو = ایک رتی کی تصریح خود حمادیہ ہی سے اور پھر رنجی ہے۔ اشکال کا یہ وزن ۵ ماشہ سے ۳۰ رتی کم ہے، البتہ درہم کے وزن میں زیادہ تفاوت ہے۔ اہل ہند بیان کیا جائے کہ درہم کی نسبت اشکال کے ساتھ ۱۲ سلم ہے چونکہ درہم اور اشکال کے مذکورہ وزنوں میں یہ نسبت نہیں اسلئے یہ دونوں وزن یا دونوں میں سے ایک یقیناً غلط ہے۔ محمد صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مختلف وزن کے درہم دار کی تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جزیرہ متعین کئے وقت وزن سیدہ کا درہم قرار دیا اس سے اور عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں بھی وزن سیدہ کی تعبیر سے ثابت ہوا کہ وزن اشکال اصل ہے اور درہم اس کا ۱۲ ہے۔ اشکال کے وزن مذکور کا ۱۲ = ۳ ماشہ ۹، ۳۰ رتی بنتا ہے جس کا ۱۲ = ۳ ماشہ سے معمولی تفاوت ہے۔ ابراہیم بن عبد اللہ نے جس درہم کا وزن کیا یا تو وہ مشرعی درہم نہ تھا یا ان سے وزن کرنے میں کوئی غلطی

ہوتی ہے۔

(۵) غیاث اللغات وغیرہ کتب لغت اور کتب طب میں درہم = $\frac{1}{4}$ ماشہ تحریر ہے
الہیۃ الطباء کے ہاں مثقال = ۳ ماشہ ہے جو مثقال شرعی سے کم ہے۔

(۶) ٹیکسٹ بک آف کوانٹیٹیٹو اینڈ ٹیکنالوجی اینڈ ایپلیڈ سائنسز میں مثالی انٹرنیٹو
مثقال اینڈ ایپلیڈ سائنسز میں مثقال آؤٹ لائن ڈوئل نون ٹیکنالوجی پر قیام = ۳ گرام - ۲۵۹۲۰۔ ۱۰۰ گرام
لکھا ہے یعنی ۱۳۲ رتی۔

(۷) ہندو نے ۱۰ یو ستوسہ غیر متشدد وزنوں کا نام سے بائیک لہا تک کاٹ کر وزن
کی جدید ترین برقی مشینوں کے ذریعہ متعدد بار وزن کرانے کو خود بخود میٹریکس لینڈ میں
تین حضرات نے الگ الگ وزن کیا، پاکستان ویفا میٹریکس میں ایک صاحب نے ایک بار
وزن کیا، نیول اینڈ لیدر ریسرچ سینٹر میں ایک صاحب نے تین بار وزن کیا، میٹروں برقی
مشینوں کا جواب آپس میں بہت معمولی سا تفاوت تھا جس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ برقی
مشین کی انتہائی باریک کارکردگی میں ہوا کی رطوبت کا معمولی اثر بھی ظاہر ہوتا ہے غرضیکہ
اگرچہ ان مختلف مشینوں کے جواب آپس میں کوئی زیادہ مختلف نہ تھے مہملہ مذکورہ بالا تین
اداروں میں سے چونکہ نیول اینڈ لیدر ریسرچ سینٹر کا کام زیادہ اہم ہے اسلئے اس کی مشین
کے وزن کو ترجیح دی گئی جو حسب ذیل ہے۔

۱۰۰ یو = ۸۸۴۴ گرام = ۲۰۲۵ رتی = مثقال

۳۴۱۲ گرام = $\frac{6}{11} \times ۳۴۱۲$ = ۱۷۰۵ رتی = درہم

۸۸۴۴ گرام = $۲۰ \div ۳۴۱۲$ = ۱۰ گرام = ۱۰۰ رتی = قیراط

اب تک قیراط کے جو اوزان سامنے آئے وہ یہ ہیں :

(۱) قادی ملوہ کی تحقیق کے مطابق ۱۰۰ رتی

(۲) ستانہ کی قسم کے مطابق ۱۰۰ رتی

(۳) ابراہیم بن عبد اللہ شافعی کے مثقال کے مطابق ۱۰۰ رتی

(۴) برقی مشین کے وزن کے مطابق ۱۰۰ رتی

(۵) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے ذہن کے مطابق ۱۰۰ رتی

(۶) انگریزی کتاب کے مطابق ۱۰۰ رتی

یہ اوزان آپس میں کچھ زیادہ متفاوت نہیں بلکہ مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں کے ذریعہ کرنے میں اتنا قلیل تفاوت تاثر بر ہے جبکہ اس دور قریبی کی جدید ترین برقی مشینیں چند من بجو کا وزن بتانے میں آپس میں مختلف ہیں تو مختلف زمانوں میں مختلف قسم کے جڑ کا ہاتھ کے ترازو سے وزن کرنے میں اتنا معمولی تفاوت ڈرا بھی مستبعد نہیں بلکہ یہ تو حضرت فقہار رحمہ اللہ تعالیٰ کی محنت، جانفشانی اور حقیقت پرستی پر کھلی دلیل ہے۔

اگر مسئلہ صرف قیراط کے وزن کا ہوتا تو اتنا قلیل تفاوت قابل اسفات نہ تھا مگر مشکل یہ ہے کہ یہی لکھنؤ تفاوت اوپر کے اوزان درہم، شقال، صاع اور نصاب، ذکوة وغیرہ تک پہنچتے پہنچتے زیادہ فرق کا باعث بن جاتا ہے اسلئے قیراط کے مندرجہ بالا اوزان میں سے بھی کسی ایک کو رائج قرار دینے کی ضرورت ہے۔ وزن سے متعلق اوپر کے چھ نمبروں میں سے پہلے دو نمبر دس اور چھٹے نمبر میں قیراط کا وزن دینی سے کیا گیا ہے۔ پھر اس سے شقال کے وزن کا حساب لگایا گیا ہے۔ اس میں دی تابعت ہے کہ قیراط کے وزن میں ادنیٰ سا تفاوت بھی شقال کے وزن میں زیادہ تفاوت کا سبب بن جاتا ہے اور در بیان کے تین نمبروں میں براہ راست ایک شقال کو وزن کیا گیا ہے جو اصل مفہوم ہے۔ اس طریقہ کا زیادہ بہتر نوادہ وضع ہے، اسلئے یہ تین نمبر رائج ٹھہرے۔ پھر ان میں سے نمبر ۱۲ نمبر میں ہاتھ کی ترازو سے کام لیا گیا ہے جس کا نقص اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اس طرح وزن کرنے سے قیراط کے دو مختلف وزن نکلے ہیں۔ اور نمبر ۱۱ میں ایک بہت اہم ادارہ کی جدید ترین برقی مشین سے تین بار وزن کیا گیا ہے اسلئے یہ وزنی سب سے زیادہ رائج ہونا چاہیے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ مذکورہ بالا سب اوزان میں سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا وزن برقی مشین کے وزن سے قریب تر ہے۔ مذکورہ اوزان میں سے نمبر ۱۱ اسلئے بھی مروج ہے کہ یہ فقہار رحمہ اللہ تعالیٰ کا تحریر کردہ نہیں اور نہ ہی ان میں یہ وضاحت ہے کہ یہ قیراط کس علاقہ کا ہے جبکہ مختلف علاقوں میں قیراط کے اوزان مختلف ہیں۔ اس کا والد محض اس امر کی تائید کے لئے لکھا گیا کہ قیراط کا وزن تقریباً ۲۰ رتی ہے، وزارت صنعت حکومت پاکستان نے اعشاری اوزان طے مصلحت اردو اور انگریزی میں پمفلٹ شائع کئے ہیں جن میں اعشاری قیراط = ۲۰۰ گرام = ۳۱۴۲ رتی لکھا ہے اس کے کسی کو قیراط کے وزن میں غلط فہمی نہ ہو، اسلئے کہ یہ اعشاری قیراط کا وزن ہے جو اصل قیراط سے چھوٹا ہے۔ مہندہ اعشاری قیراط کو = ۳۱۴۲ رتی قرار دینا صحیح نہیں اس لئے کہ

ایک تولہ = ۶۶۴ ر ۱۱ گرام ہے تو اس حساب سے ۲۰۰ گرام جو اعتدالی قیراط کا وزن ہے = ۶۶۴ ر ۱۱ رقی ہوا۔ میں نے وزارت صنعت کو اس غلطی سے متعلق لکھا تو حکامہ اڈوان و پیمائش وزارت صنعت حکومت پاکستان نے خط نمبر آئی این ڈی / ڈبلیو ایم ڈی۔ ۶ (۷) / ۷۴۳ مؤرخہ ۲۴ نومبر ۱۹۷۵ء میں باغافا ذیل اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

”بسم اللہ ذیل کو ہدیت کی گئی ہے کہ وہ آپ کی پہلی موزنہ ۱۳۰ کے جواب میں دینے والی عوارضات کرے، آپ کی جانب سے نشان شدہ غلطی (قیراط) بالکل ٹھیک ہے۔ ایک قیراط = ۶۶۴ ر ۱۱ رقی، آپ کے تعاون کا از حد شکریہ۔ آپ کا رقی خادم

خیر محمد ڈبلیو کنڈور

احتیاط

عبادات میں احتیاط پر عمل واجب ہے قال فی الشامیہ عن المصنوع الملبس والخصی ان لا یحتذ بالاحتیاط فی بابہ العبادات واجب (رد المحتار ص ۳۳۰) لہذا زکوٰۃ صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب میں کم سے کم وزن کا احتیاط کرنا لازم ہے اور وہ یہ ہے قیراط = ۶۶۴ ر ۱۱ رقی، درہم = ۳ ماشہ ۱۶ رقی، مثقال ۱۳۱ ماشہ۔ اس حساب سے چاندی کا نصاب ۵۲ تولہ اور سونے کا ۱۶ تولہ ہوگا، البتہ صدقۃ الفطر داکر نے میں دہی وزن لینا چاہیے جسے اوپر ترجیح دی گئی ہے، اور اس بارے میں احتیاط بھی ایسی ہیں ہے یعنی

قیراط = ۳-۱۹۷ رقی	آخری فیصلہ رسالہ کے آخر میں
درہم = ۵۸۱-۲۷۷ ر	بعنوان شرح صدقہ تحریر ہے
مثقال = ۲۵-۳۹۱ ر	

اللہ صاع = ۱۰۲۰ درہم ہے تو اس حساب سے صاع کا وزنی ۳ سیر ۵۸۱ تولہ اور نصف صاع = یک سیر ۲۵، ۶۹ تولہ اور مثقال کے ذریعہ حساب یوں ہوگا

صاع = ۱۶۰ ہتار اور اسناد = ۱۱۳ مثقال، پس صاع = ۲۸۸ مثقال،

۲۰۲۵ ۳۹۱ رقی = ۴۲۸ ۲ سیر ۵۸۱ تولہ

بذریعہ درہم اور بذریعہ مثقال کا ایک ہی جواب آیا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ درہم یا مثقال کے ذریعہ متعین کردہ وزن کے بارے میں جو باتیں ان سے جو برتن بھر جائے اسے صاع قرار دیا جائے، مشایخ مکر مکر مکر لایک

المعذوق یقع من علی وواقف نقد یا المعام کیلڑا اور ورنہ فلان اکلات احوط و نکتہ علی ہذا الاحوط
نقد یزید یا شعیر و فلان انقل بعض المحشون عن حاشیۃ الزبیلین للسید علی ابن ابی نجر
ان الذی علیہ مشایخنا بالعمود الشریف المکتوب و من قبلہم من مشایخہم و بہ کافوا یفتون
تعدیل و شراۃ ابطال من الشعیر و لعل ذلک لبعث اطراف الخروم عن الوجوب ببقیہ
لما فی مسودہ الخرج من انہ لا یخذل یا زہدیا فلان باب العبادت واجب اہ فاذا اندر بلک
نہو یسم شانیہ ابطال من العدم و من الحظہ و یزید علیہا البتہ بخلاف العکس فلان
کان نقد بر الفہام بالشعیر و احوط ۵ (رد المحتار ص ۲۴۳)

مندرجہ بالا قاعدہ کے مطابق بندہ نے نصف صاع کی تعین کے لئے ایک سیر ۳۵، ۶۹ تولہ
جو وزن کر کے ایک برتن میں بھرے، پھر اس برتن میں گیسوں، ماش اور سور بھر کر اٹل لگ
وزن کیا تو بالترتیب یہ اوزان آئے ۲۱ سیر ۳۰ تولہ، ۲۲ سیر ۳۶ تولہ، ۲۳ سیر ۴۲ تولہ پھر اس
برتن کا حجم معلوم کیا تو ۲۱۸۹۷ ہزار ہوا۔

تفصیل بالستہ ثابت ہوا کہ گیسوں کے ذریعہ صدقہ افطر ادا کرنا چاہیں تو یقینی طور پر
برقی الذمہ ہونے کے لئے ماش کے وزن ۲ سیر ۳۶ تولہ = ۲۱۸۵۹ و ۲ کلوگرام کے برابر گیسوں
دیا ضروری ہے۔

تفصیل مذکور کا نقشہ

تیرہ	= ۲۳۹۳ گرام = ۱ ر ۹۷۰۲	آخری فیصلہ رسالہ
دہم	= ۳۳۵۱۳ گرام = ۲۶۱۵۸۱۷	کے آخر میں بعنوان
شکل	= ۴۷۸۷۳ گرام = ۲۹۷۳۰۲۵	مشرع صدقہ فقیر ہے
صاع کچھ	۲۰۸۵۲ کلوگرام = ۳۱۷۳۶۱ سیر	
نصف صاع کچھ	۱۷۴۳۶ کلوگرام = ۱۸۶۸۱ سیر = ۲۱۸۹۷ ہزار	
نصف صاع کچھ	۲۰۲۱۵۹ کلوگرام = ۲۲۳۷۵ سیر =	
نصف صاع کچھ	۲۱۲۸۵۹ کلوگرام = ۲۲۳۵۰۰ سیر =	
نصف صاع کچھ	۲۲۳۵۵۹ کلوگرام = ۲۲۵۲۵۰ سیر =	

تنبیہ :

اگر آئے کی قیمت گیسوں سے کم ہو جیسے کہ آجکل ماش کا آٹو آٹے کی بجائے وزن نہ کرے

براہر گیسوں سے صدقہ الفطر ادا کرنا چاہیے یا اتنا آٹا دیا جائے جس کی قیمت گیسوں سے برابر ہو،
 قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ اودقیقہ اوسویفہ) الاوقیۃ فی برائی فیہما الفطر
 والقبضۃ احتیاطاً لکن فی بعض الدقیقۃ فی بعض الاختیار ہذا لایزال فی اسنادہ سیلوا بن
 ارقم وحمید بن ابراہیم بن محمد بن فوجیہ الاحتیاطاً بان بعض نصف صاع دقیقہ براد صاع دقیقہ
 شعیر سیلوانی نصف صاع براد صاع شعیر الاقل من نصف صاع سیلوانی نصف صاع
 براد الاقل من صاع سیلوانی صاع شعیر لا نصف لا سیلوانی نصف صاع براد صاع سیلوانی
 صاع شعیر فتم وقولہ فوجیہ الاحتیاط مخالف لتعبیر الہدایۃ والکافی بالاقویۃ لکن
 یجوز لحدیث علی بن الرضی تأمل (رد المحتار ص ۲۳۰)

رشید احمد

۲۳ رزی قندہ ششگلہ یوم الجمعہ

تتم

تحقیق صاع سے متعلق بعض علماء سے گفتگو کے بعد بعض عبارات پر نظر ثانی کی ضرورت
 محسوس ہوئی جس کا نتیجہ درج ذیل ہے۔

قال فی شرح التنبیہ (وہو) ای الصاع المعتبر (ما یسم الفادار بعین درہم وربع
 اوجہ سے) اما قدرہما لتساوی کلا ووزنہ و قال فی التبعیۃ (قولہ اما قدرہما ای قدر
 الصاع بما یسم الوزن المذکور مہما ای من جمیعہ ای من اسی تو مع مختلفات کل واحد
 مہما یساوی کیلہ ووزنہ اذ لا تختلف افرادہ ثقلاً وکبراً فاذا ملأت اناء من ماش
 وزرہ الف واربعمین درہم فملأتما من ماش منہ یکون وزنہ مثل وزنہ الاول لعدم
 التفاوت بین ماش وماش اخر وکن الوصلۃ بالعد سے کہ لک جملہ ماش غیرہما کا لبر
 مثلاً فان بعض البرکد یکون اقل من بعض فیمختلف کیلہ ووزنہ قلنا اقدار المقیاس
 بالماش اول العد سے فیکون مکیلاً لا محذور ایکال بہ ما براد خواصہ من الاشیاء المنصوصۃ
 بلا اعتبار وزن لکن بہ شعیر مثلاً تو وزنہ نہ بریدہم وزنہ الفادار بعین درہم
 ولو اعتبر الوزن لکان ما یسم الفادار بعین درہم من الشعیر اکبر من انہما الذی
 یسم ہذا القادریۃ بالماش اول العد سے وقد اعتبروا الصاع بحما فاعلموا انہ لا یتم فی الوزن
 اصلاً فی غیر ہادی بن علی ذلک ایضاً قولہ الذی خبرہ قال الطحاوی الصاع ثمانین رطلان

مما يستوى كبله ووزنه ومعناه انه العنصر والملازم فيلزم كبله ووزنه حتى لو وزن
من ذلك ثمانية ابطال ووزنه في الصاع لا يزيد ولا ينقص وما سوى ذلك تافه
يكون الوزن اكثر من الكيل كالشعير وشارقة بالعكس كالماء فان كان الكيل يسم
ثمانية ابطال من العنصر والملازم فهو الصاع الذي يحكى به الشعير والتمر والظن
اه - وذكر نحوه في القسم ثم قال وبهذا ترتفع الخلافات في تقدير الصاع كيلا او وزنا
ومراد به الخلاف في ذكره قبله حيث قال يعتري ضعف صاع من بوم حيث توزن
على ابي خليفة لا يتم لما اختلفوا في انه الصاع ثمانية ابطال او خمسة وثلاث كان جهلها
منهم ان يعتري توزن ووزن ابن رستم عن محمد انه انما يعتري الكيل حتى لو دفع اربعة
ابطال لا يجهز به يجوز ان يكون المحطة ثقبلة لا تبلغ نصف صاع اه وفي ارتفاع الخلاف
بما ذكرنا من فائدة المتبادر من اعتبار ضعف الصاع بالوزن على ابي خليفة اعتبار وزن
البر نحو ما يريد اخوانه لا اعتباره بالملازم والعنصر والظاهر ان اعتبارهما بعض
على رواية محمد وان الخلاف في تحقيقه من هذا اذكر صدر الشريعة في شرحه اوقات
الاحوط تقدير الصاع ثمانية ابطال من المحطة الجيدة المكتوبة اه قلت ويجهل يخرج عن
المعقود بيقين من روايته تقدير الصاع كيلا او وزنا فلذا كان الاحوط ولكن على هذا الاحوط
تقديره بالشعير ولهذا انقله بعض المحققين عن حاشية الزيلعي للسيد محمد امين وروى
ابن الذائع عليه من اجتناب الحرم الشريف المكي وموضع قدم من مشايخهم وبه كانوا يفترون
تقديره بثمانية ابطال من الشعير ولهذا في ذلك ليجتنبوا في الخروج عن الواجب
بيقين لما في مبسوط الحرمين من ان الاحتياط في باب المعابد واجب
فلذا قدر بذلك فهو بثمانية ابطال من العنصر ومن المحطة وزنه عليها البتة
بخلاف العكس فلذا كان تقدير الصاع بالشعير لحوطه ولهذا قد مناه في الاحوط في
رأينا اخرجه يوم من شأني تام (رد المحتار ١٠٣)

وقال الرافعي رحمه الله (قوله فان اعتبار الم) هذا وان كان هو المتبادر الا
انما تذكر به يوم عرفة على ابي من ان الصاع ثمانية ابطال مما يستوى كبله ووزنه
فانه جرح به اعتبار وزن ما يستوى كبله ووزنه في تعريف الصاع لا اعتبار وزن المخرج
من البر ونحوه وهو انه لا يفرق بين نصيب من المذعوب وايضا كان صاع النبي صلى الله

مکیلا معذرا لا زیادۃ ولا نقصان فیہ و امر علیہ السلاطین بان یخرجوا للفقیرۃ المقادیر المعلومۃ
المقدارۃ بہ مع علمہ یا ثلاثۃ الاوزان حق فی کل نوع منها فقد اذیل علی ان العبدیۃ
للمکین المخصوص بدوۃ اعتبار الوزن و حیثا یکون اعتبارہ بمحمل الاتفاق و ما نقلہ عن
صدر الشریعۃ و صاحبۃ الرضی عن بقاء الخلاف لا علی الارتفاع بما قالہ فی الفتح

(التحریر بالخطار جلد ۱۱ ص ۱۱)

عبادات مذکورہ بالا میں سند درج ذیل موجود نہ ہے۔

① تنویر اور ذخیرہ کی تحریر کے مطابق ماش یا مسور کے آٹھ رطل صاع کے لئے مبیارہما
یعنی آٹھ رطل ماش یا مسور سے جو برتن بھر جائے وہ صاع ہے مگر یہ طوی وجوہ ذیل سے مخدوش ہے
(۱) صاحب ذخیرہ نے اس دعویٰ پر قوی حمادی الصام ثانیۃ اذیلان مریستوی کید
دورنہ سے استدلال کیا ہے اور تنویر کے قول کی شائع نے بیعت بیان کی ہے اعتقاد
بمقتضا یہ کہ اذیلان و وزن حمادی اور شائع تنویر کی ان عبارات سے ثابت ہو کہ ماش یا
مسور کا ذکر اس پر مبنی نہیں کہ حضرت فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کسی خاص قائل و ذوق صاع
کو ماش یا مسور سے بھر کر وزن کیا تو آٹھ رطل ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ تقدیر صاع کے لئے
ایسی اجناس کو استعمال کرنا چاہیے جن کے افراد متفاوت نہ ہوں جیسے ماش یا مسور چنانچہ
عبادت حمادی میں ماش اور مسور کے ساتھ زبیب اور حاشیہ پر زیت کا نسخہ بھی تحریر ہے،
فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی اس مراد پر یہ امر بھی قطع دلیل ہے کہ خود ماش کا وزن بھی مسور سے بڑا
نہیں بلکہ اس سے کم ہے۔ کما حرمنا فی مصلی المسائلہ، اسی طرح زبیب اور زیت کا وزن بھی
یکسر اور مسور سے متفاوت ہوگا۔

(۲) اگر کسی صاع مخصوص میں ماش یا مسور بھر کر انھیں وزن کیا گیا ہوتا تو اسے سب
فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ بلا حرج و حرج تسلیم کر لیتے اور اس سے اختلاف کی قیاس نہ پاتے،
صدر الشریعہ تقدیر بالخطار اور شائع حرم تقدیر بالشعیر کو فتویٰ نہ دیتے اور علامہ شامی
رحمہم اللہ سے اختیار نہ فرماتے۔

(۳) اگر یہ دعویٰ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی مستند صاع میں ماش یا مسور بھر کر وزن کیا
گیا تھا تو بھی اس وقت یہ عمل صاع کی تعین کے لئے کافی نہیں اس لئے کہ ماش اور مسور
میں مختلف الوزن ہیں، پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف قسمیں ہیں۔ ماش تین قسم کے ہیں۔

سیاہ، سفید اور سوکھا، سوکھا کو بھی عرقی میں ماساں کیا جاتا ہے اور سودا کی دوا قسمیں ہیں جوٹے اور برٹے۔ پھر ہر قسم کے افراد آپس میں حجم اور وزن میں مختلف ہیں، من شدہ غلبہ شادی۔

(۲) قول ہدایہ شہد بن عبد الوہاب ص ۱۸۱ من جر من حیث الوزن فہا یوزن عن بطن خیفۃ کا مطلب شامی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ گیسوں وزن چارہ بطن اور اگر دنیا کالی ہے اگر جب یہ گیسوں کیلئے نصیب صراح سے کم ہوں مگر ابھی ہام اور رافعی رحمہما اللہ تعالیٰ قول ہدایہ سے یہ روایتیں یہ کہ اصل صراح کے ذریعہ کیل کی بجائے کیل کا یہ طریقہ بھی مستحب اور صحیح ہے کہ کسی مساوی الفون ذلکین چیز کے چارہ بطن سے جو وزن چھو جائے وہ گیسوں سے بھر کر دیہ یا جائے، حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی یہی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ صراح کے بارے میں نقض صریح کے مقابلہ میں ہدوں کی انکیلی صحت وزن کو مستحب قرار دینا بہت بعید ہے۔ علاوہ ازیں ہدایہ میں فیما یوزن الفاناقہ فرض ہیں اور اس کے مقابلہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول و وارثہ قوی ہونے کے علاوہ دواۃ بھی معقول ہے۔

(۳) اب یہ بحث رہ جاتی ہے کہ نقد یہ صراح کے لئے آٹھ بطن کس چیز کے لئے جائز یا مطلق ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وزن شعیر کا ہے۔

(۱) اس زمانے میں بخاری کی خوراک پر زیادہ مبالغہ اس لئے نہیں دیا جیسا کہ اسی کا رواد ہوتا ہوگا۔

(۲) نص یہیں شعیر یا خر کا صراح والد ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نقد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انھی سے وزن کا اندازہ مقرر کیا ہوگا، اس تحریر سے بھی انکی تائید بخاری کے مستند نے ایک سیر ۶۹ قولہ جو کے مطابق نصیب صراح کا جو برتن متعین کیا ہے اسے چھو بار وزن سے بھر کر وزن کیا تو جو کے وزن سے بالکل برابر آیا۔

(۳) ہر زمانے میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ وزن اور مساحت کی اہمیت اور بخاری سے کرتے چلے آئے ہیں۔

(۴) یہ طریقہ احملا ہے۔

نقد واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۳۹ شعبان سنہ ۱۴۰۹ھ

تتمہ ثانیہ

بندہ کو معلوم ہوا کہ میرا سبب اللہ شاہ صاحب پر محض غلط حیرانہ کلام کے پاس نہ ہے جو مجھے دارا مولانا رشد اللہ شاہ صاحب مدظلہ سے لائے تھے۔ مولانا رشد اللہ شاہ صاحب اچھے عالم تھے وہ اسی مدت سے صدقہ الفطر ادا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کچھ نقد بھی دیتے تھے۔ میں نے یہ مدد منگوا کر دیکھا اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

منع هذا المال المشرك، ابراهيم بن العزق، المدني، الحنفی علیٰ ذلک، السیخ احمد بن النجی عبد القادر الطاهر المدنی، الشافعی، وهو صنف علی حد مولانا احمد بن مولانا علی (قدسی) المالکی، وهو صنف علی حد امیر المؤمنین راجعاً بہ المبرکة فی سبیلہ والمناجیة تلخیص صلی اللہ علیہ وسلم زکاة کالی طعام بہ، وکان يتوضأ بمقدار ما سئل فی بعض الزمان وقطع یوماً، وهو اربعة اهلاد وینتقیر صدقة الفطر عن کل رأس من ان یزاد وینقص، او سوية، او زیب، او اوجبة، امداد من تبرع او شہرہ وکان قد بلغ ثلاث عشرة مائة والحد.

میں نے اسے گیموں، ماش اور مسور سے بھر کر وزن کیا تو حسب ذیل نتائج نکلے۔

بالکھیم	بالتکویم
حظ ۵۰ قور	۵۵ قور
ماش اسود ۵۲ ۱/۲	۵۶ ۱/۲
مدکس ۵۳ ۱/۲	۵۷ ۱/۲

اس برتن کی تدویجی نسبت اس کا وزن کافی زیادہ ہے نیز نیچے سے کشادہ اللہ سہ تنگ شبیہ بالحدود۔ اس لئے اس کی تکویم اور غیر تکویم دونوں صورتوں کے وزن میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ہر کیفیت وزن مذکورہ میں تقصیر علمائے کرام کے تعیین کردہ وزن سے بہت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صانع تو حجاج ہی کے زمانے میں مشتبہ ہو گیا تھا چنانچہ ہم اور ابراہیم بن عبد اللہ طائی کے صانع پر حمادی کا ہی اعتراض اور بر نقل کر چکے ہیں۔ اگر صانع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اشتباہ واقع نہ ہوتا تو اہل تعبیر میں دیکھتے تو اختلاف نہ ہوتا۔ صانع بالافتاق یہ دیکھتا کہ ہر ممد کے وزن میں اختلاف ہے۔ اہم صاحب حملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دو اطل: ۱۸۔ دوسرے اللہ کے نزدیک ۱۷۔ اطل ہے: ۱۹۔ مذکور کے صانع اقل مالکی ہیں، اور اس کے بعد سناہمی۔ اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب کے مطابق ۱۸ اطل کا نڈ بنایا ہوگا مولانا

وشارفہ صلہ صاحب کا صدقہ الفطر میں کچھ نقد بھی دینا انکی دلیل ہے کہ یہ حضرت ابی اسس
 حقیقت سے واقف تھے کہ یہ صدقہ حنفی نہیں۔ بندہ نے نصف صاع حنفی میں انگیوں کے وزن کی
 نقد درمیر تیس قول کی ہے کہ اس زمانہ اس حساب سے مدد شافعی کے گیوں ۲۳ ۱/۲ تولہ جو بچا نہیں
 مگر مدد کو کا وزن بالکرم بھی اس سے ۸ ۱/۲ تولہ کم ہے۔ اگرچہ یہ بھی استعمال ہے کہ بندہ نے نصف
 صاع میں جو گیوں بھر کر وزن کئے تھے وہ ان گیوں سے زیادہ وزنی ہوں جو مدد میں بھرے گئے
 مگر گیوں کے قلت اقسام میں اتنا تفاوت بعید معلوم ہوتا ہے پس اس تفاوت کی تصحیح وجہ یہ معلوم
 ہوتی ہے کہ اس مدد کے صانع نے ۱ ۱/۲ اطن وزن جو کی بجائے گیوں کا لیا ہے، بندہ نے نصف
 صاع حنفی کے جو کا وزن ایک سیر ۲۹ ۱/۲ تولہ لکھا ہے اس حساب سے مدد شافعی کے جو کا وزن ۴۹ ۱/۲
 تولہ ہوا جو مدد کو کے وزن منطوق بلانکوم سے برابر ہے لہذا اس مدد سے بھی بندہ کے حساب کی تائید
 ہوتی ہے، یہ اہلک بات ہے کہ انہوں نے شافعی و حنفی کی تفریق کے مطابق یہ وزن جو کا پینے کی احتیاط
 نہیں کی۔

باب دوم صدی ہجری کے مشہور فقہ حضرت مولانا مخدوم محمد ہاشم صاحب ٹٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا
 فضل و کمال کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ بندہ نے سب سے پہلے مسبق وقت المسافر سے متعلق موصوت
 کا فتویٰ دیکھا تو آپ کی توفیق استدلال و تحقیق نظر اور اختصار کے ساتھ فیصلہ کن اور تحقیقی غرض جواب نے
 مجھے بہت متاثر کیا، اسکے بعد سے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ہر الجھ ہو سکے میں ہر مروت
 کی تحقیق معلوم کی جائے اچانچہ مسئلہ زیر بحث میں بھی میں نے اسی کوشش کی جو بحرحہ شرفی بالآخر
 ہوئی، مولوی محمد صدیق صاحب (فقیہ سٹھار) مستم در سر محمد یہ زوئند و آدم کے ذریعہ تیز و لکائی
 اور ذریعہ لعل خلیع حیدر آباد سے بیاض ہاشمی کا علمی نسخہ حاصل کیا گیا، اس کتاب کے کاتب میں
 یہ عبارت تحریر ہے۔

”اس کتاب نوشتہ است حافظہ اسحاق ہالکندی نو“

کتابت کی تاریخ تحریر نہیں۔

اس کتاب میں حضرت مخدوم مولانا محمد تعالیٰ کا مسئلہ زیر بحث سے متعلق ایک مستقل رسالہ
 ”فقیرانہ فکر فی تحقیق صدقہ الفطر“ ہے۔ چونکہ اس رسالہ سے قبل اور بعد کے چند ادوات میں بھی
 مفید مباحث ہیں اس لئے بیاض ہاشمی کے ۱۲ صفحات کا کس دیا جاتا ہے اسکے بعد مقصد
 سے متعلق ان مضامین کا خلاصہ لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فلا تتركه فخرات ما شمس مع نتائج

① مدینہ طیبہ میں وہاں کے تاجروں میں سے ایک کو وزن کیا تو پتہ چلا کہ اسے سب سے زیادہ

ٹھٹھ میں رائج مقال = ہاشم سے موجود کازن کیا تو بالکل برابر آیا (مثلاً)

فایده

مشقال کے مذکورہ بالا دونوں وزنوں میں سے دوسرا وزن یعنی ۵ ماشہ باع ہے اس لئے کہ یہ سرکاری مشقال کا وزن ہے۔ سو جو کو خود وزن کرنے میں معمول کسر کا تفاوت ظاہر نہ ہوئے اور جو کے چھوٹے بڑے ہونیکہ اختلاف ہے، ماسی نے خود حضرت محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور اپنی تحریروں میں بار بار اسی کا ذکر کیا ہے اور رسالہ نتیجۃ الفکر میں بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے ولاحظہ ہو ص ۱، ص ۲، ص ۳۔ اسی بنا پر ایکہ قولہ = $\frac{2}{5}$ مشقال قرار دیا ہے (ص ۱)

② حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک درہم = ۱۲ قیراط بھی رائج تھا (ص ۱) جسے ہم جسے درہم پر درہم خرچی لکھا ہوا ہے اور عام لوگ بھی اسے درہم خرچی کہتے ہیں، وزن سہ کے خلاف ہے اسلئے کہ جب مشقال = ۵ ماشہ ہے تو ضروری ہوا کہ ۳ درہم کا وزن ۱۵ ماشہ ہو حالانکہ درہم میں سے ۳ کا وزن ۱۳ ماشہ سے بھی کچھ کم ہے (ص ۱)

خواجہ بہاؤ الدین طناتی کہ مکہ مکرمہ سے درجہ شریعی لائے جس کا وزن ۱۳ اشدہم جو تھا اصلاً
 حرمین شریفین میں رائج درجہ = ۶۴۰ جو ہے (مٹا)
 عند محمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں درجہ مختلف وزن کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے وزن سجدہ کا درجہ متعین فرمایا جس کا

تَبَيَّنَ

جن حضرات نے درہم کا وزن ۳ ماشہ یا اس کے قریب بتایا ہے انکو اصول ذیل سے فہم ہوا
(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک لکھ ۱۲۰ قیرا یعنی ۱۸۰ تھا = ۱۲ ماشہ
(۲) ٹھہرہ دینا رائج درہم پر درہم شرمی کھٹا ہوا تھا لوگ بھی اسے درہم شرمی کہتے تھے،
اسکا وزن ۳ ماشہ سے کچھ زیادہ تھا۔ شیخ محمد قاسم سندھی نے بھی اپنی کتاب البصائر
میں اسکا ذکر کیا ہے جسے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی نقل فرمایا ہے۔

(۳۶) ساتویں صدی ہجری میں خواجہ بہاؤ الدین ملتانی مکہ مکرمہ سے جو مشرقی دورم لائے

۳ = ۳ ماشہ ۲۰ آرٹی تھا،

(۴) بارہویں صدی ہجری میں عربین شریفین میں جو درہم رائج تھا اسکا وزن ۴۳ گرام تھا

تھا = ۳ ماشہ ۲۰ آرٹی

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے ہی سے ایک درہم ایسا بھی چلا آیا جسکا وزن تین ماشہ یا اس سے قدرے زیادہ تھا جو اختلاف اشتباہ کا باعث بنا۔

حضرت مخدوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ درہم اس لئے شرعی درہم نہیں کہ یہ وزن سہ کے خلاف ہے، وزن سہ کے مسلم قانون کے مطابق درہم شرعی کا صحیح وزن ۳ ماشہ ہے جو مصوف نے جا بجا اسکا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۵

ص ۵ پر بھی ایک قول = ۳ ماشہ درہم تحریر فرمایا ہے، یعنی ایک درہم = ۳ ماشہ

(۵) مذکور تحقیق درہم لغوی سے متعلق ہے، درہم سنگ اس سے مختلف ہے جس کا وزن ۴ ماشہ ہے (ص ۵ و ص ۶) یہ نکتہ ملحوظ رکھنے سے درہم کی تعریف میں اشتباہ و اختلاف سے حفاظت رہے گی۔

(۶) ص ۵ پر مثقال = ۳ ماشہ کی بنا پر نصاب فضہ ۵۶ قول اور نصاب ذب ۸ قول تحریر فرمایا ہے مگر اس کے بعد اسی صفحہ پر اور ص ۶ پر بھی مثقال = ۵ ماشہ کی بنا پر نصاب فضہ ۵۶ قول اور نصاب ذب ۸ قول قرار دیا ہے۔

(۷) مثقال = ۵ ماشہ اور درہم = ۳ ماشہ کی بنا پر نصف صاع = ۱۵۱ قول قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۵، ص ۶، ص ۷، ص ۸ اور اس ص ۶ پر مدینہ منورہ سے ایک مذکور کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ نصف صاع کا وزن ۱۵۳ قول تحریر فرمایا ہے اور ایک دوسرے مذکور کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کے ذریعہ نصف صاع کا وزن بھی تقریباً ۱۰۰ قول زیادہ بنتا ہے غرض کہ حضرت مخدوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نصف صاع کا کم از کم وزن ۱۵۱ قول ہے۔

(۸) رسالہ نتیجہ (فکر عمدہ ص ۳۷) میں علماء ہند سے وجہ اختلاف کو بہت تفصیل سے بیان فرما کر انہیں اُمت پر توسیع کے جذبہ کے تحت فراتے ہیں۔

”وتمک نیست کہ حساب علماء ہند اسوئل داوسع دست و صاب مخدوم مذکور از علماء ہند اوسطا صاب فقیر احوال است مامل برہرچہ توفیق یا بد عمل نماید دانشمعالی ہو الموفق (ص ۳۷) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً، آمین“

اوزان ہاشمیہ ایک نظر میں

درہم کا قریب	= ۲ رقی = ۰.۲۳۳ گرام	وزن
درہم	= ۳ ماشہ = ۰.۳۰۲ گرام	وزن
مشقال	= ۵ ماشہ = ۰.۵۸۹ گرام	وزن
نصاب نقضہ	= ۵۸ ۱/۲ تولہ = ۰.۳۸۸ گرام	وزن
نصاب ہب	= ۸ ۱/۲ تولہ = ۰.۱۹۸ گرام	وزن
نصف صاع	= ۱۵۱ ۱/۲ تولہ = ۰.۶۶۹ گرام	وزن

شرح حکم
بندہ کو اتنی بات تو پہلے سے محقق تھی کہ مشقال تقریباً ۵ ماشہ اور درہم تقریباً ۳ ۱/۲ ماشہ اور درہم ٹھیک ۵ ماشہ اور ۳ ۱/۲ ماشہ کا تقاضا اس پر پورا اٹھان نہ تھا۔ بیاض ہاشمی کے لحاظ سے کے بعد اس پر پورا اٹھان اور شرح صدر جو کہ مشقال ٹھیک ۵ ماشہ اور درہم ٹھیک ۳ ۱/۲ ماشہ ہے نہیں نئے اگرچہ سو جو کا وزن برقی مشینوں سے عموماً تھا مہذبہ جو کے چھوٹے برٹے ہونے کا احتمال اور عدم اعتدال کا اشتباہ ضرور موجود تھا۔ علاوہ ازیں بعض برقی مشینوں کے وزن کے مطابق بھی مشقال = ۵ ماشہ ہوا، اور برقی مشینوں کے اوزان میں قدر سے اختلاف تحریر کر چکا ہوں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے وزن کے مطابق بھی مشقال = ۵ ۱/۲ ماشہ ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے صحیح وزن سے صرف ۱/۲ زیادہ ہوا۔

گن ششم سبت

حضرت مخدوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف التفات نہیں فرمایا کہ یہ وزن جو کا ہے۔ کیا قابل اعتدال ہے؟ عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ، گیسوں کا وزن معلوم کر سکا طریقہ یہ ہے کہ ۱۵۱ ۱/۲ تولہ جو سے جو برتن بھر جائے اسے گیسوں سے بھر کر وزن کیا جائے، پھر چونکہ گیسوں بھی مختلف اقسام کے ہیں اور بعض دوسرے بعض سے زیادہ وزنی ہیں اسلئے گیسوں کا یقینی وزن حاصل کرنے کیلئے اس برتن میں ماش بھر کر انکا وزن لینا چاہیے اسلئے کہ ماش کی ہر قسم گیسوں کی ہر قسم سے زیادہ وزنی ہے بندہ گزشتہ مضامین میں نصف صاع جو (ایک سیر ۴۵ ۹۹ تولہ) کے مطابق گیسو کا سیر ۱۵۱ تولہ اور ماش ۲ سیر ۳۶ تولہ لکھ چکا ہے، اب اس تازہ تحقیق کے بعد نئے سیر سے ۱۵۱ سیر ۱۰ تولہ سے بھر جانے والے برتن میں گیسوں اور ماش بھر کر وزن کرنے کی تفلید کی

جائے حساب تناسباً کام یا گیا تو گیسوں ۲ سیر ۱۱۶ ر ۲۲ تولہ اور ماش ۲ سیر ۴ ر ۳۸۹ تولہ ہوئے،

نصف صاع جو = ۱۸۹۵۸ سیر = ۱۷۶۹ کلو گرام = ۲۲۹۳۲

گیسوں = ۲۶۴۱۰۲ سیر = ۲۴۳۹ = ۴۴

ماش = ۲۶۴۸۶۳ سیر = ۲۴۳۲۰ = ۴۴

پسے صدقہ الفطر میں ماش کے وزن ۲۴۳۷ کلو گرام کے برابر گیسوں دینے چاہئیں

بندہ نے حساب مذکور کے مطابق شیلن کے وزن پر
 ۱ صاع جو = ۱۷۶۹ کلو گرام = ۲۴۳۹ کلو گرام
 محفوظ رکھنے کی دیت کر دی ہے۔ واللہ اعلم

تنبیہ

① اور جو کسور اور اعشاریہ تک کا حساب لگایا اور لکھا گیا ہے اس سے یہ مقصد نہیں
 بوجہ انکی رعایت ایسی لازم ہے کہ اس سے غذا بھی ہی بیش کی گنجائش نہیں اور ادائیگی صحیح نہیں
 بلکہ تصحیح علم و حفظ حسد دد کے پیش نظر کسور و اعشاریہ تک کا حساب لکھا گیا ہے ورنہ حدوث
 کسور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چیز کی حقیقت ہی ستور ہو جاتی ہے اور ایسے عذوف و کسور افراد کا مجموعہ
 حقیقی حاصل جمع سے بہت تفاوت ہو جاتا ہے۔

② اگر صدقہ الفطر میں گیسوں یا گیسوں کا آٹا دیا جائے تو وزن ماش کے مطابق ۲۴۳۲
 کلو گرام دینا لازم ہے، البتہ اگر قیمت دینا چاہے تو ۲۴۳۵ کلو گرام گیسوں کی قیمت دینے کی بھی
 گنجائش ہے، سمجھا ۲۴۳۲ کلو گرام کی قیمت ادا کرنا افضل ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

رشد احمد

۲۴ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

(دوسرے سون متعلق مساوی سفر کا جواب تمام، بقول از نظری تحقیق مسافرت استقر باب

مسافر المسافر میں درج کیا گیا ہے۔ مرتبہ)

کتاب الصوم

رؤیت ہلال میں ریڈیو وغیرہ کی خبر کی تحقیق؛

سوالی: چچا، فرمایند علماء عظام و نقشب اکرام دین صورت کہ ہلال عید فطر
بنا یح ۱۴ رمضان شریف از یاضیہ ابو غبار دین دیزور نظر تاج بنی ہشور نامہ، بعد ازیں
در تار برقی انکراچی و پشاور وغیرہ جناب دریافت نموده شدہ اوشان در جواب تار و ادغہ کہ ایان
بتاریخ ۱۰ ربیعہ رمضان ہلال نہ شوال دیدہ عید کی کلمہ، چنانچہ در ریڈیو انکراچی وغیرہ طرقت
خبر آئے کہ ہلال مذکور دیدہ شدہ باسرع خبر ہائے مندوجہ صدر مولوی صاحب در شہر خود فرائی
عید گردن داد، ہر مردمان افکار نموده عید کردہ لیکن مولانا بکر صاحب مذکورہ اعتراض فرمودہ
کہ در خبر محمدی اعتبار و حمل بر تار و ریڈیو ماضی جائز نیست جہی کہ مولوی ہمدرد مع جماعت
بتاریخ ۳۰ ربیعہ رمضان شریف بحال دیکشتہ عید مذکورہ، بقا عرض بر او ہرانی بدلائل حدیث و
فقہ شریف فتویٰ فرمایند کہ آیہ فعل زیر معنی مسد یا بکر؟ بینا بالبرہان و جرد عند التوضیح.

الجواب ومنه الصدق والصلواب

اولاً معلوم ہونا چاہئے کہ شہادت اور جرد جدا امور ہیں، غبارت میں غیر الزام اور جرد
میں صرف اپنے نفس کے لئے کسی واقعہ کا یقین حاصل ہونا ہے، شہادت میں شاہد کا قاضی کے
پاس مجلس قضاء میں حاضر ہونا اور اشد کا لفظ کہنا اور جرد حالت وغیرہا من تشریفات التیسرے
فی کتب الفتنہ ضروری ہیں، قال الزیلعی دلو مع من وراء العجائب لا یسعہ ان یشہد
لاحوال ان یكون غایباً فی الفتنۃ تشبہ الفتنۃ ربیعین ۳۴ ص ۲۱۳ قلت ہذا؟
وایں بیان فی حد من الشہادۃ لیکن اعتبار ہا فی ادعاء الشہادۃ الظہر و ادق، غبارت کی
خبر اتنا سے معلوم ہوا کہ ٹیلیگراف، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ آگاہ جدیدہ کے ذریعہ شہادت
اوار نہیں ہو سکتی اس لئے کہ شہادت میں رد و ردعاکم کے پاس مجلس حکم میں حاضر ہونا ضروری ہے،

موجودہ محکمہ متولی کے قانون میں بھی قبول شہادت کے لئے مجلس حکم میں حاضر ہو کر روبرو شہادت دینا ضروری ہے، کوئی بھی شخص سے بڑا افسر یا درمیانی کمزور اسے بھی شہادت کے لئے حضورِ نبیؐ کی عدالت میں جاننا پڑے گا، خط یا ٹیلیفون کے ذریعہ شہادت قبول نہیں کی جاتی، قانونِ عدالت میں حاضر کی ضرورت ہے،

غیر کی دو قسم ہیں،

① معاملات دنیویہ کی خبر،

② معاملات دینیہ کی خبر،

معاملات دنیویہ؛ مثلاً بیع و شراء، کفالت، حوالہ، نکاح و غیرہ میں خبر واحد بھی معتبر ہے، خواہ خبر عادل ہو یا ناسق، مسلم ہو یا کافر، بشرطیکہ سامع کو خبر کے صدق پر اطمینان ہو جائے، امامی القصل النہی من اولی الامر اھبۃ من المحدثۃ یقبل قول الواحد فی المعاملات عندنا کان اردن سفاہرا کان او عبدنا کوکر کان او امنی مسلمان کان او کافر ادفعنا للخرج و تنصرونہ، ومن المعاملات الزکالات والمصارفات والرسائل فی العدایا والاذن فی التہارات کنانی الکافی بولوح قول الواحد فی باب المعاملات عندنا کان او غیرہ علی خلافہ فی ذلک من قلبہ رأیہ فیہ ان خبرہ صادق فان قلب علی رأیہ فذلہ ان یصل علیہ والاکن فی السراج الوھاب (ماشغوریہ ج ۵ ص ۴۳۴)

اس قسم میں جو کمزور، عدالت اور حضورؐ کی مجلس القضاء ضروری نہیں، لہذا خط، روایت یا تار و غیرہ کی خبر کا اعتبار کیا جائے گا، بشرطیکہ اس کے صدق پر قلب مطمئن ہو جائے،

معاملات دینیہ، مثلاً بکریہ یا بانی کی نجاست و طہارت، یا نکاح و طلاق یا حلق و حرمت وغیرہ کی خبریں مسلم اور عادل ہونا شرط ہے، کافر یا ناسق کی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں، ایک مسلم عادل کالی ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، خبر خود مجلس میں روبرو ہو یا نائب، مثلاً خط، ٹیلیفون یا ریکارڈ وغیرہ میں، مگر غائب ہونے کی حالت میں یہ شرط کی گمان آواز سے خوب اچھی طرح یقین کرنے کی یہ خبر فلاں شخص ہے اور وہ مسلم عادل ہی ہے، اور خط میں شرط ہے کہ طرز تحریر سے شناخت ہو جائے کہ فلاں شخص کا خط ہے، اور خط کہنے والا مسلم عادل ہو، مثلاً ایک اس قسم میں بھی حضورؐ کی مجلس شرط نہیں، ہذا غائب کی خبر خط یا ریکارڈ وغیرہ کے ذریعہ مقبول ہے، مگر جو کس اس میں اسلام اور عدالت شرط ہے، لہذا ضروری ہے کہ خط میں تحریر اور ریکارڈ وغیرہ میں آواز کی شناخت ہو، تاکہ

مسلم یا غیر مسلم اور عادل یا غیر عادل کا علم ہو سکے، ٹیلیگراف کا اس قسم میں اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس میں آواز کا استہدائے نہیں ہوتا، مستند تحریر کی صورت میں اعتبار خط کے لئے بھی اگر کم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل متواتر حکم کا قیہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز، عراق، روم، شام وغیرہ کے لوگوں کو طوطا روانہ فرمائے، اور عمرو ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بعض احکام مشرعیہ لکھوائے، خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کئی احکام مختلف بلاد کی طرف بذریعہ خط روانہ فرمائے، اور ان کے حکام اور قضاہ نے ان کو کتابت احکام پر عمل کرنا ضروری سمجھا، مگر یہ سب اس شرط سے تھا کہ مکتوب الیہ کو تحریر سے کاتب کا یقین علم ہو جائے، خط سے متعلق حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: قال فی العیون والفتاوی علی قولہما اذا تبین انہ خطہ سوا مکان فی القضاء ان الروایۃ اذا نہاج علی الصک وان لم یکن الصک فی ذلک المکان لان الخط نادراً یشر القیہ یرسک الاطلاع علیہ وقتما یشتبه الخط من کل وجہ فاذا تبین سوا لاعتدلیہ علیہ قریعة علی الناس ام سموی زاد المختار ۳۳ ص ۲۹۰

و تفصیل حکم کتاب القاضی الی المتقاضی بمالہ و علیہ مصرح فی العلائق مع الشامیہ ۴۳ ص ۲۸۶،

تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ خط کی فردین امور میں دو شرط سے قبول ہوں:

① مکتوب الیہ کاتب کے خط کو اچھی طرح پہچانتا ہو

② کاتب مسلم اور عادل ہو

رڈ پراور ٹیلیفون کو کسی خط پر قیاس کیا جاتا ہے، جیسے خط میں خبر غائب ہے، مگر اعتبار تحریر کے واسطے سے متنازع ہو سکتا ہے، ایسے ہی رڈ پراور ٹیلی فون میں بھی شبہ ہونے کے باوجود آواز سے متین کیا جاسکتا ہے،

خلاصہ یہ کہ ذہنی معاملات میں خط، رڈ پراور ٹیلیفون کی خبر کا اعتبار اس شرط سے جائز ہے کہ تحریر اور آواز کے استہدائے یقین ہو جائے یہ خبر فلاں شخص ہے، اور یہ مسلم و عادل ہے، اس قسم میں ٹیلیگراف کی خبر عدم مستند یا موت کی وجہ سے غیر معتبر ہے، کیونکہ عدم امتیاز کی حالت میں جرح اسلام اور عدالت کا علم نہیں ہو سکتا، البتہ اگر خط، رڈ پراور ٹیلی گراف، ٹیلیفون وغیرہ کسی خاص ایسے شاہد اور قانون سے حجت ہوں کہ سوائے کسی معتبر اور عادل شخص کی اجازت

اُن کے زوجہ کوئی شخص کوئی خبر نہ سکتا ہو، اس حالت میں جو ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر بہت قبل پہنچاؤ
خواہ خرچ اور آواز کا مستیار ہو سکے یا نہ ہو سکے، اسی طرح اس حالت میں ٹیلیگراف کی خبر بھی بہتر
ہی ٹیلیگراف کی حالت غیر قطعیہ و متغیر غیر مزید ہونے میں توپ اور طین سے مشابہت رکھتا ہے،
اور طین و لوہے سے متعلق فقرہ ارجمند اللہ تعالیٰ کی تشریح ہے، یتسحر بقول عدل و کذب بضر
الطبول (و بعد اس کے) وقد یقال ان اخلد فع فی زماننا یفسد غلبۃ الظن وان کان
خاریہ فاسف الان البادۃ ان الوقت یدھب الی دار الحکم العراقلہ فیضیع من وقت
ضربہ و یعیسہ البنا للوزیر وغیرہ و انما ضربہ یکرن ذنوبہا قبیۃ الوزیر و اعراض
الوقت المعبین فیغلب علی الظن مدۃ القرائن عدم الخطا و عدم قصد الانسداد
رود المحتار ۲ مطلب فی حراز الاقهار ما یشعری، و البنا قال فی بحث درویشہ انہ سئل
قلت والناہر انہ یلزم اهل القری العدم بسمع المذنب ثم اورویشۃ القناہل من
العدم لاثبات علامۃ ظاہرۃ بقصد غلبۃ الظن و غلبۃ الظن حجة موجبة
للعین کہ صرحوا بہ الفقہ (رود المحتار ۲)

حصول صحت الکلام

- ① شہادت میں خط، ٹیلیگراف، ٹیلیفون وغیرہ کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں،
- ② معاملت و بیوی میں بشرط اطمینان قلب اُن کی خبر معتبر ہے،
- ③ معاملات و بیوی میں اگر تحریر یا آواز کا مستیار ہو اور خبر مسلم ہو تو خط، ریڈیو، اور
ٹیلیفون کی خبر معتبر ہے، ٹیلیگراف کی خبر معتبر نہیں، اس لئے کہ اس میں امتیاز صحت نہیں ہو سکتا
- ④ اگر ریڈیو، ٹیلیگراف، ٹیلیفون وغیرہ خاص معتبر مسلم اور عادل شخص کے ضابطہ کے تحت
ہوں کہ بدل اس کی اجازت کے کوئی بھی خبر نشر ہو سکے تو اس صورت میں ریڈیو، ٹیلیفون
وغیرہ کی خبر جو جنی معاملات میں بہر صورت (کو از نماز ہو یا نہ ہو) معتبر ہے، دوسری صورت میں
ٹیلیگراف کی خبر بھی معتبر ہے،

تجسید کردہ کہ بعد یہ معلوم کرنا ہے کہ حیثیت ہلال کس قسم میں داخل ہے، سو واضح ہو کہ
بحالت طبع حیثیت ہلال عید میں کے لئے شرعی شہادت (دو معتبر مرد یا ایک مرد و دو عورتیں) ضروری
ہے، اور حیثیت ہلال رمضان کے لئے شہادت کی ضرورت نہیں، مجرد حد عادل کافی ہے، و قال
العلامة ابن قدامین رحمہ اللہ قدائی فی رسالۃ تنبیہ الخا و الخوا لموسئ علی

احکام ہلال رمضان فی مجموعۃ الربیع ثلث ۱۳ ص ۴۴۴، قال علماء ان الحنفیۃ فی
تکسیر ربیعہ رمضان برویۃ ہلالہ و بہ اجمال عندہ شعبان شہم ان کان فی النساء
علتہ من نعیم ارضہا قبل لہلال رمضان خبر واحد عدل فی ظاہر الروایۃ او مستند
عن قول معصی لا ظاہر للنس القا اسواء جاء ذلك الخبر من المصر او من خارجه
ولو كانت شہادۃ عن شہادۃ مثله لو کان قنا اراشی او معد و دانی القذت تاب فی
ظاہر الروایۃ لکنہ خبر دینی فاشبہہ روایۃ الاخبار و لہذا لا یشرط لفظ الشہادۃ
ولا الذہوی ولا الحکم ولا مجلس القضاء و شرط لہلال القطر علی علقۃ فی السماء
شرط الشہادۃ لانہ تعلق بہ نفع البیاد و هو القطر فاشبہہ ما اثر حقوقہم فاشترط
لہ ما اشترط لہا من العد و العد الہ و الحرۃ و عدم العد فی القذت و ان تاب
و لفظ الشہادۃ و الذہوی علی خلاف فیہ الا اذا کان فی بلدۃ الاحکام فیہ فانہم
یصرحون فیہ بقول ثقتہ و یظہرون بقول عدلین للمشرور و ہلال اقصی و غیرہ
کالقطر معلوم ہوا کہ ہلال عیدین کے ثبوت کے لئے ٹیلیگراف، ٹیلیفون اور خط و ریڈیو وغیرہ
کی خبر کا اعتبار نہیں، اگرچہ ریڈیو وغیرہ کسی مستند عالم یا مفتی یا عرفا معتبر ہلال کہیں دیکھو
کی خبر متعلق فیصلہ ثبوت ہلال عیدین بطریق شہادت شرعیہ، شرک گئی تو یہ فیصلہ کرنے والے
کی حدود لا بہت تک معتبر ہے، حدود ولا یت سے خارج معتبر نہیں، اس لئے کہ ہلال عید کے ثبوت
کے لئے شہادۃ علی الرویۃ، شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی قضاء الحاکم الشرعی
اور اس کی عدم موجودگی میں کسی مفتی کے فیصلہ پر شہادت ضروری ہے، اور ریڈیو وغیرہ سے کسی قسم
کی شہادت بھی معتبر نہیں، کما مر مفعلاً، شہادت کی اتنا علامت عبارت و کتب ثابت ہیں؛
قال فی الملائیکۃ خیر و انہ شہد عند قاضی مصر کن اشاہد ان برویۃ
الہلال فی لیلة کن، وقضی القاضی بہ و وجہ استجماع شرائط الذہوی قضی
امی جائز لکن القاضی ان یحکم بشہادۃ ھما لان قضاء القاضی حیجۃ وقد شہدوا
بہ لا یرید و برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ، وفي المشابہ (قولہ امی جائز الظاہر
لن المراد بالاجواز الصحۃ ظاہراً فی الوجوب تأمل، قولہ لانہ حکایۃ) فانہم
نہ شہد و بالرویۃ و لہذا علی شہادۃ غیرہم و انما حکوا روایۃ غیرہم کذا فی فہم القاضی
قلت و کن الوشہد و برویۃ غیرہم وان قاضی تئذ المصر امر الناس بصرار معاً

لارہ حکرۃ فقص القاضی البذل والیس برحیقة بخلان قلنا وعہ ولینا فایقید بقولہ ووجہ
استیعاب ضرر الظالمین عنی کما قلنا انتامل (رد المحتار ج ۳)

اور ہلال رمضان پر غزوہ ٹیلیفون کی خبر سے شرعاً سے قبول ہوئی کہ غزوہ یا آواز کا کافر
مہینہ یا مہینے، اور محرم مسلم عادل ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ خبر ایسی روایت کی خبر ہے، مہینہ
مختلف یا بدل چاند رکھا گیا ہے یا رونہ رک گیا ہے وغیرہ کا کوئی جہت یا نہیں، اور شیعہ ان کی خبر
کسی دلیل پر بھی معتبر نہیں۔ لہذا ٹیلیفون یا ٹیلیفون اور ریڈیو خط وغیرہ کسی خاص شرط
کے تحت ہوں کہ ان کے ذریعہ کوئی شخص بلا اذن مسلم عادل کے کوئی ہمدردی سے مسکتا ہو تو ان کی خبر
بلا استیسا موت و غلط بھی مہینہ ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے حکومتِ شریعت کے فقدان کے وقت شہادت ہن عبدین
کو بھی ہلالی رمضان کا حکم دے کر اس میں چند شرائط سے ریڈیو ٹیلیفون اور خط وغیرہ کی خبر کو مستحکم
قرار دیا ہے مگر حکومتِ شریعت نہ ہونے کی حالت میں اگرچہ شہادت کے میں شرط کا پابان
نہیں، تاہم حتی الامکان میں شرائط ہو سکیں ان کا رد ضروری ہے، لہذا ایسی شرط جو
تحقیق قاضی یا جس قضاء سے نہیں (مثلاً عدوکاں، عدالت، حریت، عدم التحرفی القاد، ریڈیو
حاضر تو نا سافظ نہ ہوں گی، اس پر ایک قرینہ تو حاشیہ کی عبارت سے گزرا کہ حکم شرعی نہ ہونے
کی حالت میں بھی ہلالی عیدین میں قبل عیدین کو ضروری قرار دے، حالانکہ عدویہ شرط شہادت
میں سے ہے، اور دوسرا قرینہ یہ ہے بشرط فیہ ما یشرط فی سائر حقوقہم من العداۃ
والعصیۃ والعدوۃ عن العن فی المعتذ، ولفظ الشہادۃ والذہوی علی خلدان فیہ
ان ممکن، ذلک والا فقد تقدم انہم لو کافوا فی بلد قلنا قاضی فیہ ہلالی فان ان
یصومون فیہ یقول شتۃ ویخطون باعتبار العد لہین ذلہم المواقف، اس عبارت سے
معلوم ہوگا کہ قاضی شرعی نہ ہونے کی حالت میں موت وہ شرط سافظ ہوں گی جن کا تحقق ممکن نہ ہو
دور و غابر، چونکہ غیر من الشرائط المسکتہ سافظ نہ ہوں گی، لہذا ہلالی عیدین میں ریڈیو
وغیرہ کی خبر معتبر ہوگی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

سید زقیدہ صاحب

شہادت ہلالی شعبان کی تحقیق،

سوالی، ہلالی شعبان بحالت صحیح شہادت عدلین بشرط طلب استیفاء سے ثابت ہو، اب

بصورت عدم رؤیت ہلال رمضان تکمیل ثلاثین کے بعد سوم واجب ہو گیا نہیں، ایسا وجہ اور،

الجواب ومنه العمد في الصواب

شہادت و قضا یعنی جن حق العید پر یا ایسے حق اللہ پر جس میں الزام علی الغیر ہو جیسے طلاق یا حق اللہ جن میں الزام علی الغیر نہیں بلکہ محض دیانات میں سے ہیں ان کی قضاء صحیح نہیں۔ اور یہی ان پر شہادت شرعیہ ہو سکتی ہے، ہلال عیدین جو حکم حق ہے اس کو ان کا ثبوت اور حکم بالثبوت سمجھ سہ، ہلال رمضان و باقی الحدیثوں کے عوارض نہیں، اس لئے یہ تحت الحکم داخل نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی ان پر شہادت صحیح ہوگی، ہلال رمضان جو حکم دیانات میں سے ہے اس لئے اس میں خبرنا دل موجب عمل ہو جاتی ہے، قال فی شرح التذییر و طریق اثبات رمضان بعد العیدین ان یدعی بکالہ معقولة بدخوله بقبض دین علی العارض بقوله لا بد والبرکالة وینکر ان یخول فیثبث الشهادة و برؤية الهلال فیقبض علیہ، یہ و یثبت بدخول الشهر من قبل العید بدخوله تحت الحكم بدی الثبوتی الشامیة تحت وقوله بدی، اسی بیان یدعی من علی شخص حاضر بان فلانا الفاضل له علیه كذا فمن الدين بوقد ذان فی آواز اول رمضان ذاتی وکیل بقبض، هذا الدين ومثل ذلك ما لو ادعى على آخر بدین له علیه مؤجل الى دخول رمضان فيقر بالدين وينكر الدخول، وقوله وثبت بدخول الشهر من قبل العید لانه من ضروریات صحة الحكم بقبض الدين فقد ثبت فی اثبات حق العید لا تصدق ولهذا قال فی البحر عن الغلظة بین ما ذكره الفاضل هذا لان اثبات مجي يوم رمضان لا بد من تحت الحكم حتى لو اتبع رجل عدل الفاضل ببعض رمضان قبل رؤي الناس بالصوم بدی فی يوم الفیض ولا يشترط لفظ الشهادة و شرائط القضاء، اما فی الفیض فيشترط لفظ الشهادة وهو بدخل تحت الحكم لانه من حقیق العید و امكنه والعاقل ان رمضان يجب صومه بلا شرت بل بمجرد الاخبار لانه من الدين ثابت ولا يلزم من وجوب صومه شرت كذا ما روينا من فائدة اثباته على الطريق المذكورة من توفقه على الجمع العظيم لوكالات السماء

عنه قال الرضى بقدره ذلك مع انه ينبغي به حذو شائ وقيل فيه الشهادة من غير قصد.

معصیۃ لان الشہادۃ علی حلول الکلالۃ بدخول الشہر لا علی رؤیۃ الهلال ولا دخول
حلول الوکالۃ یکتفی فیہا بشاہدین لا عامر وحقن عبد ولا غلبت الایات بالذخول
والی شہد دخولہ متعارضہ صریحہ الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۴) معلوم ہو کہ ہلال شعبان
بھی اگر حق العید کے ضمن میں ہو تو اس پر شہادت صحیح ہے، اور اس سورت میں بحالت صحیح و غیم
ہر حال شہادت ضررین کافی ہے، قال فی شرح التنزیہ و ہلال الاذنی بقیۃ الشہر
التحۃ لا یطرح علی الدہب، فی الشامیۃ قال التحیر المرسل الظاہر انہ فی الاصل
التسعة لا فرق بین الشہر والصوفی قبول الراجحین للقد املتہ السوجۃ لا یشتراط الصبح المتکثر
وہی توجیہ اکل طالعین (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۴)

اس اگر ہلال شعبان حق العید کے ضمن میں شہادت معتبرہ ثابت ہو یا دوسرے ہی جرم تفسیر کی
رہبت سے ثابت ہو تو ہر دوسورت میں تکمیل ثلاثین کے بعد موم واجب ہو گا خواہ ابتداء
رمضان میں غیم ہو یا نہ ہو اور اگر ہلال شعبان حق العید کے ضمن میں نہیں تو اس پر شہادت
فشل ہے، اور چونکہ رمضان موقوف ہے ابتداء شعبان پر اس لئے اس کی خبر متعلق بالوائیات
ہوتی، لہذا اس کا ثبوت بعید رمضان کی طرح ہو گا یعنی بحالت غیم میں خبر و احوال اور صحو میں
خبر و احوال یا خبر عدلیہ پر اعتماد کیا جائے گا، اور ابتداء رمضان میں بحالت غیم تکمیل ثلاثین
بعد موم واجب ہو گا بحالت صحیحہ، لہذا لکن سب، رمضان کا یہ حکم شام میں مذکور ہے، البتہ شعبان
و رمضان میں استازق رہے گا کہ رمضان میں بحالت صحیحہ ایک عادل درجہ موضع مرتفع یا خارج
بلد سے آیا ہو، کی خبر قطعاً معتبر نہیں، اس لئے تکمیل ثلاثین کے بعد نہ بحالت صحیحہ اور نہ بحالت
صحو کسی حال میں فطر کی اجازت نہیں، اور اگر ہلال شعبان ایسے ایک شخص نے بحالت صحیحہ و
ابتداء رمضان میں بحالت صحیحہ اگرچہ تکمیل ثلاثین پر موم واجب نہ ہو گا مگر بحالت غیم و جو یہ موم
ظاہر ہے، وجہ فرق یہ ہے کہ مذہب ہلال شعبان کی طوت و سب تو جہ نہیں کرتے، غرضیکہ و امانات
میں خبر و حل اس شرط سے موجب عمل ہوتی ہے کہ قضاوت ظاہر ہوئے کی وجہ سے اس میں کذب کا
ظن غالب پیدا ہو،

تقریر مذکور پر شامی ج ۲ ص ۱۳۴ کے مرتبہ خلوصہ انی الصو لہلال شعبان و
ثبت بشہد الشہدۃ الشہدی بقیۃ رمضان بعد ثلاثین یوما من شعبان الا
سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اگر خبر کی عبارت سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ہلال شعبان

تحت حکم داخل نہیں ہو سکا لہذا اس پر شہادت ہوگا۔ ہے، شکیہ کے جس زیر مذکور وہ کی وقتاً و مجلس جو ممکن ہیں،

① یہ شہادت اور قیوت ہلال حق العبد کے ضمن میں ہو جانا چاہئے نہ تحت مشروط القیوت بشرعی، اس پر راجح ہے، علامہ الزی از تغنیہ المطلق کی مثال خود شامیر میں موجود ہے، چنانچہ شرح النور کی عبارت مطلقۃ ختمہ والا نہ شہادۃ عند قاضی حصہ کذا شاہد ان ہورمۃ الہلال فی لیلۃ کذا رکنا حکم القاضی یہ الخ کے تحت فرماتے ہیں، والظاہر ان السواد من القضاۃ یہ التعماد فہمنا کما فقد ام طریقہ والا فقد علمت ان الشہور لا یقبل تحت الحکم (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۸)

② یشیت رمضان یعنی ثلاثین ہوتا کہ عادت میں ہی ابتداء رمضان کے ساتھ مشید کیا جائے اور اس پر لفظ شہادۃ عمارۃ اطلاق کر دیا ہے، جیسا کہ ہلال رمضان میں شہادت رجل یا شہادت رجلین راجح فقہار سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں شہادت نہیں، فقط والله تعالیٰ اعلم

الروزی الحجۃ ۵

محرم رمضان کو بعد زوال اگر مشرعات میں کویت ہلال پر شہادت ہوئی تو انظار لازم ہے: سوال: عید الفطر کی شب میں مطلع صاف دیکھا، دو معتبر آدمیوں نے چاند دیکھے کی شہادت حاکم کے پاس میں رمضان کے زوال کے بعد وہ حاکم نے انظار کا اعلان کیا، ایک شخص انظار نہیں کرتا، تو کیا یہ شخص گنہگار ہوگا؟ بینوا نہ جریا۔

الجواب عنہ الصدوق والنصواب

جو شخص حاکم کے فیصلہ شرعی کے بعد بھی انظار دکرے گا وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ یہ روزِ شہادتِ فطر سے یوم عید ثابت ہوا، اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، فقط والله تعالیٰ اعلم

۵، روزی الحجۃ ۵

جہاں ہمیشہ اہل کربلا کے روزیت ممکن نہ ہو:

سوال: برطانیہ میں ہر دہشت اہل کربلا کو جو عید سب ہلال ممکن نہیں تو رمضان و عید کا ثبوت کیسے ہوگا؟ بینوا نہ جریا،

الجواب باسم ماہم النصواب

ہلال رمضان کے لئے کئی ایسے ملک کے دیوبند علماء کو کیا جائے جس کے بارے میں

بہ نقیصہ ہو کر وہاں ضرور رابطہ شرعیہ کے مطابق روزیت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے خواہ یہ ملک کسے بھی تعلقہ کیوں نہ ہو، دوسری صورت یہ ہو کہ کسی دور مسکن علاقہ کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلیفون معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کیا جائے، بشرطیکہ کوئی بیجان بار و سرے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلیفون پر کون بول رہا ہے، بندہ نے مسئلہ اختلاف مطلع پر افراد و اجتماعات بار بار غور کیا ہر مرتبہ یہی نتیجہ نکلا کہ عند الاحتمال عیدہ میں بھی اختلاف مطلع غیر معتبر ہے، اور یہی قول ماضی ہے، ضرورت کے پیش نظر بلذ بعیدہ و قریبہ میں فرق کے قائلین کی کمی و کثرت سے کام لینا چاہیے۔

الحلی عیدہ میں سے متعلق خبر مستفیض موصول ہو تو اس پر عمل کیا جائے و رد تکمیل ظاہرین لازم ہے، نقلاً عن فقہ عدلی اعلم، ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

سعودیہ میں روزیت کا اعلان پاکستان کے لئے حجت نہیں، مسوال، سعودی عرب میں جو نیا پاکستان سے دور و زویل جاندار اعلان ہو جائے، اور اس کی خبر مستفیض پاکستان میں پہنچتی ہے، تو اس خبر کے مطابق پاکستان میں عمل کیوں نہیں کیا جائے؟ اختلاف مطلع کا غور بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ حقیقہ کے ان اختلاف مطلع غیر معتبر ہے، ببینوا نوجوروا،

الجواب باسمہ علیہم الصواب
لؤذ، سعودی عرب میں روزیت ہلال کی خبر کا حدیثاً استفادہ کو یہ چٹا عمل ناممکن ہے، دائمیاً حکومت سعودیہ میں روزیت ہلال کا فیصلہ مسلک حنفیہ کے خلاف ہونے کے طور پر و اجہت کے بھی خلاف ہو گا، اس لئے وہ پاکستان کے لئے حجت نہیں، حنفیہ کے ان بحالت کو صحیح منظم کار روزیت شرط ہے، مگر حکومت سعودیہ میں ہر کیفیت و ممانعت کے لئے خبر و اعداد و شمار و ذی الحجہ کے لئے شہادۃ العدلیہ پر قبضہ کر دیا جائے، اس سلسلہ میں ایک حقیقت کا جواب سمیعی وزارت العدلی کی رسالتی البیت الفخانیۃ العلیاء کی طرف موصول ہوا، ہرگز ضروری اقتباسات ذیل میں دیجئے تاکہ جہاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المسکۃ المربیۃ السعودیۃ

الرقم - ۱۵۴۹

وزارۃ العدلی

التاریخ ۱۴/۱/۱۳۹۳

مکتبہ الوقیر

ہوا لہذا کسی ایسے دن کو غزوۂ اشتر قرار دینا باطل ہے جس کے حساب سے حجۃ الوداع یوم جمعہ سے قبل ثابت ہوتا ہو۔

① جہاں رویت پر شہادت ہوئی اس کے سوا دنیا میں کہیں بھی حتیٰ کہ مغرب بعید میں بھی اس روایت کو رویت نہیں ہوئی،

② شہادت کی رو سے چاند کی حرکت پہلوان پہلی تاریخ قرار ہوا کہ، بہرہی بطلان ہے اس لئے کہ اس کا مطلب نوہ یا اگر بلاں جیدائش سے بھی قبل نظر آسکتا ہے،

شاہد ظاہر حدیث کی بناء پر ان کے مذہب میں پہچال خبر رویت بلاں ہی پر وارد ہے اس لئے وہ امور مذکورہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔
تنبیہ:

سودیت میں غیر ملکی مقیم حضرات اور حجاج کے لئے رمضان و عیدین الودع دستربانی کی صحت عن مشہور کی برہر گنجائش نہیں، اس لئے کہ حالت ہجرت و شہادت مدینوں کی صحت مختلف دنیا ہے، لہذا اس کے مطابق قضاء کی ضرورت میں یہ فیصلہ سودیت کی حشد و کے اندر واجب الہل ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

بلاں پر کسی کی شہادت قبول نہ ہوئی تو اس پر روزہ واجب ہے :
سوال : اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور قاضی کے پاس جا کر اس کی گواہی دی مگر قاضی نے اس کی گواہی رد کر دی، کیا یہ شخص روزہ رکھے گا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب باسسم ماہم الصواب

اگر اس کی گواہی کو قاضی نے کسی دلیل شرعی کی وجہ سے رد کر دیا تو اس پر روزہ واجب ہے، البتہ روزہ رکھ کر کوڑا یا کنگارہ نہیں، قال فی الذی روای حکمت ہلال رمضان اور انظر ورد قد لہ بدلیل شرعی صام مطلقاً حیثاً و قبل ان بان انظر فی نقطۃ بیہما لشیخہ الرد رد المحتار ص ۹۸ (۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۳۰ جزوی الآخر مشعر

جس کی بلاں پر رمضان پر شہادت قبول نہ ہوئی وہ انیسواں روزہ بھی رکھے :

سوال : اگر کسی نے رمضان کا چاند دیکھ کر قاضی کے ہاں شہادت دی مگر قاضی نے اس کی شہادت قبول نہ کی، اور اس نے اپنی رویت کی بناء پر روزہ رکھ لیا اور خبر قاضی سے ملنے

روز سہ روز کے ہونے پر بھی رویت نہ ہوئی تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا یا صرف میں روزے
رکھ کر چھوڑ دے گا؟ بینوا فقیروں!

الجواب باسم منہم الصواب

یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے گا، اور دوسروں کے ساتھ عید کرے گا، قال فی الشیخ
(تنبیہ) لو صائم رائی ہلال رمضان واكمل العدة لم یفطر الا مع الامام لقوله
عليه الصلوة والسلام صومكم يوم تسيرون وفطركم يوم تقفرون رواه الترمذی
وغیرہ الناس لم یفطروا فی مثل هذا الا ان فوجا من لا یفطر بعد العشاء ثم یفطرون مع الناس
وہم یوموا الآخرہ ۹۷ھ

برائے تسبیح الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ پکارنا:

سوائی، یہاں دراج ہے کہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بات کے وقت سبوا کر کے
لے "الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ" کا اعلان کرتے ہیں، اس کے متعلق یہاں کے علماء
میں اختلاف ہو گیا ہے، بعض کہتے ہیں جائز ہے، اور حدیث بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال
کرتے ہیں کہ وقت بحر اعلان کہہ گئے تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ بدعت ہے، کیونکہ زمانہ رسالت
اور روزِ محراب میں یہ دستور نہ تھا، حدیث کا جواب اُن کے پاس نہیں ہے، پس آپ سے امید ہے کہ
بجانب محکمہ تحقیق فرما کر اختلافات رفع فرمائیں گے، بینوا فقیروں!

الجواب رمتہ الصدق ثواب الصواب

بعض حنفیہ نے اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اذان لغوی یعنی اعلان کی نادرین کی ہے،
مگر الفاظ حدیث لایسعن احدکم اذان بلال من سحورہ سے اس کی تردید ہوتی ہے، اگر یہ
اذان شرعی نہ تھی تو اس سے منع سحور کا کیا خطہ تھا، اگر بدعت میں مراد لینے پر یہ اشکال وارک تھا
تھا کہ اس صورت میں اذان بلال اذانِ مستحکم میں اللہ تعالیٰ عنہ میں امتیاز کیسے ہوتا تھا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی آواز کا فرق مستحکم کے لئے کافی تھا، غرضیکہ اذان بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اذان شرعی ہی تھی، جو صبح صادق سے کچھ قبل رجب قائم والفاظِ ہوم کی نذر سے
دی جاتی تھی، پھر یہ منسوخ ہو گئی، قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ وعند ابن حنیفہ رحمہ اللہ
رحمہما اللہ تعالیٰ لا یؤذن فی الفجر قبل ان یساروا ولا الیبعق انہ علیہ الصلوۃ والسلام
قال یدبلل لا تؤذن حتی یطلع الفجر قال فی الامام رجال اسنادہ لقامت و لروایۃ

مسلمہ کہ ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رکعتی انفقہر اذ صبح الافاق وینفقہ خیر۔
 (انفقہر الرابع ص ۲۶۳) واخرج الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابرہیم قال
 خیفۃ علفیۃ الی مکة فخرج یسیر فسمع مؤذنا یؤذن یسیر فقال ما اذن انفقہ خیر
 سنة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان نائما کان یسیر الہ فاذا اظہر
 الفجر اذن قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ لا یؤخر علفیۃ من الاذان من قبل طلوع الفجر
 خلافت لسنة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شرح حوالی الآثار ص ۱۶۶)
 بالفرض ان اول من اذن لیلۃ فی عہدہ سے اعلان ہی پر از ہو کر اعلان کے الفاظ کی کبیر تصریح
 نہیں اور تاہم یہ ہے کہ ذکر اشد کو بدو ان الثبوت من الشرع کسی دوسرے مقصد کے لئے دلیل
 بنانا فراہم مقصود ہی ہے نہ نبوی جائز نہیں اگر اس اعلان میں الفاظ ذکر کسی تسلیم کرتے جائیں
 جو جملہ مذکورہ فی السؤال پر کم از کم اصرار اور عقیدہ حاضر و ناظر رکھنے والوں کا شعار ہے اس لئے
 چاہئے فقہ و اللہ تعالیٰ اعلم
 بزوی الحجۃ ۱۳۸۵ھ

و حکم المرض شیخ فانی کے حکم میں ہے:

سوال: کیا زمانے میں علماء دین اس بارہ میں کہ ایک شخص دائم المرض ہے وصحت کی کوئی
 امید نہیں، تو یہ شخص فوری صوم پر شیخ فانی کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

یہ شخص شیخ فانی کی طرح فوری سے کما لسانی الثانیۃ (قولہ ولشیخ الثانی) ای الذی
 فلیہ قوتہ واشارۃ علی الغذاء ولذا اعرفہ بآیۃ الذی کل یوم فی نقصان انت
 یسیرت نمر ومثلہ ما فی القستانی من انکومانی المرضی اذا تعقن المایس من الصعۃ
 فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض لہ وکذا ما فی البحر لوند رسوم الاید فصنعت من
 الصوم الاشتغال بالعبیۃ لہ ان یضیی ویعطل لانتہ استیقن منہ لا یقدر
 علی القضاء (رد المحتار ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

کان میں پائی جا: مفسد نہیں:

سوال:

کان میں پائی ہو جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

کام میں پانی جانے سے روزہ نہیں جاتا، مگر ڈالنے کے منہ سے ہونے پر اختلاف ہے، عمر
اضداد راجع اور الصادق علیہ السلام کیل یاؤ ڈالنا بالافتاق منہ سے، مافی العلاشیہ اور دخل الماء
فی ذلک نہ، ولکن کان یفعلہ علی المنکر والی قولہ لم یفتقر فی الشامیہ (قولہ ان یفعلہ)
اختلاف فی الہدایۃ والتبیین، وصحیحہ فی المحيط فی القول الجبۃ، نہ المختار وفصل فی
ان دخل لا یفسد وان لا دخل یفسد فی الصحیح لانه وصل الی الجوف یفعلہ فلا یشتر
صلاح اللبن، ومثلہ فی المیزانۃ واستظهر فی الفتح والبرہان شرب لیسۃ
ملغضاً والعاصل الاتفاق علی القطر یصب الدمن وعلى عدمه بدخول الماء
واختلاف التصحیح فی احوالہ فوجہ (۲) والاحتجاج (۲) ولی التندیۃ ولوا قطری فیہ
الماء لا یفسد سیمہ کن فی الہدایۃ، وهو الصحیح، هكذا فی معیط المسرخی
بما لکیرہ جازاً، فقط والله تعالیٰ اعلم،
۹ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ

متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے :

سوال : پانچ حجہ روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تجروا،

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس میں اختلاف ہے، درمختار میں جائز لکھا ہے، اور شامیہ میں بحر سے نقل کیا ہے کہ
عند الامام وحمد الشافعی جائز نہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے جواز کی روایت ہے، شافعیہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فدیہ متعدد اشخاص پر تقسیم کرنے کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ
تعالیٰ کا قول جواز آخر ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حکم فدیہ مثل کفارہ نہیں، بلکہ مثل صدقہ فطرہ
لذا متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینے میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہی راجح
ہوگا، قال فی شرح التومیر والنسبۃ: قالی العاجز عن الصوم الفطر ویذی وجوباً ولو
فی اول الشهر وبلا تعداد فتقیر کا فطرۃ الم، وفي الشامیۃ (قولہ) وبلا تعداد فتقیر ای
بخلات تصرف کفارۃ الیسمین للنص فیہا علی التعدد فلا علی هنا مسکیناً ما تاعن یومین
۱۰۔ اگرکن فی الہرمون الفتیۃ ان من الذی یمن فیہ روایتیں وصنداق حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر
من الخلق الیمن عن الذی یمن فیہ اصل نصف ما من یرمن یرم واحد، لیس یمن عن قال الحسن وہ
ناشدہ وروایتہ عن التندیۃ (۲) والاحتجاج (۲) فقط والله تعالیٰ اعلم،
۲۸ شوال ۱۳۸۴ھ

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛

سوال: انجکشن سے روزہ ٹوٹ جائے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جائے تو کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب ومنه الصدق والصواب

روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جس کی نفذ کے ذریعہ معصہ یا مایہ میں پہنچ جائے، انجکشن سے دراصل یہ نفذ نہیں جاتی، بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعہ معصہ میں پہنچتا ہے، لہذا روزہ نہیں ٹوٹتا، حالانکہ فی شیخ الترمذی از کتبہ اوادھن الواحجم وان وجد طعمہ فی حلقہ، وفي الشامية لانه اثر داخل من السام الذي هو محل البدن والمغزى انما هو الدخول من المنافذ للاتفاق على ان من اعتزل في ما عوفو جلد بروه في باطنه انہ لا يقطر واسا كره الا ما مر حبه الله تعالى الدخول في الماء والتلفن بالثوب المبلول لما فيه من انظار المنجوى اقامه العراة لانه مفطر اهره العشاء، يفتل والله اعلم
۱۴۲۲ھ بقعدہ ۱۳۸۲ھ

روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا:

سوال: ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا، اور حالت نازک ہو گئی، اگرچہ موت کا خوف نہ تھا، اس حالت میں ڈاکٹر نے روکا دیا، تو کیا یہ شخص گنہگار روزہ ہوگا؟ اور بعض نقصان لازم ہے یا کفارہ بھی؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب ومنه الصدق والصواب

اگر روزہ نہ چھوڑنے کی صورت میں مرض کی شدت یا مدت میں اضافہ کا ظن غالب ہو تو افطار جائز ہے، صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، اگر انجکشن سے علاج ہو سکے تو روزہ توڑنا جائز نہیں، قال فی التہذیبۃ الخریفۃ اذا غلب علی نفسه التلفن لوزن حاب عضو ينظر بالاجتماع وان غلبت زيادة العضلة واستند اذ فكل ذلك عندنا وعنايه الفضل اذ انظر، (عالمگیریہ، ص ۱۳۳) فقط والله تعالی اعلم
۱۴۲۲ھ بقعدہ ۱۳۸۲ھ

انزال بالقبلہ سے تقصیر کفارہ نہیں:

سوال: رمضان میں عزت کو بوسہ دیا، اور انزال ہو گیا، تو قضاء اور کفارہ ہے؟

یا نہیں! بیوقوف ہو جاؤ!

الجواب منه الصداق والصواب

اس صورت میں فقط قضاء ہے کفارہ نہیں، قال فی الفتاویٰ دہلی امویۃ مبدتہ
وہیئۃ ارضنا اویطنا اوقبل اولس فانزل اوافس غیر صوم رمضان
اداء وانی ان قال بقی فقط رسد المختار ج ۲ ص ۳۳۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۲۹ رجائی الآخرہ مستند

سفر کی وجہ سے رمضان اکتیس یا اٹھائیس دن کا ہو گیا؟

سوال: کہ مکہ میں پاکستان سے ایک ماہ روز قبل چاند نکلتا دیتا ہے اس اگر کوئی
شخص رمضان میں مکہ کریم سے پاکستان آیا اور پاکستان میں اکتیس کی شام کو چاند نظر نہ آیا تو
یہ شخص کہا کرے؟ اگر روزہ رکھتا ہے تو اس کے اکتیس روزے ہو جائیں گے، اسی طرح اگر
کوئی پاکستان سے مکہ کریم چلے تو اس کے اٹھائیس ہی روزے ہوتے، اس کا کیا حکم
ہے؟ بیوقوف ہو جاؤ!

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اہل پاکستان نے اس شخص کی خبر متعلق روزہ بھال غرائط مستبرہ کے مطابق قبول
کر لی تو اس پاکستان ایک روزہ قضا رکھیں گے، اور اس کفر والے کے روزے پورے
ہو جائیں گے، اگر اس کی خبر قبول نہ کی گئی تو یہ اکتیس سال روزہ بھی رکھے گا، اور دوسرے
لوگوں کے ساتھ عید کرے گا، قال فی الشامیۃ تنبیہ ۱۰ - لوصام راتی ہلال رمضان
واكمل العید لم یقطر الا مع الامام لقوله علیہ السلام صومکم یوم تصومون
فقط مکہ کریم نفلوون روزۃ الترمذی (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸)
در صورت صورت میں اہل مکہ کے ساتھ عید کرے اور ایک روزہ قضا کرے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۹ رجائی الاول مستند

ہوائی سفر میں دن بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو جائے تو روزے کا حکم:

یہ مسئلہ باب مسلوۃ المسافر میں نذر چکا ہے،

طویل الشہار مقامات میں روزے کا حکم:

یہ مسئلہ بھی باب مسلوۃ المسافر میں نذر چکا ہے،

شکاگو میں اوقاتِ محرواِ فطار :

یہ مسئلہ کتابِ السنۃ کی ابتداء میں مذکور چکا ہے،

کفارہ صوم میں تراخل کی تفصیل :

سوال : متعدد روزوں کے کفاروں میں تراخل ہو گیا نہیں، رائج کیا ہے، تفصیل سے

تحریر فرمائیے؟ بیٹو تو جروا

الجواب یا سہم ملہم الصواب

اس میں تین قول ہیں :

① مطلقاً تراخل ہے، خواہ ایک رمضان کے روزے ہوں یا مختلف رمضانوں کے، خواہ

جماع سے فاسد کئے ہوں یا غیر جماع سے،

② دو رمضان کے کفاروں میں تراخل نہیں، خواہ جماع سے ہوں یا غیر جماع سے،

③ دو رمضان کے کفارے بسبب جماع ہوں تو تراخل نہیں، بقیہ سب صورتوں میں

تراخل ہے،

تیسرا قول رائج ہے، قال فی شرح الفتویٰ یروون شکر و فطرہ و لم یستغفر للادلہ بکفہ واحد

ولو فی رمضان من من محمد رحمہ اللہ تعالیٰ و علیہ الاعتناء، بزاویۃ و محسنی

و غیرہما، و اختار بعضهم للفتویٰ ان النظر بغير الجماع تنخل و لا لا، و فی الثانیۃ

وقوله و علیہ الاعتناء و نقلہ فی البحر من الاسرار و نقل قبلہ عن الجوہرۃ لوجہا مع

فی رمضان عن فعلیہ کفارۃ ان و ان لم یستغفر للادلہ فی ظاہر الروایۃ و ہذا الصحیح او قلت

فقد اختلف الترجیم کما تری، و یقتوی الثانی بان ظاہر الروایۃ و اللہ اعلم بالصواب

۲۲، شوال ۱۳۵۴ھ

روزہ میں عورت کو بول بڑھ کر مٹھی لگانا :

سوال : عورت کو روزہ کی حالت میں بول بڑھ کر مٹھی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

بیٹو تو جروا

الجواب یا سہم ملہم الصواب

جائز ہے البتہ مزہ کے اندر جانے کا اعتناء ہو تو مکروہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۲ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

بہ فاکل عمدًا قضی رکعہ، والشرح لامة فمن في غير محلہ حتى لو اتاه مفت يضمن
على قوله ارسع حديثاً ولم يعلم تأويله لم يكفر بشبهة وان الخطأ المفتى في
الشمية قوله ارسع حديثاً كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم افطر العاجم
والمعجم، وهذا عند محمد رحمه الله تعالى لان قول الرسول صلى الله تعالى عليه
وسلم اقوى من قول المفتى، ولولا ان يورث شبهة وعن ابن يونس رحمه الله تعالى
خلاته لان على انما في الاقتداء بالعقهاء لعدم الاشماء في حقه الى معرفة
الاحاديث زيدي، (رد المحتار ص ۱۱۸ ج ۲) فقط والله تعالى اعلم.

هـ رؤى الخسنة

سوالی مثل ہذا :

سوال : اگر کسی شخص نے قبل الغروب عید کا چاند دیکھ کر روزہ توڑ دیا یا نہ کر اب تو
رمضان ختم ہو گیا تو کیا ایسے آدمی پر کفارہ ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب باسمہ علیہم الصواب

کفارہ واجب ہے قال فی البزازیة رأى هلال الفطر وقت العصر ففطن انقضاء
منته واطرق قال فی الذبیط اختلفوا فی لزوم الكفارة والاكثر على الوجوب بزيادة
على العالمیة ص ۱۰۰ ج ۲ فقط والله تعالى اعلم.

۱۱ ص ۹۹

روزہ میں دانت نکلوانا یا اس پر روزہ لگانا :

سوال : روزہ میں دانت سے ڈال دیا نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا جائز یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسمہ علیہم الصواب

بوقت عزرب شدید، کرب، اور بلا ضرورت کمر دے، روزہ یا خون پیٹ کھائے
چلا جائے اور تھوک پر لب ہو یا اس کے برابر یا اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا،
قال فی شریع الترمذی اخرج الذم من بین السنان ودخل حلقه یصل ولم یصل الى الخو
لما اذا وصل فان غلب الذم او سار یا فسد والا فلا الا اذا وجد طعمه بزيادة،
وفي الشیخية ومن هذا الذم حکم من قلع ضرسه فی رمضان ودخل الذم ان جوف فی اللسان
دون ثلث ما فیجب علیه الغضاء لان یقرن بعدم امکان التعرض عنه فیکون کالقوی الذم

علاوہ منہ فلیراجع (رد المحتصر ص ۳۱۰) کے اور اہانت نکولنے میں یہ فرق ہے کہ اول غیر
غیر اختیاری پر اور ثانی اختیاری پر یہ نسبت قلیل الوجہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۳۴ ر محرم ۱۳۸۹ھ

روزہ میں استیجار کا پانی خشک کرنا ضروری نہیں:

سوال: کتاب نور الایضاح کی فصل فی الاستیجار میں ذکر صائم استیجار بانہ کے بعد قبل
القیام مخرج کو کسی چیز سے اچھی طرح خشک کر لے، مگر یہ فی اندر کی طرف جذب نہ ہونے چاہئے
کیا یہ قول غلط ہے؟ بینو اتوجروا۔

الجواب باسم منہم العوالب

اس کی کوئی ضرورت نہیں، استیجار سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر پانی موزن
خشک نہ ہو کر بج جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر استیجار میں ایسا نہیں ہوتا، قال فی الاطالیۃ
ولو بائع فی الاستیجار لم یحق بلفظ موضع الحقیقة فمدا وھذا قلما یكون
ولو کان فیورث داؤہ عظیمًا (رد المحتصر ص ۳۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۳۴ ر ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

رجب کے روزہ کا حکم:

سوال: رجب کی ۱۰ تاریخ کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا۔

الجواب باسم منہم العوالب

قال فی الاحیاء فی بیان النیالی والایام الفاضلة ویوم سبعة وعشرین من رجب
لہ شرف عظیم روی ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ مہام ستین شہرا وهو
الیوم النہای یھبط اللہ فیہ جبرائیل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بالرسالة، وقال الزین العنراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیرہ اعطاء الایام حدیث
ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ
لہ مہام ستین شہرا وهو الیوم الذی یھبط فیہ جبرائیل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سلو رواہ ابو موسیٰ المدینی فی کتاب فضائل النیالی والایام من روایۃ شہر بن حوشب
عنه راجعاً للعلوم ص ۱۳۴) اس روایت سے استحباب ثابت ہوتا ہے، ابو یزید

بہاؤ شاکی کہ جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید کوئی خاص قسم کا بیوہ اور بیوہ عوام اس روزہ کی فضیلت معراج کی وجہ سے سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا شبہ معراج ہو، مختلف ہے، لیلۃ المعراج اور اس کے بعد کے دن میں کوئی عبادت نافذ نہیں، جو کہ رات ابدہ دن کی فضیلت مستم ہونے کے باوجود حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا تقصروا لیلۃ الجمعة بالقیام من میں النبیالی ولا یوم الجمعة بالصیام من میں الایام، غرضیکہ ہر رجب کا روزہ فی نفسہ مستحب ہے، مگر وہ ہم پر فساد عقیدہ کی وجہ سے اس سے احتراز کرنا چاہئے، ۲۰ رجب کی شب میں عبادت سے متعلق احیاء العلوم کی روایت کو عراقی نے منکر قرار دیا ہے، لیلۃ المعراج میں اختلاف کی تفصیل احسن الفتاویٰ کے مسائل فقہی میں آئے گی، اللہ اللہ تعالیٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (نظر ثانی میں اس روزہ کو بدعت قرار دیا ہے تفصیل تمہید میں ہے) ۱۱ رجب سلمہ حالۃ کارمضان میں کھانا پینا،

سوالی: اگر رمضان میں عورت یام کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو اس کو دن میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ بدینہ التوجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آگیا، ترک کیا اپنا نام تو بڑا لیکن درمردوں کے سامنے دکھائے، اور اگر دن کو حیض سے پاک ہوئی تو دن کا باقی حشر روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہے، قال فی التنبیرویسستم صلوۃ وضو ما مونی المشاہیة عن البحر دھل بکوة لہ التشبہ بالصوم ام لا مالی بعض المحققین ان الاول لان الصوم لھا حوام فالتشبیہ مثله واعتدین بالثبہ یستحب لھا الوضوء والتعود فی معصاھا وھو تنبیہ بالصلوۃ لھ فناملی (رد المحتار ص ۱۶۲۶)؛ وقال ابو عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ العائش اذ اظہرت فی رمضان فانہا تسبک تشبہا بالصائت لعمرة التہرم تقصی (رد المحتار ص ۱۶۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۲۱ رمضان ۱۲۸۵ھ

تفسیر کاغذوں اندر جانا مفسد ہے :

سوالی: تفسیر کاغذوں حلق میں سے بیٹھ میں چلا گیا، تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو یا نہیں؟ بدینہ التوجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

اس سے روزہ ٹوٹ گیا، صرف تفسار واجب، رکفارہ نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ رمضان ۱۴۱۹ھ

آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

سوال: آنکھ میں بہتی ہوئی دوا ڈالنے سے حق میں دوا کا صاف اثر معلوم ہوا کہ

اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا!

الجواب باسم ملهم الصواب

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ رقبۃ ولان رحمہ

طہمہ فی حلقہ، ہی طعم الکحل أو الذہن کما فی السراج وکن الیوم فی توجہ

نوبہ فی الاصح بحر، قال فی التمر لان الموجد فی حلقہ أشد أخذ من السام

الذی هو محل البدن والمطرانہ والذہن من الماء الذی لا یغسل بہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ رمضان ۱۴۱۹ھ

روزہ میں منجن ملنا مکروہ ہے:

سوال: روزہ میں منجن یا توخہ پیسٹ یا عورت کو منجنی نہی اس لگنا ناجائز ہے

یا نہیں؟ بیٹو! توجروا!

الجواب باسم ملهم الصواب

مکروہ ہے، اور اگر کوئی منجن حلق سے نیچے کر گئی تو روزہ نامہ ہو جائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ رجبہ ۱۴۱۹ھ

کالچ کر کے چڑھانا مفسد ہے:

سوال: اگر کسی کی کالچ ٹکرائے، اور من کو کر کے چسٹھائے تو روزہ نامہ ہوگا

یا نہیں؟ بیٹو! توجروا!

الجواب باسم ملهم الصواب

روزہ نامہ ہو جائے گا، فی الشامیۃ عن النعم خرم سرمہ فغسلہ فان

ما قبل ان یغسلہ نفسہ سرمہ والذہن لا یرد اعتبارہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ رجبہ ۱۴۱۹ھ

بواسیر کی سبب سے پروا لگانا مفسد نہیں؛

سوال: بواسیر کے متوں کو بانی سے ترک کر کے لو پر چڑھانے اور متوں پر دوا لگانے سے روزہ فاسد ہو گیا ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جبراً،

الجواب باسم ملہم الصواب

بواسیر کی سبب سے موقع حقہ سے بہت نیچے ہوتے ہیں، اور بر لو مقعد داخل ہونے والی چیز جب تک موقع حقہ تک نہ پہنچے مفسد نہیں، لہذا متوں کو بانی سے ترک کر کے چڑھانے سے اور متوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ کایچ کو ترک کر کے چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے کہ یہ موقع حقہ تک پہنچ جاتی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

نایا بلخ روزہ توڑ دے تو قضا ضروری نہیں؛

سوال: نایا بلخ پر روزہ فاسد کر دے، یا اس کا والد رحم کی وجہ سے روزہ کھوارے یا فاسد کر دے تو اس پر یا اس کے والد پر قضا کیا گناہ واجب ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جبراً،

الجواب باسم ملہم الصواب

نایا بلخ روزہ توڑ دے تو اس کی قضا، کھولنا ضروری نہیں، نماز توڑ دے تو دوبارہ پھرنا واجب ہے، سات برس کا ہو تو زانی کہا جائے، اور دس برس کا ہو تو مار کر نماز پڑھائی جائے، نقل فی الشامیۃ عن احکام الاستروشنی الصبی اذا افسد صیامہ لا یقضی لانیۃ یلعقہ فی ذلک مشقۃ بخلاف الصلوۃ فانہ یؤمر بالاموات لانہ لا یلعقہ مشقۃ (مراد المختار ص ۱۱۰ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹۔ غرضال مسئلہ

شوال میں قضا روزے رکھنے سے شش عید کا ثواب نہیں ملتا؛

سوال: رمضان کے قضا روزے شش عید میں رکھے تو ان چھ روزوں کا ثواب بھی اس کو ملا اور قضا بھی ہو گئے؟ یا صحیح ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جبراً،

الجواب باسم ملہم الصواب

حدیث مسلم من صام رمضان ثم اتبعہ ستاً من شوال کان کصیاً الذی ھو سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھ روزے غیر رمضان کے مہینوں میں، نیز صیام دہر کے ثواب کی وجہ سے

بتائی جاتی ہے کہ ہر سال کا قواب کم از کم دس گنا ہے، اس حساب سے رمضان کو مہینہ دس ماہ کے
تاکثر مقام چوہا پورے سال سے دو ماہ رہا گئے، اس کی تکمیل کے لئے شوال کے چند روزے ہیں،
جو کچھ روزے دو ماہ کے قائم مقام ہیں، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ نفل روزے مرد ہیں،
ان یا بار میں قضاء روزوں سے یہ فضیلت حاصل نہ ہوئی۔

مہرم عاشوراء کی مشرعیّت، بطور شکرانہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فضیلت
بھی نفل روزہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس روز قضاء روزہ رکھنے سے یہ ثابت نہ ملے گا،
نصف شعبان و یوم عید کے روزہ میں تطوع کی تہ کیسے سے ثابت نہیں ہوئی، اگرچہ
ایسے نفعائیل کا ورد و بالعموم فوائیل ہی کے لئے ہے، مگر روایات کے الفاظ مطلق ہیں، ظاہر
الفاظ کے بیش نظر اسی روزوں میں قضاء روزہ رکھنے سے حصول فضیلت، بعد نہیں بالخصوص
جبکہ انما عندہن عبدی ہی کی نشہ رست بھی ہے،

بعض علماء نے عدم فضیلت پر یوں استدلال کیا ہے کہ فرض میں نیت نفل صحیح نہیں
یہ استدلال اس لئے نام نہیں کہ یہ ان نیت نفل کا مسئلہ نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ فضیلت
معرودہ صرت نفل ہی کے لئے ہے یا مطلق مہرم کے لئے خواہ نفل ہو یا فرض، و نظیر ما حور
ابن عبدین رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یسأل الفضل التہجد بقضاء انھو اثنت
بعد الفاعل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گزشتہ سالوں کے فدیہ میں وقت ادا کی قیمت معتبر ہے:

سوالی: اگر بعد بلوغ ادا نفل عمر میں روزے قضاء ہو گئے، اب بوجہ ضعیفی و کمزوری
قضاء رکھنے سے معذور ہے، تو کیا فدیہ میں گنہگار کی قیمت چالیس سال قبل کی لگانا جائیگی
جب روزے قضاء ہوئے تھے، یا مجرد نرخ لگانا جائے گا، اگر اقساط میں فدیہ ادا کیا جائے
تو نیت کے روزہ نرخ ہے، وہ محسوب ہوگا، یا وقت ادا بہ نرخ ہوگا، واجب ادا ہوگا یا نہیں؟
الجواب: باسبب مہرم المصواب

فدیہ میں عمل واجب خود میبوں ہے، قیمت اس کے قائم مقام ہے، اس لئے ہر صورت
وقت ادا کے نرخ کا اعتبار، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

مشتبہ وقت میں سحری کھانا مکروہ ہے:

سوالی: انان ہوتے ہی سحری چھوڑ دی کئی، لیکن ایک دو لقمہ جو منہ کے اندر تھا وہ

نکل کر اپنی اپنی شرفہ روزہ ہو گا۔ اس کی قضاء لازم ہے، بعض لوگوں کو دیکھ گیا کہ استاذین
نہ کر رہے تھے صریحاً منہ پر ہے اور اذان شروع ہے، لیکن ہوشیاری سے چاہئے
پاک کر لیجئے، شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جرد،

الجواب باسم ملہم الصوم اب

اگر یہ ظن غالب ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد اذان شروع ہوئی تو روزہ نہ ہو گا، اور
اگر حالت مشتبہ ہو تو اس وقت کھانا نہ کرو، مگر روزہ صحیح ہو جائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۵ رمضان ۱۴۲۵ھ

ذریعہ کفایت دار:

سوال: ایک شخص بیمار کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا اس کا ذریعہ کیا ہو؟ بینوا تو جرد

الجواب باسم ملہم الصوم اب

صحت کے بعد روزہ قضا رکھنا فرض ہے، البتہ اگر صحت کی کوئی امید نہیں رہی اور
آخر تک روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہوئے، یا بالکل بالوسیع ہوئے اور مختصرے ایام پر بھی
روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، تو ایک روزہ کے عوض ۲۰۲۵ کو گنیمت کی تحریک کسی مسکین کو دینے
وزن کی تحقیق کے لئے میرا رسالہ تبصرات تحقیق الفقار علیہ السلام، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۵ ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

ذریعہ و کفارہ کا فرکو دینا جائز نہیں:

سوال: ذریعہ اور کفارہ کا لحام کا فرکو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جرد

الجواب باسم ملہم الصوم اب

کافر حری کو دینا بالاتفاق جائز نہیں، اور زنی کو دینے میں اختلاف ہے، احمد و حارز
ہے، (في خيار الشامية تحت قوله ومعصم قال الرمي وفي الحارثي وابن الطحيم
فقراء أهل الزمان جاز قال أبو يوسف رحمه الله تعالى لا يجوز به تأخذ له
قلت بل صرح في كافي الحاكم بنده لا يجوز لغيره كرهه خلفاويه فلم يأنه ظاهر الزيادة عن
الكل ارد المحتار ۳۳، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۸ ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

صحت کے بعد غروب تک کھانا پینا جائز ہے:

سوال: چندہ کے روزہ کی حالت میں بیٹ میں مستحکم درد ہو گیا، دراستی

کی اگر ہم ہو گیا تو غروب تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے یا مستحب؟ بینوا تو حرجوا،

الجواب باسم ملہم الصواب

واجب ہے، فی العلائق کسافر اقام وعائظ ونساء وفتویٰ ووجنوں افاق
ومرضی صوم ومفطر ولو مکرھا او خطا وحبس یلغ وکانرا سلم ودر المختار ۱۱۱ فقط والله تعالیٰ اعلم
۱۶ شوال ۱۳۹۶ھ

روزہ میں قے کا حکم،

سوال: بے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو حرجوا،

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر قے نہ بھر آئی اور ایک پے کی مقدار یا اس سے زائد عمر واپس لڑائی تو روزہ ٹوٹ گیا،
تغافر وضع ہے، کفارہ نہیں، اور اگر جان پر کچھ کھنڈ بھرتے کی تو اس صورت میں بہر حال روزہ
فاسد ہو جائے گا اگرچہ واپس نہ لواتے، البتہ نہ بھرتے نہ ہو تو فسد نہیں، قال فی الشامیۃ
(قوله فان ذریعہ التفرغ والمسا لہ تنفرغ الی اربع وعشرین صرۃ لانه اما ان یفر او
یستقر فی کل امان بسلام الغم او دقته وکل من الاربعۃ امان ان یرحم او اعدا واعداء
وکل اما ان یرحمہ او لا ولا فطر فی کل علی الاصح الا فی: الاعلۃ والاستقام بشرط الخلاء
مع التذکر شرح الملتقی رد المحتار ص ۱۳۰ ج ۲، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

قے کو فسد سمجھ کر کچھ کھا لیا تو کفارہ نہیں؟

سوال: اگر ایک انسان نے غیر فسد صوم قے کو فسد سمجھ کر اس کے بعد کچھ کھا لیا

تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو حرجوا،

الجواب باسم ملہم الصواب

کفارہ نہیں، صرت تغافر وضع ہے، قال فی شرح التفرغ او ذریعہ التفرغ یفطن
انہ افطر فاکل عند الشبہ ولو علم عدم فطرۃ لزمته الکفارۃ، ومثال
اس ما بدین رحمہ اللہ تعالیٰ لوجود شبہۃ الاشتباہ بالظہیر فان التفرغ
والاستقام متشابھان لان مخرجہما من الغم (رد المحتار ص ۱۲۸ ج ۲) فقط والله تعالیٰ اعلم،

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

کھارو کی قیمت دار :

سوال : ایک آدمی ہر روز دن کا کھانا لازم ہے، اس کے لئے ایک روزہ کا کھانا اور رات کا کھانا ہے، صرف دن یعنی یہی وغیرہ اور اگر کھانا ہے، تو یہ بت کریں کہ ایک روزہ کا کھانا مثالی قیمت کے اعتبار سے کیا ہوگا؟ بینو! توجروا!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

محرم سن ۱۲۸۵ھ روزے رکھنے کی قدرت نہیں تو ایک مسکین کو ۲۲۵ کوٹھیوں کی قیمت، ساڑھے دو تھک بھے یا ساٹھ مسکینوں کو ایک ہی دن میں دیرے، ہر مسکین کو ۲۲۵ کوٹھیوں کی قیمت، فقہ دانہ تعالیٰ اعلم
روزہ کی قضاء میں دن کی تعیین :

سوال : اگر کسی مرنے کے وجہ سے متعدد روزے چھوٹ گئے، اور اب اس کا ارادہ کرنے کا ارادہ ہے، تو کیا اس میں دن کی تعیین ضروری ہے کہ فلاں دن کا روزہ رکھ رہا ہوں یا کہ مطلق روزہ کی نیت کافی ہے؟ بینو! توجروا!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

اگر ایک ہی روزہ تھا، جو ابو یا ایک رمضان کے متعدد روزے تھا، مجھے جوں تو نیت میں دن کی تعیین ضروری نہیں، اور اگر متعدد رمضانوں کے روزے تھا، جوں تو اشتراط تعیین رمضان میں اختلاف، دونوں تو صحیح ہیں، تعیین شرط ہے، قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسرر شتی، لا یؤی قضاء رمضان ولا تعیین الیوم صح وقرن رمضانین کقضاء الصلوٰۃ صح ایضا، والیوم واللیلیۃ اول الصلوٰۃ علیہ، و آخر صلوٰۃ علیہ کذا فی الکفر قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط تعیین فی الصلوٰۃ وکنایہ رمضانین الخ، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ بقولہ صح ایضا، وان حریض الخ عدم التاخر فی باب شرط الصلوٰۃ عن القہستانی عن النبیؐ أنه الاصح الاول تعجبہ عن المروانیۃ ایضا، وان تعیین احوط بقولہ والاصح اشتراط تعیین الخ صحیحہ ابن ابی شیبہ من اختلفی فقد اختلفت الصحیحہ ورو المعتمد ۸ ج ۵ ص ۵۰۰ فقہر اللہ تعالیٰ اعلم

مسواک کا ریشہ پیٹ میں جانا مفسد نہیں،

سوال: مسواک کرنے وقت اس کا ریشہ حلق میں چلا گیا، اور کوبیشنل کے وجود باہر نہ نکلا، تو اس سے روزہ تو فاسد نہیں ہوا؟

الجواب باسمہم الصواب

وانتوں میں ان کے ہونے کھانے کا ذرا اگرچے کے دانے کم مقدار میں حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے احتراز ضروری ہے، اس سے ثابت ہوا کہ مسواک کے ریشے سے بھی روزہ نہ ٹوٹے گا، لا تشذالہ العلق، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۳ شوال ۱۴۱۹ھ

ثبوت رمضان کی غلط فہمی سے روزہ رکھ لیا:

سوال: ہمارے قریب ایک گاؤں کے لوگوں کو مذہب کی خبروں سے ثبوت رمضان کا ہو کر ہوا، انھوں نے مذہب کی خبر سے یہ سمجھا کہ رمضان کا چاند نظر کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس لئے روزہ رکھ لیا، بعد میں ظاہر ہوا کہ چاند کا فیصلہ نہیں ہوا، پس نے ان کو روزہ توڑنے کو کہا، بعض نے توڑ دیا اور بعض نے نہ توڑا، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ میرے خیال میں یہ روزہ حرام ہے، اور اس کا توڑنا واجب ہے، کیا پچھنے فیصلے سے آگاہ فرمائیں؟ یدینوا تو جروا،

الجواب باسمہم الصواب

یہ دفعہ ابتداء ثبوت رمضان میں غلط فہمی پر مبنی ہونے کی وجہ سے حکم موم مظنون ہے، مگر خروج حقیقت کے بعد حکم موم یوم شک ہو گیا، اس لئے کہ مطلع صحت نہ تھا، ابتداء عدم ثبوت رمضان کے بعد اس روزہ کی غیبت رمضان باقی رکھنا مکروہ مخفی ہے، اگر یہ نیت کر لی تو اس روزہ کا نقص واجب ہو، اور نفل در رمضان میں متردد نیت سے باقی رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، اس کے نقص سے قضاء واجب نہیں، اور فاقص نفل کی نیت سے البقاء جائز ہے، اور اس کا نقص موجب قضا ہے، مگر عوام کو موم غیبت نفل سے بھن منہ کرنا چاہئے، ————— ابتداء موم یوم شک غیبت نفل عامی کے لئے بھی دوسرے قول میں، انھوں نے ایک یہ کہ اس میں اس کی روزہ رکھنے کی عادت ہو، اور دوسری یہ کہ رمضان سے قبل دو سے زائد روزے رکھے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۸ رمضان سنہ ۱۴۱۹ھ

قدیر رمضان سے قبل دینا جائز نہیں،

سوال: رمضان کے روزوں کے قدر یہ کی رقم اگر رمضان آنے سے پہلے ایرو انس میں

دہرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی ابھی روزے نہیں آئے اور روزہ کا فائدہ پہلے ہی دیکھا، جینوں کو تھوڑا

الجواب باسمهم عليهم الصواب

نذیر برپا ہوا ہے، اور سب وجوہ موم شہوہ بظہر ہے، البتہ رمضان شروع ہونے سے قبل نذیر دینا قبل وجود السبب ہونے کی وجہ سے درست نہیں، البتہ رمضان شروع ہونے پر آئندہ ایام کا نذیر بھی وقت دے سکتے ہیں،

اس کے برخلاف صدقہ الفطر کا سبب وجوب اس ہے، جو رمضان سے قبل بھی موجب ہے، اس لئے عل الرائج صدقہ الفطر رمضان سے قبل دینا صحیح ہے، بلکہ کئی سالوں کا مؤخر بھی دینا درست ہے۔

سوال: کیا پانی یا گھورے روتھ انظار کرنا مست ہے؟ بینو اتوجہ دے!

الْجَوَابُ بِأَعْمَ مَلَهُمُ الصَّوَابُ

تازہ کجھوڑ سے افطار مستحب ہے، وہ نہ بول کر خشک کجھوڑ سے نہ بھی نہ ہو تو پانی سے منہ نشہ
ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجع فمہ
نقیطہ من لا فلیطہ علی ماء فان الماء طہور وستر منی من ۱۲۳۲ھ ومن سلمان بن
عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدکم
حاشا فلیطہ علی التمر فان التمر فعلی الماء فان الماء طہور وایودہ مشہور :
ومن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یغسل علی ربطات قبل ان یصل فان لم تکن ربطات فعلی تمرات فان لم تکن صحاحۃ
من ماء (ایودہ مشہور ۱۲۳۳ھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴۰۰ شوال ۱۴۰۰

روزہ کی نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

[illegible]

الجواب باسم ملهم الصواب

بیچ صادق سے غریب آفتاب تک کئی رقت کے نصف کو نصف انہما شرعی کہہ جاتا ہے

صحیح صادقؑ در طلبِ آفتاب کے درمیانی مدتِ وقت ہو تا ہے نصف النہار شرعی و نصف النہار عرفی
 (وقتِ زوال) کے درمیان اس کا نصف ہو تا ہے، مثلاً صحابہؓ سے طلوعِ آفتاب تک و غیرہ گنتے
 ہو تو نصف النہار عرفی سے بچ کر گنتے ہیں نصف النہار شرعی ہو گا، اس وقت کی مقدار ہر موسم میں اور
 ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے۔ اس نے کوئی مقدار گنتوں سے متعین نہیں کی جاسکتی، ضابطہ مذکور
 کے مطابق عمل کیا جائے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۳، رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

صحیح صادقؑ کے بعد سفر کا ارادہ ہو تو روزہ چھوڑنا جائز نہیں:

سوال: زید کا دن میں سفر پر جانے کا ارادہ ہے تو اگر وہ سوئی کھائے مگر روزہ کی

نیت نہ کرے تو جائز ہے؟ بینوا تو جردا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو شخص بوقتِ صبح مرن سق میں نہ ہو اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اگرچہ

دن میں سفر کا جزا ارادہ ہو، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳، رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

مسوڑھوں سے خون بلا اختیار میٹھ میں جانے کا حکم:

سوال: میرے مسوڑھوں سے خون نکلتا ہے، آجکل روزوں میں دہرے کے بعد خون
 بہت جاری رہتا ہے، یہ کیفیت، انحصارِ سونے کی حالت میں ہوتی ہے، خون تھوکر بہتا ہے
 رہتا ہے، ہمارے کسی ضرورت میں تو احتیاط کرتا ہوں، لیکن سونے کی حالت میں غفلت میں
 ٹھوس مٹی کے نیچے آکر جاگتا ہے، اب تک رمضان میں یہاں دیر نہ ہو سکتی، میرا روزہ ہوا یا تھا۔
 روزہ رکھنا ہوگا، آجکل چند راستے گزرتے ہیں، کوئی دلی کو اگر سوڑوں تو راست کی عبادت میں غلط ہوگا
 اور نوکری کرنا بھی، عالی ہوگا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جردا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

خون اگر ضرورتِ مطلق میں گہ مگر پیٹ میں نہیں پہنچا تو روزہ نہیں توڑنا، اور اگر خون غلب
 ہو، یعنی تھوکر کا رنگ سرخ کی بجائے زرد ہو تو پیٹ میں جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا
 البتہ خون غلب ہونے کے باوجود مطلق میں، اس کا مزہ محسوس ہو تو میٹھ میں جانے سے روزہ
 ٹوٹ جائے گا، اسی طرح خون غالب ہو یعنی تھوکر سرخ ہو تو پیٹ میں جانے سے روزہ جانا ہوگا
 اگرچہ مزہ محسوس نہ ہو، جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں اگر سونے کی حالت میں

اور کسی عذر سے خوش بلا اختیار بیٹ میں ترجیحاً، تو تو عدم فساد کے قول کی تفسیر معلوم ہوئی ہے، مگر انی الشامیہ مجملہ بہتر یہ ہے کہ اگر مستقبل قریب میں صحت متوقع ہو تو روزہ نہ رکھیں، بعد میں تہنہ کریں، اور اگر روزہ کی حالت میں بغیر اختیاری طور پر بخون پیٹ میں چڑا گیا تو صحت کے بعد بنیاداً اس روزہ کی قضاء کریں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

نفل روزہ میں حیض آگیا تو قضا واجب ہے :

سوال : ایک عورت نے نفل روزہ کھا، دن کے کسی حصہ میں حیض آگیا تو کیا پاک ہونے کے بعد یہ روزہ قضا کرنا ہوگا؟ بینوا تو جروا :

الجواب بآئینہ ملامہ الصوم

اس روزہ کی قضا واجب ہے قال فی العلائق والوشیعت تطوعاً فیہما فحاشیت فضتہما، رد المحتار ص ۱۸۶۸ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۲۶ شوال سنہ ۱۴۲۵ھ

بحیث روزہ فرج میں روا لگنا :

سوال : روزہ کی حالت میں دن میں عورت کو اپنی شرمگاہ میں ٹیوب لگے ناجائز ہے یا نہیں؟ اور روزہ تو فاسد ہوگا، جبکہ شرمگاہ میں دھم ہو، شرمگاہ کی حکم ہے؟ بینوا تو جروا :

الجواب بآئینہ ملامہ الصوم

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ فرج داخل میں دوا پہنچنے سے ٹوٹ جائے گا، اوپر کے مستطیل سوراخ کے آخر میں گون سوراخ سے فرج داخل شروع ہوتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ ذی القعدہ سنہ ۱۴۲۵ھ

نظارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے :

سوال : ایک شخص کے اوپر رمضان شریف کا نذر تھا، اس نے روزے رکھنے شروع کیے مگر مین میں بیماری کی وجہ سے ایک روزہ بھول گیا، کیا اب اس کی تہنہ ٹوٹ گئی؟ اس روزہ سے آگے روزے رکھتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا :

الجواب بآئینہ ملامہ الصوم

زمرہ نماز روزے رکھے، قال فی التنبیہ کہ کفارة المظاہر، وفي الشافعیہ

اسی مسئلہ کی التعمیم فیعتق اولاً فان لم یجد ستم شهرین مثلاً لعین فان لم یصلہ
اطعم متین مسکیناً الحدیث الثعلبی المعروف فی الکتاب الستة فلو اضطر ولو لم یجد
استأنف الا بعد راحة الجحش (رد المحتار ص ۲۱۱۹) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۰ صفر ۱۲۸۵ھ

قدیر میں ہر چیز کی جاسکتی ہے :

سوال : قدیر میں غریب یا شخص کو کیزاٹے سکتے ہیں یا نہیں : موجودہ وقت میں ایک
منازل یا روزہ کا قدیر بصورتِ نقد تعزیناً ایک روپیہ ہوتا ہے : اگر بیٹا روپیہ کا کسب خرید کر
ایک شخص کو دید یا تو ایک روزہ کا قدیر ادا ہو یا بیٹا کا : اگر کسب کی پانچش ار طول در عرض کو
دیجھا جائے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایک روزہ کا قدیر ہوا اور اگر قیمت کو مد نظر رکھا جائے
تو میں روزوں کا ادا ہوا : بینوا تخرجوا :

الجواب باسم ملہم الصواب

قدیر میں گھجوں کی قیمت کے برابر کر دیا غیر دینا بھی جائز ہے : اور متعدد روزوں کے
قدیر کی رقم ایک فقیر کو دینا بھی جائز ہے : اس لئے بیٹا روپیہ کا کسب دینے سے میں روزہ دل کا
قدیر ادا ہو گیا : قال فی التوضیح قدیر منہ ولیہ کا فطرہ و فی الشرح قدیر دفعی
الشامیۃ اسی التشبہ بالفطرۃ من حیث القدر ولا یستلزم التسلیف ہنا بل
تکفی الاباحۃ بخلاف الفطرۃ و کذا فی مثل الفطرۃ من حیث الجلس و جواز اداء
القمیۃ و قال القسستانی و الحلاق کلامہ یدل علی انہ لو دفع الی فقیر حیلۃ تجاز
ولم یشترط العدد و لا القدر لکن لو دفع الیہ اقل من نصف صاع لم یعتد بہ
وبہ یفتی ہوا : بخلاف الفطرۃ علی قول کما مر فی الحاشیۃ : فقط والله تعالیٰ اعلم
۲۵ شعبان ۱۲۸۵ھ

مسکین کو کفارہ کا طعام کھلانے میں متاراج شرط نہیں :

سوال : کفارہ بھیجنا یا روزہ کے کفارہ میں اگر ایک مسکین کو کھانا کھلایا : میں دن یا سات
دن تک : یا ایک روپیہ روپیہ نقد دیتا رہا : تو کیا اس میں تالیف شرط ہے جس طرح روزہ میں
فمن لم یجد قسماً شہرتین مثلاً لعین کا حکم ہے :

بینوا تخرجوا :

روزہ نہ توڑا اور نہ گیا تو گناہ ہو گا، اور یہی حالت اگر وہ یعنی جب کوئی شخص روزہ توڑے نہ پر مجبور کی جائے اور نہ توڑنے کی صورت میں جان سے مار دینے کی دھمکی دے، اور نہ توڑنے کو توڑنا واجب نہیں جائز ہے، اور نہ توڑنا افضل ہے، جان دیدی تو توڑا ہے، البتہ روزہ دار مریض یا مسافر ہو تو اگر وہ کسی صورت میں بھی روزہ توڑنا واجب ہے، قال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ والحبیب المطلق بل الموجب هو الذی ینفخ منه الہلاک، لان فیہ ابقاء النفس الى التہلک لا لاقامۃ حق اللہ تعالیٰ وهو ان وجوب، ولو وجوب التریق فی ہذا بالصائتہ وانہ حرام ککان الاظہار بما تعامل واجبا، و بعد ورفقہ، واما المذبح اللطین من السفر فمافیہ غیو الہلاک بسبب المرم والاظہار فی مثلہ واجب فضلا عن الاباحۃ لما ذکرنا فی المرض، واما الاکراہ علی اظہار صوم ذہور رمضان بہ القتل فی حق الصحیح المقیم فمرخص والصوم افضل حتی لو اتممت من الاظہار حتی قتل یناب علیہ رالی قولہ، واما فی حق المریض والمساقر نہ الاکراہ مبیہ مطلق فی حقہ ما بل موجب والا فضل هو الاظہار بل یجب علیہ ذلک ولا یسحہ ان لا یفطر حتی لو اتممت من ذلک فقتل یا تم (نہ شان) و البصر واللعش الشدید الذی ینفخ منه الہلاک فمجب مطلق بمنزلة المرض الذی ینفخ منه الہلاک بسبب الصوم لما ذکرنا زیدنا ثم ^{۱۱۱۱۱۱} فقط والله تعالیٰ اعلمہ

۱۲ ربیع الآخر ۱۲۵۵ھ

مذہبی نکلنے سے روزہ نہیں توڑتا:

سوال: روزہ میں اپنی پیڑی کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے جوڑ کی وجہ سے روزہ آجائے تو روزہ دہر یا مکروہ قرین ہو گا؟ بینوا فوجروا،

الجواب یا نسیم ملایم الصواب

بوس و کنار کی وجہ سے جو بائی نکلنے ہے اس کو مذہبی کہتے ہیں اس سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا مگر نکلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر روزہ پر خطہ ہو تو بوس و کنار جائز نہیں، مگر بھڑکی ہوا قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ وکرو فحیلة و مس و معانقہ و میا شرفہ فاحشۃ ان لو ما من انفس وان اس قریب من الذاریۃ، فقط والله تعالیٰ اعلم

صیام کفارہ کے درمیان چیخا گیا:

سوال: اگر کسی عورت نے روزہ رکھ کر توڑ دیا اور اب اسے کفارہ کے روزے رکھنے ہیں

کفارہ کے روزے رکھنے ضرورت کے توجہ سے روز بعد اس کے ماہِ ہجری کے دن آگئے، اب وہ روزہ نہیں رکھ سکتی، اور کفارہ کے روزوں میں نہ نہیں ہوتا، ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا وہ ماہِ ہجری کے بعد دوبارہ کفارہ ضرور کرے؟ بیٹو! توجہ دے!

الجواب باسم ملہم الصواب

ماہِ ہجری کی وجہ سے کفارہ کے روزوں میں فصلِ معصر نہیں، ماہِ ہجری ختم ہوتے ہی فوراً روزے شروع کرنے، اسی طرح نہ ٹھہر روزے پہلے ورپے پورے کرے، مگر ماہِ ہجری ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی نافع کیا تو نئے سرے سے نہ ٹھہر روزے رکھنے پڑیں گے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
ہر شوال ۱۳۸۶ھ

در روزہ سے روزہ آؤرنا،

سوال! اگر کسی ماہِ عورت کو حمل کی وجہ سے کافی کمیف ہے، اور روزہ رکھ کر فوری بی ہے، بعض تکلیف کی وجہ سے اور سوچ غروب کے وقت اس کے بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس عورت کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا اس پر روزہ ٹوٹنے کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے؟ یا عین قضاء؟ بیٹو! توجہ دے!

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر روزہ نہ توڑنے سے عورت بچہ کو کوئی نقصان پہنچے گا، عین غائب ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے، عورت قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں، ہر دن ایسے خواہ کے روزے رکھنا کہ کفارہ واجب ہے، البتہ اگر اسی روز غروب آفتاب قبل بچہ پیدا ہو گیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
ہر شوال ۱۳۸۶ھ

بھیائے روزہ لغاتہ کا گوئد زبان سے ترک کر کے بند کرنا،

سوال! روزہ کی مامت میں زبان سے لغاتہ کو گوئد لگا کر چسپاں کرنا بلا کر اہستہ روست ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجہ دے!

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر زبان سے لغاتہ کا گوئد چسپاں کرنا محکوم ہو گیا تو روزہ ناسد ہو جائے گا، اور اگر چسپاں کر کے بعد محکوم دیا تو اس سے روزہ ناسد نہیں ہوگا، مگر ایسا کرنا مکروہ تخریجی ہے، قال فی الحلائیۃ دیکوہ ذوق شیء وکن مضغہ بلا مذکر، قید فیہما قالہ العیاضی

ممكن زوجه الوصيده اسمي الغن فذاقت مني الشامية الظاهر ان الكراهة في هذا الاشبه بمتنحية ومضى (رد المحتار ص ۱۲۲ ج ۲) فخطوا الله تعالى لعلم

۲۶ ر شوال ۱۲۸۵ھ

سحری کھانے کے بعد رکلی کرنا،

سوال: سحری کھا کر رکلی نہ کرے اور اسی طرح سو جائے تو روزہ میں کچھ حصر ج تو

نہیں ہے؛ یعنی اتوجردا،

الجواب باسسم ملہم الصواب

اگر اتوں میں کھا یا رکلی کرے کی مقدار یا اس سے زیادہ حلق میں اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جاتے گا، صریح قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، اور اگر چنے کی مقدار سے کم ہو تو مفسد نہیں، لہذا اس صوم کے خطوط کی وجہ سے کفر کے سوا کچھ ہے، قال فی شرح التوسیر ولو اکل لسانا بین اسنانہ ان مثل خمسة فاک غن غن فقط وفي أقل منها لا یفطر (رد المحتار ص ۱۲۲ ج ۲) فخطوا الله تعالى لعلم

۲۶ ر شوال ۱۲۸۵ھ

۳۵ تاریخ کے پیر بھکار روزہ بدعت ہے؛

سوال: ہماری طرف سے بدعت ہے کہ چاند کی ۲۵ تاریخ میں پیر کھائے تو اس دن روزہ رکھتے ہیں، اور اس میں بڑا ثواب جانتے ہیں، کیا بدعت رکھنا جائز ہے؟ جیسے؟ اور ایسے روزہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یعنی اتوجردا،

الجواب باسسم ملہم الصواب

شریعت میں اس روزہ کا کوئی ثواب نہیں، لہذا بدعت اور گناہ ہے، فخطوا الله تعالى لعلم ۳۶ ر شوال ۱۲۸۵ھ

حدیث "وقت اذان ہاتھ میں پیالہ ہو تو پانی پینے کا مطلب؛

سوال: حدیث "ہاتھ میں پیالہ ہو اور اذان ہو جائے تو پانی پینے سے اس سے بظاہر معافی ہونے کے صریح صاف کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے، حدیث کا کیا مطلب ہے؟ یعنی اتوجردا،

الجواب باسسم ملہم الصواب

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعلق اجمعین نے اس حدیث کی مختلف توجہیں بیان فرمائی ہیں؛

- (۱) جب روزه و نیکو عن غائب ہو کہ اذان قبل از وقت ہوئی ہے،
 (۲) حضرت بذل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان مراد ہے جو صحیح صلاوت سے قبل رجب کا تہمہ الیقاظ
 نام کے لئے ہوئی تھی،
 (۳) یہ افطار سے متعلق ہے، مقصد یہ ہے کہ حالت افطار میں اذان سننے یا اس کا جواب لینے
 کے لئے افطار میں وقف نہیں کرنا چاہئے،

بنوہ کے خیال میں اس کی سند زیر ذیل ترجیحیں بھی ہو سکتی ہیں:-

- (۴) اس کا روزہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب پانی پینے کے
 لئے پانی نہ ہو تو اسے لیا جواز اس حال میں اذان شروع ہو جائے تو پانی پینے، اذان کے
 استماع و جواب کے لئے پانی نہ چھوڑے،

بعد میں ترجیح بذل الجہود میں مل گئی، نقضہ الحدیث من توفیقہ لموافقة الاکابر،

- (۵) حدیث میں نذر کا لفظ ہے، جس سے اقامت مراد لی جاسکتی ہے، یعنی ایسی حالت میں
 قامت شروع ہوئی کہ پانچویں ہے تو پانی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہو،
 (۶) الحاق: یہ حدیث صحیح نہیں (علل الحدیث ص ۲۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رجب سنہ ۱۲۹۸ھ

بیوی کے فرج میں انگلی ڈالنے کو مفسد سمجھ کر حرام کر لیا:

سوال: بیوی کی شرمگاہ میں دو ڈالنے کے لئے اندھا نگلی داخل کی اور شہوت غالب
 آئی تو خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد رملی کر لی، اب اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو خود!

الجواب: باصمیم ملہم! الصواب

روزہ کی قضاء اگر کفارہ واجب ہے، قال فی شرح التتویر فعل ما لا یظن افطر
 به کفصد و کحل و لمس و جماع ہیمة بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر و تحو
 ذلك نظن فطره به فالحکم بعد افض فی الصور کلها و غیرلا به عن فی غیر محلہ،
 (رد المحتار، ص ۱۱۸ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ رجب سنہ ۱۲۹۸ھ

عورت نے فرج میں انگلی ڈالنے کو مفسد سمجھ کر کچھ کھامیا:

سوال: زید کی بیوی کا روزہ تھا، زید نے اپنی انگلی اس کے فرج میں داخل کی، بیوی

نے سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، اس نے کچھ کھالی لیا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا قہودا،

الجواب باسم ملہم الصواب

فروج میں خشک انگلی داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کے بعد کھانے سے روزہ ٹوٹ گیا، قضاء اور کفارہ واجب ہے، البتہ انگلی گیل ہو، خشک انگلی فروج میں ڈال کر پوری یا کچھ حصہ باہر کھینچ کر پھر اندر کر دی تو اس سے روزہ ٹوٹ گیا، صرف قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں اس کے بعد کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب نہ ہوگا، قال فی العلائق فعل ما لا یظن الفطر بہ کفصہ وکعل ولس وجماع ہیمة بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر ورج وذلک نفس ظہور بہ تاکل عمدۃ افعی فی النصوص کما ذکر لانه عن فی غیر محلہ، وفي الشامیۃ وقولہ نوادخال اصبع ای یا بسۃ کما تقدم ۷ فلو مبتدئۃ فلا کفارۃ لاکلہ بعد تحقق الاطوار بالبلۃ ط (رد المحتار ص ۱۱ ج ۲) فقط والله تعالیٰ اعلم
ار صفر ۱۳۲۸ھ

ہاتھ سے منی نکالنا مفسد صوم ہے :

سوال ! منی ہاتھ سے خارج کرتے کیا زنا کے برابر گناہ ہے ؟ کیا روزہ کی حالت میں ہاتھ کے ذریعے منی خارج کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کوئی گناہ نہیں ہما، بینوا قہودا
الجواب باسم ملہم الصواب

ہاتھ سے منی خارج کرنا بہت سخت گناہ ہے، حدیث میں اس پر لعنت وارد ہوئی ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، قال فی شرح القنوی وکذا الاستسقاء بالکف وان کبر و تعویما الحدیث ما کم الید ملعون، وفي الشامیۃ وقولہ وکل الاستسقاء بالکف ای فی کونہ لا یفسد لکن هذا الزاوم یزول اما لوالا انزل فعلیہ القضاء کما صرح بہ وهو المختار (رد المحتار ص ۱۰۹ ج ۲) وفي الشرح او استغنی بکفہ او بمعاشرۃ فاحشۃ ولوبین الثواثین ما انزل والی قولہ، منی فقط، (رد المحتار ص ۱۲ ج ۲) فقط والله تعالیٰ اعلم
۲۸ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

غروب کے قبل ریڈیو کے اعلان پر فطار کر لیا :

سوال ! ۳۸ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ کو ریڈیو پاکستان نے غروب سے چار باغ منٹ قبل

اذان دینا شروع کیا جو بھی نہ ہوئے پانی تھی کہ اس کے بعد صبح وقت پر اذان لشکر کے لاکھوں اذان دینے پہلے اذان پر جو قبل از غروب لشکر کی بھی روزہ افطار کیا، آیا ان کا روزہ ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اس کی صرف قضاء ہی کافی ہے یا کفارہ بھی لازم ہو گا؟ بینوا تو جروا،

الجواب یا ستم ملہم الصوم اب

اس وقت آفتاب یقیناً مریض تھا، بلکہ دوسرا دیکھا گیا ہے، اس لئے کہ وقت میں آذان نہ پڑا، اس لئے کہ وقت آفتاب غروب ہوئے کا یقین نہیں ہوتا، کئی بار اس زمانہ کے وقت آفتاب کو آنکھوں سے دیکھا گیا ہے، میں نے اسکی اصلاح کی بارہا، کوشش کی مگر سب ناکام، اس روزہ کی قضاء واجب ہو، البتہ افطار کرنے والوں کو کہ غروب کا طعن نہ لب تھ، اس کے کفارہ واجب نہیں، ہاں عشاء تک میں افطار کرنے سے وہ جو کفارہ میں دور وایتیں ہیں، اور ایسا واجب و موجب راجح ہے، قال فی التتمہ برادتہ حواذ افطر یظن الیوم لیلۃ والعصر یظن ان الشمس لہ تغرب قضی فقط، وقال الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ دیکفی الشک فی الاول و دون الشانی عمل بالاصل فیہما، وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ دیکفی) ای لا سقاء الکفارۃ الشک فی الاول ای فی التسعۃ (مما لیس فیہ) فقط اللہ تعالیٰ اعلم، ارشاد مفسر

غروب قبل اذان پر افطار کر لیا:

سوال: مؤذن نے اذان تقریباً ساٹھ منٹ پہلے دیکھی، اور میں نے اسی اذان پر روزہ مکمل ڈالا، کیا میرا روزہ ہو گیا؟ بینوا تو جروا،

الجواب یا ستم ملہم الصوم اب

روزہ نہیں ہوا، اگر آپ کو اس اذان کے صبح وقت پر پڑنے کا طعن غالب تھا تو صرف قضاء واجب کفارہ نہیں اور اگر شبہ تھا تو کفارہ بھی واجب ہے، فقط اللہ تعالیٰ اعلم، ہر سوال مسئلہ

روزہ کی حالت میں طرح میں انگلی داخل کرنا:

سوال: عورت کی شرمگاہ میں اگر مرد اپنی انگلی پھرے کیا روزہ نہیں ٹوٹتا؟ بینوا تو جروا،

الجواب یا ستم ملہم الصوم اب

بڑی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے مرد کا روزہ نہیں ٹوٹتا، اور عورت کے روزہ میں

یہ تفصیل ہو کہ اگر ہمیں انگلی داخل کی یا شک انگلی داخل کرنے کے بعد پوری بازاری کہیں چکر بھر آئے
کی تو عورت کا روزہ ٹوٹ گیا، قصداً واجب ہے کفارہ نہیں، قال فی العلائق: لو ادخل رجل اصبعه
الياسه فيه اى وبدا في ادخاله ولو مبتلة فسد روزه المختار (۱)؛ فقط والله تعالى اعلم
۳۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۳۵ھ

مرد کی سہاری اتہر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا

سوالی: مرد اپنا آلت سائل عورت کے فرج میں داخل کرے اور پھر باہر نکال کر دیکھے
اگر آلت سائل خشک ہے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، ایک مولوی صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کیا یہ
صحیح ہے؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

مرد کے عضو کی سہاری عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو گئی تو مرد اور عورت دونوں کا روزہ
فاسد ہو گیا، دونوں پر قضاء اور کفارہ لازم ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو قال فی شرح التنبیہ و تواریت
العقبتہ فی بعد السبیلین: انزل اولاً والی قوله: قضی بکفر روزه المختار (۲)؛ فقط والله تعالى اعلم
۲۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۳۵ھ

عورت دن میں پاک ہوئی تو کھانا پینا ناجائز ہے:

سوالی: اگر کوئی عورت رمضان میں دن میں حیضہ نفاس سے پاک ہوئی تو وہ دن
کے باقی حصہ میں کھاتی پیتی ہے یا روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

غروب آفتاب تک کھانا پینا ناجائز نہیں، روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، قال فی
التنبیہ و الاخیار: ینسکان بقیۃ یومہما و حیث اعلی الاصح کما فی اقام و حائض
و نفاس طہرنا و حیضون: فان فیہ من صوم و صبی یلغ و کافر اسلام (رد المختار ص ۱۲۵ ج ۱)
فقط والله تعالى اعلم

یکم صفر سنہ ۱۲۳۵ھ

بوجہ عذر رکھنے کے روزہ کی قضا کا موقع: مہلّا تو معاف ہے:

سوالی: سفر میں یا حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ چھوٹ جائے، قضا رکھنے سے قبل
ہی انتقال ہو گیا تو کیا گناہ ہو گا؟ بینوا تو جروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر قضاء کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تو یہ روزے صاف ہیں، اور اگر حالت اقامت، صحت اور طہارت میں قضاء رکھنے کا موقع مل گیا ہو تو ترکہ سے قدرہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے، قال فی العلائق فان ما قوا فيه ای فی ذلك العذر فلا تجب عليه الوصية بالعذر بقدره لئلا ادركهم عدة من ايام اخذوا ولو ما قوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدره وادركهم عدة من ايام الغرض (رد المحتار ص ۱۲، ۱۳) فقط والله تعالى اعلم

۱ صفر ۱۳۰۳ھ

مسافر نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تو کفارہ نہیں،

سوال: زید نے سفر میں روزہ کی نیت کی مگر بعد میں نیت بدل گئی اور کھالے یا زنگہ ہو گیا یا نہیں؟ اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

گناہ ہے، کفارہ نہیں، البتہ روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کیا تو وجوب کفارہ میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اس ضرورت میں بھی کفارہ واجب نہیں، قال فی التذکرہ و لو نوى مسافر ان يفطر فاقام ونوى الصوم في وقتها صح ويجب عليه لو في رمضان كما يجب على مقيم تمام يوم، نه سافر فيه ولا كفارة عليه لو افطر فيهما، وفي الثانية قوله كما يجب على مقيم اليوم فما قبل ساءه اول الفصل ان السفر لا يبيح الفطر و انما يبيح عند ان الشروع في الصوم، لو سافر بعد الفجر لا يحل الفطر قال في البحر وكذا لو نوى المسافر الصوم ليلا ولصبح من غير ان ينقض عزيمته قبل الفجر ثم اصبح ساءه لا يحل فطره في ذلك اليوم ولو افطر لا كفارة عليه، امر قلت وكذا لا كفارة عليه بالاولى لو نوى نهاراً فتولاه ليلاً غير فطر، قوله فيهما اي في سائر المسافرين اقام ومساءلة المقيم اذا سافر كسائر الكافي النسي و مرجح في الاختيار بلزوم الكفارة في الثانية قال ابن الشلب في شرح التكملة و يبيح التعويل على سائر الكافي اي من عدده فيها قلت بل عزاء في الشرع بلالية الى الهداية والعناية بقدر انهم انما يفترون في المصاريح فقط والله تعالى اعلم

۱ صفر ۱۳۰۳ھ

روزہ توڑنے کے بعد بیمار یا مسافر ہو گیا :

سوال : کسی شخص نے رمضان کا روزہ رکھنے کے بعد توڑ دیا، پھر اسی روز بیمار ہو گیا، یا سفر پر چلا گیا تو کفارہ ساقط ہو گا؟ نہیں؛ عام کتابوں میں لکھا ہے کہ بیمار ہونے سے کہہ ساقط ہو جاتا ہے، اور سفر میں ہونے سے ساقط نہیں ہوتا، مگر خانیہ میں ہے والا اصل عندنا انہ اذا اصابہ فی آخر النہار علی صفۃ لوکان علیہا فی اوّل الذی یباح لہ الاقطار سقطت عنہ کفارۃ (خانیہ علی ما مضی السنۃ ۱۱۲۰ ج ۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی صورت میں بھی کفارہ ساقط ہو جائے گا، اس کی وضاحت فرمائیں، بینوا تو جروا :

الجواب یا ستم ملہم الصوم اسب

سفر سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا، خانیہ کے کلیہ میں دیکھنا کہ الاقطار سے اقطار بعد الفجر فی الصوم مراد ہے، اور روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کرنے سے اس روز اقطار مباح نہیں، اس لئے کفارہ ساقط ہو گا، غرض خانیہ میں اصل مذکور سے قبل عدم سقوط کے لئے اقطار بعد الفجر کی تہدید ہو چر ہے، ونصہ لو اصابہ المقیم صائغاً ثم سافر فاقطع عن ذلک لا کفارۃ علیہ وکذا النہی اذا اقطرت ثم حاضرت والصحیح اذا اقطرت ثم مرض مریضاً لا یستطیع محض الصوم تسقط الکفارۃ عندنا، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح التتویر کے قول دفعہ بطور مستطیع مکرر، وخیض کی شرح میں رحمتی سے نقل فرماتے ہیں ای سماعی لا یستطیع قیہ ولا فی سببہ رحمتی (س ۱۱۲۰ ج ۱) اس سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ مریض مریض، حیض، نفاس، دھر، مسقط ہے، سفر علیہ امر اختیاری مستطیع نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم :

بحر صفر ۱۱۲۰

فدیہ صوم سے عاجز کا حکم :

سوال : اگر کوئی شخص اتنا غریب ہے کہ نماز اور روزہ کے فدیہ کی رقم لاء نہیں کر سکتا تو اسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا :

الجواب یا ستم ملہم الصوم اسب

یہ نیت رکھے کہ اگر زندگی میں مالی استطاعت ہوگی تو روزہ کا فدیہ ادا کر دے گا نماز کا فدیہ زندگی میں نہیں دیا جاتا، بلکہ قضاء پڑھنا لازم ہے، قسب نام پر قدرت نہیں تو بھسکرا، اس پر بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے

۱۲ ربيع الآخر ۱۱۹۹ھ

نماز پڑھے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
فدریہ میں نابالغ کو کھلانا کافی نہیں:

سوال: ایک قانون کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے ورثہ اس کی طرف سے قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ مسکین کو صدقہ نظر کی مقدار میں غلہ دینے یا حج و شام دونوں وقت بیٹ بھر کر کھانا کھلانے کے بجائے غلہ کی قیمت کے برابر کوئی چیز مثلاً کپڑا، چوڑی وغیرہ خرید کر دے سکتے ہیں؟ کیا فدیہ صوم و صلوٰۃ نابالغ مسکین کو دیا جاسکتا ہے؟ بینوا تو جردا:

الجواب یا مسم ملہم الصواب

غلہ کی قیمت یا اتنی قیمت کا کوئی سامان دینا جائز ہے، نابالغ کا والد مسکین پر تو اس کو فدیہ دینا جائز ہے، البتہ نابالغ کو کھانا کھلانا کافی نہیں، قال فی الثانیۃ وإن عذّبوا منہم و فیہم صبی فطیم لم یجز علیہ ان یطعم مسکینا آخر مکانہ رضائیۃ علی ہامش: الهندیۃ ص ۲۲۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم:

۲۵ ربيع الاول ۱۲۰۱ھ

صیام کفارہ دو ماہ ہیں یا ساٹھ دن؟

سوال: کفارہ کے روزے آدھا قمری ہیں یا ثلثون یا اسیٹھ دن بھی ہو سکتے ہیں تو کیا ساٹھ دن پورے کرنا ضروری ہے؟ بینوا تو جردا:

الجواب یا مسم ملہم الصواب

اگر قمری ہونے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کئے تو چاند کے حساب سے دو ماہ پورے کر کے دنوں کا اعتبار نہیں اور اگر پہلی تاریخ سے شروع نہیں کئے تو ساٹھ دن پورے کر کے، کل فی العلائقۃ ص ۱۱ شہر من رلو ثانیۃ و خمسین بالہلال والا فستین ویک، فی الثانیۃ و معاملہ انہ لا یثبت الصوم فی اول الشهر کما صرح شہر من قاصین وکن الاکان احدہا اما والاخرینا قصار قولہ والا ای لیکن سورہ فی اول الشهر ورویۃ اللیل بل غم او صام فی اثناء شهر فانه یصح ستین یوماً فی کافی العاکون ص ۱۱ شهر بالہلال تسعة و عشرين و قد صام قبلہ خمسة عشر و بعدہ خمسة عشر یوماً اجزأہ (دس و المعنا ص ۲۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم:

۳ صفر ۱۲۰۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَقْصَرُ الْأَرْوَاحِ

عیونُ الرجال لرؤیةِ المسال

- رؤیتِ ہلال سے متعلق مفسرین پاکستان کا اجتماعی فیصلہ
- رؤیتِ ہلال کے مسئلہ میں ملک کو انتشار سے بچانے کی تجویز
- حکومت پاکستان کی طرف سے عبارات کو قری کیسٹڈر سے وابستہ کرنے کی تجویز کا خلاصہ



رُؤِیۃ ہلال

مے متعلق فیصلہ مفتیانِ پاکستان کا اجتماعی فیصلہ

مسئلہ رُؤِیۃ ہلال پر اجتماعی طور کے لئے بتاریخ ۱۲ مارچ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۸۲ء مدرسہ قاسم العلوم مدنی میں مفتیانِ پاکستان کا اجتماع طرما گیا، دعویٰ میں حضرات کو اجتماع سے قبل سوالات مرتب کر کے بھیج دیے گئے تھے تاکہ وہ اجتماع میں شرکت سے قبل اُن پر غور و خوض کر کے ان کے تحریری جوابات اجتماعی طور کرنے کے لئے مجلس میں پیش کر دیا۔ بندہ کل طرف سے جو جوابات تحریر کئے گئے بھرا اللہ تعالیٰ اجتماعی فیصلہ ان کے مطابق ہوا، ذیل میں سوالات کے بعد بندہ کے جوابات اور ہر مسئلہ فیصلہ درج ہے، (رشدیہ امور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں اور

- ① رُؤِیۃ ہلال فطر میں شہادت شرط ہے یا نہیں؟
- ② اگر شہادت شرط ہے تو سب سے زبردہ وقت میں پاکستان کے حکام قائم مقام قاضی یا والی کے ہونے کی شہادت بشرائط اظہار الاعتبوتہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟
- ③ اگر ان کو قاضی یا والی کا حکم نہیں دیا جاسکتا تو کُل شرط شہادت ساقط ہوں گے یا بعض؟
- ④ ریڈیو، ٹیلیفون، تاریقی، اخبار کے ذریعہ سے خبر کسی درجہ میں معتبر ہو یا کھن ساقط الاعتبار ہو؟
- ⑤ عالم فقہ کربلا صاحبِ حنفیہ پاکستان کے شہروں اور دیہات میں شہادت لینے اور اس پر حکم عام کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اس کا حکم واجباً اعلیٰ ہے یا نہیں؟
- ⑥ اگر کہیں رُؤِیۃ ہلال کے لئے باقاعدہ حکومت کی جانب سے ملکہ کی مجلس مستقر ہو اور اپنے شہروں میں باقاعدہ شب و دن کے فیصلہ دیدیں اور اس فیصلہ کا اعلان ریڈیو، ٹیلیفون سے نشر کر دیں، تو دوسرے شہروں میں یہ قول ظاہر ہے کہ وہ شہادت کی حقیقت نہیں رکھتا لیکن جس طرح

ایک شہر اور اس کے مضافات میں ضرب طبل، صیوت موانع، تعلین، الفنادیل علی المناظر و ملائکہ
والہ علی انشاء تہذیب و شہر اور مضافات والوں کے لئے حجت اور موجب عمل بنایا گیا ہے،
رکابی منحدۃ المضافات علی النجران الواقعۃ العینۃ الشامی، تو کہ اس اعلان کو بھی مجسمہ
علامت علی انشاء تہذیب و شہر اور اس کے مضافات والوں کے لئے حجت تہذیب دیا جاسکتا ہے، یہ نہیں، یہ ہوا،
تو کسی خاص حد تک یا مطلقاً؟

④ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر ہے یا مطلقاً غیر معتبر یا اس میں کوئی قدر ہے کہ فتنان
فلاں حد تک معتبر ہے اس سے زائد معتبر نہیں،

⑤ اگر ایک شخص عادل رویت حلال رمضان میں یا دروہادین رویت حلال شوال میں یہاں کہ
کسی دوسرے بندہ کی رویت کی حکایت کریں، مثلاً کہ وہی عید ہے یا فتنان دن روزہ تھا،
ان کی یہ خبر یہاں کے لوگوں کے لئے حجت ہے یا نہیں؟ یا اگر ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ
تحلی شہادت بالمطریق المعروف کر کے یہاں شہادت علی الشہادۃ ادا کریں یا وہاں کے حاکم
کے حکم پر شہادت دیں؟ صوم و فطر دونوں کے فرق کو ملحوظ رکھیں،

⑥ استفاضہ کی صورت میں فقط حکایت رویت، بلکہ آخری کافی ہے یا وہ بھی حکم حاکم
یا شہادت شاہد کی نفس سے متعلق ہوتا ہے؟ اور کیا ایک بندہ سے مختلف خبریں بھی موجب
استفاضہ ہیں یا مختلف نظائر و احوال سے مختلف خبریں آنا ضروری ہے؟

⑦ اگر بال رمضان میں خبر واحد عدل یا خط و غیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم کرنا چاہا
تو نہیں، روزہ پورے ہونے کے بعد اگر رویت ہلال نہ ہوئی تو عید کرنا واجب ہے یا نہیں؟

⑧ اگر فتنان کی خبر کو کوئی حاکم یا عالم تعدد منظور کر لے، اگرچہ منظور نہیں کرنی چاہئے، نیز
اگر حاکم یا عالم تعدد کو بذریعہ خط، ٹیلیفون، وغیرہ ایسی خبریں آجیں جو اگرچہ ہر ایک کی تعدد لازم نہ آئے
لیکن ان کے مجموعہ سے اس کا غلبہ ظن و طمانینت ہو گیا تو کیا وہ عید در رمضان میں حکم حاکم کر سکتا
ہے یا نہیں؟ اور وہ اس کے دوسرے باشندگان کو بالخصوص علما کو عمل کرنا دے جب ہو چکا یا اس
سے اختلاف کر سکتے ہیں؟ اگرچہ تقریباً بین المسلمین پیدا ہونے کا قوی خطرہ بھی ہو،

⑨ خبر ہلال غریبہ انجمنی در رمضان محض یا امت میں سے ہے یا معاملات میں سے؟ یہ اس میں کچھ
تفصیل ہے؟

⑩ بجائے صحیح فتنان میں روئے ہلال کی شہادت، اور رمضان میں ایک عادل کی خبر کا اعتبار کر

یا نہیں، باہر سے آنے والے یا مکان مرتفع سے دیکھنے والے کا کچھ اعتبار ہے، انہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والوصوف

① ہلال فطر میں شہادت شرط ہے،

فیوت ہلال فطر میں خبر واحد کافی نہیں شہادت میں عمرین ضروری ہے، عن حسین بن العارث العبدی حدیثہ فیمن ان امیر مکہ خطب ثم قال عهد الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نلتک الرؤیة فان لم ترہ وشہد شاهد اعدل نکتنا بشہاد یتھما فسألت الحسن بن العارث من امیر مکہ فقال لا ادری ثم لعین بعد فقال هو العارث بن حاطب ابو محمد بن حاطب ثم قال الامیر ان فیکم من ہر امیر باللہ ورسولہ منی وشہد ہذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما ابیدہ فی رجل فقال الحسن فقلت لشیخ الی جنی من ہذا الذی اواماً الیہ الامیر قال ہذا عبد اللہ بن عمرو صدق کان اعلم باللہ منہ فقال بذلك امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو داؤد معتبائی من ۱۳۴۶۶

عن عبد الرحمن بن زید بن الخطاب انہ خطب الناس فی الیوم الندی یشک فیہ فقال الا الی جالت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسانتھم وانتم حد ثونی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صرہوا رؤیتہ وافطروا لرموینہ وانکوا نھا فان علم علیکم فاقوا ثلثین وان شہد شاهد فصوموا وافطروا، (رسالۃ معتبائی من ۱۳۴۰۰)

شوکانی نے ان دونوں حدیثوں کی تصحیح کی ہے، (زیل الادوار من ۱۸۰۷ ج ۳)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال سראی الناس الھلال فاخبروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رأیتہ فسام وامر الناس بصیامہ وابو داؤد معتبائی من ۱۳۴۰۰ ابو صحیحہ الشوکانی فی زیل الادوار من ۱۸۰۷ ج ۳

قال لماؤس شہد ست المدینۃ وھما ابن عمر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم فجلد رجل الی وابھا وشہد عتدہ علی رؤیۃ ھلال شھر رمضان فسأل ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنھم من شہادۃ فامرأۃ ان یجیزہ و قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب از شہادۃ واحد علی رؤیۃ ھلال رمضان وکان لا یجیز

شہداء بالاتحاد والاشہادۃ کلین قال ان لوقطنی نفروہ حصص بن عمر الاہل وهو ضعیف
رنیل الاولاد ص ۱۰۴ (۳۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہر اہل فطرس بجاہت حدیث میں شرط ہے، اگرچہ شریکانی نے ان
روایات سے استدلال کی تربیت کی ہے، مگر صریح علماء کا مذہب انہی کے مطابق نقل کیا ہے
واعلیٰ الفطر ولا يجوز شهادة عدل واحد علی هلال خوالی عندہ صیح العلماء الامامیون
جوزو بعدل واحد (عمدة القاری ص ۱۹۲، ۱۹۳، رنیل الاولاد ص ۱۰۴، ۱۰۵) اس کے
متعلق فقہی جزئیات نمبر ۱۲ میں آ رہی ہیں،

① حاکم مسلم قاضی کے قائم مقام ہے؛

اگر مسلم حکام شرعی قاعدہ کے کوافی فیعمل کریں تو ان کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام
ہوگا، یعنی امامیہ الشافعیہ (قولہ وتصح سلطنة متعین) اوسن قوی بالفہم والعلیہ
بلا مباہیة اهل النعل والعدل (رد المحتار ص ۵۱۲، ۵۱۳) اوقی العلانیة ویجوز تعین
القضاء من السلطان العادل والجاہل ولو کافر اذکرہ مسکین وغیرہ (رد المحتار ص ۲۲۲)
وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ اقول لواعتبرہذا رأی عام اہل الفلاس
للقضاء لانفسہ باب القضاء خصوماتی زمانا فلان کان ماجری علیہ المصت ہو
الاصح کما فی الخلاصة وهو اصح الاقوال کما فی السامدیة فمرونی الفتح والوجہ
تغییر قضاء کل من ولان سلطان ذرفوکتہ وان کان جاہلا فاما قضاہو ظاہر
المدہب عندنا وحیث شئ فی حکم بقضوی غیرہ (رد المحتار ص ۳۳۲، ۳۳۳)

② مسلم حاکم کی عدم موجودگی میں شہادت کی شرط ایک ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے؛

اگر مسلم حاکم موجود نہ ہو تو کئی شرط شہادت ساقطہ ہوں گی، بلکہ شرط ممکنہ کا اعتبار
مزدوری ہے، چنانچہ مسیرونیات ذیل میں حد کا لزوم مقرر ہے، حالانکہ مدد بھی شرط شہادت
میں سے ہے، ولو کانوا ببلد لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقتہ وانظروا باعتبار علی لین
مع العدة للضرورة (الفتاویٰ المختار مع رد المحتار ص ۱۷۵، ۱۷۶)

فی شرط فیہ ما یشترط فی سائر حقوتہم من العدة والصریة والعد
وقام المعدن فی الغنم ولفظ الشهادة والی عزی علی خلاف فیہ لن امکن ذلک
۳۔ والا ففی تقدم انهم لو كانوا فی بلد لا قاضی فیہا ولا ولی فان الناس یصومون

بقول ثقہ دلفطرون بالخيار عند المنع وحوثہ ۲۷۳) اس جزیرہ میں اُن اسکن
اس پر دلیل ہے کہ ضروری ممکنہ کا وجود ضروری ہے۔

⑤ روایت ہلال میں ریڈیو اور تاریکی خبر کا حکم :

ریڈیو اور تاریکی وغیرہ اگر کسی خاص مخاطبہ کے تحت ہوں کہ طالع اجازت معتبر دعاء مسلم
کے ان کے نزدیک خبر شانہ کی یا ممکن ہو تو یہ ضرب طہول کے حکم میں ہو جائیں گے۔ پس ہلال طہول
کے اثبات کے لئے کافی نہیں۔ البتہ ہلال رمضان کے اثبات اور ہلال طہول کے فصد لکھ کر لے کے
لے کر بروغیرہ کی خبر بشرط مذکور معتبر ہوگی۔ قلت والظاهر انه يلزم اهل القري الصوم بشان
المنع اور وثیقہ القنادیل من المنع لانه علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن و غلبۃ
الظن حجة موجبة للعمل كما صرح حواہی النہ (رد المحتار ص ۲۴۱، ۲۴۰)

یستحری بقول عدل وکذا یضرب الطیور وبعدها سطر و قد یقال ان المدقع
فی زماننا یفید غلبۃ الظن فان یکن ضاربه فاسم الثلاث العادۃ ان الوقت ینسب الی
دار النعم آخر النهار فیعین له وقت ضربه وبعینه ایضا الوزیر وغیرہ وادعیہ یکن
ذلک بمرآة نور وروا عنہ ان الوقت للظن ینقلب علی الظن بهذا العراض عدم
الخطا وعدم قصد الانسلاخ ورمہ المستلزم علی جواز الانطراب (التحریر)

⑥ حاکم مسلم کی عدم موجودگی میں عالم کا فیصلہ :

جان مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرنا ہو یا اگرچہ جمیع معاملات میں قرعہ عالم
ثقہ قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا البتہ روایت ہلال وغیرہ بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ
حکم قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا، قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی الفتاوی
اذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التخلی منہ کما ہر فی بعض بلاد المسالین غلب علیہم
انکار کفر طرۃ الان یجب علی المسالین ان یتفقوا علی واحد منہم رد المحتار ص ۳۳۷ ج ۱
فی حدیث الرافیۃ علی شرح الوفاۃ والدالیر الثقہ فی بلدہ کافر دنیا قائم مقامہ وعلیہم
⑦ ہر قاضی کا فیصلہ اس کی حد و ولایت تک محدود ہے :

اولا ذکر قدرے مجملے جائیں۔

۱) ہر مرد و عورت، عالم و جاہل، شہری و بدوی، ایک شہادت ہلال اظہار میں پختہ پختہ ضروری
ہے اور یہی ممکن ہے، اس لئے شہادت صرف قاضی کے پاس ہوتی ہے، بعد ثبوت ہلال کا

اعلان خبر و احزاب و ضرب طبل و دھڑکے و ذریعہ معرکے گرد و نواح میں کیا جاتا ہے، یہی چیز عوام و غرام کے لئے دال علی ثبوت الحلالی، ہونے کی وجہ سے موجب عمل ہے،

(۲) ایک قاضی کے فیصلہ کی خبر محض (بلا ضرر و بلا مضرت) علی الفضل، و دوسرے قاضی کے لئے موجب عمل و عمل بلکہ محض عمل نہیں،

ان دونوں مقدموں سے بطور تحسین قانون کی طرف لوٹنا حاصل ہوتا ہے کہ ہر قاضی کا فیصلہ صرف اس کی ولایت تک بطور مدافع بطول اور مدیو و غیرہ بشرائط مذکورہ) انشور کیا جاسکتا ہے، اور مساجد کے لئے موجب عمل ہے، حکومت مرکزی پاکستان کی ولایت عدل ہے، لہذا اگر مرکزی حکومت نے کسی مستبرطال کمیٹی کے طار سے فیصلہ کروا کر اشر کیا تو یہ فیصلہ سارے پاکستان کے لئے موجب عمل ہوگا، بشرطیکہ ریوفاص مضابط کے تحت ہو و ثانیہ صلا لا یلزم اهل بلد، رؤیة غیرہم الا ان یثبت ذلک عند الامام الاعظم فیلزم انما کلہم لان البلاد فی حقہ کالبلد الواحد، او حکمہ نافذ فی الجميع، قالہ ابن الدمشق (نیل الاطراف ص ۱۴۳)

④ اختلاف مطالع معبر نہیں:

اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایسے بلدیہ میں اختلاف مطالع معبر ہو جاتا ہے جن کی تدبیر میں ایک نے سے زیادہ فرق ہو، اس لئے کہ اس صورت میں جیسے کے ایام انیس سے کم یا انیس سے زیادہ ہو جائیں گے، اور یہ معمولی حد تک کے خلاف ہے، پر خیال اس لئے صحیح نہیں کہ نفی تحقیق کے مطابق پوری دنیا میں ایک دن سے زیادہ مشرق ہمدی نہیں سمجھا اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو اس کا سبب اختلاف مطالع نہیں بلکہ یہ عوارض فضا ہے یا خیال ہے بشرط پر مبنی ہے، قال فی التنبؤ و اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب وقال فی العلائق و علیہ اکثر الفایح و علیہ الفتاویٰ بحر من الغلاصۃ فی الشافعی و انما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع بمعنی اہل ہل و جب علی کل قوم اعتبار مطالعہم و لا یلزم احدی العمل بمطالع غیرہم الا یمتیوا اختلافہا بل یجب العمل بالامسبق رؤیة حق ثور و می فی المشرق لیلۃ الجعۃ و فی المغرب لیلۃ السبت و جب علی اهل المغرب العمل بما راہ اهل المشرق فیغیل بالاقول و اعتد للطلوع و صاحب الذیض و هو المعجم عند الشافعیۃ لان کل قوم عند المبرین بما عندہم

كسافي لوقا والصلوة واثنين في الدنيا وما هو من عدم وجوب العشاء والوتر صلواتهم
وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة لعن الخطاب عما
بمطلق الرؤية في حديث صرموا رؤيتهم بخلاف اوقات الصلوة روى المختار (ص ٢٣٠)
وقال في الفقه ولو اُشيت في مصر لم يسموا الناس فيلزم أهل المشرق برؤية
أهل المغرب وقيل يختلف باختلاف المطالع والى قوله (واللحن بظاهر الرواية) حوط
رفع القديس (ص ٢٣٥)

وقال ابن رشد تماماً ذلك فإن ابن القاسم والمصريين رويوا عنه أنه لو اُشيت
عند أهل بلد أن أهل بلد آخر أو الهلال أن عليهم تعلم ذلك اليوم الذي انطوره
ما يصغبرهم وبه قال الشافعي وأحمد وبروي أن يكون من مالكة أن الرؤية لا تترأى
بالخبر عند أهل البلد الذي وقعت فيه الرؤية لأن يكون الإمام يجعل الناس
على ذلك برؤية أهل المأجورين والمغبر من أصحاب مالكة وأجمعوا أنه لا يراعى ذلك
في البلد من النائية لا لأنس الجازر روى أية التجهيز (ص ٢٣٤)

وقال الحافظ القسطلاني رحمه الله تعالى إذا رأى ليلة لزم أهل البلاد كلها
وهو المشهور عند المالكية لكن حكى ابن عبد البر الإجماع على خلافه وقال أجمعوا على أنه
لا تترأى الرؤية فيما بعد من البلاد كخراسان والاندلس قال القرطبي قد قال شيخنا
إذا كانت رؤية الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل إلى غيرهم بشهادة
أشبين لزمهم الصوم (فتح البراري ص ٢٣٨)

وقال الشوكاني والذي ينبغي اعتمادُه هو ما ذهب إليه المالكية وجماعة
من الزيدية وشتات المحدثين منهم وركبوا القرطبي عن شيخه أنه إذا رآه أهل
بلد لزم أهل البلاد كلها ولا يلتفت إلى ما قاله ابن عبد الله من أن هذا القول
خلاف الإجماع قال لأنهم قد أجمعوا على أنه لا تترأى الرؤية فيما بعد من البلاد
كخراسان والاندلس وذلك لأن الإجماع لا ينتم والمخالفة مثل هذه الجماعة
زئيل الاوطار (ص ١٩٥)

وقال في فتح الملهم قلت ونقل ابن رشد أيضاً الإجماع في بداية المعين
وهو معتد لابن عبد البر نقل المذهب الذي يظهر عندي من سياق الفتح

وکنہ من بیان ابن رشد انہما لم یزیدا من الاجتماع اجماع الاثنتہ بل اتفاق اصحاب
ما لکھ رحمہ اللہ اتفاق علی اعتبار اثنین المطالع فی الیلاۃ الثانیۃ راتلہ بجانبہ وفاق
اعلم ورنہ اسطر آدم یفنی ان یعتبر اختلافہا ان لزم منہ التفاوت بین البلدین بالکثر
من یوم واحد لان النصوص مصرحة بكون الشهر ثلثة وعشرين او ثلثین فلا قبل
الشہادۃ ولا یمنع من ہما قیما دون اقل العدد ولا فی ازیل من اکثرہ او فاضلہ فقال اعلم
رفیع المذہب ج ۳ ص ۱۱۳

وفی بلدین ہذا اذا كانت المسافة بین البلدین قریبۃ لا تختلف فیہ المطالع
فاما اذا كانت بعدیۃ فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة
الفاصلۃ تختلف فیتعبر فی اهل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الاخر وحکم من ابی
عبد اللہ ابن ابی موسیٰ الضربانہ استفتی فی اهل اسکندریۃ ان الشمس تغرب
بہاد من علی منارہا یرى الشمس بعد ذلک بزمان کثیر فقال یحل لاهل البلد انظر
وذا یحل لمن علی رأس المنارۃ اذا کان یرى الشمس لان مغرب الشمس یختلف کما
یختلف مطلعہا فیتعبر فی اهل کل موضع مطلعہ ریدائع الصنائع ص ۲۳۸

برائے کی پوری عبارت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطلع کے تحت بار بار
عدم اعتبار کامیان قصور نہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ ان میں
اختلاف مطلع کا کوئی امکان نہ ہو تو دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے، یعنی ایک شہر میں
ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر محبت لازم ہوگی، وہاں کسی عذر و حجت کی ضرورت نہیں،
جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر کے معاذات پر بھی محبت لازم
ہوتی ہے، اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگرچہ یہ اختلاف معاذات
ظاہر اور بچہ پر عین جیسے، مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر محبت لازم نہ ہوگی،
بلکہ ان کے لئے مستقل حجت (شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی القضاۃ یا استفتاء عنہ) ضروری
ہے، مگر مذکورہ بات کی عبارت سے تو ظہور ناگزیر صحت اختلاف مطلع کا تحقق ثابت ہوا جو
برہمی اور شاہد و مسلم ہے کوئی غامی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کلام تو اس میں آج
کہ یہ اختلاف مطلع جو کہ مشاہد و مسلم ہے ثبوت زمانہ میں شرعاً معتبر نہیں ہے یا نہیں؟
رائے کی عبارت کا یہ مفہوم بالکل واضح ہے، علاوہ ازیں صاحب برائے کا اطلاق مستریبہ

میں مشہور علیٰ غلبہ یا شہادۃ علیٰ القضاۃ استقامت کی شرط لگانا نیز اعتبار مطالعہ میں اختلاف و مشہور اور ظاہر الروایہ میں عدم اعتبار از روایت ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت اختیار کرنا اور بغیر ابن ابی موسیٰ الترمذی کے فتویٰ سے استسناہ زمین و سبیل ہے، کہ یہاں طالع رمضان میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ یہاں کو نامعلوم نہیں، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

⑤ فیصلہ کے نشر میں شہادت ضروری نہیں:

قاضی کا فیصلہ اس کی حدود ولایت میں نشر کرنے کے لئے شہادت کی ضرورت نہیں مگر خبر معتبر کافی ہے، البتہ ایک قاضی کا فیصلہ اس کی حدود ولایت سے خارج دوسرے قاضی کی ولایت میں تب قیوں پر، کہ شہادۃ علیٰ الشہادۃ یا شہادۃ علیٰ القضاۃ استقامت ہو، قال فی القضاۃ شہدوا لہ شہد عنی و قاضی مسرکاً فی شہادۃ ان ہو یوۃ الہلال فی لیلۃ کذا و قاضی القاضی بہ و وجہ استعجاب شرائط الذی عزی قاضی ای جاز لہذا القاضی ان یمسک بشہادۃ تہما الان تضاء القاضی حجة وقد شہد وابہ لاوشہد و امروۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لستعاض الغیر فی البرۃ الاخری لزمہم علی الصمیم من ثمن حسب و فی التامیۃ و قد ای جاز، الظاہر ان الروایۃ الجواز الصیۃ فلا ینافی الوجوب ثانی و البیان فیما تحت رقبۃ لانہ حکایۃ و کذا الوشہد و امروۃ غیرہم ان قاضی تلتک الممر امر الناس بصوم رمضان لان حکایۃ فعلن القاضی ایضا و لیس بحجة بخلاف تعاضد و رد المحتار ۳۳ ص ۲۸) و فی المندیۃ لو شہد جماعة ان اهل بلداً قد لمواہمزل رمضان قبلکم یوم فصاموا و ہذا الیوم ثلاثون فصاموا ولم یرووا لہم الہلال لایحکم لہم فطر عند ولا تترفع التراویح فی ہذا لیلۃ لانہم لم یفہدوا بالروۃ ولا علی شہادۃ غیرہم و انما حکوا روۃ غیرہم ولو شہدوا ان قاضی بلدہ کذا شہد عندہ انان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا و قاضی بشہادۃ تہما جاز لہذا القاضی ان یمسک بشہادۃ تہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہد وابہ و المکرمۃ مجیدی مکتبہ فتح القدیر ص ۱۲

ذکورہ بالا احادیث سے اور استفادہ کی تعریف میں کثرت عبارات سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ طالع موسم و فطر میں یہاں کوئی فرق نہیں، مگر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب غم بالان رمضان میں یہ شرائط نہیں،

ذکر شہادۃ علی القضاۃ مع اجتماع شرائط سے معلوم ہوا کہ حالت مجبوز میں صوم و عید میں کوئی فرق نہیں کیونکہ حالت غیر میں تو محکم غنہ میں بھی نہ شہادت ہوئی ہے اور نہ اس پر قضاء واجب ہوتی ہے اور حالت مجبوز میں قول راجح پر شہادت بخیرین کافی ہے، کما سیبھی آپس چیز نیات مذکورہ حالت غیر سے حکم سے ممانعت میں بحالت غیر مجبوز رضای میں شرائط مذکورہ کی ضرورت خلاف عقل مجبوز کے ساتھ خلاف نقل بھی ہے، لا ینقض ما قال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ العاقل والایمان ونعمہ قبل الہلال رمضان خیبر واحد عدل راقی قولہ: ولو کان غلوۃ علی شہادۃ مثله لہو فی الیوم الاثني وتقبل شہادۃ واحد عدل علی شہادۃ واحد عدل فی ہلال رمضان بغلان الشہادۃ علی الشہادۃ فی سائر الاحکام انہا لا تقبل سائر شہادۃ علی شہادۃ رجل واحد ورجلان اور رجل واحد لعلنا ذکرنا ان ہذا من باب الایجاب لا من باب الشہادۃ ویجوز انبار رجل عدل عند رجل کما فی روایہ الاخیار (رد المحتار علی منہاج ص ۶۱) واللہ اعلم بالصواب

① استفاضہ کی تحقیق

اصل مقصد یہ کہ کو ایک شہر کے قاضی کے فیصلہ کا دوسرے شہر والوں کو یقین ہو جائے اور صوبہ یقین کی یہ صورتیں ہیں:

(۱) شہادۃ علی الشہادۃ (۲) شہادۃ علی القضاء (۳) خبر مستفیض
اس سے معلوم ہوا کہ استفاضہ میں شہادۃ علی القضاء یا شہادۃ علی الشہادۃ ضروری نہیں اور نہ ہی مختلف شہروں سے خبروں کا آنا ضروری ہے، صرف ایک شہر سے ثبوت ہلال کی خبر مستفیض کافی ہے، قال فی التامیۃ (قولہ نعم الخ) فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ العلوانی الصحیح من مذہب ائمہنا ان الذخیر اذا استفاض وتعتق فیما بین اہل البلدۃ الاخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ اھو قلت ورجح الاستدراک ان ہذا الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض بل علی شہادۃ لکن لہا کانت بمنزلۃ التعلیل المتواتر وقد ثبت ہما ان اہل تلك البلدۃ صاموا یوم کذا الزا الفصل بہا لان البلدۃ لا تغلوا عن حکم شریعی بلادۃ فلا بد من ان یکون صومہم مبنیاً علی حکم حاکمہم الشرعی نہ کانت نتائج الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم الذکور وہی اقوی من الشہادۃ بان اہل تلك البلدۃ رآوا الہلال وصاموا الاہل لا تقید بالیقین فلا ینافی ما قبلہ من اہل

لن تأمل.

تنبیہ پر قال الرضوی معنی الاستفاضة ان تأقی من تلك البلدة جماعات
متعد وکل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤیة لامعبر الشیخ
من غیر علم بمن اشاعه وبعده اسطر ویشیر الیه قول الله عقیق اذا استفاض
وتحقق فان المتحقق لا یوجد بمجرد الشیوع (رحمہ اللہ) ج ۲ ص ۱۲۹

استفاضة اور تو اتریں مشرق

علامہ رشیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ اور امام ابن الہمام اور علامہ رشیدی رحمہما اللہ تعالیٰ
کی تحقیق ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ استفاضة اور تو اتریں کوئی فرق نہیں جس طرح تو اتریں اتنے
افراد کی خبر ضروری ہے کہ مشرق کا یقین ہو جائے اسی طرح استفاضة میں بھی یہی شرط ہے
قال العلامة ابن عبد بن رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ القافل والوسنان بعد غفلت
عبارة الفصح التي قد مناها في الجواب الثاني من المندوبة قلت لكن قال في الترتيب
البرهانية ما نصه قال فمس الاثنية الطواني رحمه الله تعالى السجج من هذا
اصحابنا ان الغيرة اذا استفاضت وتحقق فيها بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم
هذه البلدة (انتهی) ونقل مثله الشیخ حسن الشرنبلالی فی حاشیة الدرر من المعنی
وعزاه فی الذم المختار الى المعنی رفیعہ مع ان هذه الاستفاضة ليس فيها حكم ولا شبهة
لكن لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة
صاموا ولم يكن الا ائمة العمل بها الان المولدين بالبلدة فيها لو ائمة شرعي كما هو العادة
في البلاد الاسلامية فلا بد ان يكون صومهم مبني على حكم حاكمهم الشرعي
فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي اتوى من الشهادة
بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال يوم كذا وصاموا يوم كذا فانما مجرد شهادة
لا تعين اليقين فلو لم تقبل الا اذا شهدت على الحكم او على شهادة غيره هم
تكون شهادة معتبرة شرعاً ولا فهي مجرد اخبار واما الاستفاضة فانما قصد
اليقين كما قلنا ولى ان لا اذا استفاض وتحقق الخ فلا ينافي ما تقدم عن قدم الفتوى
ولو سلم مجرد المتأخرات فالعمل على ما صرحوا به متعوجه والا ما هو العلواني من اجل

مشابه المذهب وقرائن م بانه الصحيح من مذهب المعين أو كتبت فيما علمته ،
 البحران المراد بالاستفادنة أو اثر الخبر من الوارد من تلك البلد الاخرى
 لا عبرة بالاستفادنة لانها قد تكون مبنيّة على اخبار رجل واحد فيشيع الخبر عنه
 ولا شك ان هذا لا يكفي بل قيل قولهم اذا استفاض وتحقق الخبر فان التحقق
 لا يكون الا بعد ذكرنا ، والله تعالى اعلم ، (رسائل ابن عابد بن ، ص ۵۲ ج ۱)

عمر تقی نظر اور شب اصول مریث و فقہ کی طرف مراجعت سے ثابت ہوتا ہے کہ متفقہ
 اور تراویح فرق ہے ، قال العاظم الامتلى رحمه الله تعالى والثاني وهو قول اقسام
 الاحاد ماله قرن محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المعدّين من بني مالك
 لوضوحه وهو المستفيض على رأي جماعة من ائمة الفقهاء وشرح نخبه الفقہ
 وقال صدر الشریعة وینبى الثاني اى المشهور وعلوم طمانينة وهو علم قطعى من
 النفس وطمّنه يقيناً لا يكون لو تأمل من التأمل علم انه ليس بميقين (فروغیج) وقال
 العلامة القمى ان في شرح القول المذكور والمبين ان جماعة من جانب الطول
 بحيث يكاد يدخل في عين اليقين (توضیح) بان عبارات سے ثابت ہوا کہ مستفيض
 اخبار احادیث قسم ہے جو غیر متواتر کا قسم ہے اس میں محض کی تنقیر ضروری نہیں کہ جو
 یقین کاں ہو جائے ، اور عقلاً احتمال خطا باقی رہے ، جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے ،

اس سے معلوم ہو کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یقین سے یقین لغوی یعنی علم
 قطع مراد نہیں ، بلکہ یقین شرعی یعنی ظن غالب مراد ہے ، اور "قواتر الخبر من الوارد من"
 میں قواتر سے مطلقاً مراد نہیں ، بلکہ کثرت اخبار مراد ہے ، اسی لئے علامہ ضامی رحمہ اللہ
 تعالیٰ نے استفادہ کو "الخبر المتواتر" نہیں فرمایا ، بلکہ بسنزلة الخبر المتواتر فرمایا ہے
 شرع میں سوائے تنقیح کے اور کسی حکم میں بھی علم قطع کی شرط نہیں لگائی گئی ، بلکہ تمام احکام
 کا مدار غلبہ ظن ہی پر رکھا گیا ہے ، اگرچہ احکام میں اختلاف و تعین کے لحاظ سے غلبہ ظن کے
 درجات بھی متفاوت رکھے گئے ہیں ، کہیں محض خبر عدل ، کہیں دو قرون کی شہادت ، کہیں چار
 کی اور کہیں جم غفیر ، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں جماعات متعدد دون بھی
 تواتر کو مستلزم نہیں ، چنانچہ علامہ تہ میں "جميع عليهم يقع المعرف بغيرهم" کی تشریح اس طرح
 منقول ہے ، اعلم الشرحى وهو غلبة الظن وقال ابن عابد بن رحمه الله تعالى

تحت قول رسول بلا مله، انه ليس المراد هذا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر
الموجب للعذر القلعي، (رد المحتار ص ۱۰۰ ج ۱)

یہاں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اذاعہ تصریح فرمادی ہے کہ جمع عظیم سے خبر متواتر
مراد نہیں، پھر ثانیاً وہو معروض الی ولی الامام کے تحت سرآج سے حاکم کی طاعت قلب
نقل کی ہے، پھر ثانیاً تواتر دفع سے قیصر التواتر نقل کی ہے، اس مجموعہ سے بالکل واضح ہوجاتا
ہے کہ یہاں تواتر سے اصطلاحی تواتر مراد نہیں، بلکہ اتنی کثرت مراد ہے جو موجب طاعت ہو
شامیہ کی یہ پوری عبارت جواب نمبر ۱ کے آخر میں جمع عظیم کی تعریف کے تحت نقل کی گئی ہے جب اخبار
روایت میں تواتر شرط نہیں تو استغاضہ میں بطریق لونی تواتر کی شرط نہ ہوگی، کیونکہ اخبار روایت
میں لازم کثرت و عدم انتشار بشهادة العدلین کی بنا پر ہے کہ پورے شہر میں سے صرف دو یا تین افراد
کے سوا اور کسی کو چاند نظر نہ آنا خلاف ظاہر ہے، مگر استغاضہ میں عدم قول کی یہ وجہ موجود نہیں
اس لئے کہ یہاں روایت کی خبر نہیں، بلکہ درستہ علاقہ میں حاکم کے فیصلہ کی خبر ہے، اس خبر کا چند
افراد میں محدود ہونا خلاف ظاہر نہیں، بالخصوص جبکہ اس خبر کا تحقق بھی درستہ علاقہ سے ہے،
پس خبر یہ علاقہ کے لوگوں کا ہونا نہ دیکھنا اُن کی خبر میں خارج نہیں،

استغاضہ کے لئے کوئی عدد معتبر نہیں

شرح نمبر ۱۲۰ فکر کی گزشتہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق استغاضہ کے لئے عین افراد
کی خبر کافی ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت جملہ امان متعدد دون میں اگر دو افراد کو بھی
جماعت قرار دیا جائے تو مجموعہ چار ہوئے، اور اگر تین افراد کی بھی جماعتیں مراد لی جائیں تو نو
افراد ہوئے، مگر حقیقت یہ ہے کہ استغاضہ کے لئے کوئی عدد متعین نہیں، بلکہ جتنی اخبار سے بھی
حاکم کو غلبہ ظن متحقق ہو جائے وہ خبر مستفیض ہے،

⑩ اللہ تعالیٰ رمضان خبر واحد پر مبنی ہو تو تکمیل ثلاثین کے بعد افطار کا حکم،

جس کی تائید میں سے افطار کی نفیم دفعہ افطار کی آخر کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، اذا صاموا
بشهادة الواحد واكملوا ثلاثين يوما ولم يروا هلال شوال لا يفطرون فيه لم يروا
الحسن من ابني حنيفة رحمهما الله تعالى للاحتياط ومن محمد رحمه الله تعالى
انهم يفطرون كن في القيعين، وفي نهاية البيان قول محمد اصح كن في القيعين

وقال شمس الأضمة هذا الاختلاف فيمنه الخاتم يروى اهلال شوال والسماة مصيبة
فاما اذا كانت متغيرة فانهم ينظرون في اختلاف كذا في الزيادة وهو الاشمية
هكذا في التبيين (عالمكبرية مجيدى ص ١٠٩)

ومعهم من استحسن ذلك في عدم قبوله في صغرى قبوله لغيم أخذ بقول
محمد رحمه الله تعالى (نظم القرن ص ١٠٩)

وقال في شرح التنوير ولو صواب بقول هذا حيث يجوز رغم اهلال الفطر
لا يعمل على المنه بخلاف محمد رحمه الله تعالى كذا ذكره المصنف لكن ذهب
ابن الكمال عن الذخيرة انهم حمل الفطر على اتفاق وفي الزيادة الاشياء انهم
حملوا الاشارة في الشامية قوله لكن انهم استدلوا على ما ذكره المصنف من ان خلا
محمد فيما اذا غم اهلال الفطر بين المصاح به في الذخيرة وكذا في المعراج عن
المجتبى ان حمل الفطر هنا محل اتفاق وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم يروى اهلال
فمن هما الايجل الفطر محمد بن محمد يحمل كما قال شمس الأضمة العلوي وحرره
الشربلاني في الامداد قال في غاية البيان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر
ما ثبت بقول الواحد ابتداء قبل بناء وتبعا فكم من شيء ثبتت ضما ولا ثبتت
نصدا او مستقل عنه محمد فقال ثبت الفطر بحكم الفاضل لا يقول الواحد يعني لما
حكم في اهلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء على ذلك بعد تمام الثلاثين
قال شمس الأضمة في شرح التلخيص وهو نظير شهادة القابلة على النسب فانها تقبل
ثم يفتى ذلك ان استحقاق الميراث والميراث لا يثبت بشهادة القابلة ابتداء
بقوله وفي الزيلعي انهم نقله لبيان ما ذكره لم تعلم من كلام الذخيرة وهي ترجيح
عدم حمل الفطر ان لم يغم شوال نظير قلنا شاهدان لا، الاشياء من العساة
الترجيح لكنه مخالفت لما علمت من تصحيح غاية البيان قول محمد رحمه الله تعالى
بالعمل نعم حمل في الامداد ما في غاية البيان على قول محمد بالعمل اذا غم شوال
بناء على تعقن الخلاف الذي نقله المصنف وقد علمت عدمه وحيتى فما في
غاية البيان في غير محله لانه ترجيح لما هو متفق عليه تأمل (المعتمد ص ١٠٩)

وايضاً فيه لو تم عدم رمضان ولم يروى اهلال الفطر للعدالة يحمل الفطر وان

ثبت ومعدان بشهادة واحد ثبتت، فظنرتما وان كان لا يثبت قصد الا بالاعتدال والعلامة
هذه اما المحرر في زبدة المحتصر ص ۳۰، ۳۱

وقال الرازي في قوله ومن ترجيح عدم حمل الفطران لم يتم الخ (وهو ان اشعر
بالترجيح يشعر بالخلات في المسألة من خلان عبارة التي خيرة وعبارة جميع الروايات
المقبولة في السنن في تشهد بالخلات ايضا حيث قال وفي الامن او عن جميع الروايات
عن الزاهد في توفيل الامام شهادة واقصوا ثلاثين ثم نعم عليهم هل في شوال قال الكمال
والثاني رحمه الله تعالى يصومون من الفطر قال محمد رحمه الله تعالى يفطرون
وقال شمس لائمة العلوي في الفطرات فيما لا يتم به هل في شوال والسماء معصية فان
كانت متعصية يفطرون بلا خلان له والاظهر ان ما نقله عن الزيلعي اسنادا كسره
ليان في ما ذكره عن المصنف من تصحيح عدم الحسن صحيح الزيلعي خلافه وان ما ذكره
ابن الكمال من الاتفاق حكم الزيلعي ما يدل على الخلوات وقوله اذا قم شوال فهو الذي
الذي يقول على ما اذا قم شوال الخ وعبارة الامد او وقوله في غاية البيان قول محمد
هو الصحيح يحمل على ما قاله الكمال اه وقوله وجيشن نما في غاية البيان في غير
محلته لكن على ما علمت من عبارة الزيلعي وجميع الروايات تكون عبارة غاية البيان
خلاتية على ما حملها عليه في الامد او تأمل (التحرير المختار لروايات المحتصر ص ۱۲۱، ۱۲۲)

① حكم بشهادة فاسق:

فاسق محمد بن كاذب الخ في غالب موثوقين في شهادته قبول كذا جازمه، بله بعض حالات
من مذكورين، قال في الملائية والعدالة لوجبه للاصحة خلافا للشافعي رحمه الله
فتاوى فلو قضى بشهادة فاسق فقدم فاسق ففتح الا ان يمنع من اى من القضاة بشهادة
الفاسق الامام فلا يفتن رآل قوله وما في القضية والمعتقل من قبول ذي المروعة
الصادق فتول الثاني يجوز ضعفه الكمال بافته تعليل في مقابلة الحسن فلا يقبل
اقرب المصنف،

وفي القاسمية وقوله بشهادة فاسق فقدم فاسق في جامع الفتاوى وما شهادة
الفاسق فان جرى القاضى الصدق في شهادته تقبل والآفلا ه فتاوى وفي
عن سمائي عن الاستاذ المجلد المقف محمد بن خنم رحمه الله تعالى رحمه

الفتاوى القلمية على أغلب علمي ظنه من ذلك وهو ما يحفظه درر اولى كتاب القضاء
رضا مرتزله وهو ما يحفظه اعتماد (مررتله النص) ومررتله تداني وأشبهه وأدنى
عقل في تذكره اجسامه اول القضاء (بعد المعارف من ٣٥١٦)

کتب الشفاء کی ابتداء میں علامہ شاہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تحقیق لکھی ہے کہ فاس کے صدق کا اصل غالب پر تو اس کی شہادت قبول کرنا چاہئے، قاضی آئمہ بزرگا،

درم والمحدثاؤنا ٥٠٠ و ١٦٠ (٢٢)

۱۳) خبر مبالغہ آمیز ہے یا کہ معاملات سے؟

١٥) خبر بلال بن رباح عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: قال الله عز وجل: ﴿لَا يَجْعَلُ اللَّهُ سَبِيحًا لِّمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ لَئِيْلٌ﴾
خبر بلال بن رباح عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: قال الله عز وجل: ﴿لَا يَجْعَلُ اللَّهُ سَبِيحًا لِّمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ لَئِيْلٌ﴾
رحمه الله تعالى في رسالته تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان قال
عليه السلام: **الحديث** رحمه الله تعالى في كتبهم وبقيت رمضان برؤية هلاله وبأكثري عدل
شعبان ثم إن كان في السماء علة من نحو غيم أو غبار قبل ليلال رمضان خبروا
عدل في ظاهر الرواية أو مستور على قول صحيح لا ظاهرا لنفس اقتناء سواء جاء
ذلك الخبر من المدا ومن خارجه ولو كان جهلته على شهادة مثله أو كان قننا
أدنى أو معدودا في القنن تلب في ظاهر الرواية لأنه خبر دق فاشبه رواية
الاخبار ولهذا لا يشترط لغة الشهادة ولا الدعوى ولا الحكم ولا مجلس القضاء
وشرط ليلال الفطر مع علة في السماء شرط الشهادة لأنه تعالى به نفع المبادر هو
الفطر فاشبه حقوقهم فاشترط له ما اشترط لها من الدين والدعوى والعريضة و
أن يكونه معدودا في القنن وأن تلب ولغة الشهادة والدعوى على خلاف فيه ألا
إذا كانوا في بلدة لا حاكم فيها فاشبههم يصومون يقول ثقة ويقولون يقول
غدا ليلان المضطر فوهلال اضطر وغدا وكالفطر (مجموعه رسائل ابن عابدين ص ٢٢٣)

١٦) بحال صحو خبر واحد شهادة عدلين كالحكم؛

قال في انسابه ادري قول الطحاوي يقول الشهادة في الصحاح اذا جاز من الصحاح
او كان على مكان مرتفع في العس وقد صارت جميعه وما خاير جميعه ايضا فقد قال في
الفتح في قول الهندية اذا قبل الزمام شهادة الواحد وصاموا ثم هكذا الرواية على
الاطلاق (رد المحتار) ١٢٣٩

وحقن العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ قبل الصاروخ المذكورة بورتہ علی مضتہ
۱۲۰ و ۱۲۱ ما یفید انہ یکتفی بشاہدین مطلقاً فی الغیم والصحو لہلال رمضان وشوال
ویکتفی ایضاً فی احد فی حالة الصحو ان جلاء من خارج البلد لکن علی مکان موقوف لہلال
ومضان خاصة، عبارۃ الشاہیة فی الزکاة تمشاہدین بالاطلاق شاملۃ لہلال شوال
ورمضان ولم یصرح بہلال شوال وانما صاحب البحر فأنہ قد اتی بوریاتہ صریحۃ
فی ہلال الفطر، ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال رمضان وشوال دونوں میں بحالت صحو
شہادت عدلین کافی ہے اور بحالت صحو خارج بلد یا مکان موقوف سے گئے والے واحد عادل کی خبر
صرف ہلال رمضان میں معتبر ہے، ہلال شوال میں نہیں۔

مگر اچکل عام ہے احتیاطی کی وجہ سے بحالت صحو ہلال شوال میں شہادت عدلین پر فیصلہ
نہیں کرنا چاہیے، نیز علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قول کی علت مجھاس التمس عن رؤیہ لہلال
بیان کی ہے، اور اچکل ہلال عید کی رویت میں محاسل نہیں پایا جاتا، لہذا اس صورت میں صحیح
عظیم کی رویت ضروری ہے،

جمع عظیم کی تعریف؛

اس کی تعداد میں مختلف الزاں ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ عدد کی تعیین نہیں، بلکہ بچنے والوں کی
انہی کثرت مراد ہے جس سے ماکم کو غلبہ ملے حاصل ہو جائے، تاہم تحصیل غلبہ ملنے میں مزید بصیرت
کے لئے عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں مذکور عدد کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، قال فی العلائق
وہو موقوف الی رأى الامام من غیر تقدیر بعد وعلی ما للذهب، وفی الشاہیة قال فی
الصاروخ لم یقدر لہذا الجمع تقدیر فی ظاہر الروایۃ ومن ہذا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
تخصیص رجلاً کالتمام وقیل اکثر اهل المعلة وقیل من کل سبعین واحد ان اشارت
وقال خلف بن یوسف حسناً وبلد خ قلیل والمعجم من ہذا الامامہ موقوف الی
رأی الامام ان وقع فی قلبہ صحیح ما شہد رأیہ وکثرت التملوز اور بالعموم اہم وکذا
صحیحہ فی الہواہب وبعہ الشرنبلالی وعلی البحر من التفتیح والحق ما روی عن محمد بن زبیر

کہ اب ہجرت کے میں رویت ہلال میں تسانے کے شرک کا ذکر شروع ہو گیا ہے، اس لئے ہلال رمضان مجاہد
بحالت صحیح عظیم کی شرط لازم ہے، واللہ اعلم بالصواب ۱۲۱ھ

ایضاً ان العربیہ بمعنی (التعريف) و انہ من کل جانب اور فی النہر امانہ موافق لما صحہ فی الصوم
تامل (روزہ مختصر ص ۱۰۱) فقط و الله تعالى اعلم و عنہم انہم و احکم

مشید احمد

بہر محرم ۱۳۸۵ھ

علماء کا متفقہ فیصلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ و خاتم انبیائہ
سین ما و ہدانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

تمہیں سلام : سالہا سال سے دیکھا جا رہا ہے کہ عمودِ رمضان میں عالمِ مسلمین میں مشہور
اختلافِ ہوتا ہے ایک ہی شہر میں بعض روزے سے ہوتے ہیں اور بعض عید منسوب ہیں، پھر اس پر
ہیں نہیں حیرت، بلکہ ہر ایک اپنے مخالف فریق پر طعن و تشنیع کرنے میں بوری عبت مرنے کو تیار ہے جسکا
زبان اختلافات کا موجب رہتا رہتا نشر و تشہیر ہو جاتی ہیں اور یوں کہ ذریعہ جب کسی شہر میں خیر کھیتی
ہے اور بعض حضرات غیر متحقق تھے اس پر عمل کرتے گئے ہیں اور بعض اس کی شرعی خامیوں کو
دیکھ کر محنت رہتے ہیں اس شدید اختلاف کے پیش نظر مدبرِ سعید قاسم العلوم پکری روڈ لاہور
کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اس خاص علمی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قدم
اٹھایا اور طوائفِ پاک و ہند میں اس بارہ میں سوالات بھیجے، جوابات آئے پھر جو کہ بعض میں اختلاف
پایا جاتا تھا اس کو رفع کرنے کے لئے ۱۶ ستمبر ۱۳۸۵ء کو دوسرے قاسم العلوم ہی میں مضمین پاکستان
کا ایک اجتماع کیا گیا اور دونوں محکمہ بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا اس کو ہندوستان کے مشہور دوس
میں نیز پاکستان کے ان علماء کی خدمت میں جو اجتماع میں وجہ اعذار کے متفرقین کے علاوہ بھی
پاک و زائد کردہ، مسیب کی شہر لیاقت مدینہ کے لئے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی خدمت میں
پیش کیا جا رہا ہے

یہ حکومت سے بھی گزارش ہے کہ وہ متحدین علماء دین کی جماعت کے فیصلہ کے بعد ہی اس کو نافذ
کرنے کے لئے بذریعہ ریڈیو اعلان کرے، اور محکمہ اطلاعات کو جاندار کرے کہ وہ دہشت کے ارے میں
بغیر ذریعہ ہر کسی کے فیصلہ کے کوئی غیر تشہیر کرے تاکہ عامہ المسلمین کے ذریعہ میں کوئی نقصان نہ آئے

خارجہ از مصلیٰ

انتخاب علماء منقذہ ملتان مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۳۳۵ء عرصہ قسماً العلوم ملتان کی دعوت پر مسلمان پیش آئندہ رویت بلال پر غور و خوض اور بحث و تحقیق کے بعد جو متفقہ مسائل طے ہوئے وہ غیر اعادہ سوالات کے حسب ذیل ہیں، اس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ متون و مترجم و مشہور کی مغنی بروراستہ کے خلاف کوئی بات نہ ہو، اور اختلافات و خود را کی جو باریہ عام اصول بحال ہو رہے ہیں اس کا افسار ہو سکے، ان جوابات اور طے شدہ مسائل کی ایک ایک کاپی اور تمام اطراف و اکناف کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی، اور اتفاق و تصدیق کے بعد جو بات حکومت سے متعلق ہے اس کی منظوری کی استدعا حکومت سے کی جائے، بابتہ التوفیق

① ملال، عثمان، جالب، صحت خبر واحد سے غلطی وہ عادل ہو، دستور الحال پر نجات ہو سکتا ہے، اس میں شہادت مشروط نہیں، البتہ ملال، عیدین میں شہادت نشر اشکاء ہو یا ضروری ہے، یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو دیندار، بول، اور اشد سے عالم یا جماعت مجاز کے سامنے ہوں، یا قاضی شہادت ادا کریں، بحالہ محمود و ذیل ملال میں ہم فقیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں ضروری ہوں گے، اور ان کا اشیاء کیا جائے گا، لیکن اگر ملال رمضان میں ہوتی ہے یا برائے ہوئے یا مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا سستی کے بعد عادل کی شہادت سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے تو اس پر حکم دیا جاسکتا ہے

② ریڈیو ٹیلیفون، تاریخی خط اور اخبار میں یہ فرق ہو کہ تاریخی خط اور اخبار سوائے صورت و مستفادہ کے اگر معتبر نہیں، البتہ خط مشروط معرفۃ الکتاب و عدالتہ اور ریڈیو ٹیلیفون مشروط معرفۃ صاحب الصوت و عدالتہ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے، شہادت میں نہیں ہوں گے،

③ مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت عدل، جاز کے سامنے تحت احکام شرع ملالی صوم یا اندر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں محاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے

عہدہ فیصلہ اس بند پر کیا گیا کہ اگر ملال چاند و کھنڈ نہ غفلت کرتے ہیں گلاب بھرنی: جوتانی الزرقہ کا شرفی و زانوون ملالی، نیز کہ اس نے ہوا لیکن ملالی و ملالی ہیں، عظیم کہ درخت شرط ہو کہ نظر لائی مشہور (م) رشید احمد عہدہ ریڈیو میں بشرط اخبار بند رویت کہلے ہے فیصلہ فقہ کر کے ہے بشرط نہیں، بلکہ اس کا کافی ہے کہ ریڈیو مذکورہ امتداد ملال کے، تحت ہوا، جیساکہ اس میں آ رہا ہے ۱۲ رشید احمد

حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

(۴) ہلالِ صوم یا ہلالِ فطر دونوں میں دیہات و رساتی کے لوگوں کو جہاں علماء یا فاضلین ہیں صرف اقوام میں پراعلم کو کہ روزہ اور عید کی باتیں، لگاس کے لئے ضروری ہے کہ عادلانہ ذمہ داری کے ساتھ یہ بیان دینے کے لڑائی جگہ میں سے ملنا کا فیصلہ کرنا ہے، یا وہاں متفقہ طور پر عید پڑھ لیا اور میں خود پڑھ کر لیا ہوں، یا میں نے مشاہدہ کیا ہے، یا میں نے منادی سنی ہے اور اس کے لئے ایسے بیان پر ہلالِ قریب کو غلبہ نہیں بھی حاصل ہوا جس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

(۵) رویتِ ہلال میں جہاں جہاں استفادہ کا لفظ آیا ہے اس میں بھی بے سرو پا افراتو یا بہم اور غیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز یعنی جماعتِ علماء یا عالم ثلثہ کے پاس متفقہ و خبر دیے والے خبر رویتِ ہلال کو بالضرط المروم فی الجواب الساتر بیان کریں، اور اس سے خبر لیا کہ طاعتِ قلب اور غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو اس صورت میں یہ طریق موجبِ عمل قرار دیا جائے گا اس کے علاوہ استفادہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثلثہ فی الغمرہ کے پاس متعدد خطوط یا تبلیغوں یا کاتو سٹ یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینتِ قلب ہو سکے،

(۶) اگر ہلالِ رمضان میں خبر واحد عادل یا خطِ غریبہ پر اعتنا کرتے ہوئے روزہ کا حکم دیا گیا اور تیسرا روزہ پڑھ لیا ہو جانے کے بعد بھی رویتِ ہلال نہ ہوئی تو یہاں تک عید کی جائز نہیں، اور کما لیت علت عید کرنی جائز ہے،

(۷) اگر کسی جگہ حاکم وقت یا اس کے نائب رجاعتِ علماء یا عالم ثلثہ فی الغمرہ نے رویتِ ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبہ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دینا یا تو نتیجہ وہ سب کے لئے قابلِ تسلیم سمجھا جائے گا، لیکن اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا،

(۸) اختلافِ مطالع صوم و فطر میں مسئلہ ایک دوسری جگہ فیوت رویت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا۔

① صدر مجلس،

② محستروہ

محمد رضا الشہنشاہ، مفتی قاسم العلوم شاہ

خیر محمد رضا الشہنشاہ، نیر الدار میں ملتان

ارکان مجلس،

③ رشید احمد دانا، دارالافتاء کراچی ④ محمد عبدالرشید شاہ دارالافتاء فیروز خان

- ۵) محمد صادق عفا اللہ عنہ، المومنین، مہر ہادی
 ۶) محمد الحسن عفا اللہ عنہ، خطیب جامع مسجد مظفر گڑھ
 ۷) محمد جواد علی عفا اللہ عنہ، سبزی، گوجرانوالہ
 ۸) حالی الدین عفا اللہ عنہ، دلی، مدرسہ اہل السنہ
 ۹) جواب انکس، مجھے ابھی تک شرح صدر نہیں
 تحقیق کروں گا، باقی خبرات میں متفق ہوں
 عطا اللہ
 ۱۰) محمد امیر نظام خور، مظفر جموں و کشمیر
 ۱۱) احتراک نام احمد علی عفا اللہ عنہ، لاہور
 ۱۲) محمد وسعت محمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ اسلامیہ کونٹک
 ۱۳) سید احمد عفا اللہ عنہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور
 ۱۴) محمد عفا اللہ عنہ، شیخ الحدیث، مہاجر العلوم، بون
 ۱۵) سید احمد عفا اللہ عنہ، سراج العلوم، سرگودھا
 ۱۶) محمد عفا اللہ عنہ، توری، مدرسہ اسلامیہ، فیصل آباد
 ۱۷) مسعود احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۱۸) عزیز الرحمن عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۱۹) احمد باغی عفا اللہ عنہ، خطیب، جموں و کشمیر، انجمن
 ۲۰) خادم حسین عفا اللہ عنہ، خطیب، جموں و کشمیر، لاہور
 ۲۱) فیروز عفا اللہ عنہ، خطیب، جامع مسجد خاندان
 ۲۲) نور احمد عفا اللہ عنہ، خطیب، جامع مسجد مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۳) خدایت عفا اللہ عنہ، خطیب، جامع مسجد مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۴) فیروز عفا اللہ عنہ، خطیب، جامع مسجد مظاہر العلوم، لاہور

مصدقین:

- ۱۵) مظفر احمد عفا اللہ عنہ، عفا اللہ عنہ
 ۱۶) علی محمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۱۷) عبدالحق عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۱۸) محمد اشفاق الرحمن عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۱۹) مظفر حسین عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۰) محمد صالح عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۱) علی محمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۲) محمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۳) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۴) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۵) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۶) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۷) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۸) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۲۹) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۰) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۱) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۲) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۳) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۴) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۵) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۶) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۷) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۸) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۳۹) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور
 ۴۰) سید احمد عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر العلوم، لاہور

مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدد حب دہری درگاہی اے باقی جوابات سے اتفاق فرمایا ہے صرف اختلاف مطالعہ کے عدم اعتبار میں خطمان کا اظہار کیا ہے، اس لئے ریڈیو کے علاوہ

سے متعلق جواب دہ میں یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں:

”عص طلاق کے ریڈیو سے وہاں کے علماء کے فیصلہ کے مطابق اعلان مجودہ اسی عاقل کے مدد میں واجب التحیل ہوگا۔ دوسرے طلاقوں میں جب تک شرعی ثبوت کے ذریعہ وہاں کے علماء فیصلہ نہیں دے سکتے، مثلاً کراچی ریڈیو کا اعلان صرف مسندہ بلوچستان پر نازل ہو کر ریڈیو کا اعلان صوبہ پنجاب پر اور راولپنڈی ریڈیو کا اعلان راولپنڈی اور کراچی کشمیر ریڈیو کا اعلان صرف آزاد کشمیر پر اور پشاور ریڈیو کا اعلان صوبہ سرحد و آزاد قبائل پر اور وٹھکا ریڈیو کا اعلان بلوچستان کے مشرقی پاکستان پر اثر انداز اور واجب التحیل ہوگا، ایک علاقہ کا اعلان دوسرے علاقہ کے لئے مؤثر نہ ہوگا۔“

نیز شہادت قاضی کے بارے میں ذیل کی تحریر ارسال فرمائی جو بلفظ درج ہے۔

”فیصلہ میں یہ الفاظ ذکر نہیں کرنا چاہئے، محض نام لے لیا ہے، کیونکہ جب شرعاً غلبہ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ خیانت یاد دیا گیا ہے کہ قاضی کی شہادت قبول کرے، تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے فی ظہر بھی محلی نظر ہے، اور موجود زمانہ کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید ناقابل عمل ہو جائے۔ کیونکہ اگر قاضی کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا اتفاق محض ہو جائے، کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی مسترد آنا ممکن ہو جائے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبہ ظن بعد قیصر ضروری ہے جو قاضی اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی، رد نہ قبول کرنا چاہئے، تاکہ حقوق منکسر نہ ہو جائیں، معین الحکام باب الثانی وشرح میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح دی ہے،

مسئلہ: قال القضاة في باب السياسة نص بعض العلماء على ان اذا لم يجد في جهة الا غير العدل ولا اعتنا اهلهم ونحو الشهاده عليهم ويلزم ذلك في القضاة وغيرهم لثلاثه المصالح قال وما المانع بعد ايداع في هذا فان التكليف شرط في الامكان وهذا الحكم للمصلحة لثلاثه الاموال وتضييع الحقوق قال بعضهم واذا كان الناس نساقا الا لتقليد النادر فبطلت شهاده بعضهم على بعض ويحكم بجهاد الامم الا مثل قالوا مثل من الفتناء هذا هو الصواب الذي عليه العمل وان اشكر كثير من الفقهاء بما يستنبطون وكذلك العمل على صحة كون القاضى وليا في النكاح ووصيا في المال وهذا يؤيد ما نقله القرافي واذا غلب على الظن صدق الناس

قیدت شہادتہ وحکم ہمارا اللہ تعالیٰ ہم پر بخیر العاقبت نکالے جو ذرا مطلقاً
بل ثبت فیہ حتیٰ یثبتین حد قہ من کان بہ فیعمل علی ما تبیین وشفقہ علیہ»

محرم حضرت مولانا محمد رفیع صاحب بنوری نے نقطہ اختلاف مطالع میں فیصلہ علم
سے اختلاف فرمایا ہے، آپ کی تحریر بھی منظر درج ذیل ہے:
”حد میں حدود وراثت میں عمل کرنے کا کلیہ صحیح نہیں، بعض اوقات بلاد میں تحدات
ہوتا ہے کہ حقیقتہً مطالع عزالت ہو سکتا ہے جیسے پٹنار، ڈھاکہ، اس لئے یہ قید بڑھانا چاہئے
”بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا اہل علم نہ ہو جہاں اختلاف مطالع حقیقتہً ہو سکتا ہو۔“
”بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہو، مسئلہ اجماعی ہے، کما اختارہ ابن عیاض
و دیگرہ، بدایۃ المجتہد لابن رشد، فتح الباری لاسی جرح و ملحدہ یوں احفہ کے ہاں بھی بلاد بعیدہ میں
معتبر ہوا متعین ہی رہا جو المبدأ الفی والاختیار میں اختلاف و تبیین الحدائق للفریعی
اور جب ابن عزیز ثابت ہو چکا ہے دوسرا مروج قول خود بخود ختم ہو جائے، المکمل کا قول
لاعدیۃ لاختلاف المطالع تخصیص اُن بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسطاً شہراً آخر شہراً اسی
مساافت طے نہیں ہو سکتی تھی، متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کر دی ہے ذاکم کی مراد نہ حقیقتہً صحیح
ہے، تفصیل کی اس وقت مست نہیں، متفقہ فیصلہ کا مضمون ختم ہوا۔“

اختلاف مطالع سے متعلق مندرجہ بالا دونوں حضرات کی آخری رائے

مندرجہ بالا تحریر کے بعد ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی
محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد رفیع بنوری اور سندھ کے اتفاق رائے سے اختلافات
مطالع کو غیر معتبر قرار دینے کو پورے ملک میں تنفیذ حکم کے لئے چند تجاویز حکومت کو بھیجی گئی تھیں
جو پہلے پاکستانہ التبلاغ میں اور پھر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب جو آخر مفتی میں شائع
ہو چکی ہیں، ذیل میں یہ تجاویز اور ان سے متعلق پورا مضمون درج کیا جاتا ہے:-

روایت بلال کے مسئلہ میں ملک کی انتشار سے بچانے کی تجاویز

کئی ممالک سے عبد الغفور کے موقع پر ورسے پاکستان میں عجیب طرح کا انتشار و انتشار

ہمیت ہے، مرکز کی ہلال کیسی کے اعلان کا مقصد قریہ تھا کہ سارے ملک میں ایک دینی عید ہو اور واقعہ یہ ہونے لگا کہ ہر ہر شہر اور ہر ہر قصبہ میں روزِ عیدیں ہونے لگیں، یحییٰ عید کے دن جو اہل مذہب و ملت کا رہا ہے اس میں باہمی اختلافات اور جھگڑوں کے مظاہرے ہونے لگے، جس کو کوئی سمجھدار انسانی کسی ملک کے لئے پسند نہیں کر سکتا،

اس سے زیادہ معزرتِ رسالہ وہ تھیں جس جو عید کے بعد مغزوں تک اخباروں میں طے ہیں سرکاری حلقوں سے علماء کو مطلوب کیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی مقاصد کے لئے بالقصد اشتراکِ عقائد میں، دوسری طرف سے حکومت پر یہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ حکومت جن کو بوجھ کر مسلمانوں کی عبادات کو مختل اور دینی معاملات کے ساتھ مداخلت کرتی ہے،

لیکن ذرا بھی غور اور انصاف سے کام لیا جائے تو یہ دونوں الزام غلط اور بالکل بے جا ہیں، علماء میں بہت بڑی تعداد ایسے علماء کہ ہے جن کا سیاست سے کوئی دُور کا بھی علاقہ نہیں، اور نہ ان کی کسی ذاتی غرض کا کوئی مشبہہ ہو سکتا ہے، اسی طرح حکومت کے ارکان و افراد میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خود روزے رکھتے ہیں اور دینی اقدار کا احترام کرتے ہیں، ان پر کیسے یہ بدگمانی کی جاسکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر خلیفہ خدا کے روزوں کا ریلوئی لپے مسرے لینے کو تیار ہو جائیں،

حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک روزے کے وقت کو سمجھنے میں کچھ غلط فہمیاں ہیں، وجہ شاید یہ ہے کہ سرکاری حلقوں کے حضرات اس کو ایک خاص بہو زاد و متطاعی معدہ سمجھتے ہیں جس میں خدا کی کوئی مداخلت، اُن کو گوارا نہیں، دوسرے یہ کہ وہ اس معاملہ میں صرف خیرِ صادق جس پر سننے والوں کو یقین ہو جاوے علان کے لئے کافی سمجھتے ہیں، اور اُس فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط کرنے کے لئے صرف خیرِ صادق کافی نہیں ہوتا، بلکہ شرعی شہاد ضروری ہے، جس کے لئے خاص مشرانِ فطرت اور قواعد ہیں، اور علماء یہ جانتے ہیں کہ ہر دینی عید عام فوہوں کے ہزاروں کی طرح ایک چوہا نہیں، بلکہ ایک عبادت کا ختم اور دوسری عبادت کا شریعت کو نہ ہے جس میں شریعت کے مسئلے جوئے اصول سے متعلق کوئی صورت جائز نہیں، اور کوئی چیز کفر کی گواہ اور قابلِ اعتماد ہو اور سننے والے کو اس پر پورا یقین ہو مگر وہ اپنے اس یقین کو پورے ملک پر اس وقت تک مسلط اور لازم نہیں کر سکتا جب تک جب شرعیہ اور باقاعدہ شہاد نہ ہو اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاملہ پر جمید گت سے غور کیا جائے اور شرعی اصول

کے معاملہ پر بہت مثال کے اعجاز کے لئے ملک کے ماہرین فنی علماء کے مشورہ سے اس معاملہ کا جو بنایا جائے جس پر تمام علماء اور عوام کو اطمینان ہو سکے، اور پھر اسی ضابطہ کا سب کو پابند بنایا جائے اور اسی ضابطہ کے تحت ریڈیو پر اعلان کیا جائے، مجمعہ و البین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو ملک کے کسی گوشے سے سرکاری اعلان کے تعلات کوئی آواز نہ سنے گی، ہر طبقہ کے علماء اس کی موافقت کریں گے، اور ملک میں عین دھرت اور وحدت و اتفاق کے ساتھ ایک ہی دن ہر اسلام کے اگرچہ غریبی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ پورے ملک میں عید ایک ہی دن ہر اسلام کے قریب آئی میں اس وقت کے موجودہ ذرائع مواصلات کو بھی اس کام میں استعمال کرنے اور عید ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا، اور ملک کے وسیع و عریض ہونے کی سہولت میں شدید اختلاف مطالع کی مشکلات بھی اس میں پیش آ سکتی ہیں،

پھر پاکستان کے عوام اور حکومت کی اگر یہی خواہش ہو کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی دن ہو تو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے، شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطہ شہادت کے تابع ہو

و زوجت ہلال کے لئے شرعی ضابطہ شہادت میں برقرار رہتا ہے کہ ملت کے چاروں مذہب حق، شافعی، مالکی، حنبلی اور جہور علماء، سلف و خلف کا اتفاق رہا ہے، ذیل میں لکھا جاتا ہے جس کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ انسان پسند طہیر محسوس کرے کہ ہلال کیسی کے حالیہ اعلان سے علماء کا اختلاف درحقیقت کسی مذہب یا سیاسی غرض کے لئے نہیں بلکہ اصولی شرعی کی مجبوری سے عمل میں آیا، دوسرے یہ کہ حکومت کے ذمہ دار حضرات توجہ فرما کر ملک کے ہر طبقہ فکر کے مستند علماء کے مشورہ سے اس ضابطہ کے تحت مرکزی ہلال کیسی کا ایسا ضابطہ بنادیں جس پر ملک کے علماء اور عوام مطمئن ہو کر عمل کر سکیں، اُس ضابطہ شرعی کی تفصیل نیچے سے چلا ایک امر کی رضا ضروری ہے جو شہادت کی اصل بنیاد ہے،

خبر صادق اور شہادت میں فرق

کسی معاملہ کے متعلق ایک ثقہ معتبر آدمی زبانی خبر دے یا ٹیلیفون پر بتلائے اور اس کی کوازی بھائی جائے، یا خود میں لکھے اور خط پہنچا نا جائے تو خط کو اس خبر کے سچ ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں رہتا، بجائے خود اس کو یقین کامل ہو جاتا ہے، اور اس کے متعین پر عمل کرنا

اپنی مدعیہ اس کے لئے جائز نہیں ہے، اور عام معاملات میں دعویٰ دینا اس پر عمل بھی کرتی ہے، لیکن اگر وہ اپنے اس فیصلے کو رد و سرور پر لازم اور مسلط کرنا چاہے کہ سب اس کو تسلیم کریں تو ضرورت اور موجودہ قانون میں اس کے لئے مضابطہ شہادت قائم ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی قاضی یا حاکم اپنے یقین کو رد و سرور پر مسلط نہیں کر سکتا،

ایک جج کو ذاتی طور پر کسی مقدمہ سے متعلق ایک امر پر کتنا ہی یقین بلکہ مشاہدہ ہو مگر وہ اپنے یقین کی بناء پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا، جب تک باقاعدہ شہادت کی شرط پوری کر کے اسے اسے ثابت نہ کرے، اور اس شہادت میں کسی عدالت کے نزدیک شیلیغون کا بیان کافی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اگر وہ عدالت میں حاضر ہونا شرط ہے، دنیا کی عدالتوں کا موجودہ مضابطہ شہادہ اس معاملہ میں بالکل مشترک ہے اور اسلامی مضابطہ کے مطابق ہے کہ شہادوں کا قاضی یا حاکم کے سامنے حاضر ہونا ضروری ہے، شیلیغون پر کسی خبر کا بیان کرنا کتنا ہی قابل اعتماد ہو شہادہ کے لئے کافی نہیں،

حالیہ واقعہ میں مرکزی ہلال کمیٹی کا فیصلہ عہدہ کے نزدیک اس لئے ناقابل قبول ٹھہرا کہ ہلال عہدہ کے لئے باقاعدہ امت شہادت شرط ہے، بعض خبر صاف کافی نہیں، اور مرکزی کمیٹی نے صرف شیلیغون کی خبر پر عمل کر کے اطلاق کر دیا، اس کی کوشش نہیں کی کہ گواہ کمیٹی کے سامنے پیش ہو کر گواہی دینے یا کمیٹی کا کوئی مستند عالم وہاں جا کر ان سے رو بہ رو اسی لینا اور پھر شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرنا، اگر ایسا کر لیا جاتا تو کسی عالم کو اس سے اختلاف نہ ہوتا، مضابطہ شہادت کی یہ یارکیاں موجودہ عدالتیں بھی جانتی ہیں اور مانتی ہیں، مگر عوام کو ان میں فرق محسوس کرنا آسان نہیں، اس لئے طرح طرح کی چیمگوئیاں شروع ہو گئیں،

ہلال عید کے متعلق شرعی مضابطہ شہادت

جب چاند کی رؤیت عام دہرے صبح دو چاند میں نے دیکھ لی تو یہ صورت حال اگر ایسی فضا میں ہو کہ مطلع بالکل صاف ہو چاند دیکھنے سے کوئی بادل یا دھواں، غبار وغیرہ مانع نہ ہو تو ایسی صورت میں صبح دو صبح کو رسول کی رؤیت اور شہادت شرعاً قابل اعتماد نہیں ہو گی جب تک مسلمانوں کی بڑی جماعت اپنے دیکھنے کی شہادت نہ دے چاند کی رؤیت تسلیم کی جائے گی جو دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں اس کو ان کا منافی الطریا بھوٹ قرار دیا جائے گا،

ہاں اگر منصف صاف نہیں تھا، غیاء، دھواں، بادل وغیرہ واقع ہوا ایسا تھا جو جانور دیکھے میں نافع ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں رمضان کے لئے ایک ثقہ کی اور عیدین وغیرہ کے لئے دو ثقہ مسلّموں کی شہادت کا اقرار کیا جاسکتا ہے۔

مگر حکومت کے لئے ایسی شہادت کا اعتبار کر کے ملک میں اعلانیٰ کرنے کے واسطے تین صدوقوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، اگر تین صدوقوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو ایسی شہادت کے طریقہ پر عید کا اعلان کرنا حکومست کے لئے کسی ذمہ دار جماعت کے لئے جائز نہیں، وہ تین صورتیں اصطلاح شرعیّت میں یہ ہیں :-

① — شہادت علی الرویۃ

② — شہادت علی شہادۃ الرویۃ

③ — شہادت علی القضاء

شہادت علی الرویۃ :

شہادت علی الرویۃ یہ ہے کہ ایسے علم یا جماعت علماء کے سامنے یہ شہادت دینے والے ذات خود پیش ہوں جن کی احکام شرعیہ، فقہیہ اور اسلام کے خالصہ شہادت میں ہمارے پر پورے ملک میں اہل تہذیب و تعین کیا جاتا ہو، اور یہ عالم کہ علماء متفقہ طور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کرے،

شہادت علی الشہادۃ :

شہادت علی الشہادۃ یہ ہے کہ اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہو سکے یا نہیں ہو سکے، تو ہر ایک کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ عالم یا علماء کے سامنے یہ شہادت دیں کہ ہم نے سامنے قضاۃ محض نے بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے،

شہادت علی القضاء :

شہادت علی القضاء یہ کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا ہے اگر وہاں حکومت کے طرف سے

نصفین ورمز سونی دھ سے خود حاضر ہوئے ہر تادم ہوں ۔

وعدہ یعنی اصل گواہ ان کو اپنے گواہ پر گواہ بنائے ۱۱

سے اور بانٹا کہ نہیں کو میں شہادت و تہا ہوں کہ فلاں رات فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر حاضر بنایا ہے اس لئے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں ۱۲ رشتہ برادر

کوئی فعلی کمیٹی قائم ہے، اور اس میں کچھ ایسے علماء موجود ہیں جن کے فرائض پر علماء اور عوام اعتماد کرتے ہیں، اور جانہ دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی اپنی شہادت پیش کریں، اور وہ علماء انکی شہادت قبول کریں، تو ان علماء کا فیصلہ اس صنف کے لئے تو کافی ہے جس میں شہادت پیش ہوتی ہو، مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کیلئے ضروری ہے کہ حکومت کی نامزد کردہ مرکزی رویتہ ہلال کمیٹی کے سامنے ان علماء کا فیصلہ بشرائط ذیل پیش ہو:

۱۔ مشہور علماء، ان کا امیر یہ تحریر کریں کہ فلان وقت ہمارے سامنے دو یا زیادہ شاہدوں نے بچشم خود جانہ دیکھنے کی گواہی دی، اور ہمارے نزدیک یہ گواہ لحد اور قابل اعتماد ہیں، اس لئے ان کی شہادت پر جانہ ہونے کا فیصلہ دے دیا، یہ تحریر دو گواہوں کے سامنے لکھ کر سرسبز کی جائے اور یہ گواہ تحریر کے مرکزی کمیٹی کے علماء کے سامنے اپنی اس شہادت کے ساتھ پیش کریں کہ فلان علماء نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے،

مرکزی کمیٹی کے نزدیک اگر ان علماء کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہے تو اب یہ کمیٹی پورے ملک میں مرکزی حکومت کے دئے ہوئے اختیارات کے تحت، اعلان کر سکتی ہے، اور یہ اعلان سب مسلمانوں کے لئے واجب القبول ہوگا، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ یہ اعلان عام خبروں کی طرح نہ کیا جائے بلکہ مرکزی ہلال کمیٹی کے سرکردہ کوئی عالم خود پڑھ کر اس امر کا اعلان کریں کہ ہمارے پاس شہادت علی الریۃ یا شہادت علی الشہادۃ الریۃ یا شہادت علی القضاء کی منسوخوں میں سے فہم صودت پیش ہوئی ہے، ہم نے تحقیقات ہونے کے بعد اس پر جانہ ہونے کا فیصلہ کیا، اور مرکزی حکومت کے فیصلے پر اختیارات کی بنا پر ہم یہ اعلان پورے پاکستان کے لئے کر رہے ہیں،

یہ چند اصولی باتیں ہیں جن کا رویت ہلال اور اس کے معاملہ میں پیش نظر و مباحثہ ضروری ہے، اس ضابطہ شہادت میں عمل اور استقامتی طور پر اگر کوئی مشکل پیش آسکتی ہے تو وہ عرصہ

عس پر سرورث و ریضت کتاب الفاضل الی القاضی ہے، چمکہ شہادت علی اعتقاد کی شہادت پر صورت مہملی اور زاوہ قابل مقلد ہے، اس لئے اسے اختیار کیا گیا، ۱۲

عس پر شرطیہ توفیق اور سالہا سال سے یہ واسطہ دینے والی کی بنا پر لکھا گیا ہے، ورنہ جب یہ اعتماد اور پرہیزگاری و تقویٰ ہو کہ رویت ہلال کا فیصلہ اور اس فیصلہ کا اعلان شرعی منابہ کے تحت ہوتا ہے تو اعلان میں تفصیل مذکور کی ضرورت نہیں ۱۲ کرمشعید احمد

آخری صورت یعنی شہادت علی الغفار میں ہے کہ اس میں ایک شہر کی ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کو رد کر دیا گیا کیونکہ کمیٹی نے اس کے لئے دو گواہوں کا نام دیا ہے تاہم ضروری ہے، جو اگرچہ ہوائی جہاز کے دور میں کچھ مشکل نہیں، مگر ایک مشقت سے خالی نہیں،

اس دشواری کا حل تلاش کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حلاء کے اجتماع میں غور کیا گیا کہ یہ شہادت علی الغفار کی صورت ضروری ہے، اور آیا اس میں کوئی ہولت نکال سکتے ہیں یا نہیں؟

خدا تعالیٰ ارہم ادمہ جو حلاء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ علماء اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصولی لحاظ پر تو ذیلی اہل اکیڈمی کا فیصلہ مرکزی اہل اکیڈمی کے لئے اسی وقت قابل تنفیذ ہو سکتا ہے جبکہ وہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں، صرف ٹیلیفون وغیرہ پر اس کا فیصلہ دینا کالی نہیں، چہرہ رعبا، امت منفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کا اصل مذہب یہی ہے، ہر ایک کتاب اللہ امام شافعی، مخنی ابن حنبلہ، حنبلی وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ حکومت اس اصول کے مطابق کوئی انتظام کرے، لیکن حلاء کے اس اجتماع میں اس پر غور کیا گیا کہ اگر حکومت اس میں دشواریاں محسوس کرے تو کوئی دوسری صورت بھی پرچین ہے یا نہیں؟ غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر اس کا ایک حل یہ نکلا گیا کہ،

حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے، ای میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند حلاء کو ضرور لیا جائے جو شرعی منابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں، اور ہر ذیلی کمیٹی کا تمام صورت شہادت جیسا کرنا نہ ہو بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر یا قاعدہ شہوتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہو، اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلیفون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطو نہ ہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے، اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کر نہیں بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ ذیلی کمیٹی نے جس میں اعلان کیا

۱۰۔ یعنی سے پورے ملک کے لئے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے،

۱۱۔ اور یہ صورت کی جو جگہ ہے کہ اعلیٰ میں اس تفصیل کی شرائط اور احکام بیان کرنے کے لئے ہے، وہ نہ بصورت اعلان

اعلان میں یہ تفصیل بتانا ضروری نہیں، ۱۲۔ درستیہ جمعہ

علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کیلئے، ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا یہ اعلان شیعہ فرقے سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہو سکتا ہے

بنی محمد شفیع رحمہ اللہ عنہ

ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ عنہ

۱۰ شوال ۱۴۱۰ھ

۱۳ شوال ۱۴۱۰ھ

محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ عنہ

رشید احمد

۱۳ شوال ۱۴۱۰ھ

۱۳ شوال ۱۴۱۰ھ

حکومت پاکستان کی طرف سے عبادات کو قمری کیلنڈر سے البتہ کرنے کی تجویز کا جواب

سوال ۱۔ محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حکومت پاکستان نے قمری کیلنڈر کی بجائے قمری کیلنڈر کی تردید کیا جاتی ہے، قمری کیلنڈر حیار کرنے کے لئے ایک بورڈ متعین کیا گیا ہے، مجھے بھی اس کا کہن نامہ دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سوالات کے بارہ میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے؟

① آئی کے کیا معنی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آئی ہیں، زیادہ حساب کتاب نہیں جانتے؟ جیسے ۱۹ دن کا ہوتا ہے یا تیس دن کا، اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس زمانہ میں مرد عوام اناس کی سہولت کی خاطر چاند کی رویت کو اپنا لیا گیا تھا؟

② بعض علماء بخلاف بازو کے چاند پر پہنچنے کو صحیح نہیں مانتے، آپ کی اس بارہ میں کیا رائے؟
③ قطبین پر نماز کے اوقات کی قرآن مجید یا احادیث نبوی میں وضاحت نہیں، اگر یہ لیا جاتا ہے تو پھر رویتِ ہلال کے بارے میں اجتہاد کیسا ہے؟

④ پہلے زمانہ میں چاند کے دھڑکنے بارے میں عوام کو علم نہ تھا اب دہائی کے ذریعہ مقامِ قمر معلوم کیا جاسکتا ہے، لہذا کیا اب بھی رویت کی ضرورت باقی ہے؟

⑤ اوقات نماز کے لئے طلوع وغروب آفتاب کا مشاہدہ ضروری نہیں تو رویتِ ہلال کے بارے میں کیوں؟

⑥ سعودی عرب میں آپ کے علم کے مطابق پانچ کا تعین کیسے کیا جاتا ہے؟ خیال ہو کہ

وہ حسانی طریقہ سے کیلنڈر تیار کرتے ہیں، ایسا یہ طریقہ صحیح ہے؛ اگر نہیں تو ہمارا کچھ صحیح ہوتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر صحیح ہو تو پھر پاکستان میں اس کی ضرورت کیسی ہے؟

⑥ لڑکا پسیرا کہ اس شمال بعض علماء کے نزدیک کسی زمانہ میں جائز تھا، اس کی کجاء و خبیثہ؟ اب اگر جائز قرار دیا گیا ہے تو کہیں بنا پر؟ اگر لاؤڈ سپیکر کے بائے میں بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتے ہو سکتی ہے تو رویت کے بارے میں بھی ہو سکتی ہے؛ یعنی وجودِ قرآن کو بناو قرار دیا جائے۔

⑦ پاکستان میں کسی کیلنڈر کے بھلنے سے فوری کیلنڈر کی ضرورت کا سوچ جا رہا ہے، آپ کے نزدیک ایسا کہ اسلام کے کسی تقاضے کو پورا کرنا ہے، اور اس کی افادیت کیا ہو سکتی ہو؟ اسلامی تاریخ کے ہم واقعات مثلاً میلاد النبی، واقعہ معراج، و شہداء کو مجوز و مشہوری کیلنڈر درجہ کو وجودِ قرآن پر کدھوہ قرآن یعنی نہ سکتا ہے اس کے ساتھ منسلک کرنا اختلافِ فرائض توہم ہو گا؟

⑧ اگر فوری کیلنڈر درجہ بنا دیا تو قرآن کو اسلامی فوری کیلنڈر درجہ بنا دیا تو قرآن کے منسلک ہونا تو دو دلیوں میں حذر مستہرا کیا ہونا کہ اولیٰ اللہ کی غفلت بانی ہے اور مؤخر اللہ کی تحریرت

الجواب باسم ملہم الصواب

① اپنی رائے وال کی طرف مفسر ہے، یعنی ناخواندہ اس مناسبت سے کہ عورتیں عموماً ناخواندہ ہوتی ہیں، یہی مسئلہ کہ ناخواندہ شخص کھٹے پڑھنے کے اعتبار سے اور زمانہ کی طرح ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ ناخواندہ عوام کی اکثریت تھی، مگر حساب دانا بھی موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعداد کلا واقعہ مشہور ہے، متروا نیشن کو جس اسلوب تقسیم فرمایا ہے اس سے آجکل کے دورِ برقی کے اکثر محاسبین بھی ناواقف ہیں، بہت کم لوگ اس کی حقیقت جانتے ہیں، غرضیکہ وہ زمانہ محاسبین سے بالکل خالی نہ تھا، اس کے باوجود آپ کا ثبوت ہلال میں حساب کو بطل قرار دینے کو نہ طریقہ قرار دینا اس پر کھلی دلیلی ہے کہ شرعاً اختلافِ ہلال کے لئے حسانی طریقہ استعمال کرنا جائز نہیں، اور اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے، ملاحظہ ہو صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ص ۱۰۹ ج ۴، و عمدة القاری ص ۲۸۰ ج ۱، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صوم واقطار کا مدار یعنی رویت پر رکھو، صوم الترویجہ و لظہر و ترویجہ

اگر جان طریقت کی گنجائش ہوتی تو روضت سے حکم کی بجائے لڑائی حساب سے دریافت کرنے کا حکم فرماتے، بالخصوص جبکہ حساب فیصلہ میں کس سہولتیں بھی ہیں، مثلاً،

(۱) روضت کے لئے جدوجہد اور مشقت سے نجات،

(۲) اختلاط و انتشار سے حفاظت،

(۳) آئندہ معاملات کے لئے تعین تالیخ میں سہولت وغیرہ،

معنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روضت ہی کو شرط قرار دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ عبادتِ اسلامیہ کے معاملات اور عبادت کسی ایک یا متعدد روزے چند لوگوں کی رائے اور فیصلہ پر موقوف ہونے کی بجائے عام مسلمانوں کے مشاہدہ سے متعلق رہیں، تاکہ وہ اندر ہی اختیار کی بجائے علیٰ درجہ البصیرۃ عبادت ادا کریں، اور اپنے معاملات و عبادت کو چند انسانوں کے قبضہ میں اور اپنے دھرم و کرم پر موقوف نہ سمجھیں، اور اس قسم کے شکوک و شبہات میں گرفتار نہ ہو کر اپنی زندگیوں کو شایہ چاند کے فیصلہ میں محاسب لے سہو یا کسی معلومت سے غلطی کا ارتکاب کیا ہو چنانچہ شمسی کیلنڈر کا چابی حال ہے، ہینہ ۲۸ دن کا ہے یا ۲۹ یا ۳۰ یا ۳۱ کا اس بارے میں پوری دنیا چند چالیسویں کی کو راہ تقلید کر رہی ہے، بس یہ جہد بھگت جو کہ بڑے سادہ و سادہ دار و نمک اگستس اور جولیس سینر وغیرہ کے بعد دیکھ دیکھ کر دنیا کے ذہنوں پر مسلط رہے، پھر پوپ گریگوری نے ان کے تسلط پر اپنا قبضہ جمایا، اور ۹ اکتوبر کو ۱۵۸۲ کو ترک کر دیا، علاوہ ازیں ہر ہ صدی ۱۲ پر برابر تقسیم نہ ہونے کے آخری نعرہ کو ۲۸ دن کا فردوسینے کا حکم دیا اپنی ممالک نے پوپ کی بغاوت کی تھیں، بالآخر یہ بھی سب کو اپنی ذہنی غلامی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ آج کے دیکھتے ہوئے کیا، شریعت مطہرہ نے ثبوتِ ہلال کے لئے روضت کو شرط قرار دے کر انسان کو کسی دوسرے انسان کی کو راہ تقلید اور ذہنی غلامی اور عبادت کو غیر کے قبضہ میں دینے سے محفوظ فرما دیا ہے، روضت کی مشقت و مجاہدہ برداشت کر لیں، اور اس کی وجہ سے تالیخ میں قدرے اختلاف کی زحمت گوارا کر لیں، مگر اپنی عبادتِ خیر کے قبضہ میں نہ دیں، بلکہ خود علیٰ درجہ البصیرۃ ادا کریں،

(۲) شرعی لحاظ سے اس پر کوئی نفع اور کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں، اس لئے آج تک کسی بھی عالم دین نے اس کو خلط فرج نہیں بنایا، اگر آپ حضرات کے علم میں کوئی ایسا عالم ہے قدم برگرز عالم دین نہیں، آپ کو دھوکہ لگا ہے کہ ایسے جاہل کو عالم سمجھا ہے

نہر کہ جو بارقہ تحت پلہری دانہ و نہر کہ آئینہ دار دستندری دانہ
بزرگنکندہ بار یک قرینہ انعامت و نہر آنکہ سرتر شد قلعہ فی دانہ

مکتبہ چون بیخ و لاد مست تیز و چون نمی رازی سبب و اہل گریز
پیش از اہل سبے سیر میںا و کز بریدن تیغ را نمود حینا

اس سے متعلق اشکال و جواب کے لئے میری کتاب احسن الفتاویٰ جلد اول و محلہ فرمایا
(۴) جواز اجتماع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مسئلہ متصوہ شرعی ہو ثبوت دیا کہ لئے رویت
کی شرط نص سے ثابت ہے اس لئے اس میں اجتہاد کو ناجائز ہے اور شریعت مطہرہ کا مصلحہ بطور
(۵) اس کا جواب غلط میں تحریر کیا جا چکا ہے،

(۵) اوقات نماز اور نحر میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ شریعت نے اوقات نماز
کا مدار میں رویت پر نہیں رکھا بلکہ اس میں ہم یقین کو کافی قرار دیا ہے، بخلاف نحر میں
کے کہ اس کے لئے عینی رویت کو شرط قرار دیا ہے، دو مرقع ہے کہ حسابی طریقہ سے
متعین کردہ اوقات نماز کی ہر شخص جب چاہے بذریعہ مشاہدہ تصدیق کر سکتے ہے، مگر وجود
ہلال کی تصدیق کے لئے عوام کے پاس سوائے رویت پر شہادت کے اور کوئی ذریعہ نہیں
حسابی طریقہ سے مرقع اوقات میں طلوع و غروب وغیرہ اوقات عمود قابل رویت ہوتے ہیں
مگر ہلال اصطلاحی پیدا نش کے وجود یا عموم قابل رویت نہیں ہوتا، مگر طلوع و غروب
وغیرہ کی تصدیق کے لئے چند مشاہدہ بمثلہ کے لئے کافی ہوگا مگر ہلال میں ایسا نہیں ہو سکتا

(۶) سعودی عرب میں ثبوت ہلال کے لئے حسابی طریقہ ہرگز مستعمل نہیں ہوتا، وہ اس کو
حرام قرار دیتے ہیں اور عینی رویت پر شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں، اس سے تحقیق
سابقہ رہیں البتہ شیخ ابن باز اور حکومت سعودیہ کی ذمہ الدن کی تحریریں ہر سے پاس
موجود ہیں، عندہ المطلب ان کی فوٹو کاپیاں ارسال کی جا سکتی ہیں، رہا یہ سوال کہ وہ انہی جگہ کا
رویت کیسے ہو سکتی ہے؟ تو اس کی وجہ کچھ اور ہیں، اس وقت ان کو تحریر میں لانے کی ضرورت
نہیں ہے چونکہ وہاں روزہ، عید اور حج وغیرہ احکام شرعی قطعہ کئے تحت ہوتے ہیں، اس لئے
ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، اس مسئلہ کی تفصیل اسی جہ میں عنوان سعودیہ میں رویت
کا اعلان پاکستان کے لئے تحت نہیں کے تحت ملاحظہ ہو، مرتبہ

(۷) غارڈاچیکر کے نزدیک پہنچنے والے آواز کے اشباع سے مشغولی کی نماز بھی ہوگی یا نہیں؟
اس میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ غارڈاچیکر کے نزدیک خود مکمل کی آواز بلند ہو جائے
ہے یا نہ ہو، اگرچہ مکمل کی آواز نہیں ہے بلکہ اس کی صدا اسے بازگشت ہے، دوسری بنیاد یہ ہے کہ صدا اسے
بازگشت کا باعث بنے گا یا نہیں، جو اس اعتبار کے لئے یہ شرط مخصوص ہے کہ مشغولی کو انتظار
امام کا عدم ہو، مگر یہ مخصوص نہیں کہ مشغولی تک پہنچنے والے آواز بعینہ امام کی آواز ہو، صدا بازگشت
نہ ہو، اس لئے اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اس کے برعکس ثبوت طلاق کے لئے ردائیت کی
شرط مخصوص ہے، اور نص کے مقابل میں اجتہاد حرام ہے۔

(۸) اس کی کوئی افادیت نہیں، بلکہ سخت ضرر ہے، جس کی تفصیل ادھر لکھی جا چکی ہے، اگرچہ الحائض
عذاب اسلام کی سن کیلنڈر سے وابستہ نہ بھی کیا جائے تو بھی آئندہ جس کو اس کا خطو ہے،
اور جو کام حرام کا زلیہ و مسبب بنے وہ بھی حرام ہوتا ہے، مستقبل میں تاریخوں کے تعیین اور تاریخ
اور وقت کی تقریبی تعیین کے لئے جو دستور چلا آتا ہے کہ شمس کیلنڈر کے ساتھ فوری تعیین
کی جائے بھی ٹھیک رہتی ہے وہی کافی ہے،

(۹) بقیہ اختلاف شرعیات اور ناجائز ہے،

(۱۰) وجود قرع کیلنڈر کی صورت یا اقامت ہو سکتی ہے کہ وجود قرع سے قبل رویت بذاتی
آنے والی شہادت غیر معمولی ضرور طلب ہوگی، اسی طرح ماہ ربیع الف و وجود قرع کے بعد بھی حلال کیا
رویت کی صداقت نہ ہونے کے کچھ ضوابط متعین کرویں، مثلاً وقت سے ارتفاع اور شمس سے
فجود کے درجات کی تعیین ہو جائے تو رویت کی شدت کا اعتبار معصوم کرنے کے لئے مفید
ہو سکتا ہے، مجتہد اس کے نفع سے ضرر کا خطو زیادہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۳۴ از بقعہ شمس

سوال متعلق بالا:

محرم چنانچہ مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ ورویت بذاتی اور معرفت کے بخوبی
قرع کیلنڈر کے بارے میں آپ کی تحریر موصول ہوئی، جو کہ ہماری گزشتہ مشغولی کی اسناد آباد
میں مستند میٹنگ میں میراث کو چھڑھ سنانی تھی، اس سے اسلامی کیلنڈر کے لئے مذہب
جہاں کی خیریت اہمیت واضح ہو گئی، البتہ مزید چند سوالات ذہنوں میں ابھرے ہیں، ہمسراہانی
فرما کر ان کی وضاحت فرمائیں، وہ سوالات یہ ہیں:-

- ① آپسے تفریق فرمائیے کہ ثبوتِ جلال کے لئے روایت کی شرط انھیں سے ثابت ہے ہر ایک فرما کر قرآن کریم کی متعلقہ آیت مع ترجمہ و تشریح سے آگاہ فرمائیں!
- ② ظہین کے قریب بعض مقامات پر ۳۳ میلے کا اون ہوتا ہے، یعنی انکل ۳۳ میلے کا ہی نہیں ہوتا کہ اسے عام طرحی ٹائون سے مشتق و سر لدر را جائے، لیکن اتنے لمبے قطر میں روزہ رکھنا یا ابتداءِ عمر کی تعمیل کرنا مشکل ہے، اس مخصوص موقع پر قرآن کریم سے ربط کرا جائے کہ جو جائز ہوگا؟
- ③ روایت کے کیا معنی ہیں؟ اس کے لئے کوثر و نظر کی صورت میں چشمہ لگانا، دودھ میں کاسہ بھٹکانا، ہوائی جہاز یا ایکٹ پر سوار ہو کر چاند کو دیکھنا یا دیگر جدید ذرائع کا استعمال کیسے ہوگا؟
- ④ انسلاط منون، انھوں نے تحت تمام دنیا کے مسلمان ایک خاندان کے افراد ایک سو سائے کے ممبر ہیں، تمام با بعض دینی امور میں کم از کم ان کا ایک امیر یا قاضی ہونا کیسا ہے، اگر جس کی ابتداء میں دنیا کے کسی بھی مقام پر چاند نظر آنے کی صورت میں ساری اسلامی دنیا میں ایک ہی روزہ ٹاپکا کا آغاز کیا جائے، کوثر میں چاند نظر آنے کی صورت میں اگر لاہور میں عید ہو سکتی ہے، تو مکہ معظمہ میں چاند نظر آنے کی صورت میں اندیشہ میں ہاتھ پوئی نہیں، جبکہ مسلمانوں میں جعفر افغانی یا سیاسی حدود و اہم نہیں، بلکہ جنوبی افریقہ اور انڈونیشیا کے دو مسلمان باہم اپنے آپ کو بہت قریب پڑتے ہیں جبکہ ایک ہی شہر کے ایک ہی محلہ کے دو مختلف المذہب الشز و کے دل باہم کو سونے دودھ دیتے ہیں، ہمارا آئندہ اجلاس بحیرہ فروزی کو ہونا قرار پایا ہے، البتہ تفریق فرما کر ان سوالات کا جواب جلد تحریر فرما کر عند اللہ مأجور ہوں۔

الحجواب یا سبب منہلہم المصواب

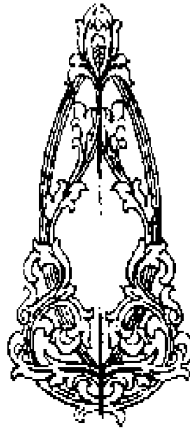
- ① نص سے حدیث مراد ہے، روایت کی شرط کسی احادیث صحیحہ صحیح سے ثابت ہے، صحیح ہمارے میں اس مضمون کی متعدد روایات ہیں، جن میں سے ایک فعل کی جاتی ہے، من عند اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد رخصنا فقال لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تقطروا حتى تروا فان غم عليكم فامضوا له قال المجاذب رحمه الله تعالى وكونوا بالخيار رحمه الله تعالى في التمسك بالحدود تناول على نفي يوم الشك رتبها ترتيباً حسناً فعدد رها جديت صار رضی اللہ تعالیٰ عنہ المصحح بعميان من صامه ثم جديت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوجہن احدھا بالفظ فان غم علیکم فافقدوا اللہ والاخر بالفظ فاکملوا اللہ

ثلاثین بقصد بذلك بيان المراد من قوله فاقد رواله الخ وفتح الباء الخ
وقال في شرح قوله لا تقصروا حتى تروا الهلال، فقال الوارد المصهور المراد
بقوله فاقد رواله أي انظروا في أول الشهر وحسبوا تمام الثلاثين ويزم
هذا التأويل الروايات الأخرى المعصية بالمراد هي ما تقدم من قوله
فاكملوا العدد ثلاثين ونحوها روي في الباري ص ۳۰۳ (۳۰۳)

(۳۰) طویل النهار مقامات پر روزہ کا حکم خلاصہ نص اجتماع سے نہیں ثابت کیا گیا،
بلکہ یہ عام دستور آن قانون میں داخل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ صوم سے عزیمت دو صورتیں
ہیں، ایک ماضی اور دوسری وقت موت تک دائمی، ان دونوں صورتوں کا حکم اس آیت
کریمہ میں مذکور ہے، **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةً مِنْ يَوْمَيْهِ** آخر
وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ ذِيهِ عَذَابًا وَسِيْكَيًا (البقرة ۲۱۳) یعنی جو شخص
 رمضان میں مریض ہو یا سفر پر مسافر ہو صحت یا قیامت کے بعد دوسرے ایام میں روزہ
فضا کرے (یہ پہلی صورت کا حکم ہوا) اور جن کو روزہ کا کسی بھی محل نہ ہو وہ غریہ اور کہیں
(یہ دوسری صورت کا حکم ہے) میں نے تطبیقینہ کا جو مفہوم بیان کیا ہے حضرات اس پر
بہرہ اندیشہ نے اس کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں جن کے نقل کرنے کی حاجت نہیں
مسافر کے لئے عجز حقیقی ضروری نہیں، بلکہ مظنہ مشقہ کی وجہ سے نفیس سفر شرعی ہی کو
عجز حقیقی مسترد کیا گیا ہے، مریض اور مسافر کے لئے رخصت کی علت عجز اور دلچیز ضرر ہے،
اس لئے یہ حکم ہر ایسے عارض کو شامل ہے جن میں صوم سے ضرر کا غالب خطر ہو، چنانچہ حمل
یا دردہ بلانے کی حالت میں روزہ رکھنے سے اگر ماں یا بچہ پر ضرر کا خطر غالب ہو تو بالاتفاق
اس کے لئے روزہ بھرنے کی رخصت ہے، حالانکہ یہ عورت نہ مریض ہے، اور نہ مسافر
اس کے لئے رخصت خلاصہ نص قرآن نہیں، بلکہ نص شریعت ہی سے ہے، اس تفصیل سے
ثابت ہوا کہ اس نص شریعت کے مطابق طویل النهار مقامات میں روزہ کا حکم یہ ہے کہ جس
میں تحمل ہر اس پر فرض ہے، اور جس میں تحمل نہ ہو وہ دوسرے معمولی ایام میں قضاء رکھے،
(۳۱) رویت کے معنی دیکھنا، اس کے لئے دُورین، جوانی چنانچہ اور دوسرے ذرائع کا
استعمال جائز ہے، مگر شرعی ضابطہ غرض ہلال کی رعایت فرض ہے، اس کے لئے جو طریقہ
۳۲ بھی اختیار کیا جائے اس میں مستند ماہرین فقہ کی ضرورت ضروری ہے، اور نہ کوئی تفصیل

بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔

(۳) اگر مسلمانوں کی تمام حکومتیں مذہبی حلالی کے فیصلہ کے لئے کسی کمیٹی کو اختیار دیں۔
 تو اس کمیٹی کا فیصلہ ان سب صورتوں کے لئے واجب اہل ہوگا بشرطیکہ کمیٹی کے اراکین میں
 ماہرین فہم الکفریت ہو، اور ان کی رائے کو قانونی غلبہ حاصل ہو، فقط وائے تعارض استہزاء
 ۱۵، سفر ۹۹



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَمَّا قَوْلِي وَتَعَمَّقَ فِيهِ

الطَّوَالِحُ

لِتَنْوِيْر

الْمَطَالِحُ

اِسْمُ رَسُوْلِ مِيْر يَسِيْر كَيْفِيْلِيْهِ كِي رُوِيَتْ عَلَا نِيْ فِيْ اَطْوَالِ
 طَوَالِحِ كَا اَمْتِيَارَا اَمْتِيَارَا
 شَرْحِ عَقْلِ اَوْر فَكِيَا مَات كِي رُوِيَتْ فِيْ مَنَفَر وَجَمْعِيْنَ



شواہد کے ثبوت اور کسی مذہب میں بھی اختلاف مطالعہ معتبر نہیں

سوال: اور کہتے ہیں کہ ایک علاقہ میں روایت ہلال کی وجہ سے دوسرے علاقہ میں ہلال ثابت نہیں کیا جاتا کیونکہ یہاں صحیح ہے! بیہودہ اور بھولانہ!

الجواب: عنہ الصدق والصلوٰۃ

زمین کا ہر فرقہ صحیح نہیں، موسم میں اختلاف مطالعہ صرف شواہد پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہے۔ اہل ائمہ کے ہاں معتبر نہیں، حنفیہ، حنبلیہ اور مالکیہ کا تقاضا ہے کہ اختلاف مطالعہ کا اعتبار نہیں کیا جائے، مغرب کی روایت سے (اہل مشرق پر صوم فرض ہو جائے گا، قال فی شرح التفسیر والاختلاف مطالعہ درویشہ بخارا قبلی الفروال دہود وغیرہ معتبر علی ظاہر المذہب، علیہ اکثر المشایخ، وغیرہ، نقوی، بحر عن الاختلاف فیلزم اہل المشرق بقرۃ اہل المغرب، انما ثبت عند ہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب، کما مر، قال الزیلعی: لا یجب انہ یعتبر لکن قال العمال: لا یجوز، وظاہر الروایۃ لعموم، قال فی الشافعیۃ: وانما الاختلاف فی اعتبار اختلاف مطالع، یعنی، انہ ہل یجب علی کل قوم اعتناء بطلوعہم ولا یلزم اہل العس، مطالعہ غیرہ، ام لا، یعتبر اختلافہ، بل یجب لعمول بالاسبق رؤیۃ حتی لو رمی فی المشرق بلیلة الجمعة، وفي المغرب بلیلة السبت وجبت، علی اہل المغرب العمل بما رآہ اہل المشرق، فقیل: لا، ولان عندہم الزیلعی، وصاحب الفیض، وهو الصحیح، عند الشافعیۃ، زانی قوله، وظاہر الروایۃ التالی، وهو المعتمد عندنا، وعند المالکیۃ، والحنابلۃ، تعلق المذہب، عاملاً، بطلوع الرؤیۃ فی حدیث صحیحاً، لوریشہ، (سہد المحتار، ۲۳)

علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم اعتبار اختلاف مطالعہ صرف موسم کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا ہے، بل نور فرمائی، و فیرو میں اختلاف مطالعہ کو معتبر تسلیم کیا ہے، مسگر، حکیم الامت قدس اللہ سرہ العزیز نے عدم اعتبار کو مجدد ائمہ کے لئے عام قرار دیا ہے، ذیل میں اور اختلافی سے سوال، جواب نقل کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: شرعی حلالہ فقہی سے قرعہ سبقت، ظہر، علم، ہوتی، عارضی، عائد، شرعی میں پہلے، وقت کا امکان ہے، یا نہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے اشر فیہ زائد پر کا ایک طالب علم روزیت پل کر گواہی دہر کی قبل عید الاضحیٰ کے منظور کرتا ہے، اور موافق ذہن اپنے کے اس پر دلیل عبادت شامی کی جو کہ ذیل میں لکھی گئی ہے پیش کرتا ہے، تو یہ موافق شرع شریف کے ہو یا نہیں یہ ہم من کلامہم فی کتاب الحج لن اختلاف المطالع فیہ معتبر فلان یلزمہم شیء موطوع اندر دینی فی بلدہ آخری قبلہم یوم وھل یقال کن لک فی حق الاضحیۃ لغير العجاج لم اوروا الظھونعم، اہ مختصراً

الجواب: یاس تو مفتی ہے اس کو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بنا پر قول علیہ السلام لا ینکذب ولا یحسب الحدیث اس کا اعتبار نہیں کیا اگر خالی حرج و رعایت قواعد میں سے نہ تھا اس میں مفتی حدیث سطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہ ہو، نہ قبل وقوع عبادت نہ بعد وقوع عبادت، بلکہ ہر مقام کی روزیت ہر مقام کے لئے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع تو کہیں بھی اعتبار نہیں کیا گیا ہاں بعض مواقع میں جیسے بعض بعض صوریج میں اس کا اعتبار کرنا بظاہر مفہوم ہوتا ہے، مگر رائے ناقص میں وہ اعتبار اختلاف مطالع کا نہیں بلکہ اختلاف الحدیث بلکہ عمل اس حدیث پر ہے الصوم یوم تصومون والظھ یوم تظھرون والاضحیٰ یوم تضحون، الحدیث، او کمافان، چنانچہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ حرج میں اسی کو دلیل ٹھہرایا جیٹ قال دوق الامور الاعداء حرج، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ہر جہہ کہ بنا عدم مستہول شہادت کی اعتبار اختلاف مطالع پر ٹھہرائی ہے، مگر اس کو کسی نے مراۃ نقل نہیں فرمایا بلکہ یہ ہم من کلامہم کہا، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کلام سے یہ اعتبار استخراج ہوتا ہے تو اصل حنفیہ کے نزدیک کئی جگہوں میں صرف اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرا، کما فی الظھر من الملاقا اور استدلال علامہ شامی کا مسئلہ اخیر میں اسی بناء پر ہے کہ انھوں نے عدم قبول شہادت کو بعض مسائل حرج میں معنی براعتبار اختلاف مطالع ٹھہرایا، حالانکہ عندنا تامل یہ امر غریب ہے، بلکہ بناء اس عدم قبول کی وہی حرج ہے، پس جب بناء ہی صحیح نہیں تو معنی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، خصوصاً جبکہ کتب مذہب کے خلاف ہو اس صورت مسئلہ میں رد شہادت صحیح نہیں، واللہ اعلم، اربعین الثانی برورہ شنبہ ۱۳۵۷ھ (امراء الفادی ہرب شہین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

اختلاف مطالع سے متعلق مولانا نکھنوی کی تحقیق:

سوال: حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے مجموعہ الفتاویٰ میں رؤسبہ جلد کے بارے میں اخبار اختلاف مطالع کے قول کو ترجیح دی ہے، اور اس کی تحدید مسافر شہر سے کی ہے، اس بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ بینوا حق جودا،

الجواب یا سہم ملہم الصواب

مجموعہ الفتاویٰ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ متعدد جگہ آیا ہے، یہ مختلف تاریخوں میں لکھا گیا ہے، جلد اول ص ۱۱، نور ذریعہ الاول مشتملہ ص ۱۰۸، صفحہ ۴۴، نور ذریعہ ثانی مشتملہ جلد دوم ص ۱۱۱، نور ذریعہ ثانی مشتملہ ص ۱۱۱، سیرۃ شہر تقریباً ۸۰ میل پر اختلاف مطالع کے قول کو ترجیح دی ہے، مگر جلد سوم ص ۱۱۱ پر جہور کے قول کے مطابق مطلقاً عدم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے، اس فتویٰ کی تاریخ تحریر موجود نہیں، مگر جہور ذیل کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عدم اعتبار کا فتویٰ نوخر ہے،

① اس کا تیسری جلد میں ہونا ہی اس کی تاریخ پر کافی دلیل ہے،

② جلد دوم میں لکھی ہوئی تاریخیں جلد اول کی تاریخوں سے نوخر ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد سوم کے فتاویٰ جلد دوم سے نوخر ہیں،

③ پہلی دونوں جلدوں کے فتاویٰ میں بسط اور تیسری جلد میں اختصار اس کی دلیل ہے کہ پہلی دونوں جلدیں ابتدائی زمانہ کی ہیں، اور تیسری جلد بعد کے فتاویٰ کی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ مولانا نے بھی آخر میں جہور کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا،

پہلے فتاویٰ میں مولانا نے جن عبارات سے استدلال کیا ہے ان میں خطاوی علی ہذا فی الفاظ کی یہ عبارت بھی ہے: وهو الاشبه لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الانعطاف كما في دخول الوقت وغیرہ وہذا ثبت فی علم الاندک والہیئۃ واول ما اختلف مسیرۃ شہر کما فی الجواہر، اس عبارت میں اعتبار اختلاف مطالع کو مشبہ قرار دینے کی جہود بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اختلاف مطالع سے کسی کو انکار نہیں، بلکہ اختلاف مطالع کو تسلیم کرنے کے باوجود جہور اس کو شرطاً غیر ضروری قرار دیتے ہیں عبارت مذکورہ کے علاوہ بھی جو عبارات مجموعہ الفتاویٰ میں تحریر ہیں وہ قول جہور اور ظاہر لفظ کے خلاف ہونے کے علاوہ وجہ ذیل کی بنا پر بھی ناگاہک عمل ہیں۔

① قوله تعالى يستكملون من الاكله كل من توارثت لثامه، والفتح، وقوله تعالى

وَمَنْ ذَا الَّذِي يَحْكُمُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَفَتُتَابِعُ وَافْتِحَابِ فِي مِثَالِ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ كَمَا
 طَرَفِي حَسَابِ بِهٖ نَسِي بِهٖ نَسِي، اس کی وجہ یہ ہے کہ شخصی آثار میں جو شخص معلوم نہیں
 کر سکتا، بلکہ دنیا کے چند افراد پر تاریخی شخص کرتے ہیں، اور باقی ساری دنیا محض اُن کی تقلید
 کرتی ہے، اس کے برعکس قرع کے مشاہدہ سے ہر ناخواندہ شخص بھی تاریخ معلوم کر سکتا ہے، چونکہ
 احکام شرع ہر شہری و جنگلی اور خواندہ و ناخواندہ کے لئے یکساں ہیں، اس لئے اُن کا عدم اختیار
 دہولت اور عام فہم طریقہ پر رکھا گیا ہے، مگر مطالع قرع کے اختلاف کا علم انا مشکی اور اسی
 جچیدہ ہے کہ تفسیر قرع کے موجودہ دور ترقی میں بھی ایسے لوگ بہت ہیں کہ بلکہ کا عدم میں جو اختلاف
 مطالع کا خطا کھینچ کر یہ بتا دیں کہ اس خط سے ایک جانب رویت کا امکان ہے اور دوسری نہا
 نہیں، اختلاف مطالع قرع کے علم کی نسبت تو شخصی حساب بھی ہزاروں درجہ سہل اور آسان ہو،
 پس جبکہ شریعت نے شخصی حساب کو عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے تو اختلاف
 مطالع قرع جیسے جچیدہ اور مشکل ترین حساب کا تکلف بتانا بطلانِ اولیٰ مقتضائے شرع کے خلاف ہے
 ⑤ اگرچہ مسئلہ مقتضائے شرع کے خلاف اختلاف مطالع قرع کے علم میں جہالت رکھنے والے
 چند افراد کے سپرد کر بھی دیا جائے تو اس میں ایک مزید حاجت یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی ملک
 کے اندر واقع دو مشابہ مقامات کے درمیان خود اختلاف مطالع واقع ہونے کی صورت میں
 ایک شہر میں مرکزی حکومت رویت کی بنا پر عید کا فیصلہ کرے، اور دوسرے صوبہ شہر میں
 اختلاف مطالع کی بنا پر روزہ کا حکم دے، ایسے فیصلہ کی نظر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی،

⑥ خطا اختلاف مطالع کا محض وقوع ہر ماہ مختلف ہوتا ہے، لہذا ہر مہینہ میں اس کی تعیین
 کے لئے ماہرینِ فنی کی ضرورت پڑے گی، جو کا عدم ہیں، نیز اس میں ہر ماہ تبدیلی واقع ہونے کی وجہ
 سے اجراء احکام میں اعترا اور عوام میں انتشار پیدا ہونا لازمی امر ہے،

⑦ مسیہ شہر کہ اختلاف مطالع کا دار قرار دینا صحیح نہیں، علم الافلاک میں اس قول کی صحت
 کا کوئی امکان نہیں، اور نہ ہی تخی و ہاشعہ، درویشہا شہر سے اس پر استدلال کا کوئی جواز
 ہو سکتا ہے کسی عالم نے بھی ایک آدمہ و غدا اپنے خیال میں اس قسم کا کوئی مشاہدہ کیا ہو اور علم الافلاک
 سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کی حقیقت نہ سمجھی ہو، پھر اس مشاہدہ خیالیہ جزئیہ کو قاعدہ کلیہ
 قرار دیا، جیسا کہ بعض علماء نے محض مشاہدہ جزئیہ کی بنا پر صحیح ملاحی سے ظہور آفتاب تک
 کے وقت کی بطور قاعدہ تکیہ تعیین کر دی ہے، یارات کے مجموعہ وقت کے ساتھ اس کی کوئی

خاص نسبت پر دیکھو متعین کر دی، حالانکہ یہ دونوں ارمیج نہیں، کیونکہ اس وقت کی معشدار ہر مصرم اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے۔

بعض نے ۲۴ فرسخ سے اختلاف مطالع کی تحدید کی ہے، غالباً انھوں نے ایک درجہ کی مسافت کو ملحوظ رکھتے، اور بعض نے مسافت نصیر پر مدار رکھا ہے، ان اقوال پر بھی توجہ کی دینی ہو اور نہ ہی فلسفیات کی روش سے ان کی صحت کا کوئی امکان ہے، لہذا میں التفصیل،

⑤ اختلاف مطالع پر عمل البلد کی طرح عرض البلد بھی مؤثر ہوتا ہے، مگر دونوں کی تاثیر کے اصول بالکل مختلف ہیں، پس اگر مسیرۂ شہر صرف طول البلد کے محاط سے لی جائے تو عرض البلد کا بدلہ لازم آتا ہے، اور اگر طول عرضاً ہر دو جانب میں مسیرۂ شہر راوی ہوئے تو اس میں دو معدود اصولوں کو ایک سیار پرانا لازم آتا ہے جو باطل ہے،

⑥ اگر مسیرۂ شہر مطالع کا اختلاف لازم ہے تو پوری دنیا کی تاریخوں میں تقریباً پرنے درماہ کا فرق آجائے گا اور یہ ہمیشی البطول ہے، پوری دنیا میں ایک دن سے زیادہ فرق نہیں ہو سکتا،

اور اگر مسیرۂ شہر پر اختلاف مطالع متعین نہیں بلکہ اس کا امکان ہے جیسا کہ "اجل سائنس" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، تو بعض امکان پر ثبوت کا حکم لگانا اور اس میں تادیب احکام شرع کے نفاذ سے منع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں اختلاف مطالع کا امکان تو ہر دو متقارب مقامات کے درمیان بھی موجود ہے،

⑦ کوئی خاص مقام مثلاً صفر طویل البلد متعین کر کے اس سے مشرق و مغرب ہر دو جانب میں مسیرۂ شہر پر اختلاف مطالع فرض کر لیا جائے تو اس مقام کی جانب مخالف میں ۱۸۰ طول البلد سے متصل اس کی مشرق اور مغرب میں واقع دو متقارب بلکہ آپس میں متصل مقامات کی تاریخوں میں تقریباً پرنے درماہ کا فرق آجائے گا، ۱۸۰ طول البلد کی ایک جانب یکم محرم واقع ہونے کی صورت میں اس سے متصل دوسری جانب میں تقریباً ۲۰ صفر ہوگی، جس کا اعلان ظاہر ہے،

⑧ مسیرۂ شہر پر اختلاف مطالع فرض کر لیا جائے تو تقریباً ہر ۴۸ میل کے علاوہ کی تاریخ دوسرے علاقہ سے مختلف ہوگی، اس طرح دنیا بھر میں ہر چھوٹے سے خطہ کی تاریخ کا دوسرے خطہ سے اختلاف "مواقیت للناس" اور "تعلیموا عند المحدثین" والی حساب کی حکمت کے سر امر خلافت ہوگا،

⑨ مسبرۃ شہر المعروف راستوں پہلی جگہ تھوڑے ستون کے بیچ و غم کی وجہ سے جو سٹھاپے کر مقام اقرب مسبرۃ شہر جو جگہ اور مقام البعد مسبرۃ شہر ہو اور اگر تفریع خط مستقیم مسبرۃ شہر جگہ تو اس کا معلوم کرنا ہر شہر کے طول البلد و عرض البلد اور علم الثلث (مکرر) پر موقوف ہے جس کے جگہ والے ہیئت کم ہیں، حالانکہ احکام شرع کی بنیاد مسبرۃ شہر پر ہے ہے اور وہ شہروں، دیہاتوں، جنگلوں، پہاڑوں اور جزیروں میں بسنے والوں اور مسندوں جگہ والوں پر خزانہ اور ناخواندہ سب (زاد کے لئے یکساں ہیں)۔

قال ابناہنی وجوہ کی بناء پر مولانا عبدالحی صاحب نے آخر میں اختلاف مطالع کے عموم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے، اور یہی ظاہر المذہب اور قول جمہور حنفیہ، مالک و حنابلہ ہے، اس کے خلاف اعتقاد اختلاف مطالع بصیغہ تفریع منقول ہے اور مقتضائے شرع کے خلاف ہونے کے علاوہ ناقابل عمل بھی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

اختلاف مطالع کے بارے میں ہدایہ کی عبارت،

سوال، قال فی البدائع: اذا كانت المسافة بين البلدین من مریبۃ لا تختلف فیہ المطالع فاما اذا كانت بعدیۃ فلا یلزم احد البلدین من حکم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فیمتد فی اهل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الاخر و حکم عن ابی عبد اللہ بن ابی موسیٰ الضریریۃ استفتی فی اهل اسکن ریدۃ ان الشمس تغرب ہما من علی منار تجابری الشمس بعد ذلک بزمان کمثیر فقال یحل لاهل البلد العطر ولا یحل لمن علی رأس المنارہ اذا کان یزکی الشمس لان مغرب الشمس تختلف کمنا یختلف مطلعہا فیمتد فی اهل کل موضع مطلعہ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۴)

عبارت بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ بناء پر تفریع میں اختلاف مطالع معتبر ہے اس کا کیا جواب ہے؟ بیٹو! توجہ کرو،

الجواب یا سہم ملہم الصواب

باتح کی فوری عبارت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر وہ شہر آپس میں اتنے قریب

ہوں کہ ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے
یعنی ایک شہر میں ثبوت رویت کی خبر دے دے شہر والوں پر حجت لازم ہوگی، وہاں کسی مصلح
جملت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رویت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر
کے مضافات پر بھی حجت لازم ہوتی ہے، اس کے برعکس اگر وہ شہروں کا مطالعہ مختلف ہے
تو اگرچہ یہ اختلاف مطالع عند الاحکات ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں، مگر ایک شہر میں ثبوت کی
خبر دے دے شہر والوں پر حجت لازم نہ ہوگی، بلکہ ان کے لئے مستقل حجت و شہادۃ علی
النبیۃ یا شہادۃ علی الفضل یا استفاضہ ضروری ہے، غرضیکہ بآلے کی عبارت سے
تو یہاں تاثر میں صرف اختلاف مطالع کا تحقق ثابت ہوا جو یہی اندہ شاہد مسلم ہے کوئی
عامی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کلام تو اس میں ہے کہ یہ اختلاف مطالع جو کہ
مشاہد و مسلم ہے ثبوت رمضان میں مشرفاً معتبر بھی ہے یا نہیں؛ بآلے کی عبارت کا یہ مفہوم
بالکل واضح ہے، علاوہ ازیں صاحب بآلے کا بیان قریم میں شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ
علی الفضل یا استفاضہ کی شرط لگانا نیز اعتبار مطالع میں اختلاف شہر وادار ظاہر الروایۃ
میں عدم اعتبار پرورد ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت خست یا کرنا اور الی عبداللہ بن
ابی موسیٰ العزری کے فتویٰ سے استنباط نہیں دلیل ہے کہ یہاں ظاہر رمضان میں اختلاف
مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں، مسئلہ اختلاف مطالع کی
مزید بحث اور اس سے متعلق مفتیان پاکستان کا متفقہ فیصلہ بستہ کے رستہ
تعیین الرجال روایت ابطال میں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلى

۲۴ شوال ۱۴۲۳ھ



باب الاعتكاف

مسجد سے نسیاناً نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے :

سوال : اگر نسیاناً مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف قاسم ہو گا یا نہیں ؟ بیوقوف جروا !

الجواب ومنه الصدق والصواب

نسیاناً نکلنے سے کسی اعتکاف قاسم ہو جائے گا، قال فی شرح التتویر من لزوم و نسیاناً نسیاناً زمانیة لادولیتیة کما مر یلا من رفض فی قضیه (رد المحتار ۸۲۸) فقط والله تعالیٰ اعلم
سرزید محمد مستطیر

غسل تبری کے لئے نکلنا جائز نہیں :

سوال : تبرید کے لئے مسجد سے باہر نکل کر مسکھ کو غسل کرنا جائز ہو یا نہیں ؟ بیوقوف جروا !

الجواب ومنه الصدق والصواب

جائز نہیں، اگر ضرورت زیادہ ہو تو مسجد میں کوئی بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر پہلے اس طریقہ کو مسجد میں مستعمل پانی نہ گرنے دے، یا الیہ یجوز کہ کچھ گرم پانی سے متعدد بار ایسا کرنے سے بدن صاف ہو جائے گا، قال فی شرح التتویر حریم علیہ الخروج إلا لعلاجة الانسان طبیعیة کبول وفائط و غسل و نواحتیة لا یستکنه الاغتسال فی المسجد وفي الشامية فلو أمکنه من غیر ان يتلوک المسجد فلا یجس به بدن العی بان کان فی صرکة ملو او موضع من الطهارة او اغتسل فی اناء حیث لا یصیب المسجد الماء المستعمل قال فی البدن اثم فان کان حیث يتلوک بالماء المستعمل یسقط منه لاث تنظیف المسجد واجب اهدوا لتقیید بعدم الا ممکن بقید انه لو ممکن كما قلنا فخرج انه یفسد رائی قوله ولكن قول البدن اثم لا یجس به یمانیضین الطوارق تأمل فی رد المحتار ۸۲۸
واحتیاج کی قیادت معلوم ہو اگر تبرید کے لئے خروج جائز نہیں، فقط والله تعالیٰ اعلم
سرزید محمد مستطیر

مختلف اذان کے لئے نکل سکتا ہے:

سوال: مختلف اذان دینے کو جائز کہا جاتا ہے؟

الجواب: ومنہ الصدق والصواب

اگر ماؤذ کا دروازہ مسجد میں داخل ہے تو وہاں مختلف بہر حال ہر وقت جاسکتا ہے اور اگر دروازہ مسجد سے خارج ہے تو صرف اذان دینے کی غرض سے جاسکتا ہے۔ قل فی شرح التوحید اور شرح امی خروج فصاحۃ شریعتہ کثیر و اذان و مؤذناو باب المنازۃ خارج المسجد و فی التامیۃ اما اذا کان داخلہ کذلک بالاولیٰ قال فی البحر و صعد المؤذنه ان کان باہما فی المسجد لا یفسد و الا فکلک لک فی ظاہر الروایۃ اھ و لوقال الشارح و اذان و مؤذن غیر مؤذن و باب المنازۃ خارج المسجد فان اذنی ج قلت بل ظاہر البانی ان الاذان ایضا غیر شرط فانہ قال و لو صعد المنازق لم یفسد بل لا خلاف وان کان باہما خارج المسجد لانہما متہ لانہ یسمی فیہما من کل ما یمنع فیہ من التبول و یجوز فاشبه ذلک من زوايا المسجد اھ لکن ینبغي فیما اذا کان باہما خارج المسجد ان یقصر بسا الا و خارج الاذان لان المنازق وان کانت من المسجد لکن خروجہ الی باہما الا الاذان ضرور ج منه بلا عذر و یحذر الا لیکون کلام الشارح مضیعا علی الضعیف و یکون قولنا و باب المنازق التوجیہ صالحیۃ معتبرۃ انہم فافہم و رد المحتار علیہ فقط و اشد تعالیٰ اعلم و ۳ رزقہ ۴۴

احکامات ہر محلہ میں سنت علی الکفایہ ہے:

سوال: عشرۃ اخیرہ رمضان المبارک کا احکامات سنت مذکورہ علی الکفایہ ہے علی الکفایہ کا کیا مطلب ہے؟ صرف ایک مسجد میں احکامات کرنے سے پورے شہر والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی یا ایک محلہ والوں کی طرف سے اور ہر محلہ یا ایک محلہ کی ہر ہر مسجد میں احکامات ضروری ہے؟

الجواب: ہا نعم منہم بالصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جسر نہ نہیں ملتا البتہ شامیہ میں احکامات کی سنت کو نظیر اقامت تراویح کہا ہے اور تراویح کے باب میں عین قول نقل فرما کر اس کو ترجیح دی ہے کہ ہر محلہ کی ایک مسجد میں اقامت تراویح سے سنت کفایہ ادا ہو جائے گی اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ

امتکات کا حکم بھی یہی حکم ہے، قال فی الشامیہ (قولہ ای سنۃ علی مضاعفہ) نظیر ہا القامۃ
التراویح بالجماعۃ فلا یقام بہا البعض سقط الطلب عن التباہین فلیجوز اشتراط التواطؤ
على التراجع بذمہ و لو کان سنۃ عین لا شوا یتروک السنۃ المؤکدۃ الشاذون اثم تریض
الواجب (رد المحتار ص ۴۱ ج ۲) وقال فی فصل التراویح (قولہ والجماعۃ فیہا
سنۃ علی التکفایۃ الخ) اولہا ان اصل التراویح سنۃ عین (الی ان قال) رعل المراد
انہا سنۃ تکفایۃ لہن کل مسجد من البلدہ أو مسجد واحد منها و من المحصلۃ
ظاهر کلام الشارح الاول واستظهرہ الثاني ویظهر فی الثالث قول الشیخ حتی یؤثرہ
احل ہلۃ کلہم الجماعۃ فقد ترکوا السنۃ واساءوا ورنہ المعتاد علیہم فقط والله تعالیٰ اعلم
(مرتب تحقیق تتمہ میں ہے) ۱۹ رجب سنہ ۱۲۸۵

متکلف کا نماز جنازہ عیادت کے لئے ٹکنا،

سوال: متکلف نماز جنازہ یا عیادت میں لے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

اگر شروع ہی سے نماز جنازہ اور عیادت کے لئے نکلے کر لے تو جائز یا نہیں؟ مینا و جوا

الجواب یا سبب ملہم الصواب

امتکات کی نذر میں نماز جنازہ، عیادت، مریض اور مجلس علم میں حاجری کے لئے خروج کا
استثناء صحیح ہے، ان ممکن جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو، مریض دل کی
ہمت کافی نہیں، مگر مسنون احکام میں یہ ہمت کی قزوہ نفل ہو جائے گا، سنت اداء نہ ہوگی، اگر
احکامات صرف وہی ہے میں میں کوئی مستثناء نہ کیا ہو، اس میں ممکن مفید ہے، البتہ فقہائے
جسی ضرورت کے لئے نکلے پر دیکھا کہ راستہ ہی میں نماز جنازہ شروع ہو رہا ہے تو اس میں شریک
ہو سکتا ہے، نماز سے قبل انتظار اور نماز کے بعد وہاں ٹھہرنا جائز نہیں، اسی طرح فقہاء، حاجری
لے اپنے راستہ پر چلے جاتے عیادت کر سکتا ہے، عیادت اور نماز جنازہ کے لئے راستہ سے کسی نہایت
ٹڑیا، ٹھہرنا جائز نہیں، شاید میں بحرم ابرار سے نقل ہے، نوحہ لعیاب الانسان ثم رجب
لیلۃ مریض اوصلۃ جنازۃ فانہ جائز، مگر واقع میں شہ ذہب الہ کی بجائے شہ عباد
مریض اوصلی علی جنازۃ ہے، اس سے راستہ سے انحراف و مکث کا جواز ثابت نہیں ہوتا،
عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعود المریض
وہو متکلف لیسر کما ہو فلا یخرج بساکنہ رولہ الود او دواہن، مابہ، قال علی الفکر

رحمہ اللہ تعالیٰ قال الحسن والنعمیٰ یجوز للمسکین الخروج لصلوة الجمعة وعبادة المريض وصلوة الجنائز وعند الأئمة الثلاثة أو أخرجه بعضهم المعالجة وانفق له عبادة المريض واصلوة على الميت فلم یعرف عن الطریق ولم یفت أكثر من قدر الصلوة لم یصل إلا عساکان وإن یصل أو کثر الطیسی ولذا دلالة فی التمهیدات عن صلوة الجنائز فکأنهم قاسوها على العبادة بیامع أنهم ما فرضا کفایة ولكن ینتعمرون قال ابن الحیة یمکن أن تكون بلاذکوت بطلان الصلوة ولذا یفتن شد إلى حلیفة جمیع الله تعالیٰ بالصلوة خلاف الصحابة قال مسیرک وفي سند یسیر بن ابی سلیم ذی قوله یمکن یرتفع هو منجبر بما فی مسلم عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان کنت لا تدخل البیت للمعالجة وفيه المرفوع فما سال عن الاذان ما ردوه وکذا فی تعقیب الله تعالیٰ اسم ۳۴ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

مفتی کا فضل و ضو کے لئے نکلنا جائز ہے :

سوال : کیا مفتی کماالت عساکان مسجد باہر جا کر فرض اور نفل نمازوں اور تلاوت

کلام پاک سے لئے وضو کر سکتا ہے ؟ بینوا فیجروا

الجواب : یا سبم منہم الصواب

مگر مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کی ایسی جگہ ہو کہ پانی مسجد سے باہر گئے تو مسجد سے

باہر ہے : جائز نہیں اور نہ جائز ہے ، وضو خواہ فرض نماز کے لئے ہو یا نفل ، تلاوت یاد کر کے لئے

سب کا یہی حکم ہے لا ینقض الطہور فی عبادة منہم علی ما نہ صرح بیوان الخروج وضو النفل

فی اشعة المعانی من خرج لا یمد ادوی البیاض العاشم وحماة الصائمین لخدمہ

التنوی رحمہ الله تعالیٰ عن الماتنة والحجة والقناعة والعمرة وکنز العباد قطع والله تعالیٰ اعلم

۵ شوال ۱۳۵۴ھ

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا :

سوال : کیا مفتی مسجد سے باہر جا کر کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھو سکتا ہے ؟

خواہ وہ یمن کے ساتھ بیٹھ جائے ، اور یمن بیٹھ یا مسواک سے دانت صاف کر سکتا ہے ؟ بینوا فیجروا

الجواب : یا سبم منہم الصواب

ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا جائز نہیں ، مسجد ہی میں کسی برتن میں دھوے ، یمن یا مسواک

وہ روزہ صوم کے ساتھ کر سکتا ہے، ہر روز کوئی چیز کے لئے مسجد سے نکلا جائز نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۵۔ سوال مشعر

بیت الخلاء خالی ہونے کا انتظار کرنا،

سوال: اگر معصک رفیعہ جت کے لئے جائے اور بیت الخلاء خالی نہ ہو تو کیا یہ بیت الخلاء کے باہر انتظار کرے، یا فوراً اپنی جگہ پر مسجد میں واپس چلا جائے اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آجے؟ بعض اوقات ایسی صورت پیش آتی کہ کئی مرتبہ بیانا اور ٹوٹن پڑا ہے، بیٹو اتو حورو!

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی ضرورت کے وقت وہیں باہر انتظار کرنا جائز ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ سوال مشعر

معصک کا مسجد میں ٹھہلنا؛

سوال: کیا معصک مسجد میں ٹھل سکتا ہے؟ بیٹو اتو حورو!

الجواب باسم ملہم الصواب

بضرورت جائز ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ سوال مشعر

اعکافات ٹوٹنے پر حکم قضاء:

سوال: اگر کسی وجہ سے اعکافات ٹوٹ گیا تو اس کی قضاء واجب ہو یا نہیں؟ بیٹو اتو حورو!

الجواب باسم ملہم الصواب

نعم، اعکافات کی قضاء واجب نہیں، اس لئے کہ وہ مسجد سے نکلنے سے ٹوٹتا نہیں بلکہ ختم ہو جاتا ہے، اعکافات مندرجہ معصکین یا غیر معصکین ٹوٹ جائے تو سب ابام کی قضاء واجب ہے، نئے صوم سے آئے دن پورے کرے کیونکہ ان میں تنایہ لازم ہے، اور غزوہ خندق رمضان کے مہینوں اعکافات میں ہر دن اس دن کی قضاء واجب ہے جس میں اعکافات ٹوٹا، فساد کے بعد اعکافات نقل ہو گیا، ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کر لے یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرے، ایک دن کی قضاء میں رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے یا صرف دن کی؟ امر متعلق کرے، صرف جزیرہ نظر سے نہیں گزرا، تو اعد سے پرہیز منہم ہو تا ہے کہ اعکافات دن میں یا صوم پر تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی، صحت صادی سے قبل شروع کر کے غروب آفتاب تک اعکافات

کرے، اور اگر رات میں اعتکاف نہ ہو تو رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے، غروب آفتاب سے قبل غرضاً کر کے دوسرے روز غروب کے بعد ختم کرے، اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہے، اور رات دن دونوں کی نذر میں جو میں گئے، اعتکاف واجب ہے، اور قضاء اعتکاف بھی وجوب میں نذر کی طرح ہے، اس نے اس کا بھی وہی حکم ہو گا وهو المراد من مفهوم التزاد، فقط واحدة تعاقب اعلیٰ

۲ روزی الحجہ ۱۳۳۸ھ

عورت کو اعتکاف میں حیض آ گیا؛

سوال: اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض آجائے تو وہ اپنے دنوں کے اعتکاف کی قضاء کرے گی یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا،

الجواب باسم منہم الصواب

جس روز حیض غرضاً ہوا صرف اسی ایک دن کی قضاء واجب ہے، فقط واحدة تعاقب اعلیٰ

۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

مختلف غسل جمعہ کے لئے نکل سکتا ہے؛

سوال: مختلف جمعہ کے دن غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں بعض علماء اس کو ناجائز بتا رہے ہیں، اس لئے مفصل تحریر فرمائیں؛ بیٹو! تو جروا،

الجواب باسم منہم الصواب

جائز ہے، جمعہ کے روز غسل مستحب ہے، اور دھو و غسل خود فرض ہو یا اقل اس کے لئے مسجد سے نکلنے کا حراز دلائل ذیل سے ثابت ہے

① نقل فی المناقب عن فتاویٰ العجۃ ویجوز للمعتکف ان یمرح من المسجد فی سبعة اشیاء البزل والنفاط والوضوء والاغتسال فرط کان او نقلاً وانجمودہ ویخرج ایضاً لعاجلة السلطان ویخرج ایضاً لامر لا ید، منہ شہ یرجم بعد ما فرغ من ذلك لا امر سورۃ والمناقب فی مرة الغزاة ص ۲۷۸

② نقل الروایۃ المذكورة عن فتاویٰ العجۃ النعمان ومحمد هاشم الفتویٰ رحمه الله تعالیٰ فی سیاسة المعروف بالبیاض النماشی،

③ ونقلها العلامة العثماني رحمه الله تعالیٰ عن الاکلیل عن التحفۃ

عن فتاویٰ المعجۃ والحکام القرآن ص ۹۰ ج ۱

⑤ قال المذہب المنتوی رحمہ اللہ تعالیٰ لِحیۃ النسا لعین وہم ازہجت شرعہ ضرہ
واشمال دست ہیں جائز ست مسکت و خروج از مسجد برائے آل اگرچہ فرض باشد یا نہ
کذا فی المضمرات والفتاویٰ المعجۃ والفتاویٰ غانیۃ فکثر العباد و مشائخہ الروایات
والفتاویٰ المعجۃ بقصص ۸۰ ج ۲ الفقی محمد انبالی المستدعی

⑥ وفي مظهر لا واريجوز للمسكتك الخروج لليل والناسط والوضوء والاغتسال
غرض امان او فقلا رسولہ بالا

⑦ قال الشیخ الی ہدی رحمہ اللہ تعالیٰ اما غسل بعد رویتہ صریح در ان از اصول
نہی با ہم جز اینکه در شرح امداد گفته است کہ ہر ولی می آید برائے غسل نرضی باشد یا نفل
(اشعۃ اللمعات ج ۲)

فتاویٰ الجوامع ج ۲، بیاض ہاشمی، الاکملین، احکام القرآن، حیاۃ العزیزین، مضمرات،
ستار غانیۃ، کنز العباد، فتاویٰ نعیمی، مظهر الانوار، اشعۃ اللمعات، مجموعہ ترویج کتب دینی میں یہ مسئلہ
جائز و مقول ہے، اگرچہ ان میں سے بعض کتابیں غیر معروف ہیں، اور عزائم الروایات و کثر العلماء
کی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس سرہ نے النافع الکبیر میں تصریح فرمائی ہے، مگر دوسری
کتب معروف و معتبر ہیں، بحوالہ غلام، و اہل فتاویٰ حنبلی میں غلام مخدوم ٹھٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے
جلیل القدر فقیہ بھی ہیں ان سب کا بطور انکار و ملاؤ کر اختلاف نقل کرنا مستقل دلیل ہے، غلام ازکیا
قول علائہ حریم علیہ الخروج الی العلیۃ الاسلام کے تحت غلام شامی رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں ولا یسکت بعد فراغہ من الطہور و بہی الطہور سے نفل وضو مقبول ہے اور غالباً
اس کے لئے جواز خروج سے مخالفت کی بھی انکار نہیں، بعض نے وضو و للصلوۃ المناذلہ اور وضو
نفل میں فرق کیا ہے، اول کے لئے جواز خروج اور ثانی کے لئے عدم جواز اختیار کیا ہے، یہ مشرق
غیر معقول برتنے کے علاوہ شامیہ کے جزئیہ مذکورہ کے بھی خلاف ہے، پس نفل وضو کے حواج
شرعی میں احوالی اور نفل غسل کے اخراج کی کوئی وجہ نہیں، نیز فرمودن کہ بھی اذان کے لئے خروج
کی اجازت ہے، اور اس کا محرم حالت حضور مؤذن کو بھی شامل ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر عبادت
جس کا تعلق مسجد سے ہو وہ حواج شرعیہ میں داخل ہے اگرچہ نفل ہو، بخلاف مسئلۃ الطہارۃ
از یقینہ مسئلہ ۴

اعتکاف مندرجہ ذیل صورتیں:

سوال: کیا مندرجہ ذیل صورتوں میں دن رات اعتکاف کرنا ہوگا یا صرف دن

کا یا صرف رات کا؟

- ① اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی؟
- ② اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی؟
- ③ اگر یہ نذر کی کہ صرف — دن کا اعتکاف کروں گا رات کا نہیں کروں گا؟
- ④ اگر یہ نذر کی کہ صرف رات کا اعتکاف کروں گا دن کا اعتکاف نہیں کروں گا؟
- ⑤ اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ دنوں کا اعتکاف کروں گا؟
- ⑥ اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کا اعتکاف کروں گا؟
- ⑦ اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ دنوں کا اعتکاف کروں گا اور نہ صرف دنوں کی؟
- ⑧ اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کا اعتکاف کروں گا اور نہ صرف راتوں کی؟
- ⑨ اگر دو یا تین یا زیادہ دنوں کی نذر کی اور نہ صرف رات کی؟
- ⑩ اگر دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کی نذر کی اور نہ صرف دنوں کی؟

الجواب بانسب ما نسب من الصواب

- ① اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا، جس کا
- سے قبل شروع کرے، غریب کتاب تک۔
- ② اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی اور دن رات دونوں کی نہایت تو دونوں کا واجب ہوگا۔
- ③ اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں، کچھ واجب نہ ہوگا۔
- ④ اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی مگر رات بول کر دن یا دن یا ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا۔
- ⑤ دنوں و راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔
- ⑥ دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔
- ⑦ صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔
- ⑧ کچھ واجب نہ ہوگا۔
- ⑨ دن اور رات دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔
- ⑩ صرف دنوں کا اعتکاف ضروری ہوگا۔

قال فی شرح الترمذی و لزمہ اللیالی بنذرہ یلسانہ اعتکاف ایام و لا اسی مستألفہ
 ذلک لم یشتروا القایم کتکسہ لکن ذکر واحد العدوین بلفظ الجمع و کذا التثانیۃ
 یتناول الآخر فلو فی فی ذلک الا ایام التہارخ خاصۃ صحت تہتہ لیلۃ الحقیقۃ
 و لیس فی ہما ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما و فی التثانیۃ تحت قولہ لا
 و لیس اصلہ انہ اما ان یأتی بلفظ المفرد او المثنیٰ او الجمع و کل من الثلاثۃ اما
 ان یتکون الیوم او اللیل و کل من السنتہ اما ان ینوی الحقیقۃ او المعجز او ینوی ہما
 اولہم یکن لہ نیتۃ فی اربعۃ و عشر و ین و علمت حکم المثنیٰ و الجمع و انشأہما
 بقی المفرد فلو من احکامات یوم لزمہ فقط و ہا و لہ ینوی ان نوی اللیلۃ معہ
 لزمہ و لو بنذرہ اعتکاف لیلۃ لہ یرصح ما لہ ینوی ہما الیوم کما مر
 و تمامہ فی البحر مرد المحتار ص ۱۴۸ ج ۲ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

۸ رد مقعدہ ۱۱۱

قضاء حاجت کے لئے نکلا تو غسل نہیں کر سکتا،

سوال: اگر معتکف کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے مثلاً قضاء حاجت
 کے لئے تو محض تبریک کے لئے یا میل دُور کرنے کے لئے مستحباً نہ کرے کہ بعد یا اس سے
 پہلے غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیجا تو جرداً،

الجواب باسمہم الصواب

جائز نہیں، اعتکاف نامسد ہو جائے گا، لہذا اگر غلظۃ بیت الخلاء کے ساتھ ہی جو
 اور نہانے میں وضو سے زیادہ درخشگے تو قضاء حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے، اس
 کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسجد ہی میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے اور دل کھول کر
 بلا پرانی ہر کھل آئے، دھابوں نکلے اور نہ زیادہ نکلے، اس طرح تنظیف تو نہیں ہوگی
 نہ یہ البتہ ہو جائے گی، اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے قلیہ سے برون رگڑ لے تو کوئی مشک تنظیف
 بھی ہو سکتی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ رد مقعدہ ۱۱۱

معتکف کا اخراج ریح کے لئے خرد ریح جائز نہیں:

سوال: معتکف ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت
 مولانا مفتی محمد شفیع صاحب "آداب المساجد میں بحوالہ عالمگیری لکھتے ہیں کہ اخراج ریح کے لئے

مشکلت کو مسجد باہر جانے کی اجازت ہے، اس بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہو؟ بینوا تو جہزوار

الجواب باسم ملہم الصواب

عالمگیرہ میں حتی المقدور تلاش کے بعد جو عبارت ملی امر میں مشکلت کی تصریح نہیں آئی
عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت میں مشکلت کے لئے مسجد سے خروج جائز نہیں
نیز اس میں اگرچہ روح کا اظہار ہے، جو طہا، عتلا، شرعا قطع ہے،

فانما لا۔۔۔ روح سے تعین زائن کرنے کے لئے ہو میوہ مشکلت دوا کا روح بہت
مقبول ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۲۲ یقعدہ ۱۴۲۸ھ

مشکلت کا مسجد میں حجامت ہونا:

سوال: مشکلت کو مسجد میں حجامت ہونا جایز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہزوار

الجواب باسم ملہم الصواب

اپنی حجامت خود کرنا جائز ہے، اور حجام سے ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدو
عوجن کام کر لے تو مسجد کے اندر جائز ہے، اور اگر العوجن ہے تو مشکلت مسجد کے اندر ہے
مگر حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے، مسجد کے اندر احسرت سے کام کرنا جائز
ہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۲۲ یقعدہ ۱۴۲۸ھ

مندور اعکافات قضاء روزہ کے ساتھ صحیح نہیں،

سوال: مندور اعکافات اور رمضان کے قضاء روزوں کے ضمن میں ادارہ ہو سکتا ہو

یا نہیں؟ بینوا تو جہزوار

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر کسی نے عین رمضان میں اعکافات کی نذر مانی تو اس کو رمضان کے روزوں کے ساتھ
ادایا جاسکتا ہے، اگر رمضان میں اعکافات نہ کرے گا تو اسی رمضان کے قضاء روزوں کے ساتھ
بھی ادایا ہو سکتا ہے، اور مستقل قفل روزہ کے ساتھ اعکافات کرے، دوسرے رمضان میں
یا واجب آخر میں یہ اعکافات ادائیہ ہوگا، اور اگر غیر عین اعکافات کی نذر کی ہو تو اس کے لئے مستقل
روزے رکھے، قضاء روزہ کافی نہیں، قال فی التنبیہ فلو مندور اعکافات شہر رمضان
لزمہ واجزاہ عن صوم الاعکافات رأى لم یعتکف ففی شہر ابصر م مقصود،
وفی الشرح لعود مشرطہ فی الکمالی الاصلی فلم یجوز فی رمضان اعکافات فی واجب

سواء قضاء رمضان الاول لانه خلف عنه وتحقیقه فی الاصول
فی بحث الامر ورد المختار من ۳۲ ج ۲) فقط والله تعالی اعلم

غزو شوال عشرہ

جس مسجد میں جماعت نہ ہو اس میں اعتکاف صحیح ہے

سوال: ایک مسجد میں صرف تین وقت جماعت ہوتی ہے کیا اس میں اعتکاف درست
ہے؟ اگر اعتکاف کی صحت کے لئے پانچوں وقت جماعت شرط ہے؟ بینوا تو حرج و

الجواب باسم ملہم الصواب

صحت اعتکاف کے لئے علی الراجح مسجد جماعت شرط نہیں، لہذا ایسی مسجد میں اعتکاف
صحیح ہے، قال فی العلائق فی مسجد جماعۃ ہو مالہ امام ومؤذن اذیت فیہ
الخصس اولاد عن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصحیحہ بعضہم و
قال یصح فی کل مسجد وصحیحہ السردی وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالی
وقولہ وصحیحہ السردی) وھو اختیار الطحاوی قال الخیر الملمی وھو اصرار خصوصاً
فی زماننا فیستفی ان یقول علیہ ورد المختار من ۳۱۲ ج ۲) فقط والله تعالی اعلم
۲۳ ربیع الآخر عشرہ

بعض امور منفسدہ وغیر منفسدہ:

سوال: مندرجہ ذیل امور مقصد اعتکاف منسوخ ہیں یا نہیں؟

- ① وضو سے قبل یا بعد وضو وضو خانہ پر چڑھ کر صائت سے ہاتھ نہ نہ دھونا،
- ② وضو کے بعد وضو خانہ پر کھڑے ہو کر ردالمے دھوکا یا انحرک کرنا،
- ③ وضو سے قبل ہاتھ کی گھڑی وضو خانہ پر ہاتھ سے نکال کر صیب میں رکھنا پھر وضو شروع کرنا، یا
وضو خانہ پر وضو کے لئے بیٹھنے ہوئے ہاتھ میں سے گھڑی نکال کر صیب میں رکھنا،
- ④ پیشاب خانہ میں لائیں لگی ہوئی ہو تو دانی انتظار میں کھڑے ہونا،
- ⑤ وضو سے قبل وضو خانہ پر چڑھ کر بیٹھنے کی ٹولی یا ردالمے وضو خانہ کی چٹان یا گھونٹی پر رکھنا،
- ⑥ گھر سے کوئی کھانا لے کر والدہ ہو تو کھانے کے لئے گھر جانا،
- ⑦ کھانے کے لئے گھر جانے پر معلوم ہوا کہ کھانے کی تیاری میں معمولی دیر ہو مثلاً سانی کو بھار لیا رہا ہے
اس کا انتظار کرنا،

۵) احتلام ہو گیا اور غصہ اُٹا، ان نقصان کو تباہ و برباد کر کے اپنے مسجد سے نکلنا یا گرم پانی کے لئے گھر یا لائبریری یا ان گرم کرنے کے انتظام میں ٹھہرنا،

① حالاتِ اعکاف میں بیمار ہو گیا، اور دوا لاکر دینے والا کوئی مذہب و یا داکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو دوا کے لئے مسجد سے نکلنا، بیٹھا اور چرواہا،

الجواب باسم ما لهم الصواب

۱۶) اعکاف قاسم ہو جائے گا۔

۸۳) جائز ہے، اعتقاد کی صورت میں گرم پانی کے انتظار میں قیام کر کے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔
 ۸۴) فوراً مکمل جائے، مسجد سے، یہ رہائی گرم جوش کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

① روئے کے لئے کھٹنے سے ان کی حالت فاسد ہو جائے گا اور اس سے بڑا نقص لازم ہے، اللہ تعالیٰ بخیر و برکت
سورت میں لکھنے سے گمراہ نہیں ہوگا، اس کا ذکر و حال فاسد ہو جائے گا اور نقص لازم ہوگا، قال فی شرح المنثور ج ۱
علیہ الصغیر: الإلحاح علی الإنسان بطبیعیۃ کبرل و خافط و عقل و احتیاجہ و لا یکنہ
الاعتماد فی المسجین کذا فی النہر، اوشریۃ فلو خرج و لو فانیسا ساقہ و مانیۃ لا
رملیۃ کاسر و لا من و لہد یقتضیہ وان خرج بعن قلب و قویہ و ہو ما مؤلا غیر
لا یقسم و اما لا یقلب کا بیجا غریب و اہم مسجد فمسط الاثم لا یطیلان والا
لکان النسیان اونی بعد ان القضاء کا حقیقہ الکمال فی الزور المجاز ص ۱۳۵ ج ۲)۔

نقطہ و اللہ تعالیٰ اعلم

● **شوالیہ مسئلہ**

اذا كان الاحتصار في غير الحرم، اما فيه فعليه الحلق ^{۵۳} رز الحلق ^{۵۴} فقط وانه تعالى اعلم.
 ۵۳ فی الحج سلسلہ

متنوع محصر پر ایک ہی دم ہے،

سوال: زید اشہرج علی بعض فتح گھرے نکلا راستہ میں حسب قاعدہ طرہ کا احرام بانہو رہا، مگر کہہ پہنچنے سے قبل محصر ہوا، اب زید احرام سے نکلے گئے فتح واران کی طرح دودم احصا بھیجے یا مفرد بالعموم کی طرح ایک دم بھیجے؟

زید کا زید یہ تھا کہ عرفہ سے فارغ ہو کر حلق کے بعد، رزی الحج کو احرام حج بانہو گیا، اکثر عبارات فقہیہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید کو دو ایک دم احصا بھیجنا واجب ہو، کیونکہ محصر پر ایک ہی دم کا وجوب لکھا ہے، لیکن انصرح یہ جزئیہ نہیں بلکہ فتح کا ارادہ رکھنے والے زید جیسے محصر کا بھی یہی حکم ہے، یا عام معتمرین (حج کا ارادہ نہیں رکھتے صرف عمرہ ہی کرنا چاہتے ہیں) سے کچھ مختلف باد یہ شبہ یہ ہے کہ یہاں القرآن تحت قوله تعالى وَتُؤْتِ الْأُحْصَاءُ ثَمًّا قَدْ أَتَيْنَا مَثَلَهُمْ فِي تَمِيمٍ ذُو الْقُرْنَيْنِ فِي مَعْمَرٍ تھا، اسی قریب سرور نے قرآن ایدہ متنوع محصر پر دو دم بھیجے کا وجوب لکھا ہے، وھذا النص مسئلہ: اشہرج و عرفہ کسی صورت سے بزرگ کر کے ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی معتمر شخص سے کہہ کرے کہ تھلا تا کہ عہد حرم کے اندر پر یہ حرکت ایک ماوراء کائنات درج ایک بری و زور و قوت میں چلے گا کہ عہد حرم آتا ہو دیکھ کر زید کو دینا اور غریب و فاجر میں گمراہی کا رشتہ ہے کہ مستند ہذا کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ بیان القرآن میں تسامح ہو ہے یا مسئلہ میں ایسے ہے یا اس میں روایات مختلف ہیں یا متنوع سائق الہدی عرفہ سے فارغ ہو کر حلق سے پہلے اگر احرام حج بانہو محصر ہو جائے، یا متنوع غیر سائق الہدی عرفہ سے فارغ ہوا اور حلق نہیں کر لیا یعنی احرام نہیں کھولا اور بعد میں حج کا احرام بانہو رہا، در بعد ازاں احصا کی صورت پیش آئی تو ان دونوں صورتوں میں تحمل کے ساتھ دو دم احصا مفرد ہی ہوں گے، ان دونوں صورتوں کا حکم معلوم کرنا مطلوب نہیں، بلکہ صرف اس صورت کا جو عود و استغفار میں درج ہے حکم مطلوب ہے، بینوا و جودا۔

الجواب بالتميم من المصنوع

مسئلہ نے جس قدر غور کیا بھی ہیں، کیا کہ صورت مسوہ میں ایک ہی دم احصا ہو گا، بیان ہمشترک میں تسامح واقع ہوا ہے، یہ حکم ضمن کلیات میں منقول ہونے کے

۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

ظاہر معقول بھی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمر میں ایک بار فرض بیت حج میں حکمت:

سوال: صلوة و زکوٰۃ میں تکرار ہے حج میں تکرار کیوں نہیں؟ ساری عمر میں سر نہ ایک دفعہ کیوں فرض ہے؟ بیٹو اتوجروا

الجواب ومنہ الصدق والصلوب

اولاً تو احکام مخصوصہ ہیں بحکمت کا ملاحظہ نہیں نہ شیعہ ایمان کی دلیل ہے، ثانیاً عقلاً جملہ فرض میں تکرار نہ ہونا چاہئے تھا، لان الامر لا یقتضی التکرار، مگر اگر اس سبب مستثنا ہوا تکرار امر کو، حج کا سبب یعنی بیت اللہ و احصیہ، لہذا مقتضی تکرار کوئی چیز نہیں، ثالثاً حج میں نسبت دیگر عبادات کے مشقت زیادہ ہے، اس لئے حج کو جہاد فرمایا گیا ہے، لکنہ سے عقوبت صلوة و عدم سقوط صوم میں بھی حکمت ہے، قال فی التوسیر ہو فرض مرة، وفي الشرح لان سببه البيت وهو احد، وفي العاشية (قوله لان سببه البيت) بدلیل الاضافة فی قوله تعالیٰ و یثب علی الناس حج البیت فان الاصل اضافة الاحکام الی اسماء ما تقر فی الاصول ولا یتکرر الواجب اذ الم یکرر سببه و تجد بیت مسلم یارہا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکی عام یار رسول الله فسلک حتی قال ما نذا ثاق قال رسول الله صل الله علیه وسلم لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم قال فی المعبر والایہ وان کانت کافیه فی الاستدلال علی نفی التکرار لان الامر لا یحتملہ الا ان اثبات النفس لمقتضی الدلی

اولی (مرد المختار ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

نفل حج کی نیت سے فرض ساقط نہ ہوگا:

سوال: زید حج فرض نہ تھا، اس نے اس نے نفل حج کی نیت کی تو اس کے ذمہ

حج کا فرضہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا

الجواب ومنہ الصدق والصلوب

نفل حج کی نیت سے فرضہ حج ادا نہ ہوگا، خواہ نیت کرنے والے پر وقت نیت حج

فرض ہو یا نہ ہو، قال فی الشامیة تحت قوله علی مسلم الحج التمام التراب لم یشرائط و قد

الحج من الفرض وهي تسعة (الی ان قال) وعدة نية التقلید وعدة م
الافساد وعدم النیت عن الفیروز (المختار ص ۲۸۹) فقط والله تعالی اعلم
اور رجب الآخر ۵۵ھ

محرم سے حلق کرانا:

سوال: محرم حلال ہوتے وقت ایک دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض شخص
ابھی خود حلال نہیں ہوا وہ دوسرے کا حلق کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں پہلی اختلاف
ہو رہا ہے اس لئے مفصل تحریر فرمائیں، بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے دونوں قاطع ہو چکے ہوں اور اب صرف حلق ہی باقی
ہو تو اس وقت ایک دوسرے کا حلق کرنا جائز ہے، قال فی الثلباب واذا حلق رأسه او رأس
غیره عند جواز التعلیل ای الفیروز من الاحرام بادلہ افعال التسلک لم یلزمہ
شئ، والثلباب ص ۱۵۳) فی الغنیۃ ولو حلق رأسه لو رأس غیره من حلال اور
معجم جائز لہ الحلق لم یلزمہ ما شئ (غنیۃ ص ۹۳) علامہ محمد بن محمد باشم رحمہ اللہ تعالی
فرماتے ہیں: بابہ کہ حلق کتنا اندر دست محرم؟ پس اگر حلق کر داور محرم لازم آید بر حاق مصدر
نعت صاع گندم در مخلوق دم، مگر آنکہ جماعہ از حرمیان فارغ گشتہ باشند از اعلیٰ کہ قبل از حق
اندو باقی نماندہ باشند برایشان محرم آئے حلق کنند یعنی از ایشان بعض دیگر لازم نیاید برایشان
چیزے بکن از منیۃ الناسک لعل مسۃ ابی الضیاء الحسنی
(حیاء القلوب ص ۲۰۱) فقط والله تعالی اعلم

بحر ریح الادل سنہ ۱۲۸۷ھ

جس نے اپنا حج نہیں کیا وہ حج بدل کر سکتا ہے:

سوال: حج بدل میں ماہور کا اپنا حج کیا ہوا ہو ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

ضروری نہیں، بہتر تو اخلاص نفسی ہے۔ اللہ تعالیٰ البتہ اگر ماہور حج فرما کر ہو تو اس
کے لئے حج بدل مکروہ بخیر ہے، مگر اگر کسی نے کراہت تنزیہیہ ہے، قال فی الشامیۃ قال
فی البحر والعق انہما تنزیہیۃ علی الامر لقولہم والافضل انہما تعزیریۃ علی

۱۔ ضرورت المسأمر الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عنه
نفسه لأنه اثم بالتأخير (مسند المحتصر ۲/۲۶۳) فقط والله تعالى اعلم
۲۰ محرم ۱۴۵۵ھ

احرام میں ٹوپی پہننے کی جستجاء :

سوال : احرام کے نفلوں سے فرغت کے بعد ٹوپی اٹا کر یا زبرد با اسی طرح ٹیٹا کرنا
طلیہ کہہ لیا کچھ دیر کے بعد یا تو ٹوپی اتار کر دوبارہ نیست کر لی، اس پر کیا جزاء واجب ہوئی؟
نیز صرت مرثیہ لکھنے کی ایک ہی جزاء واجب ہوگی یا بس ٹیٹا کی جزاء الگ ہوگی؟ بینوا و جہودا

الجواب باسم ملہم العوالب

ٹوپی ایک گھنٹہ سے کم پہنی ہو تو ایک ٹھٹھی گھیریں اور اس سے زائد پر نفعت صاع صدقہ
اور بارہ ٹھٹھے یا زائد پر دم واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ گھنٹہ سے کم پر بھی نصف صاع
ہے، ترجیح میں اختلاف ہے، ٹوپی پہلی ہوئی ہو تو بھی بس ٹیٹا کی الگ جزاء نہیں، ان الارفاق
واسن بخلان الشریا المتوفان فیہ ارفاقین السور والحب، اسی لئے اگر ٹوپی کے ساتھ
گرتہ بھی پہن لیا تو بھی ایک ہی جزاء ہوگی، فقط والله تعالى اعلم

۲۴ رجب ۱۴۵۵ھ

ہج بدل میں تشریح و قرآن کا حکم :

سوال : ہج بدل کرنے والا قرآن کرے یا تشریح یا افراد بینوا و جہودا

الجواب باسم ملہم العوالب

اس کو افراد کرنا چاہئے، امر کی اجازت سے تشریح و قرآن بھی کر سکتا ہے، مگر دم مشکر یا مود
پر جو گناہ اگر آدمی خوش دم مشکر کی قیمت لود کر دے تو جائز ہے، اس زمانہ میں عرفہ مشرک طرے کے
تشریح و قرآن دم مشکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحت اذن ضروری نہیں، مجتہد صراحت اذن
حاصل کر لینا بہتر ہے، فقط والله تعالى اعلم

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۵۵ھ

آفاق مشہر ہج میں مکہ سے مدینہ گیا تو تشریح یا قرآن کر سکتا ہی یا نہیں؟ :

سوال : ① اگر کوئی آفاق مشہر ہج میں عرفہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ یا راضی وغیرہ
آفاق میں چلا جائے، اور پھر اسی سال ہج کرنے کے خیال سے مکہ مکرمہ یا حرد و حرم میں کسی

دوسری جگہ آئے تو اس کو افراد کا احرام باندھنا چاہئے یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کر کے
۸۔ ردی الحج کو حج کا احرام باندھے؟

⑤ اگر آقا فی نے رمضان میں عمرہ کیا اور شوال میں مدینہ طیبہ چلا گیا تو کیا اس سال تمتع یا قرآن
کر سکتا ہے؟ بینوا تو حوط،

الجواب باسم علمہم العزوا ب

① آقا فی شہرج میں عمرہ کے بعد مدینہ منورہ یا مکہ اور آقا فی چلا جائے تو وہ اپنی
کے وقت اس کے لئے حج افراد کا احرام باندھنا بہتر ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک وطن
اصلی کے سوا کسی دوسرے مقام کی طرف سفر سے تمتع باطل نہیں ہوتا اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ
کے نزدیک باطل ہوتا ہے، چرکہ پہلا عمرہ تمتع کا شمار ہوا اس لئے اب نئے سفر سے تمتع یا
قرآن جو بھی چاہے کر سکتا ہے، اور امام صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب پر وہ تمیم کی پر اس لئے
قرآن تو نہیں کر سکتا، البتہ اس کا تمتع کا عمرہ والی ہے، لہذا اس کے بعد حج سے قبل دوسرے عمرہ
کا جواز مختلف فیہ ہے، قول اولیاء یہ ہے کہ تمیم دہتے ہوئے مکہ ہے، مگر آقا فی سے جائز ہے
اس لئے مدینہ طیبہ سے وہ اپنی پر عمرہ کا احرام باندھنے میں چننا حرج نہیں، معہذا اختلافات سے
بچنے کے لئے صرف حج ہی کا احرام باندھنا بہتر ہے،

② اگر شوال شروع ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے آفاق میں گیا تو عند الصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ
تمتع وقرآن کر سکتا ہے، عند اللہ امام رحمہم اللہ تعالیٰ پر شخص مجرم کی ہے اس لئے تمتع وقرآن نہیں
کر سکتا، اسی پر فتویٰ ہے، لہذا افراد مکہ کے، البتہ تکبیر مکہ کے تحت مجبور ہو اور اہل اہل اسلام
مشکل ہو تو تمتع کی گنجائش ہے، ولما لا آفاق اذا دخل الميقات او دخل مكة بصرفه وحصل
منها قبل اشهر الحج فان سكت بعد احدى دخول اشهر افعي فغير مكمل بالآفاق وان
خرج الى الآفاق قبل اشهر الحج مكمل بالآفاق او قبل اشهر الحج مكمل بالآفاق
الا ان يوراني اهل مكة لا آفاق عند علماء كبراء فغنية ص ۱۷۱، مناسک کی تمام کتابوں میں تحریر
ہے کہ کسی نے تمتع یا قرآن کیا تو بکرا مت تحریر صحیح ہو جائے گا، اور اس پر دم شکر کی بجائے دم جبرہ
واجب ہے، اس لئے اس سے خود نہیں کھا سکتا، مگر ملا رشیدی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ حکم
صحت مع الکراہۃ الترمیم صرف قرآن کے لئے ہے، کل کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے تمتع
کی صورت میں دم جبرہ واجب نہیں، لہذا تمتع سے بطلا تمتع کا دم نہ ہو، لان الاصل لا یستلزم

مفروضہ توفی سے کم تر ہے مگر الحاج۔ بوجہ اختلاف ذکر تاہم شرع ہے۔

(۱) آتالی علی یا حرم میں چلا گیا، پھر اشعرج میں، اتفاق میں غیر ممنوع اصلی میں چلا گیا۔

عند المصاحبین و جمہم اللہ تعالیٰ قرآن و تفسیر دونوں جائز ہیں، عند الامم رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ناجائز۔ قرآن کرے کا ترمیم میرزا زم ہوگا، تفسیر میں نہیں، واللہ سمعہ ینقصد۔

(۲) علی یا حرم میں متوقف رہنے اصلی اشعرج سے قبل اتفاق میں چلا گیا۔ قرآن جائز ہے اور تفسیر ناجائز۔

(۳) علی یا حرم میں متوقف ہونے اصلی اشعرج میں اتفاق میں چلا گیا۔

قرآن و تفسیر دونوں ناجائز۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

تین جوڑے کپڑوں سے زائد لباس حاجتِ اصلیہ میں داخل نہیں:

سوال: اگر کسی مرد یا عورت کے پاس نقد روپیہ تو مٹا نہیں جو مصارفِ حج کے لئے کافی ہو، البتہ زید زری جائیداد، مکانات یا دوسرے سامان استعمال ہو رہے کہ اگر وہ یا اس کا کچھ حصہ فروخت کرے تو مصارفِ حج پورے ہو سکتے ہیں، کیا ایسی صورت میں اس شخص ہرج فرض ہو گا یا نہیں؟ اور کیا اس شخص کے لئے ان مشیر نہ کو بعد ضرورت فروخت کر کے فوراً حج کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو حرد!

الجواب: یا اسمہ ملہم الصواب

زرعی جائیداد اور مکانات وغیرہ حجِ اصلیہ سے زائد ہوں تو ان کو فروخت کر کے ہرج کرنا فرض ہے، اور زکوٰۃ حجِ اصلیہ سے نہیں، بلکہ تین جوڑے کپڑوں سے زائد لباس بھی ضرورت میں داخل نہیں، نعمانی، الحقیۃ الشافیۃ، اچھا لوگوں کو چیزیں ضرورت سے زائد اتنے مان دیا جائے کہ ان ہرج فرض ہو جائے، اگر اسی سال حج کے لئے نقد روپیہ نہ ہو تو سالانہ ہرج کرنا فرض ہے، تاخیر کرنا گناہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

میقاتِ بدون احرام تجاوز:

سوال: طائف کا رہنے والا بدون احرام نہ چلا گیا، اور پھر کبھی طائف سے اسی سال یا دوسرے سال عمرہ کیا تو اس پر بدون احرام دخول مکہ کی وجہ سے جو سزا تھی وہ معاف ہو گئی یا نہیں؟ بینوا تو حرد!

الجواب باسم منہم الصواب

بدون احرام دخول برمت گناہ ہے، اور اس پر توبہ اور آفاقی کی کسی میقات پر واپس جا کر حج یا عمرہ کا احرام یا نذر واجب ہے، اگر واپس نہیں گیا اور دوسرے احرام یا نذر لیا تو گناہ جہاد اور دم واجب ہوگا، البتہ اگر اسی سال آفاقی کی کسی بھی میقات پر جا کر حج یا عمرہ کا احرام یا نذر لیا یا حرم ہی میں احرام یا نذر نگہداشت کا ایک شرط پورا کرنے سے قبل کسی میقات پر جا کر تلبیہ کہہ کر حج یا عمرہ کر لیا تو دم ساقط ہو گیا، اس حج یا عمرہ میں بدون احرام تجاوز کی وجہ سے واجب کی ادائیگی کی نیت ضروری نہیں، بلکہ حج یا عمرہ فعل یا نذر یا حج فرض جو نیت بھی کرے گا اس سے بدون احرام تجاوز کا واجب ادا ہو جائے گا، اگر اسی سال آفاقی کی میقات سے حج یا عمرہ نہیں کیا بلکہ دوسرے سال کیا تو دم ساقط نہ ہوگا، البتہ تجاوز کی وجہ سے جو نیک واجب ہر اتحاد اولیام ہوگا اگرچہ فعل یا نذر یا فرض کی نیت کی جہاد، قال فی الخاتمة وهو دخول الافاقی مکتہ بغير احرام ثم رجع الى الميقات في تلك السنة واحرم بحجة الاسلام سقطت ما كان واجباً بالعمارة ودخول مکتہ بغير احرام عندنا وان لم يخرج من مكة حتى مضت السنة ثم خرج الى الميقات في السنة الثانية واحرم بحجة الاسلام وحج معزیه بحجة الاسلام ولا يسقط عنه الدائم الذي كان واجباً عليه في العام الاول (الذخيرة على هامش الهندية ص ۱۴۲۸) ملائم میں دوسرے سال میں نیز حج فرض و منذور و عمرہ منذورہ عدم سقوط تحریر ہے، مگر شاید میں فتح و بحر سے سقوط کی ترجیح نقل کی ہے، البتہ بحر سے نیت عمرہ منذورہ سے عدم سقوط کی ترجیح نقل کرنے کے بعد فتح القدر کے قول سقوط اکثر ترجیح دی ہے، فقط والله تعالیٰ اعلم

سعی کی ابتداء عقل سے واجب ہے

سوال: اگر کسی نے بھلے صفائے مردہ سے سعی شروع کی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم منہم الصواب

صفائے ابتداء سعی واجب ہے، اگر بجائے صفائے مردہ سے سعی شروع کی تو نیک واجب کی وجہ سے پہلا شرط نیز محتر ہے، اس کے بعد شات شرط پورے کیے، اگر اس وقت ساتواں شرط نہیں کیا تو بعد میں جب چاہے ایک شرط کرے، البتہ سعی حج کی تکمیل سے قبل دو قرن عرفات کر لیا، تو پوری سعی رد بان کرے، اگر زمین کی قوم واجب ہے، اور ایک شرط چھوڑ دیا تو صدقہ

لے، اسی طرح دوسرے میں شوط چھوڑے تو ہر شوط کے عرض صد درجہ ہے، چاروں اس سے زیادہ اشراط چھوڑنے پر دم ہے، نقطہ اللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۰ زین العبدہ

حکومت حج نہ کرنے سے تو کیا مکہ ہے؟

سوال: آج چند سال ہو گئے ہر ما کوئی آدمی حج نہیں کر سکتا، حکومت ہوا کی طرف سے کثیر اجازت نہیں ہے، تو اس حال میں جس پر حج فرض ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں حج فرض نہیں، صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی حج بدل کر ان فرض ہے، پھر عند زائل ہو گیا تو دوبارہ خروج کریں، یہ دونوں قلی صحیح ہیں، اور اگر حج اوج ہے مگر ثانی احوط ہونے کے علاوہ اکثر مشایخ کا محکم ہے، لہذا حجاج کی کوئی صورت نہیں ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ مانع سے قبل حج فرض نہ ہو، اگر پہلے سے فرض تھا اس کے بعد عاجز ہو گیا تو بالاعتاق دوسرے سے حج کرنا فرض ہے، قال فی شرح الفتاویٰ معجموس و خاتمت من سلطان ینسج منہ وقال تلامذۃ ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ فلا یجب علی مقدور مغلوب و شیخ کبیر لا یثبت علی الراسۃ بنفسہ و اعین دان و رجل قائل و معجموس و خاتمت من سلطان لا بانفسہم ولا بانقیابۃ فی ظاہر الذہب و ہر وایۃ عنہما و ظاہر الروایۃ عنہما و حوب الاعجاب علیہم و جزم ان دام العجز و ان زال اعاد و بانفسہم، و الہ اصل انہ من شرائط الوجوب عندہ و من شرائط وجوب الاداء عندہما و شرع الغلات یظہر فی وجوب الاعجاب و الایضا و کما ذکرنا و ہر مقید بما اذا لم یقل و علی العجز و ہر معجم ذان قدر شم معز و قبل الغرض الی العجز تقریر دینا فی ذمتہ فیلزمہ الاعجاب و الی قولہ؛ و ظاہر المتفقۃ اختیار قولہما و کذا الاسیجالی و قواہ فی الفتم و مشی علی ان الصعۃ من شرائط وجوب الاداء من البحر و النہی و حکم فی الباب اختلاص التصحیح و فی شرحہ انہ مشی علی الاولی فی النہایۃ و قال فی البحر العمین

انه المذهب المصحح وان الثانی صححه قاضی خان فی شرح الجامع واختاره
کثیر من المشایخ ومنهم ابن الهمام (رد المحتار ص ۱۵۸) فقط والله تعالی اعلم
۱۹ ارزی الحی سید

نابینا کے لئے حج کا حکم:

سوال: اندر سے حج فرض ہے یا نہیں! بیٹو توجروا!
الجواب: باسم ملہم الصواب
نابینا اور مغلوں وغیرہ سب بخدو ریکادی مسک ہے جو اہر حکومت کی طرف سے مخالفت
کے بارے میں بیان ہوا، فقط والله تعالی اعلم
۱۹ ارزی الحی سید

عمو کو کرنے سے فرضیت حج میں تفصیل:

سوال: کیا عمو کو کرنے سے حج فرض ہو جائے! بیٹو توجروا!
الجواب: باسم ملہم الصواب
اگر شرال شروع ہونے سے قبل واپس آگیا تو حج فرض نہیں ہوا البتہ اگر شرال وہیں
شروع ہو گیا اور اس کے پاس حج کے مصارف بھی ہوں تو حج فرض ہو جائے گا، اگر حکومت
کی طرف سے حج تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو تو فرضیت حج میں اختلاف ہے، راجح ہے کہ اس پر
حج بدل کرانا فرض ہے، مگر کرمی سے حج کرادے، بعد میں خود حج کی استطاعت ہو گئی تو دوبارہ
کرے، کا بقعد والعلوہ والاضعی والعبوس والظائف من السلطان، فقط والله تعالی اعلم
۱۹ ارزی الحی سید

حج بدل کہاں سے کرایا جائے!

سوال: حج بدل کہاں سے کرایا جائے! اگر کسی کی سے کرایا جائے تو جائز ہو یا نہیں! بیٹو توجروا!
الجواب: باسم ملہم الصواب

اگر زندہ معذور کے امر سے یا مردہ کی وصیت سے حج بدل کیا جا رہا ہو تو مری یا امر کے وطن سے
حج کرنا ضروری ہے، اگر ثلث مال، ناکال ہوا اور ورثہ زیادہ کی اجازت نہ دی، تو یہاں سے بھی ثلث
مال سے حج ہو سکے، اگر مری یا امر نے خود کوئی جگہ یا جہال تھیں کر دیا ہو تو وہیں سے کیا جائے اگر جو
۳۴ مگر ہی سے ہو، مگر صاحب استطاعت کے لئے اب کرنا مکروہ ہے، اگر حج کا امر یا وصیت نہیں کیا

بلکہ کسی کی طرف سے خبر یا کوئی شخص جگہ کرنا چاہتا ہے، تو کمرے میں جائز ہے، البتہ صاحبِ استطاعت کے لئے یہ مقام سے کرنا افضل ہے، کمرے جگہ کرنے کی صورت میں اس کا خاص اہتمام کیا جائے کہ جگہ کرنے والا مستحقِ رینڈ اور قابلِ اعتماد ہو، کیونکہ کئی لوگ متعدد حضرات کی طرف سے چچ بول کر لیتے ہیں، جس سے کسی کا بھی جگہ نہ ہوگا، نیز چچ بول میں اجازت کی صورت نہ ہونے پائے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۱۲ ردی الجہ شدہ

ما زمرم وفضل ووضوء قائم اپنا مستحب نہیں!

سوال: وضوء سے پہلے ہوا پانی اور ما زمرم قائم اپنا سنت پر یا مستحب اور مستقبل قبل ہونا کیسے؟ بینوا تو جروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

فضل وضوء و ما زمرم قائم اپنے کی کراہت و استحباب میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ بلا کراہت جائز ہے، مگر مستحب نہیں، البتہ استقبال قبل مستحب ہے، قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی آداب الوضوء ان یشرب بعدہ من فضل وضوءہ کما وضوء مزم مستقبل القبۃ قاشا أو قاعداً ویسما د اھما یکرو قاشا تفریعا والی بائینہ والصاصل ان انتداب الکراہۃ فی الشرب قاشا فی ظن من الموضعین محل کلام فضلا عن استحباب القيام فیہما ولعل الشوۃ من الکراہۃ ان لم یقتل بالاستحباب لان ما زمرم شفاو کذا الفصل الوضوء رد المحتار ج ۱) و فی العم منہا قولہ شرب من ما زمرم، ای قاشا مستقبل القبۃ متصفاً منہ متفاسفہ مراراً ناظر الی کل مرۃ ال البیت رد المحتار ج ۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۰ محمد رم مشہد

و قوت مؤردلفہ چھوڑے کا حکم:

سوال: مریض، ضعیف، مسکورات، عذ کی دھ سے مؤردلف میں وقوت ذکر بر تو جائز ہے مگر ان کے ساتھ کی وجہ سے تندرست ہو بھی وقوت ذکر کرے، اور بھی صادق سے قبل مؤردلف سے منقطع ہونے کا اس تندرست پر دم واجب ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

اس صورت میں تندرست آدمی پر دم واجب ہے، اس لئے کہ اس کا ترک وقوت

بل قد ربي فقط والله تعالى اعلم

۲۲ محرم ۱۳۹۹ھ

سوال مثل بالا:

سوال! سوچ مجھے سے پہلے مزدلفہ میں پہنچا تو اس کا شرف کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر وہ پہلے مزدلفہ کسی قدر کی قدر کی وجہ سے نہ ہو سکا مثلاً کوشش کے باوجود وہاں سے مزدلفہ طویل آفتاب سے قبل نہ پہنچ سکا تو کوئی جزا اور اجاب نہیں البتہ مخلوق کی طرف سے کسی کو کاد کی وجہ سے یا عذر ترک و قوت سے رم واجب ہے، قال فی العلائقہ لو ترکہ لعذر کرحمۃ بمنزلة لا شئ علیہ، وفي الشامیۃ عن شرح الباب ولو ماتہ الوفوت بمنزلة لا شئ باعصار فعلیہ دم من ان هذا عذر من جانب المصلوف فلا یؤثر ۵ (رد المحتار ص ۱۲۴ ج ۲) فقط والله تعالى اعلم

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

احرام میں انگوث یا نیکر پہننا،

سوال! احرام کی حالت میں انگوث اور احرام کے نیچے نیکر پہن سکتے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

آنت وغیرہ اترنے کے مذکر کی وجہ سے انگوث یا نیکر ناجائز ہے، اور وہی مذکور ہے۔ ہے مگر اس پر کوئی جزا واجب نہیں، نیکر پہننا بہر حال ناجائز ہے، اور اس پر ایسے محیط کی جزا واجب ہے، قال فی شرح التتویر فان دروہ او حلقہ او عقیۃ اساءہ ولا دم علیہ، وفي الشامیۃ کذا الوضوء یعمل ویجوز لثبوتہ حیث یشاء بالخط (رد المحتار ج ۲) فقط والله تعالى اعلم

۲۲ محرم ۱۳۹۹ھ

احرام میں جرابیں پہننا جائز نہیں:

سوال! احرام کی حالت میں جرابیں سوتی یا دلی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

احرام میں کسی بھی قسم کی جرابیں پہننا جائز نہیں، قال فی شرح التتویر وخفی ان الاذان لا یجوز لظہور نقطہ ہما اسفل من الثعبین عند عقد التمام لا یجوز لبس السردونہ لا یجوز لبس درۃ المختار (۱) فقط والله تعالى اعلم

۲۵ ربیعہ ۱۳۹۹ھ

عورت کے لئے بلا محرم سفر حج حرام ہے :

سوال : ایک ضعیف اتنی سال غیر مشغولہ اس سال حج کرنا چاہتی ہے، اس کے ساتھ کوئی عزم نہیں، سوائے اس کے کہ جہیز میں جانے والے عاذ میں حج کی مستورات کی وصیت رہے گا کیا خرگاہا جائز ہے؟ بینوا تو حروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عورت خواہ کتنی ہی بڑھی ہو اس کے لئے بلا محرم سفر حج حرام ہے، اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں بھی اپنے عہد کے ساتھ ہوں تو بھی جائز نہیں، اگر رتے دم تک محرم میسر نہ ہو تو اس پر حج بدل کی وصیت فرض ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶، رجب سنہ ۱۴۰۸ھ

حیثیت کی طرف بدل کی وصیت حج کرنا :

سوال : اگر کوئی آقا کی کسی مرنی یا مرنے والی کی طرف سے اس کی وصیت یا امر کے بغیر خود اپنے خرچ سے حج بدل کرے تو کیا اس کے لئے بھی اس شخص کے وطن سے باہر ضروری ہے جس کی طرف سے وہ حج بدل کرنا ہے؟ بینوا تو حروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مرئی یا مرنے والی کی طرف سے فرض حج ادا کرنے کے لئے اس کا ضروری ہے بدول امر کسی مرنے والے حج کیا تو یہ حج کرنے والے کا ہوگا، وہ اس کا ثواب جسے چاہے بخش دے، لہذا اس میں بیعت وغیرہ کی قید نہیں، البتہ اگر وارث نے مرنے والی کی وصیت کے بغیر اس کی طرف سے حج کیا تو اس سے مرنے والی کا فرض ادا ہونے کی امید ہے، مگر اس میں بھی مرنے والی کی بیعت سے احرام باندھنا ضروری نہیں، جس بیعت سے چاہے باندھ سکتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰، رجب سنہ ۱۴۰۸ھ

سفر حج میں مرنے والے پر دو حج وصیت کی تفصیل :

سوال : اگر کسی شخص کا سفر حج میں حج کرنے سے قبل انتقال ہو جائے تو کیا اس کے لئے فرض مائل ہو جائے گا؟ بینوا تو حروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اس پر اس سال حج فرض ہوا تھا تو راستہ میں موت واقع ہونے سے فرض مائل ہو جائے گا

اور اگر حج پہلے فرض ہو چکا تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد فوت ہوا تو فرض ادا ہو گیا، اس سے قبل فوت ہوا تو فرض ساقط نہیں ہوا، اس لئے اس پر اس کے شر سے حج برل کی وصیت کرنا فرض ہے، مگر ثلث مل اس کے شر سے کافی نہ ہو تو جہاں سے بھی ثلث میں حج جو حج دہرہ سے کرنا چاہئے، قاتی فی المتن برخرج الی العمیم ومات فی الطریق ولوی بانعیم عنہ فان فسر المائل ما لا یرسلہ فلا فیعم من بلدہ، وفي الشرح انما تعجب الوصیۃ بہ اذا اخرجه بعد حرمہ اما لو حرم من عامہ فلا، وفي المعاشیۃ (قوله ومات فی الطریق) اراد بہ موته قبل الوقوف بعرفۃ ولو کان بمکۃ بعرفۃ فی العنصر، او اقامت بعد الوقوف بعرفۃ اجزأ عن المیت لان الحج عرفۃ بالتمس وقیل فالامر علیہ، ای الشاک منی علی ما فیہ، ای عینہ فان فسر المائل یعم عنہ من حیث یبلغ وان فسر المکان یعم عنہ منہ، قلت والظاهر انہ یعجب علیہ ان یرحمی بما یبلغ من بلدہ، ان کان فی الثلث سعة فلو ادعی من دون ذلک اذ عن مکانا دون بلدہ یا ثم لما علمت ان الواجب علیہ العمیم من بلدہ یرسکتہ (در المحتار ص ۲۶۶) فقط والله تعالیٰ اعلم۔

۲ اردی الحج کی رمی قبل الزوال جہ عز نہیں ہے

سوال: ذی الحج کی بارہوی تاریخ کو رمی جوار ضعیفوں، بیماروں اور عورتوں کے لئے زوال سے قبل جائز ہے یا نہیں؟ جہور کے قول کے مطابق مشہور مذہب یہ ہے کہ ذی الحج کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں رمی زوال کے بعد کرنی چاہئے، لیکن بعض اکابر علماء ابن تیمیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب آرام اللہ فیہم اور حضرت مولانا سید محمد امجد علی صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند جس شامل ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ نہ رحمت اور جہور سے بچنے کے لئے اگر بارہویں تاریخ کی رمی قبل الزوال کر کے غلط ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں، ان حضرات کے مطابق فتاویٰ کتابی مشکوک میں موجود ہیں، جو بعض ملاحظہ ارشاد خدمت ہے، لیکن لوگ یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں بزرگوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا ہے، اس سلسلہ میں جناب والا کی رائے معلوم کرنے کے لئے یہ استفتاء ارسال خدمت ہو کر کیا بارہویں تاریخ کو قبل الزوال رمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعورت جواز علی الاطلاق جائز ہے خواہ رمی کرنے والا قوی نہ ہو نہ مستعد ہو نہ عورت عورتوں میں عورتوں کے لئے یہ مجتہدین کے لئے ہے یا عورتوں کے لئے؟

الجواب باسم ملہم المصواب

رسالہ مشککہ گزشتہ سال حافظ ریاض الحق صاحب مرحوم نے بھی ہتھوڑ کی غرض سے پیش کیا تھا، میں نے ان سے زیادہ بکرا تھا کہ میں اس سے متفق نہیں، آپ کا خط ملنے کے بعد حضرت مفتی محمد ضعیف صاحب دامت برکاتہم سے بذریعہ ٹیلیفون دریافت کیا تو فرمایا کہ میں سے رجوع کا بار ادا اعلان کر چکا ہوں، مگر اس کے بارہو درہم میں ہر اخوی مسلسل بھاجا جارہا ہے۔
 شایہ حضرت مفتی حمیدی جن کی طرف نسبت میں خود ساختہ ہی ہو، مزید طرزیہ کہ اسی دس دس میں مدرسہ امینیہ دہلی کے جواب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جواز کا قول ضعیف ہے اور قول ضعیف پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، خوشیکہ مذہب مشہور و مفتی بہ یہی ہے کہ بارہویں کی دہی قبل الزوال جائز نہیں، اور نہ ہی وہ ضرورت قابل اعتداس ہے جس کی بناء پر رسالہ میں جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے، جب غرضوں، مریضوں، ضعیفوں کے لئے بوقت شب دہی بھارہ است جائز ہے تو دہی قبل الزوال کی کیا ضرورت رہی، نفس پرستی کو ضرورت نہیں کہلوا سکا، رسالہ میں اثبات ضرورت کے لئے انور پرورد کو حقیق کر کے دکھایا گیا ہے، فقط واللہ اعلم۔
 ۲۲ رجب الثانی ۱۴۲۸ھ

رمی میں جو زنیہ بہت کی شرط

سوالی: ایک شخص کے پاؤں میں چوٹ آگئی، جس کی وجہ سے وہ نقل و حرکت سے بالکل معذور ہو گیا، اس لئے اس نے اپنی رمی دوسرے شخص سے نیابت کرانی، اور کوئی دوسرا عزم نہ ہونے کی وجہ سے اپنی بیوی اور لڑکے کی طرف سے بھی کسی دوسرے مرد سے رمی کرائی تو کیا ان تینوں کی رمی صحیح ہوگئی؟ بیسوا اتوجروا،

الجواب باسم ملہم المصواب

اگر سوا مرد کر بھی جزا تک نہ جاسکتا ہو، سواری یا کوئی اٹھا کر لے جانے والا نہ ملے تو اس کی دہی ہوگئی، بیوی اور لڑکے کی طرف سے نیابت رمی صحیح نہیں، جزا تک جانے کے لئے عزم ساتھ ہونا ضروری نہیں، اس لئے ان پر دم واجب ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ۲۵ رجب الآخر ۱۴۲۸ھ

طوائف زیارت بلاد منور کرنے سے دم واجب ہے:

سوالی: ایک شخص کے پیر میں چوٹ لگ گئی، حرم شریف میں طہرے پہن کر گیا،

طر کے بعد طواف زیارت کیا، پیر سے پانی یا مٹاؤ کسی بھی بھٹا جاتا تھا، اس کے باوجود طواف زیارت کر لیا، تو کسی اس کا طواف زیارت ہو گیا؟ بینوا توجروا،

الاجواب یا سسم ملہم الصواب

ایام محرکے اندر غم سے خون نہ چوسنے کا انتظار کرنا واجب تھا، مگر طواف کر لیا تو ہو گیا، لیکن واجب طہارت ترک کرنے کی وجہ سے زہم لازم ہو گیا، البتہ بعد میں اس طواف کا اعادہ کر لیا تو زہم ساقط ہو گیا اگرچہ ایام محرکے بعد اعادہ کیا ہو، مگر انی الشامیہ، فقط والله تعالیٰ اعلم،

۴ شعبان ۱۳۹۳ھ

دم شکر سے عاجز کا حکم:

سوالی: منیٰ میں قربانی کرنے سے قبل کسی کی رقم چوری ہو گئی، اب وہ قربانی نہیں کر سکتا، تو کیا کرے؟ بینوا توجروا،

الاجواب یا سسم ملہم الصواب

اگر صرف بیچ افراد تھا تو اس پر قربانی واجب نہیں، اور اگر بیع یا قرآن تھا تو حلق کر کے احرام کھول ڈالے، اور جب قدرت ہو ایک جا فوریت دم مشرکہ و جرم میں ذبح کرے، سو دم جاہلیت نہیں، کیونکہ یہ معذور ہے، قال فی العلائق فان فانت الثلاثة تعین، اللہ فلولم یقدر تحلل وعلیہ دمان، قال ابن عابد بن رحمۃ اللہ تعالیٰ ای دم التمتع ودم التحلل قبل اوانہ جوعن الہدیۃ وتمامہ فیہ و فیما ملقنا علیہ (روانہ) و قال ابن عجم رحمہ اللہ تعالیٰ فلولم یقدر علی الہدیۃ تحلل وعلیہ دمان

دم التمتع ودم التحلل قبل الہدیۃ کذا فی الہدیۃ ہنا قال فیما یا فی فی آخر اتجانیات فان حلق القارن قبل ان ین بیح فعلیہ دمان عند ابن حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ دم بالعلق فی غیر اوانہ لان اوانہ بعد الذبح ودم بتاخیرون عن الحلق وعند ہما یجب علیہ دم واحد وهو الاول فلیسہ صاحبۃ فی البیان فی التخلیط لکونہ جعل احد الذمین منادۃ الشکر والاخر دم الجنایۃ وهو مواب فیما یا فی اثبت عند ابن حنیفہ د میں آخر میں سوئی دم الشکر ولبسہ فی التخلیط ایضا فی باب الجنایات الی الشہر ولبس کما قال لیل کلامہ مواب فی الموضوعین ہنا لہذا لکن جائز باننا غیر لائہ لعجزہ لہم یزیدہ لاجلہ دم ولزمہ دم للعلق

و غیر اولیہ و فی باب الجنایات لما كان جانيًا بطلته قبل الذبح لزومه و ما كان كما
 قرره و لم يبد كرم الشكر لانه قد مره في باب القرآن وليس التلزام الذي انجائية.
 وقال ابن عابد بن رحبه الله تعالى في حاشيته من جهة الثاني لكن لزوم الدمين
 هنا في خلاف المذهب و ساء حصص كلام الهداية عليه لم ينجيه و اخرجه عن
 الخطأ السهو هذا وقد يقال انه اذا لم يكن جانيًا بالثبوت لم يكن جانيًا ايضا بغير
 في غير اوله فينبغي ان لا يلازمه الادوم القرآن لان العجز عن رد قد نقى الشبهة
 في رسالته من شرح مختصر المحامد في الامام الاسلامي في مانعه و لا يلزم التلزام
 لم يعجز الادوم بدن ذلك ولا يعجزه ان لا يتم فان لم يجد هذا قل و عليه دم
 المتعة و لا دم عليه لانه قبل ان يذبح و لا دم عليه لترك الصوم ا هـ

و تبحر الرازي ص ۱۶۴ ج ۳

ان مختلف عبارات میں غور کرنے کے بعد بندہ کا خیال یہ ہے کہ اگر متبع یا قار نے قادر
 علی دم الشکر نے کسی وجہ سے دم خرچے میں عین روزے نہیں رکھے، مگر ذبح سے قبل کسی
 حادثہ کی وجہ سے عاجز ہو گیا، کما فی الصورة المسئول منها تو اس پر صرت دم شکر واجب ہے
 جب قدرت ادا کرے، نیز نگاہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں اس لئے اس پر دم جنایت
 واجب نہ ہوگا، و اگر شرور ہی سے دم شکر پر قہور نہ تھا اس کے باوجود روزے نہ رکھے تو اسے
 معذور اور غیر جانی قرار دینا بعید ہے، اس لئے اس پر یک دم جنایت بھی حلق قبل الذبح کی
 وجہ سے واجب ہوگا، اور اگر ایام غریب ذبح نہ کیا تو قدر دم تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا، اما
 طرح اس پر نگلی تین دم واجب میرے ایک دم شکر اور دم جنایت، فقید میں بھی اس صرت
 میں تین دم کئے ہیں،

انبار اگر دم خرچے قبل تین روزے میں دو غرو کی وجہ سے نہ رکھ سکے تو سے معذور قرار
 لے کر اس پر صرت دم شکر کا قول کیا جاسکتا ہے، و هذا ما اعندنا و ما اعلم عند الله
 العزيز القليل، فقط والله تعالى اعلم

، و ربيع الآخر سنة ۹۹۷

حرم میں مستقل وطن نہ بنائے تو تمتع کر سکتا ہے :

سوال : میں مکہ میں ملازم ہوں، آجکل حکومت سعودیہ کے قانون کے مطابق

مکتب سے ایک مرتبہ باہر جاتا ہوتا ہے، اس لئے میں پاکستان آ گیا ہوں، اب میں حج تمتع کرنا چاہتا ہوں
اس کی کیا ضرورت ہوگی؟ بینوا تو جہود،

الجواب باسمہ منہم الصواب

آپ نے جو تذکرہ کر دیا کہ ہمیشہ کے لئے مستقل وطن نہیں بنایا، اس لئے پاکستان تشریح
کر رہے ہیں، اگر مستقل وطن بنالیں تو تمتع نہیں کر سکیں گے، فقہ ابن عابد میں رحمہ اللہ
نعمانی عن اللباب فی بیان شرائط التمتع التامع عدم التوطن بمكة فلو اقامتہم
عزم علی المقام بمكة ابدًا لا یكون مقتضی ان عزم شہر میں ای مثلاً درجہ کانت
مقتضی (وعدہ سطر) الجادی عثمان یكون من اهل الافاق والبعیدہ للتوطن فلو
استوطن المسلم فی المدینة مثلاً فهو آفاقی ویالکس بقی الخورہ المختلص (۲۳:۲۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

، رد بقدرہ ۲۱۷

رد کا دطوان مکروہ وقت میں پڑھنے کا حکم

سوال: اگر کسی نے مکروہ وقت میں طوان کیا اور اس کے بعد اسی مکروہ وقت میں
دو رکعتیں پڑھ لیں تو دو گنا دطوان ادا ہو گیا نہیں؟ بینوا تو جہود!

الجواب باسمہ منہم الصواب

اگر یہ دو گنا دطوان، غروب یا استوار کے وقت پڑھا تو بالاتفاق ادا نہیں ہوا، درمیان
میں خیال آ گیا تو منقطع کر دے، اور تمام کر لیا تو بھی مکروہ وقت کے بعد دوبارہ پڑھے، اور اگر وقت
نہ ہو یا بعد عصر و گنا دطوان پڑھا تو بھی قطع کرنا واجب ہو، البتہ اگر کر لیا تو بقول بعض اس کا اعانہ واجب
ہے، اگر مستحب ہی نکالی ہے ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ بدو صلاہی وقت سکون قبل صحت مع التکرار
وجوب تعلیمات یعنی بدنا فالاحسان یفید غالباً فی الحلاۃ نظر لما فی اوقات الصلوۃ من فوائد
و فیض و کثرت الخیرات لا تنعدم فی ثلاثۃ من الاوقات النہیۃ عنی الطلوع و
الاستواء و الغروب یخلات ما بعد الفجر و صلاۃ العصر فانما تنقذ مع التکرار
نہما وارد المختلص (۲۳: ۱۰۳) لیکن کتاب الصلوۃ میں ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ نے
بدالے لئے لفظ فرمایا کہ اگر کسی نے مکروہ وقت میں نفل پڑھے تو ان کا اعانہ واجب نہیں،
اور اس کی تحلیل یوں بیان فرمائی ہے، لانه اذ اقامتہ و صلاۃ و صلاۃ (۲۳: ۱۰۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درگاہ اطوار میں مکروہ وقت میں بڑھتا تو اس کی قضاء واجب ہوگی، لہذا
وجہ کا مکملہ زاد اہانافضہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ رجب ۱۴۱۵ھ

رج میں تاخیر جائز نہیں:

سوال: زید پر حج فرض ہے مگر وہ بعض دغوی حصار کی وجہ سے آئندہ سال تک ملتوی
کر رہا ہے، کیا اس صورت میں زید گنہگار ہوگا؟ بیٹو! توجروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

حج کی فرضیت علی الفور ہے، لہذا تاخیر سے گنہگار ہوگا، فی حرم التوبہ ہو فرض مرہ
علی الفور فی الشرح فی العام الاول عند الثاني وأصح الروايتين عن الأمام مالک
وأحمد رحمہم اللہ تعالیٰ فیضن وتروہ شہادتہ بتأخیرہ فی سینا، وفي العاضیۃ ثم
لا یغنی، انه لا یلزم من عدم الفسق عند مالک ثم فاته یاثم ولو بمرة،
رحمہ المختار ص ۱۵۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ رجب ۱۴۱۵ھ

وقت فرضیت ہجرت:

سوال: ایک شخص اشہر الحج میں مال کا مالک ہو گیا ہے تمام شرائط کے اور بعد میں مال
خارج کر دیا، کیا مالک ہو گیا، تو کیا حج کی قضاء ضروری ہے؟ یا وجوب حج ساقط ہو گیا، معاصی یہ کہ
وقت وجوب حج کس وقت سے شروع ہوگا؟ بیٹو! توجروا!

الجواب باسم ملہم الصواب

اشہر حج میں مال دار ہو کر حج فرض ہو گیا، البتہ اگر ایسے بعد ملک میں رہتا ہو کہ وہاں سے
اشہر حج سے قبل حجاج روانہ ہوتے ہوں تو قافلہ حجاج کی روٹ کی کا وقت معتبر ہوگا، اگر اس وقت
مال ہے تو حج فرض ہو گیا، اگر حج نہیں کیا تو قنعا واجب ہوگی، قال ابن القمام رحمہ اللہ
تعالیٰ والاولیٰ ان یقال اذا کان قادراً وقت خروج اہل بلدہ ان کانوا یخرجون قبل
اشہر الحج بعد المسافۃ او قالوا فی اشہر الحج ان کانوا یخرجون فیہا ولم یخرج
حتى انتقر فتروہ ینا، وان سلك فی غیرہا وصرھا الى غیرہ لا یضیہ (بخاری ص ۱۵۲)
وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرائط وجوب الحج والوقت ای القدرۃ

فی اشهر العجم اونی وقت خروج اهل بلدہ عنی مایاتی رد المحتصر ۱۵۲ ج ۲) وقال بعدہ
عن قوله مع اسن الطریق ایمی وقت خروج اهل بلدہ وأن کان مغیبتانی
غیورہ (رد المحتصر ص ۱۵۵ ج ۲) فقط والله تعالی اعلم

۳۔ حریم سلسلہ

طواف زیارت ذکر سکا تو بد مذکر وصیت واجب ہے :

سوال : اگر کسی شخص نے طواف زیارت ذکر کیا اور پھر پھر ادا نہ کر سکا تو یہ شخص کیا کرے ؟
کیا عرض الموت میں وصیت کرے ؟ اس میں اور کوئی تفصیل ہے ؟ بینوا تو جہور

الجواب باسم ملہم الصواب

اس پر عرض الموت میں ایک بد مذکر لٹیا گئے حرم میں ذبح کرنے کی وصیت کرنا واجب
ہے ، قال فی الثانیۃ (قوله وبینہ وقتہ) ای وقت صغته ای اشهر العجم ولو مات
قبل لعلہ فقد یکر بعض المحشین عن شرح اللباب للقاضی معصود عبد من البحر
العین اسمہ قالوا ان علیہ الوصیۃ بینہ لانصباء العذر من قبل من لہ العن
وان کان انشاء بالتأخیر اہ قائم (رد المحتصر ص ۱۵۸ ج ۲) فقط والله تعالی اعلم
۱۰۔ رجب سنہ ۱۴۱۸ھ

ایام تحریم طواف و راع جائز ہے :

سوال : اکثر تقیین جہد سے مسم کا انتظام کرتے ہیں ، جو جہد سے سیدھے نمی وغیرہ ادا
۲۔ زانیہ کر زوال کے بعد نمی سے سیدھے جہد لے جاتے ہیں تو اس طرح طواف و راع کرنا مشکل
ہو جاتا ہے ، کیا ان حالات میں طواف و راع طواف زیارت کے بعد ایک اور طواف کر لینے
سے ادا ہو جاتا ہے ؟ بینوا تو جہور

الجواب باسم ملہم الصواب

اہل جہد پر طواف و راع واجب نہیں ، آٹائی پر واجب ہے ، اور طواف زیارت کے بعد ایام تحریم
میں بھی جائز ہے ، اگر کسی باقی ہو ، فقط والله تعالی اعلم

۱۱۔ حریم سلسلہ

عذر من جہت الخلق کی وجہ سے ترک طواف و راع :

سوال : اگر کسی نے تمام احکام حج انجام دیے ، صرف طواف و راع نہیں کیا تھا اگرچہ ایک

ایسا واقعہ پیش آیا کہ وہ طواف و راعہ نہ کر سکا جیسے اس سال میں ہوا کہ کئی دن تک مسجد حرام پر جو باغیوں اور مدعیانِ جہودیت بندھن لگایا اس پر دم ہے یا معذور سمجھا جائے گا نیز اگر نفل طواف کیا تو اس کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ بیشتر علماء اعلان کر رہے ہیں کہ جن کو گولہ نے طواف و راعہ نہیں کیا یا نہ پر دم واجب ہے حضرت والا مسئلہ کی بڑی تحقیق تحریر فرمائیں، بینوا قوجوہا۔

الجواب یا سید صاحب الفضل

جس نے طواف زیارت کے بعد کوئی نفل طواف کر لیا وہ طواف و راعہ کے قائم مقام ہو گیا اس لئے اس پر دم واجب نہیں، اور اگر نفل طواف نہیں کیا تو اس پر دم واجب ہو، کیونکہ یہ عذر من حیث العبادہ ہے، جو مستقط حق اللہ تعالیٰ نہیں،

عذر کی وجہ سے ترک واجب میں عین قول ہیں، ایک یہ کہ عذر مطلقاً مستقط دم ہے، و درمات کہ جن عذر کو مستقط ہونا مقصود ہے ان کے سوا دوسرے انداز مستقط دم نہیں، نیز یہ کہ عذر من حیث العبادہ مستقط نہیں، عذر ساری مستقط ہے، و هو الرأع، قال فی العلائق فی طواف بعد ارادة المسافر و فی التطوع اجزاء عن الصدق و فی التامیة الماحصل کما فی الفتح و غیرہ ان من طاف طوافاً فی وقتہ و دم عنہ نوا و یعتبہ اولاً اوی طوافاً اخر و انی قولی ان بعد ما حل النحرید ما طاف للزیارة لم یصل صدق و ان نوا للتطوع و فی المیزان ص ۲۰۲ ج ۲، و قال فی المحیط اوی رحمہ اللہ تعالیٰ رتولہ ولا احصار بعد ما رقت بعرفۃ الخ، فان دام الاحصار لم یزیم دم لتزویج کل واجب من وقوف بمرز دلفتہ و رمی الجبل و کذا التاخییر الحلق و الطواف و انی الاحصار بالعد و لا یزیم من قبل العباد و لا یزیم من عدو انی اسقاط حق اللہ تعالیٰ کما قالوا فی باب التیمم ان العد و انما اسرو حتی علی بالتیمم فانه یعیب ما بالوضوء اذا اطلعت لانه من قبل العباد فلیس انی قولہم کل واجب ترک العد و لا یزیم فیمہ دم لان المراد بالعد رقیہ العد و الساری کالاحصار بالمرض شلاً فی هذه العروة و کالعیس النکاح کما اجمعت صاحب البحر و اقروا و اخوہ و طحاوی علی الذی باب الاحصار ص ۳۸۳ ج ۲، و قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ ثم ان دام الاحصار حتى مضت ایام التشریع رالی، و قد ظہر لی ان کلامهم محمول علی الاحصار بسبب العد و لا مطلقاً فانه اذا سکن بالمرض فهو ساری، یرکون، عذر انی تزویج الواجب و ان کان من قبل العباد

فانه لا يكون عند رافى اسقط حق الله تعالى كما قاله في باب التيمم الخزان البحر الرائق
 من ٢٣٥٩ باب الاحصار روى ابن عابد بن رحمه الله تعالى تحت قوله وهو
 زاسيا، وتقره يستثنى من الاطلاق الذي وجوب المعز وما في الباب بترك شيئا
 من الواجبات بخلافه عليه على ما في البدائع واطلق بعضهم وجوبه فيها الا في
 رد المحتار به وفي ترك الوتوف بمزولة وما غير طواف الزيارة عن رفته وترك
 قصده وبعضه والتفاس وترك المشى في الطواف والسعي وترك السعي وترك العلق لعد
 في رأسه له، لكن ذكرنا حقه ما يدل على ان التواف بالعد وما لا يكون من التواف حيث قال
 عند قول التلياب ولو فاته الوتوف بمزولة باحصار فعليه دم هذه غير فها لا ت
 الاحصار من حصة الاعذار لان يقال ان هذه ما تم من جانب المخلوق فلا يؤثر في
 له ما في البدائع فمن احصر بعد الوتوف حتى مضت ايام التيمم فخل سبيله ان عليه
 وما لترك الوتوف بمزولة وما لترك الوتوف وما لترك طواف الزيارة له ومثله في
 احصار الجروسيات في توضيحه هناك ابن شاذان الله تعالى رد المحتار في باب الجنيات
 روى ايضا في باب الاحصار روى ولا احصارين ما تفت بعرفة للوقت بعرفة ثم عرفت
 له ما لا يتحلل بالهدى بل يلقى معهما في حق كل شيء ان لم يجلو اوى بعد دخول وقته
 وان حق فهو محرم في حق النساء لا غير ان ان يطوف للزيارة فان من حق مضت ايام التيمم
 فعليه اربعة دعاء لتوف الوتوف بمزولة والفرى وما غير الطواف وتأخير العلق في الباب
 والربيع وغيرهما وقلبه في البحر عن كافي العاشر الذي هو جمع كلام محمد رحمه الله
 تعالى في كتبه السنة التي في غاها الردية ثم استكمل في البحر بان واجب الحج اذا
 ترك لعد ولا شيء عليه حتى لو ترك الوتوف بمزولة خوت الزحام لا شيء عليه كالعائض
 ترك طواف الصد ولا تترك ان الاحصار عذر ثم اجاب بحمل ما هنا على الاحصار
 بالعد ولا مطلقا فانه لو كان بالعرض فهو سناوى يكون عند رافى ترك الواجب
 بخلاف ما كان من قبل العبد ذاته لا يسقط حق الله تعالى كما في التيمم لم يترك
 في التيمم ربه جزاء المقدس في غيره فظلم الكفر ولا كرمشله في جنابات شوح التيات
 قلت ولا ترد مسألة الوتوف لغرف الزحام لما هو في التيمم ان الغوف ان لم
 ينشأ بسبب وعيد العبد فهو سناوى رد المحتار باب الاحصار من ٢٣٥٥ :

بعض اہل علم کو شاید مطلب فی حیات الصدق کی حیرت و قولہ الامتی اہل مکہ (۱) افادہ
 وجوبہ حل کل حاجہ اُنافی مفرد اور متمم اوقات بشرط نہ کہ وہ مذکور کا کھانا غیر معتبر ہو
 فلا یجب علی الشیء ولا علی المعقر مطلقاً و فاشت الذبیح والمجصر والمجنون والعصبی
 والعمالق والنفاسو کما فی اللباب وغیرہ سے مخالف ہوا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں طواف
 صبر و ساقط ہے، حالانکہ یہاں محصر سے عمر میں الحج مراد ہے، کما حقاً ظاہر من مقابلۃ المد رکع
 بل المحصر العقیق ہوا لذلک ای حصص من الحج ولا احصاء بعد الوقوف بعرفۃ،
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 ۲۰ صفر ۱۴۲۸ھ

حاجت کے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے :

سوال : زید کے پاس اتنی زمین ہے کہ اس سے صرف سال بھر کے لئے اس کا گناہ ہوتا
 ہے، اس کے علاوہ کوئی کاروبار نہیں ہے، البتہ تمام زمین یا کچھ زمین فروخت کر کھوج کر کاغذ
 پر کر سکتے ہیں، آیا اس صورت میں زمین فروخت کر کے زید کو حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ بینوا قہوراً!
 الجواب باسم ملہم الصواب

اگر قدر وصارت حج زمین بچے کے بعد اس کے پاس بقدر معاش زمین بچ جائے ہے تو حج فرض
 ہے، قال الامام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ وان کان صاحب ضعیفہ لن کان لہ
 من الضیاع مالو باع مقدراً ما یبقی نزادۃ و راحلۃ و اھب و ارجا و نفقۃ عیالہ
 و ولادۃ و یتیمہ من الیحدہ مقدار ما یعیش بخلۃ النہاق ینفق عن علیہ الحج
 والاقلارغانیۃ علی ما مش الہندیۃ ص ۱۶۲۸۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

احرام میں گردن، کان اور پیشانی ڈھانکنا :

سوال : حاجت احرام میں بوقت ضرورت کانوں پر گردن پر پیشانی پر پردہ بال یا نہ بچے
 ہر یا نہیں! بینوا قہوراً!

الجواب باسم ملہم الصواب

گردن اور کانوں پر کپڑا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، پیشانی ڈھانکنا جائز نہیں، البتہ
 بوقت ضرورت جائز ہے، مگر جزاء بہر حال لازم ہوگی جس کی تفصیل ہے کہ بلاغہ پرچہ یا مسکا

ہو تھا ہی جتنا ہو تھا ہی سے زیادہ ایک دن یا ایک رات ڈھانکا تو دم واجب ہے اور جو تھا ہی سے کم یا ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکا تو نصف صاع ضرر واجب ہے اور ضرر سے ڈھانکا تو اصل صورت میں غیبت ہے کہ دم لے کر یا عین صاع چھ مساکین پر صدقہ کرے یا تین روزے رکھے، اور دوسری صورت میں نصف صاع ایک مسکین کو صدقہ کرے یا ایک دن کار روزہ رکھے، مثال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ولا بأس بتقطیع اذنیہ و قفاہ (رد المحتار ص ۲۳۱) و قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی تقطیع کل الوجہ او الرأس یرمى اولی لیلۃ دم والریم منہما کما لکل و فی الاقل من یوم لو من الریم صدقۃ کما فی اللباب (رد المحتار ص ۲۳۱) و فی العلانیۃ وان طبخ او حلن او لیس بعد رخیان شاملہم فی الحرم تو صدقہ ثلاثۃ اوصع طعام فی ستۃ مساکین (من شاء اوصام ثلاثۃ ایام ولو متفرقۃ، و فی التمامیۃ) قولہ ان ضاویہم (ال) هذا انیما یجب لہ الذم اما ما جب لہ الصدقۃ لن شاملہ تصدی بما وجب طبخہ من نصف صاع او اقل بل مسکین لخاص او مسکین فی اللباب (رد المحتار ص ۲۳۲) فقط لیلۃ تعالیٰ اہم در صفر سنہ ۹۰

سوال متعلق بالا :

سوال : آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ طہارہ و جہ و یا سر جو تھا ہی سے کم یا ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکا تو نصف صاع ضرر واجب ہے، اس پر اس ماجر کو دو اشکال ہیں،
 (۱) ثانی میں ہے (قولہ بلا ثوب) کن انی الفصح والجر والظاہراتہ لوکان الوضوء بالشوب ففیہ الکراهۃ التحریمیۃ نقط لان الانف لا یسلیم دیم الوجہ افادہ ط (رد المحتار ص ۲۳۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سے کم ڈھانکے ہو کر کسی جزاء واجبہ پر یا
 (۲) آگے ایک دن یا ایک رات سے کم میں مطلقاً نصف صاع ضرر لگتا ہے، مالا تکرار و تخریص
 ہر فی الغزائتھی فی الساعۃ نصف صاع و فیما در نہا قبضۃ و ظاہرہ ان الساعۃ فلیکۃ (رد المحتار ص ۲۳۲) اس میں تصریح ہے کہ ایک گھنٹہ سے کم ڈھانکے کی صورت میں ایک
 شعی صدقہ واجب ہے،

ان دونوں مسائل کے بارے میں تفصیل فرما کر منوں فرمائیں،

والاجر عند اللہ التکریم

الجواب باسم ملہم الصواب

① شامیر میں لفظ متقطع سے مراد نفی دم مقصور ہے، مطابق جزاء کی نفی مقصور نہیں، اور
مندرجہ ذیل قرآن میں ہے۔

(۱) کہی است تحریر میں درج ہے،

(۲) لان الالف لام مقصورہ سے تفسیل ربط الوم موجب دم ہے، اس کے بعد
کی نفی سے موجب دم کی نفی ہوئی تاکہ مطابق جزاء کی۔

(۳) شامیر میں یہ عبارت بحوالہ خطاوی مذکور ہے، اور خطاوی کی اصل عبارت میں عدم
لزم ہوئی کہ تعریض ہے، ونفسہ ولعین حکم ما اذا كان الوضع بغيره وظاهر
مواہدۃ التعریض واما لزوم الدائم فلہو متعلق بوجوبہ لان اقل ما یوجبہ
تفطیۃ زلیع الوجہ والالف بتخصوۃ الایصال المربط بخطاوی علی الذی ہو
(۴) خود شامیر ص ۵۵، اج ۲ میں بحوالہ الباب اس کی تعریض موجود ہے کہ لفظ سے کم صحیح
واجب ہے،

② درختار کی عبارت مذکورہ کی شرح میں علامہ خاں رحمہ اللہ لسانی فرماتے ہیں بقولہ فی
الخرزانیۃ الخ، انما فی البیوضۃ کما قد متاہ اول الباب (رد المحتار ص ۲۲۰) اور
اول الباب میں فرماتے ہیں بقولہ فی الاقل صدقہ، وفضل الاقل الساعۃ الواحدۃ
ای الفلکیۃ وما وینہا خلافاً لانی خزانۃ الکرمل انہ فی ساعۃ نصف ساعۃ
فی اقل من ساعۃ قبضۃ من، راہ ہجرت میں فی الباب ہی مافی الخزانۃ واقعہ
شاریحہ واقعہ من بمخالفتہ مذکورہ الفقہاء (رد المحتار ص ۲۲۰) اس سے ثابت
ہو کہ علامہ ابن نجیم علامہ ابن طبرین اور دوسرے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ایک گٹھ سے کم کی صورت
میں بھی درج ہوا کہ کمال کے قائل ہیں، البزکب مناسب الباب، شرح الباب اور اس کے
حاشیہ اشارہ اساری وغیرہ میں خوان کے مطابق ایک شمس کے قول کو ترجیح دی ہے، وفسیکریج
میں اختلاف ہے، قول اول اسوط ہے، البزکب الوبیح، فقط وانہ لسانی اعلم

، رد المحتار ص ۲۲۰

لقاب چہرہ سے لگ گیا،

سوال: اگر کسی صورت کے حالت احرام میں چہرہ پر برقع کا نقاب ہوا تو اگر کڑے یا

سرتے میں چادر وغیرہ اس کے پاسی مرد کے چہرہ پر بڑھائے تو اس کی جزا کیا ہے؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

ایک گھنٹے سے کم وقت ہو تو اس کی جزا میں اختلاف ہے کہ نعت صارع صدقہ واجب ہے یا ایک مٹھی، اگر ڈاہیر اور دوسری کتب فقہ میں قولی اول کو ترجیح دی گئی ہے، اور کتب مناسک میں دوسرے کو اولیٰ لحاظ ہے، اور ثانی اوسیع، بار بار ابتلا کے وقت اس پر غسل کرنے کی گنجائش ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
۳ رمضان ۱۴۲۸ھ

ترک رجمی کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص دوسری ذی الحجہ کی رجم نہ کر سکے تو کیا اس کی قضاء گیارہویں یا نہی کو بھی کر سکتا ہے؟ اسی طرح جو شخص گیارہویں یا بارہویں کی رجم نہ کر سکے تو کیا اس کی قضاء بارہویں یا تیرہویں کو کر سکتا ہے؟ درالمت طلب یہ امر ہے کہ اگر کسی دن رجم متین وقت میں نہ کر سکے تو کیا اس کی قضاء تیرہویں یا پانچ تک کسی دن کر سکتا ہے یا صرف دوسرے ہی دن کر سکتا ہے اور چند رجمت دوم دہرے؟ بیٹو اتوجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

قضاء اور دوم دونوں واجب ہیں، قضاء کا وقت تیرہویں تک ہے اس کے بعد نہیں، اور دم کی تفصیل یہ ہے کہ سب ایام کی ایک دن کی ہوتی، نصف سے زائد کنگریاں چھوڑ دی تو دم واجب ہے، اور ایک دن کی نصف سے کم چھوڑیں تو کنگری کے عرض نصف صارع صدقہ واجب ہے، اگر مرد کا محمود دم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس سے کچھ کم کر لیں، قال العلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی موجبات الدام او الرجم کلمہ اولیٰ یوم واحد او الرجم الاول او اکثرہ ای اکثر یوم (الی قولہ) او احدی العمد الثلاثہ ویجب لكل حصاة صدقة الان یبلغ دما فلکما متر، فی الشامیۃ (قولہ او الرجم کلمہ) انما یجب بترک کلمہ دم واحد لان البعض متعدد کما فی العلق والقرآن انما یتمتع بقرب الشخص من انرا یا م الرجم وهو الرابع لانه لم یعرف قریۃ الا فیھا وما دامست الا یا م باقیۃ فلا عادیۃ ممکنۃ فیرمیہا علی الثالث ثم یتأخیرھا یجب الدم عند خلافۃ لھا بحریۃ علما ان الترتیب لیدل نوجوب الدم بتأخیر الرجم کلمہ او تأخیر ۳۵
۳۵ رجمی یوم الی ما یلیہ اما لو اخرہ الی اللیل فلا شیء، علیہ کما مر فقیریہ فی بحث

الرمی بقولہ فکما مر، ای ینقص ما شاء رزق المختار ص ۲۲۵، ۲۲۶ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۶ رجب ۱۳۹۳ھ

شیعہ کی طرف سے حج بدل جائز نہیں:

سوال: اگر کوئی شیعہ کسی حج بدل کے لئے بھیجے تو یہ جائز یا نہیں؟ بینۃ الوجود:

الجواب باسمہ ملہم الصواب

شیعہ کافر ہیں، اس لئے کسی مسلمان کو شیعہ کی طرف سے حج بدل کرنا جائز نہیں، شیعہ کے ساتھ اس قسم کے معاملات سے عوام میں پزیر نہیں ہوتا ہے کہ وہ شیعہ کو مسلمان سمجھتے گئے ہیں چونکہ ان کے ساتھ دشمنی قائم کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، حالانکہ شیعہ بلاشبہ کافر ہیں، شیعہ مذہب کی تفصیل میرے رسالہ "حقیقت شیعہ" میں ہے یہ رسالہ احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۵ محرم ۱۳۹۴ھ

سر کے چند بال کاٹ کر احرام کھول دیا:

سوال: میں کچھ حصہ سے مردہ میں بنیم ہوں، گزشتہ عرصہ میں کئی مرتبے کئے، میں نے

اورد میرے ساتھیوں نے دوسرے لوگوں کی دیکھا اب بھی چند بالی کاٹنے پر ہی اکتفا کیا اب ہر چلا کر یہ درست نہیں، حضرت مطلع فرمائیں کہ میں اورد دوسرے صاحبان اب کیا کریں، یہ غلطی کئی مرتبہ ہوئی ہے، بینۃ الوجود:

الجواب باسمہ ملہم الصواب

اگر اچھی کے طور سے کی لمبائی کے برابر بالی کاٹے جاسکتے ہوں تو چوتھائی سر کے بال بڑے کی لمبائی کے برابر کاٹنے سے حلال ہو جاتے گا، مگر پورے سر کے بال برابر کرنا واجب ہے، اور اگر پورے کی لمبائی کے برابر بالی کاٹے جاسکتے ہوں یعنی بال چھوٹے ہوں تو منہرہ اناضوری ہی بدون منہرہ احرام نہ ٹھیکے گا، آپ حدود و حرم میں جا کر سر کے بال کاٹ کر منہرہ کو حلال ہوا اور منہرہ یا شرعی طریق سے حلال ہوئے بغیر احرام کھولنا ہر بار کے لئے دم دین، احرام کھولنے کے بعد مظلومات احرام میں سے جتنے افعال بھی کئے ہوں ان پر کوئی دم وغیرہ نہیں، الزمہ
اللہ حلال کنہ فی کتاب المذہب، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ سنہ ۱۳۹۴ھ

قارن عمرہ کے بعد طواف قدوم کرے :

سوال : قارن کہ کرمہ پہنچ کر پہلے طواف قدوم کرے اور اس کے بعد عمرہ کے بقارن طواف سعی اور طواف تاعرہ منجز کرے یا پہلے عمرہ پھر طواف قدوم کرے؟ بینوا تو جہود!

الجواب باسمہ منہم الصواب

پہلے عمرہ کے سب نصاب ادا کرے مگر طواف تاعرہ کرے، اس کے بعد طواف قدوم کرے، قال فی التذکرۃ طواف للعمرة سبعة اشواط برمل فی الثلاثة الاولی ویسفی بالحق ثم یحج کہ من فی المشرق فیطوف للقدوم ویسفی بعد ان شاوروا المختارین (۱) فقط والله تعالیٰ اعلم
۹ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

عرفات میں زوال کے بعد پہنچنا :

سوال : عرفات میں زوال سے غروب آفتاب تک وقوف واجب ہے، اگر کوئی شخص اپنی عقلیت اور حسرت یا کسی مرض یا سوائیہ مسئلے پر دست بھوں جانے سے غروب سے کچھ قبل عرفات میں پہنچے اور غروب کے بعد میدان عرفات سے نکلے تو کیا اس کا وقوف ہو جائے گا اور دم رخصت ہوگا؟ بینوا تو جہود!

الجواب باسمہ منہم الصواب

وقوف صحیح ہے، واجب نہیں، فی واجبات التذکرۃ ومنذ الوقوف بعرفة لالی الغروب، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ وقولہ الی الغروب، ليعقل من الزوال لان ابتداء من الزوال غیر واجب وانما الواجب ان یعدہ بعد تحقیقہ مطلقا الی الغروب تک، الاذاع فی شرح اللباب رسد المختار ص ۱۰۱-۱۰۲ فقط والله تعالیٰ اعلم
۷ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

عرفات میں غروب کے بعد پہنچنا :

سوال : اگر کوئی عاتق میں کوئی شخص زوال کے بعد عرفات میں پہنچے اور غروب کے بعد روپوش کی صحابہ سے قبل پہنچ جائے اور غروب ہو جائے گا، لیکن کیا سکون میں ذکیا کی عرفات تک واجب وقوف نہ کرے کی وجہ سے دم دینا ہوگا؟ بینوا تو جہود!

الجواب باسم منہاج الصواب

اگر کسی قدرتی غدر کے وجہ سے تاخیر ہوئی تو دم نہیں، اگر اگر غفلت یا مخلوق کی طرف سے غدر کے باعث تاخیر ہوئی تو دم واجب ہے، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ رشتہ استثنائی من الاعلاق المارقی وجوب الجرم ما فی الباب فلو ان غیثا من الواجبات بعد لا شیء علیہ علی مافی البدن ثم واطلق نعیم وجوبہ فیہ الا فیما ورد انقص بہ وہی ترک الوقوف بمرزوفہ و تاخیر طواف الزیارتہ عن وقته وترك المصدر للعیض والغاص وترك المشی فی الطراف والسعی، وترك السعی وترك انحصار العلة فی رأسہ ام، لکن ذکر شرحہ ساینڈل علی ان اثرہ بالعدس لا یكون من العباد حیث قال عند قول الباب ولو ان تہ الوقوف بمرزوفہ یا حصار نعیمہ دم، ہذا غیر ظاہر لان الاحصار من جملة الاعذار ان یقال ان هذا ما لم یمن جانب الموقوف فلا یؤثر بدیل لہ ما فی البدن ثم فیمن احصر بعد الوقوف حتی مضت ایام النحر ثم دخل سبیلہ ان طلیہ وما لہ ترک الوقوف سزوفہ ورواۃ ترک الیوم وما لہ تکلیف طواف الزیارتہ ام ومثله فی احصار النحر وسیاتی توضیحہ ہذا ان شاء اللہ تعالیٰ (رد المحتار ص ۲۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید زین الدین علیہ السلام

سوال متعلق بالادب:

سوال: اپنے ایک بھتیجے کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر غفلت یا محنت کی وجہ سے غدر کے وجہ سے کوئی شخص غزوات میں غروب آفتاب کے بعد پہنچا تو اس پر دم واجب ہے۔ حالانکہ شام میں اس صورت میں دم وجوب کی تصریح ہے، البتہ ادا وقت نہ لایا تو واجب فی معنی فورق ساعۃ لایبزمہ شیء کی کافی شرح الدیاب (رد المحتار ص ۲۳۶۱)۔ ذرا مفصل تحریر فرما کر لکھی فرمائیں، جزا کما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

الجواب باسم منہاج الصواب

قدرتی غدر کے وجہ سے تاخیر ہو گئی تو دم نہیں، محو یا مخلوق کی طرف سے کسی کاوش کی وجہ سے تاخیر کا موجب دم ہوتا اس پر موقوف ہے کہ وقت کا دن میں ہو نہ واجب ہو، اس صورت میں ترک واجب کے وجہ سے دم واجب ہو گا بغیر میں اس کو واجبات میں شمار کیا ہے، والوقوف بعصر حنفیہ

نہارا لھن الاعتدالہ و مددہ الی بالغروب (غنیۃ ص ۳۲) سوال میں شامیہ کی مذکورہ عبارت کے بعد یہ الفاظ ہیں نعم، لیکن تدریجاً واجب الوقت نہارا الی الغروب اس سے بھی وجوب ثابت ہوا، و کہنا اشعوبہ ظاہراً للاقطاع لاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی قولہ ان الجمع بین جزء من النهار و جزء من الليل واجب و طحاوی علی الدی ص ۴۸۵، لہذا اس کے ترک سے دم واجب ہونا چاہئے، شامیہ میں شرح الباب سے جو عدم لزوم ثقی نقل کیا ہے وہ اس دم سے متعلق ہے جو بظاہر ترک الوقت کی وجہ سے واجب ہونا چاہئے تھا، مقصود یہ ہے کہ الوقت کا واجب ترک کرنا وقت و وقت نہارا کی صورت میں ہے اس لئے رات میں وقت کی صورت میں یہ واجب ترک نہیں ہوا، لہذا یہ امر واجب دم نہیں، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے واجب یعنی وقت نہارا کا ترک بھی موجب دم نہیں، عبارت مذکورہ کا یہ مطلب یعنی ہم موجب دم لا متعلق میان عبارت سے بالکل بے اثر ہے، دوسری تمام کتاب میں بھی عدم موجب دم کی بناء پر بھی تحریر کی ہے کہ وقت ایسا کی صورت میں وقت واجب نہیں، آگے دوسرے واجب یعنی ترک الوقت نہارا کی وجہ سے وجوب دم کے حکم سے کوئی نقص نہیں کیا، ہر ایک کے حاشیہ میں السطور میں ہم موجب دم کی بناء پر کہنا کہ تیسرا وجہ وجوب بقرہ (الاستدائمۃ فی غروب الشمس) الاستدائم بخلاف سائر اوقات لئلا لان الاستدائمۃ الوقت علی من وقت نہارا لا لیلۃ کے تحت میں السطور تحریر ہے دفع لیسما تو ہم میں اندہ لیسما کانت الاستدائمۃ واجبة لزم ترک الی واجب فیما اذا وقت لیلۃ فوجب الاستدائم ولیس کنی لک (بعد آیۃ ص ۲۷۵)

حاصل یہ کہ شامیہ ذریعہ میں وقت نہارا کو واجب قرار دیا ہے اس لئے اس کا ترک موجب دم ہونا چاہئے، دوسری کسی کتاب میں وقت نہارا کا واجب یا اس کے ترک کی وجہ سے وقت نہارا کی صورت میں وجوب دم کی تصریح نہیں ملتی، مگر یہ بیان میں سکوت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں وقت نہارا واجب نہیں، اور اس کا ترک موجب دم نہیں، اور علامہ عینی رحمہ اللہ نقلی نے حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے بلا ذکر بنا، مطلقاً عدم موجب دم کی تصریح نقل فرمائی ہے، دوسرے دعوت ابو حنیفہ والثوری والشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ الاستدائم علی النهار من یوم ہر وقت من وقت الزوال و الليل کلہ، ثم فان وقت جزء من النهار اجزاء وان وقت جزء من الليل اجزاء الا انہم یقولون بان وقت جزء من النهار بعد الزوال دون اللیل کلہ علیہ دم وان وقت جزء من الليل دون النهار لم یجب علیہ دم (معدنۃ الفرائض ص ۷۰)

اس لئے غائب و غیہ میں وقوف نہ ہار کا واجبات میں شامل ہے نہیں معلوم ہوتا، دوسرے فقہاء کی عبارات کے منہوم اور علامہ یعنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ مسئلہ زیر بحث میں ہم تائب نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۸۔ حضرت مسند

نماز کے لئے مقام ابراہیم کے قرب کی حد

سوالی، طواف کے بعد دو رکعت نفل کی مقام ابراہیم کے پاس جو نفیست ہو وہ مقام ابراہیم کے کتنی دور پر ہے سے ادا ہو جائے گی، اس کی کوئی تحدید بھی ہے یا نہیں؟ بیضا تو جہودا،
الجواب باسمہ ملیہم الصواب

اس کی کوئی تحدید نہیں، حوت میں جس کو قرب سمجھا جاتا ہے وہ مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقام ابراہیم سے ایک یا دو رکعت کا نماز چھوڑ کر نفل پڑھتے تھے، عرفاء کی روایت سے زیادہ فاضل بیضا شریف لکھے، قال فی التمامیہ (قولہ عند المقام) عبدة القلب غلت المقام قال و المراد به ما یصدق علیہ خلفه عادة و عرفاء مع اقرب و عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه اذا اراد ان یزکم غلت المقام جعل یلینہ و بین المقام صفاً و وصفین اور رجلاً اور جلین رواہ عبد الرزاق (مسند المختار ج ۱ ص ۱۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۹۔ حجازی الاولیٰ مسند

مقام ابراہیم پر دعا کا ثبوت:

سوالی، مقام ابراہیم پر واجب الطواف ادا کرنے کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ بیضا تو جہودا،

الجواب باسمہ ملیہم الصواب

مرسری تلاش سے کوئی صریح حدیث نہیں ملی، کلیات ذیل سے ثبوت ملتا ہے۔

① براہیم رضی اللہ عنہ کا قال مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر قولہ تعالیٰ وَأَقِمُّوا وُجُوهَكُمْ عِندَ الْمَقَامِ الْاِبْرَہِیْمَ مُتَّصِلِی اور مقام ابراہیم کے پاس حکم غائب ثابت ہوا کہ یہ حرم بلکہ مسجد حرام ہے، کئی دوسرے نقل پر مقام کو نفیست ہے، لہذا یہ نفیست دعا میں بھی ہوگی بالخصوص جبکہ نماز بھی دعا ہی ہے،

② ساری کے بعد دعا ہر دفعہ الیدین مختلف احادیث سے ثابت ہے، جن کی تفصیل میرے رسالہ تَبْدِءُ الْاُحْلَافِ فی الدُّعَاءِ بعد الصَّلَاةِ میں درج ہیں، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ جلد سوم میں شائع

موجہ نکلم ہے، پس مقام کے پاس نماز بھی اس کعبہ میں داخل ہے، استفتاء محتاج دلیل ہے،
فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رحمہم اللہ الآخرہ والسلام

بدول آزادہ فسک دخول حرم پر وجوب احرام کا ثبوت:

سوال: بخاری و مسلم شریف کی حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال
وقصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاهل المہربۃ ذوالہلیفۃ ولاہل النہاۃ الجفۃ
ولاہل نجد قربا ولاہل النہی ینسلہم، قال فہن لہن ولہن یاہی علیہن من غیر اہلہن
ممن کان مریبہ الحج والعمرة فمن کان دونہن فمن اہلہ حتی ان اہل مکہ ہم لکن
منہ لکن مطابق بعض دوسرے مسلک میں بدول حج یا عمرہ کی نیست کے احرام باندھ کر حرم محرم میں
داخل ہونا ضروری نہیں، حنفی کے نزدیک ضروری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خصوصاً ایسے مسذروں
کے لئے بھی جو ضعف و عیال وغیرہ کی وجہ سے عیال و عیال وغیرہ سے قاصر ہوں اللہ سوا کی پریمی
الی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے مسذروں میں، بینوا تو ہو جائیں

الجواب باسمہم المصنوب

امیر المومنین اور پھر نواب محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ عیال و عیال
و غنائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت جواز بھی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ جواز کی روایت
مشہور ہے، جہرہ کے دلائل درج ذیل ہیں:-

① قال اللہ تعالیٰ لَمَّا خَلَقَ الْمَسْجِدَ الْغُرَامَ اِنْ مَنَّا لَنُفَعَّ اَمِيْنًا مُّغْلِبَيْنِ وَكُفْلًا
وَمُغْلِبَيْنِ، اس کی توضیح آئندہ قول شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحت آ رہی ہے،

② ردی ابن ابی شیبہ والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً لایجد
احد المہربات الا محرمًا قال: لعاظم رحمہ اللہ تعالیٰ وفي احكامہ خصیفة قلت قد
ضعفہ البعض ورفقہ جماعة واخرجه ابن عیمن وجمہین ضعیفین واخرجه
الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا سادہ معجیب جید
لکنہ موقوف، قلت فمن الموقوف الصحیح بشعر بجمعة مرفوع خصیفة (فتح الملمح مطبوعہ)
③ أخرجه البیہقی بلفظ لا یدخل احد مکة الا محرمًا قال العاظم واسنادہ

جیدہ (نیل الاوطار ص ۱۸۷ ج ۲، اعلام السنن ص ۱۰۲۱۲)

③ قال تضاف رحمة الله تعالى بعد كلام طويل لاثبات من المعجزة بلا حرام من ولايات كتاب الله صلى الله عليه وسلم ان النبيين كانوا يعجزون فلا اتوا الحرم مشوا اعطاه الله ومشا أحفادهم ولم يعطه لغيره من النبيين ولا الامم الغالية انه جاء احد البيت قفا الاحراما لعمر بن الخطاب رضي الله عنه صلى الله عليه وسلم مكة علمناه الاحراما الا في حوب الفتح فيمن اقلنا ان سنة الله تعالى في عبادة ان لا يدخل الحرم الاحراما وان من سمعناه من علمائنا قالوا فمن سنن ان ان يأت البيت يأتيه معروما بحجة أو عمره (قال) ولا احسبهم ما رواه الالبسا وصفت وان الله تعالى ذكر وجه دخول الحرم فقال اننا صدق الله ورسوله الرؤيا بالحق لمتدخلين المسجد الحرام ان شاء الله آمين من محققين رؤسكم ومقصومين (قال) فدل على وجه دخوله للنسك وفي الامن وعلى رخصة الله في الحرب وعقوبة فيه من النسك (الام من ۳۳۱/۳۳۲)

جواب مستدل بالمجوزين

- ① كلام الله وكلام الرسول صلى الله عليه وسلم من مفهوم مخالف معتبر نہیں، بالخصوص جگہ مفہوم خلاف منطوق ہے، عند العارضة بالاتفاق منطوق کو ترجیح ہے،
- ② ارادہ نسک سے ارادہ حرم مراد ہے، الثبوت التلازم میں ہمارا بالادلة التي حررنا رآه صلى الله عليه وسلم وعبر به للتنبيه على ان من شاق المسلم الذي يريد الحرم ان يبرئ النسك،
- ③ فقط ارادہ سے تعبیر ثابت نہیں ہوئی، بلکہ بیان ارادہ واجب کا حکم مذکور ہے، کہ کافی قولہ تعالیٰ ومن اراد الاخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فأولئك كان سعيهم مشكورا، وقوله تعالى وجعلنا الليل والنهار فلكة ليمرر آراؤكم ولتعدوا نعمة الله وانما ينشئكم من قوله صلى الله عليه وسلم من اراد الحج فليجعل دخوله صلى الله عليه وسلم من اراد العسوة فليحتمل، وظلاله وكثيره،

اتمام کلام کے لئے مجوزین کے درمے داخل پر بحث کی ضرورت کی ہے،

- ① مدعی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند مسلمہ النسائی ان النبي صلى الله عليه وسلم

دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغير إحرام رآه صلى الله تعالى عند احد الجبال
 ابن النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه الخفوفية ولائقة على
 جوارحه دخل مكة للحرب بغير إحرام.

والجواب عنه ان القتال في مكة حرام بالنبي صلى الله عليه وسلم لما ثبت
 في الصحيح ان النبي صلى الله عليه وسلم قال فان عرض احد لقتال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم فيها فقولوا ان الله اذن لرسوله صلى الله عليه وسلم ولرسوليه ان يقاتلوا
 فدل على عدم جواز قيااس غيره عليه لا يقال ان غاية ما في هذا الصديقا انهما
 القتال به صلى الله عليه وسلم وما جاز المجازاة فلا لان جواز القتال يستدعي
 جواز المجازاة بلا إحرام للمنافاة الظاهرة بين القتال والإحرام لقوله تعالى
 فَمَنْ قَرَضَ ذِمَّتَهُمْ فَلَا رِقَّةَ وَلَا فُتُوحَ وَلَا جِدَ إِلَى الْقِتْمِ وَإِذَا قَامَ الْحَرَمُ
 مَسْرُوعٌ عَنْ لِبْسِ الْمُغِيْطِ مِنَ الْقَمِيْصِ وَالذَّرَجِ وَنَحْوِهِمَا مَا مَرَّرَ كَثُفَ الرَّأْسِ الرَّجَبِ
 كَمَا سَمِعْتَنِي وَالْفَتْلُ حَتَّى إِلَى لِبْسِ الدَّرَجِ وَتَطْيِئَةَ الرَّأْسِ وَنَحْوِهَا كَمَا لَا يَخْفَى
 فلما جازاه الله ان قتال مكة لرسوله صلى الله عليه وسلم وسنبره صعبا به ساعة من انما
 جوازهم بجازة الميقات بغير إحرام ايضا فانهم حصل بذلك ما قاله الشوكا في
 في هذه المقام والعلم عند الله الملك العلام وقال محمد رحمه الله تعالى
 في الموطا ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة حين نزعها غير محرم وذلك
 دخل على رأسه الخفوفية بغير إحرام من حين إحرام من حين قل هذا العمرة
 لدخول مكة بغير إحرام يعني يوم الفتح فدل ذلك الامر عندنا من دخول مكة
 بغير إحرام فلا بد من ان يخرج فيهل بعمرة أو بعجة لنخله مكة بغير
 إحرام وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى والعمامة من فيها المرام من ٢٢٢
 قلت وبلائات العهد حجة لاسيما عند اصحابه واتباعه قبلنا انما تها
 فالحكمة لعمق النزاع والسلام.

٥٦ قال الشوكاني وهذا كان المسلمون في حصره صلى الله عليه
 وسلم يفتلون الى مكة لعمارة محهم ولم يتقل انه امر احد منهم باحرام
 كقصه العجاج بن علاط رضي الله تعالى عنه وكذا في قصة أبي مسادة

رضي الله تعالى عنه كما عظم مصارا الحش داخل الميقات وهو حلال فجاوز الميقات لأبنة
الحج ولا العمرة فقرر صلى الله عليه وسلم أنه (ص ١٨١ ج ٢)

قلت إن أراد اختلاف من هو داخل الميقات إلى مكة لحواشهم فلا يرد
علينا الجواز خوفاً منهم مكة بلا إحرام عندنا وإن أراد اختلاف من هو خارج الميقات
فغير مسلم فإن الميقات بعيدة عن مكة بمسرح ولا تتعلق الحوائج الإنسانية
ولا المدنية إلا بمصر قريب وتعلقها بالمصر بعيد فادوراً ما نصه العجاجة
ابن عطاء رضي الله تعالى عنه وأتباعه مكة بعد فتحه خير لجمع أمواله فغيرها
ما يدل على أنه لم يدخل مكة مظهراً إسلامه بل من أهلها بل ولما دخل
اليهم على أنه منهم كاتبا إسلامه وقد استأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم
أن يقول فيه وفي أصحابه فاذن له أن يقول فلم يكن العجاجة قادر على إحرام
النفس على طريقة الإسلام ولو أحرم من الميقات لفعل في عمرته ما يفعله المشركون
ولم يفت يسألوا به يتقون به من كلمات الشرك والكفر ولا يخفون أن اتعكلم
بالكفر أشد من مجاوزة الميقات بلا إحرام فلما البلى ميلتين اختاراهما
والنصه ذكرها ابن هشام في السيرة (ص ١١١ ج ٢) ومحمد رحمه الله تعالى
في السير الكبير والشيخ في شرحه (ص ٢٨٢ ج ٢) ويحتمل أن تكون قصة
العجاجة قبل توقيت الميقات فقد عرفت اختلاف أهل السير في وقت فرض الحج
قال بعضهم فرض سنة سبع وقيل ست ومن قال فرض سنة ست لم يتم
بإتمامه إن كان قبل فتح خير أو بعد وأما النصه إلى قيادة فقد ثبت أنه لم
يخرج مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قاصداً بمكة بل كان النبي صلى الله
عليه وسلم قد بعثه على الصدقة وخروج عليه السلام وأصحابه وهو محرمون
حتى نزلوا عسفان وجاء أبو قتادة رضي الله تعالى عنه وهو داخل الصدقة أخرجه
الطحاوي في شرح معاني الآثار يستدل بإسناده بالخبر الذي (ص ٣٥٢ ج ١)
فمن ادعى خروج إلى قيادة رضي الله تعالى عنه من المدينة يريد لدخول مكة
فليأت ببرهان فان الظاهر خروجه إلى موضع الصدقة ثم التحق بالنبي
صلى الله عليه وسلم لما سمع بخروجه فكان له مجاوزة الميقات بغير إحرام

ندم ارادت دخول مکہ قبل لوقہ بائنی صلی اللہ علیہ وسلم ورائہ تعالیٰ اعلم
 وقد نص ابن القيم علی ان قصۃ الی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت مسکنة
 عام الحدیثیہ وروہم الطبری حیث ذکرہا فی حجة الوداع (رزاد الملاحضۃ)
 ولم یکن اذ ذلک ترقیت المواقیت ولا فرض الحج بل کان کل ذلک بعدہ و قال
 الاثرم کنت اعمم اصحاب الحدیث یستعجبون من ہذا الحدیث ویقولون
 کیف جاز لابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارضة المقاتلات بلا احرام ولا یدعون
 ما رجمہ حتی رایتہ مفسر فی حدیث عیاض عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحرمنا قلبا کان مکان کذا اذینا
 اذ نحن بالی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ
 فی شوق قد ساء لہ کرح حدیث الصغار الوحشی کذا فی التلخیص الصبیحہ (۲۲)
 ای لم یکن خروجہ لدخول مکہ بل لامرا غروا نسا قصد مکہ بعد ما لقی النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم بصفان فی قول الاثرم ولا لعلہ ان معارضة المقاتلات
 بلا احرام لا تخرج عن اهل الحدیث ایضا فافہم (اعلام السان ۳۳) فخطب اللہ تعالیٰ اعلم
 ما جمادی الآخر ۱۲۷۰ھ

طوائف کی دعائیں،

سوال، عرض ہے مجھے اس کی بھی تلاش ہے کہ ہر ازکار دعائیں سنست سے ثابت ہیں
 وہ معلوم ہیں جو اس طرح پر مجھے نہیں ملی سکیں، کتابوں میں اس طرح منقول نظر آتا ہے کہ
 طوائف اس طرح شروع کئے اور یہ پڑھے، فلاں رکن پر یہ دعا، وغیرہ، مگر اس طرح بہت
 کہا ازکار دناؤں کے متعلق ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہیست فرمائی، اس کے بعد
 اس طرح گھومے اور یہ پڑھا وغیرہ آپ کے علم عین درین اور فکر طبع ہے امید قوی
 رکھتا ہوں کہ ایسا مواد ضرور فرام فرمائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، بیضا تو حردا،

الجواب یا اسم ملہم الصواب

اس بارہ میں یہ روایات ملتی ہیں :

① عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا استلم الحجر قال بسم اللہ
 واللہ اکبر وسندہ صحیح،

(۶) در وی الغفیل ایضا من حدیثه کان اذا دعا اولی سجد العجوة یقول اللهم ایما نأ
 بک وقصد بقا کتاتک واتباع السنة فبک ثم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم
 ثم یستلم ورءاء الرافدین فی المغازی مرفوعاً ذیل الاوطار ص ۵۳ ۵۴

(۷) عن عبد الله بن السائب رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى
 الله عليه وسلم يقول ما بين الركنين ريتا اثنا في الدنيا اثم رءاء النور (مرفوعاً ص ۵۴)
 (۸) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال وكأني
 سبعمون ملكاً يعن الركن اليماني فمن قال اللهم اني اسألك العفو والعافية في
 الدنيا والآخرة ريتا اثنا اثم قالوا آمين رواه ابن ماجه،

(۹) وعنه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال من طاف
 بالبيت سبعاً ولا يتكلم الا بصلوات الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر
 ولا حول ولا قوة الا بالله معيت عنه عشر سيئات وكنت له عشر حسنات
 ورواه له عشر درجات الحديث رواه ابن ماجه،

(۱۰) واخرج الحاكم انه عليه الصلوة والسلام قال ما التهمت الى الركن اليماني
 قط الا وجدت جبريل عنده قال قل يا محمد قلت وما اقول قال اللهم
 اني اعوذ بك من الكفر والفاقهة ومواقف الغزى في الدنيا والآخرة ثم قال
 جبريل ان بينكما سبعين الف صلاة فلا قال المصدق هذا قالوا آمين،

(۱۱) روى الحاكم بسند صحيح انه عليه الصلوة والسلام كان يقول بين
 اليمانيين اللهم ريتا اثنا في الدنيا الى عذاب النار ثم قال اللهم فنعني
 بما نرقتني وبارك في نيه واغلت على كل غائبة لي فخير،

(۱۲) واخرج الانزقي عن علي رضي الله تعالى عنه انه كان اذا مر بالركن
 اليماني قال بسم الله والله أكبر السلام على رسول الله ورحمة الله وبركاته
 اللهم اني اعوذ بك من الكفر والفقر ومواقف الغزى في الدنيا والآخرة
 ريتا اثنا اثم وجاء ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم مرفوعاً لابن السيب
 لكن بأسناده ضعيف (مرفوعاً ص ۳۳۱ و ۳۳۲)

ان ادعيه من كركي سند ضعيف به، لهذا ان كوشنت سمعنا بارز نعيم،

اشترطوا ان کی ہر تہجد دعاؤں کا کوئی ثبوت نہیں، ان دعاؤں میں بہت غلو ہوئے لگے ہیں، اس میں اختراعی ہیں مفاسد ہیں،

① ان دعاؤں کے عام اہتمام اور مذہبی اداروں کی طرف سے ان کی روز افزوں اشاعت کے باعث عوام ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں، ایسی حالت میں امر مندوب بھی مکروہ ہو جائے، چر جائیکہ جس کا ثبوت ہی نہ ہو،

② اکثر لوگوں کو دعائیں یاد نہیں ہوتیں، طواف میں کتاب دیکھ کر پڑھتے ہیں، اور از حد عام میں کتاب پڑھتے ہوئے چلتے سے فتور نہیں رہ سکتا،

③ از حد عام میں کتاب پر نظر رکھنا اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی باعث ایذا ہے، بعض حضرات دعاؤں کی خاطر جنوں کی صورت میں چلنا سخت تکلیف دہ ہے جو حرام ہے، غیر ثابت امر کی خاطر اور شکاب حرام کیا جا رہا ہے،

④ جنوں کی صورت میں چلا چلا کر دعا پڑھنے سے دوسروں کے فتور میں خلل پڑتا ہے، خدا کرے کہ علماء دین کو مفاسد مذکورہ کی طرف التفات ہو اور وہ غیر ثابت دعاؤں کی اشاعت کی بجائے ان سے اجتناب کی تبلیغ میں مصروف ہو کر اپنا فرض ادا کریں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
امام حامی الزاخرہ رحمہ اللہ

مریضیں حج طواف کیسے کرے؟

سوالی، ایک شخص حج کر جانے کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ یا حی مرض میں مبتلا ہے، تھوڑی سی تھوڑی دیر میں وضو ٹوٹ جاتا ہے، بعض اوقات تو ایک دو منٹ بھی وضو نہیں رہتا وہ طواف کس طرح کرے؟ بیوقوفی چروا،

الْحَجْرُ ابْ بِأَسْمِ الْمَلِكِ الْمَوْعِدِ

اگر یہ معذور مریض کی حد میں داخل ہے تو بلا وضو طواف کر سکتا ہے، حکم معذورین وقل معلوم کرنے کا طریقہ آھن الفتاویٰ ص ۶۶ میں ملاحظہ ہو، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
مرحومہ رحمہ اللہ

حالت طواف میں بیت اللہ کو دیکھنا:

سوال: طواف کرتے وقت مسجد یا مسجد بیت اللہ کی طرف کھڑا نہ کر دیا جائے۔ اگر اسی حالت میں کچھ فاصلہ طے کیا تو اتنے حصہ کے طواف کلاماً واجب ہے، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

اور بیت اللہ کو بھٹانا خلافتِ اولیٰ ہے یا مکہ کو تخریبی! بینوا تو حورو!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

سچ ہے، طواف میں موضعِ سجود پر نظر رکھنا مستحب ہے، بیت اللہ کی طرف یا کسی دوسری طرف نظر کرنا خلافِ آداب ہے، دینیغی ان لایجاوزہ، محلِ منیہ کا لعلی لایجاوزہ بصر علی سجودہ اللہ اللہ اللہ لای یحصل بہ نجاة القلب، نشیرہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۵ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

استقبالِ بیت بوقتِ اسلام رکنِ یمانی:

سوال: رکنِ یمانی کا استنوم یہ ہے کہ چہرہ منور و سینہ بیت اللہ کے سامنے کئے بغیر من دونی ہاتھ لگائیں، یا صرف داہنا ہاتھ لگائیں، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ استنوم کے وقت کچھ کچھ نصرتِ اللہ کی طرف ہوجائے گا؟ بینوا تو حورو!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

اسلام رکنِ یمانی کے وقت، استقبالِ بیت کرے، (تنبیہ) بس شیء من الطواف یجوز عندنا مع استقبالِ البیت فاذا استقبلہ عند اسلام احد الرکتین ینفی ان یفوقہ میمنہ فی موضعہا لہ الاستقبال (المغنیہ ص ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۵ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

ترکِ طوافِ زیارت:

سوال: آپ سے دریافت کیا تھا کہ جس شخص نے طوافِ زیارتِ عذر کی وجہ سے ترک کر دیا تو پھر کیا تراکب ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا اگر طوافِ زیارت کرے، اب سونام ہے کہ طوافِ زیارت حج کے موسم میں کرے یا جب چاہے جا کر طوافِ زیارت کر سکتا ہے؟ بینوا تو حورو!

الجواب باسمہ ملہم الصواب

جب چاہے طوافِ زیارت کر سکتا ہے، نیا احرام باندھے بغیر ویسے ہی جا کر طواف کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے۔

طوافِ زیارت سے قبل دوسرے حج یا عمرہ کا احرام باغصنا جائز نہیں، بیوی سے صحبت کرنا بھی حرام ہے، اگر بیوی سے صحبت کر لی تو دم تاخیر کے علاوہ بدنہ یعنی پوری گائے

یا پورا زینت بھی واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ

دعوت مزدلفہ کے بعد نقیہ الحال چھوڑیے :

سوال: کوئی شخص احرام باندھ کر حلقہ رقبہ عزہ بھی کیا اور مزدلفہ پہنچ گیا، یہاں پر وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا، بہت تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکا، بدیشان ہو کر آخر وہ وہیں پہنچ کر کوئی پہنچا، یہاں بھی اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکا، اور دوسرے پہنچ کے جو احکام ہیں ان کے لئے پھر وہ اس جگہ احرام کی حالت میں گیا، اس کے ساتھی بارہوی کی شام جگہ پہنچے، تو پھر اس کو کہا کہ کسی وقت بھی جا کر طواف زیارت اور سعی کرو تا سنا کیا حکم ہے؟

بے نیاز ہو جوا

الجواب باسم ملہم الصواب

ترک رکعت کی وجہ سے ایک دم، ایام غریب ملحق نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا دم، طواف زیارت میں تاخیر کی وجہ سے تیسرا دم، مجموعہ تین دم دے، اگرچہ تشریع یا قرآن تھا تو دم شکر بھی دے، اور اس میں تاخیر کی وجہ سے بھی ایک دم دے، اور دم شکر سے پہلے ملحق کیا تو اس کی وجہ سے بھی ایک دم واجب ہے، اور اگر ملحق حرم سے ہو کر کیا تو اس کی وجہ سے بھی ایک دم واجب ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ

حرم میں پالتو کبوتر بھی حرام ہے۔ من مکنا الکرمۃ زیلہا اللہ تعالیٰ تشریفاً و تعظیفاً و تکریمًا، سوال: ما تو لکھو دام فضلكم اندر پر مسئلہ کہ بیان ہو رہا کہ کرم کے اندر خیر قسم کے کبوتر پالتے جلتے ہیں، ایک فوجی لشکر کی جڑنگ و سسل میں مام بندہ ایک کے خوشی کبوتر کے مثل ہیں، اس قسم کے ملاؤ شاہی اور مصری اندر بھی کبوتر عام طور پر موجود حرم کے اندر لوگ پالتے ہیں اور کھتے ہیں، بعض عمارتوں پر حرم کے اندر ملحق کبوتر بلا اختیار حرام کہہ رہے ہیں اور بعض عمارتوں پر کبوتر بھی لٹکے پتے جوتے کبوتروں کے حلال بتا رہے ہیں، لہذا حضرت والا زور دے تحقیق شرعی حکم تحریر فرمائی کہ کیا ہے؟ اس پر جواب کہ قتل کبوتر جواب دے کر مومن فرمائیں گے، واللہ عندہ اعلم و اعظم

الجواب باسم ملہم الصواب

حرم میں پالتو کبوتر بھی حرام ہے، اور اس کو ذبح کرنے سے جزاء واجب ہے، قال فی التنبیہ ظن قتل محرم حدین اودنی تلایہ قاتلہم بدین وجود اسرار الوعدہ فی علیہ جزاء و مولا موعبا وغیرہ صاغر و حما ماسر ولا و فی التشریح بفتح الیاء ما فی وجوبہ و بشر کائنات و فی فی العاشق کبوتر

بہ نفلان مائل وحمدہ اللہ تعالیٰ فیہ قائم بقول الاجزاء فیہ لانہ الوقت لا یطیر بحمدہ کالبط
 زما العتار صحتہ و قال العلامة الکلبانی رحمہ اللہ تعلق والعصا المسرل صید فیہ الجزا عند
 عامۃ العرب وعند مالک وحمدہ اللہ تعالیٰ لیس بصید وچہ قولہ ان الصید اسم للبت خش
 والعصا المسرل مستأنس فلا یتكون صیداً کالدجاجة والبط الذي یتكون فی المنازل ولنا ان جنس
 العصا متوحش فی اصل الخلقة ولما استأنس بعض منه بالثول والشاء نئس مع بقائه صیداً
 كالطیة المستأنسة والنعامة المستأنسة والطی وینحدر ذلك حتی یجب فیہ
 الجزاء (وہذا مللہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مزید تحقیق تحریر میں ہے) ۲۷ ربيع الاول ۱۲۸۵ھ
 زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سوال: غیر مقلدین زیارت روئے معطوفہ کی نسبت سے سفر کر کے مزینہ مشورہ میں حاضری کو نہا نماز تک
 ترک کہتے ہیں، اور حدیث لاتشد الرجال الا فی ثلاثة مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصی و
 مسجدی سے استدلال کرتے ہیں، مگر ہر امت اس حدیث کا کیا مطلب بیان فرماتے ہیں، اور نسبت زیارت
 روئے معطوفہ شد رجال کے حوا پر کیا ولا فیہ؟ بینو ابان التفسیر الجریحہ اللہ العجلیل،

الجواب باسمہم الصواب

حدیث لاتشد الرجال الا فی ثلاثة مساجد الخ میں قہر حقیقی نہیں، بلکہ اعتبار مساجد کے
 قہر اضافی ہے، یعنی ان میں مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف شہر رجال جائز نہیں، مطلقاً شہر رجال سے بھی
 مقصود نہیں، حدیث میں قہر اضافی ہونے پر مندرجہ ذیل قرآن میں،

① قال العائظ رحمہ اللہ تعالیٰ روی احمد بن حنبل عن شہید بن حوف قال سمعت ابامعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ذکرہ عند الصلوۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یمنع
 المعنی ان یشد رجالہ الخ مسجدی یعنی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی مسجدی
 و شہر حسن الحدیث رقمہ البای ص ۸۲ ج ۲، حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ نماز کے لئے کسی مسجد
 کی طرف شہر رجال سے بھی ہے، زیارت وغیرہ کے لئے شہر رجال اس میں داخل نہیں،

② اس پر جامع ہے کہ حاجی کے لئے وفات، عذر وغیرہ کی طرف شہر رجال فرض ہے، اس طرح
 جہاد اور دارالکفر سے ہجرت کے لئے فرض ہے، اور طلب علم کے لئے مستحب، بلکہ بعض موقوفوں میں فرض ہے
 اور تجارت وغیرہ مقاصد دیا کے لئے جائز ہے،

غیر مقلدین روایت عبد الرزاق لا تقضون ذی بوی عید اسے بھی استدلال کرتے ہیں، اس کے

(٤) عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج البيت ولم يزرني فقد جفائي، رواه ابن عدي في الكامل وقال الأئمة لم يرداه عن مالك غير أنه عمل ابن شبل ولم يرد في أحاديثه من يثاقف يثاقف جاوز الحد فذكره وروى في صدره من عمل ابن عمر رضي الله عنه وعن موسى بن هارون أنه منهم قال السبكي هذه التهمة غير مفسدة فالحكم بالتزويج مقدم عليها ورواه الأئمة من ٢٣٩٨

وقوله صلى الله عليه وسلم من حج البيت فلم يزرني فقد جفائي هو حج في حوائج شد الرجال بل استحبابه لأجل زيارة قبره صلى الله عليه وسلم فإن العاجل لا يصل إلى المدينة النبوية إلا بعد الرجال كالأخفى وفيه أيضا اشعار بقدر يوم الحج صلى الزيادة والله تعالى أعلم، (أعلام السلف من ١٠٣٣٢)

(٥) من ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعا من حج إلى مكة ثم قصد إلى في مسجد ذي كفت له جثمان مبرور دنان، رواه الديلمي في مسند الفردوس، (وفاء الوفاء من ٢٣٨٠)

(٦) عن حماد رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من زار قبري أو قال من زارني كنت له شفيعا أو شفيعا أو من مات في أحد العزمين بعثه الله عز وجل في الأربعين يوم القيامة، رواه أبو داود والطبري وأبو جعفر العقيلي ونفطه من زارني متعمدا كان في حوازي يوم القيامة (وفاء الوفاء من ٢٣٩١) وفي الباب من عبد الله بن مسعود وابن هيرة وأنس بن مالك وابن عباس رضي الله عنهما رضي الله تعالى عنهم (وفاء الوفاء من ٢٣٨٢)

(٧) عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج فزار قبري بعد وفاتي كان كن زلوتي حيا، رواه الديلمي والطبراني في الكبير والأوسط وغيره،

وعنه رضي الله تعالى عنهما من حج فزار قبري بعد موتي كان كن زلوتي حيا، رواه ابن الجوزي في شذير العزم السالك إلى الشرد، إلا ما كان وابن عدي في كماله (وفاء الوفاء من ٢٣٩٠)

(٨) عن بكر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال

من انی البدیئة زائر الی وجبت له ضامن يوم القيامة ومن مات فی الحدا الحرمین لیت
 أمارة یحیی بن الحسن بن جعفر العیسین فی أخبار البدیئة ولم یکلم علیه السلام
 (وفقه الوفاة من ۳۳۳۲)

فالسید من حید السنار رحم الله طائفة قد اتمعت هیئتها عن کل
 ذلک وانکست مشرعية زیارة قبر هذا النبی الکریم وحرمت من مثل هذا الفضل
 العظیم وزعمت ان لا یزیر الزائر الا مسجد النبی صلی الله علیه وسلم فقط ولعقد
 ان تفضیلة المسجد النبوی الی الله علیه وسلم ففی الزیارة المسجد یتدعی
 جواز زیارته صلی الله علیه وسلم الاولی فالله یمن بهم ویصلح بالهم یرزقنا
 وجميع المساکین والمساکین تفضیلة صحبة النبی صلی الله علیه وسلم یرزقنا
 قبره ویجمع بیننا وبنینہ کما انما به ولعقد (اعلام الحنفین من ۳۳۳۲)

قال العلامة الفسطاط رحمه الله تعالی ومن اعتق غیر هذا فقد انقلب من
 رفعة الاسلام من عند الله ورسوله صلی الله علیه وسلم وجماعة العلماء
 از اعلام وقد اطلق بعض الذکوة انما واجبة وقال القاضی عیاض انما السنة من
 سنن المساکین معجبة علیها وفضیلة مرغوب فیها مولد من ۳۳۳۲) ولکن لم یست
 زیارة التفصیل والبحث عن تسانید الأحادیث المذكورة فی الباب فراجع
 اعلام السنن فقط والله تعالی اعلم
 ۲۵ ربيع الآخر سنة ۱۲۴۲



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمْ يَأْخُذْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِطَرَفِ رَأْسِهِ

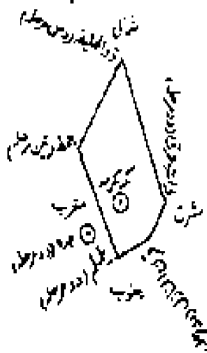
تحریر الثقات لمحاذاة الميقات

- هذا كتاب لا اعم لم تجاوز حكمة مريد جوارك بفضل بحث
- محاذاة الميقات الى عقوب
- بحري سحرين بلغم من محاذات كتابان حولي ۹۶



پاکستان اور ہندوستان کی میقات کی تحقیق

سوالی: مولانا شہر محمد صاحب گھوٹکی ریسندہ ہاجرہ منورہ نے اپنی کتاب ”قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین“ کے مکمل میں اپنی تحقیق تحریر فرمائی ہے کہ ہند پاک کے حاج کی میقات یکم نہیں بلکہ جڑہ ہے۔ ان تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ بحری جہاز طے کی محاذات سے جل میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ جل سے باہر ہی آفاقی میں گھومتا ہوا جڑہ پہنچتا ہے جو کہ جل سے خارج ہے، اس لئے کہ جل اس شکل نقش کا نام ہے جو تاریخ موافقت کے تحت طے کو خطوط مستقیم کے طے سے حاصل ہوتی ہے اور جڑہ خط داخل بین الخطۃ و طے سے خارج ہے، جس کا نقشہ یہ ہے۔



تکملاً قرۃ العینین میں منورہ و لائل میں سے عبارات ذیل میں، امر مصرح ہے کہ جل غلط ہے، جو خطوط طے میں نقاط المواقیث سے محاط ہے، ثم العمل المصغیر یثبت فی من اطراف من الحرم کل جہۃ ینتھی الی المواقیث کا نام مختصۃ التثکلی ان حرم الحرم ای المواقیث، مثل الحرم محیط بمافی جوفہ مثل الخطوط المتداۃ بین النقاط فکما

ان النقاط مواقیث فکذا لک الخطوط بینہا الخ در سالج، مصنفہ طاہر الخوان (ماں) کیا یہ شخص صحیح ہے؟ بیذا فوجو!

الجبواب باسمہم السلام

یہ امر ظاہر اور معقول ہے کہ جب کس خطہ ارض کی حدود دیساں کی جاتی ہیں تو ان حدود کے درمیان خطوط مستقیم کی محاط سطح ہی مراد ہوتی ہے، مگر بندہ کو مدت سے اس تحقیق پر چند اشکالات ہیں۔

① اصطلاح میں محاذات میقات کے معنی یہ ہیں کہ مستقبل کمرہ کے دروں کے درمیان ہر سے گزرنے والا خط میقات پر پہنچے،

② احکام شریعت کا دار و عود ہے، جزائفاً ترقیقات پر نہیں، پس اگر کوئی شخص

جھکے قریب نہ کر مرنے کی طرف جا رہا ہو تو اسے عرف میں جھکے کی محاذات سے ہٹا کر چھوٹا سا گھاٹا لگا کر خط واصل میں الجھنے و ریلیم بہت آگے چل کر آئے گا، اور خط واصل میں الجھنے و ریلیم لطیفہ اس محاذات سے بہت قبل آجائے گا، ورنہ علیٰ ذلک التواقیف الخیر۔

ج۳ کتب مناسب میں تحریر ہے کہ اگر دو میقاتوں کی محاذات سے گزر ہو تو دوسری میقات کی محاذات سے تجاوز نہ کرے، اگر خط واصل میں المیقاتین کو سر قرار دیا جائے تو دونوں میقاتوں کی محاذات ہی ایک خط ہو گا، اور میقاتوں کی علیحدہ علیحدہ محاذات متصور نہیں ہو سکتی، قال فی الذکر المستفی و فوسر میقاتین فاحرامہ من الابدن الفضل ذلک اخرہ الی المنازل۔ ورنہ یہ دو میقاتوں میں ایک میقات ہی و احرام، اذا حاذی احدھا و ابدنھا الفضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین (ذکر المذاق علی المستفی ص ۲۱۶) و فی المندیۃ بان سلك بین المیقاتین فی البحر و المیراجتہد و احرم اذا حاذی میقاتا منہما بعد ۵۰۰ ماولی بالاحرام مثله کذا فی التبین (عالمگیریہ ص ۳۲۱) و فی العلائقہ و تو لم یمر بعد احرامی و احرم اذا حاذی احدھا و ابدنھا الفضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین (مراد المختار ص ۲۳۱)۔

ج۴ ذل فی البحر و اعل مرادھم بالمحاذات المحاذات القریبہ من المیقات و الاذا تفرق التواقیف باعتبار المحاذات اقرب المنازل (البحر المرائق ص ۲۳۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محاذات میقات سے مراد خط واصل میں المیقاتین نہیں بلکہ مکہ سے بعد بعد ہر میقات مراد ہے، یعنی کہ مکہ کو مرکز فرض کر کے میقات کے بعد ہر دائرہ کھینچا جائے، تو اس دائرہ کا محل وقوع محاذات میقات کہلاتے گا،

ج۵ قال فی ارشاد الساری الی مناسک الملا علی اعجازی تحت قولہ وان لم یعلم المحاذات فانہ لا یقتصر علی المحاذات (فعلی مرحلتین من مکة) کجدة المعروضة من طرف البحر قولہ کجدة فانھا علی مرحلتین عرفیتین من مکة و ثلاثا مراحل شریعة و وجہ ان المرحلتین اوسط المسافات والا فلا یغنی عن الزیادة کن فی شرح نظم الکثر و قول لعل وجہ ایضا ان اقرب التواقیف الی مکة

علی مرحلتین عرفیتین من مکة فقد ریل ذلک و انشاء علیہ کذا فی بطور الع الاور للعلامة الشیخ محمد حامد السنن فی الورد ارشاد الساری ص ۵۱،

یعنی جس شخص کو باوجود قربی کے محاذات کا طم نہ ہو سکے وہ کہے دو مرحلے کے فاصلے پر حرام بانڈے، جس کی درجہ بیان کی گئی ہے اور معتقل ہے کہ آخر المواقف (قرن المنازل) کہے دو مرحلے پر ہے یعنی کہے آفاق کا کم از کم فاصلہ دو مرحلہ پر ہے، حالانکہ خط واصل بن الجحز و طم کا کہے فاصلہ دو مرحلہ سے بہت کم ہے،
 (۱) عبارات ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جہز محل میں ہے،

(۱) وقيد بالقصد مكة لان الاقفاق اذا قصد موضعاً من المصل كضليص فيقول له ان يجاوز للبقاع غير محرم وان وصل اليها لم يتنج باهلها (قال) وهذه المسألة يكثر وقوعها فيمن يسافر في البحر الملح وهو ما سمرية البحر و يكون ذلك في وسط السنة فهل له ان يقصد انيس والعروف بعد التيقظ مكة بغير احرام حتى لا يطرأ الاحرام عليه لو احرام بالحج فان المأمور بالحج ليس له ان يحرم بالعبادة ويحرم (ص ۲۳۲۳۲)

(۲) قال ابن عابد بن رحمه الله تعالى في سائيتهم على البحر قوله فلا يدخل الحرم عند قصد النسك الا عريان قال العلامة الشيخ قطب الدين في منسكه وما يجب التيقظه سكان جدة بالعبادة اهل جدة بالاهلية و اهل الادوية القريبة من مكة فانهم في الاغلب يأتون الى مكة في سائر ذي الحجة او في السابغ بغير احرام ويحرمون من مكة للحج فعلى من كان خفياً منهم ان يحرم بالحج قبل ان يدخل الحرم والا فعليه دم الجائزة للبقاع بغير احرام (ص ۲۳۲۳۲)

۳۔ قال الملا علی القاری فی مناسکہ (و من جائز وقته) ای الذی وصل الیہ سالی کوئٹہ و یقصد مکات فی الحل، بکستان بنی عامر و جدہ او حد مثلاً حیث لم یتم علی الحرم و ایس له عند الجائزة قصد ان یدخل الحرم بعد دخول المکان (رسم بدالہ) ای ظہر و جدہ ثاران یدخل مكة ای او الحرم و لم یرد نسکاً حیث من (فله ان یدخلها) ای مكة و کذا الحرم (بغير احرام) و فیہ اشکال اذ ذکر الفقهاء فی جہل دخول الحرم بغير احرام ان یقصد بستان بنی عامر رسم یدخل مكة و علی ما ذکره المصنف

وشرطہ نہ تم تحصیل العیلة کمالا یعنی فالوجه فی العیلة ان یقتضی البستان
تصدًا اولًا ولا یقتضی قصد دخول الحرم بعدہ قصد انعمتیا او یارضیا کما اذا
قصد مدتی جنة لیسیم وشراء ازلًا ویكون فی غایطہ انه اذا فرغ منه ان یتصل
مکة ثانیًا بخلاف من جاء من الہند مثلاً بقصد الحج اولًا وانہ یقصد
دخول جنة تیغاً ویرقص میحاً وشراء مسامک ثلثاً علی عاری من ۵۹

(۴) قال العلانی لما لیت من موضع من العمل کخلین وجدة حل لہ محبا وزنه
بلا احرام فاذا اسن بہ التمن باھلہ فله دخول مکة بلا احرام وھو العیلة
لمرید لا لک الا لا یشوریا الحج للمخالفۃ لرد المختار ص ۱۵۸ ج ۱۲

ان عبارت کا یہ جواب صحیح نہیں کہ جہہ میقات ہے اور میقات محل میں داخل ہیں
اور اپنی میقات کے احکام بھی یہی ہیں جو اہل جن کے ہیں اس لئے کہ جہہ خط واصل بن
الحجۃ وغیرہ سے مزاج کافی دور واقع ہے، لہذا تحقیق مذکور کی بنا پر اسے میقات قرار دینے کے
بحکم محل کہنا صحیح نہیں، پس اب محاذات کی صورت و صورت میں ہو سکتی ہیں۔

① جو اشکالی اذنی میں مذکور ہوئی یعنی مستقبل مکہ کو مکہ کے دونوں گنڈھوں پر سے گزرتا
خط میقات پر پہنچے۔

② اشکالی چہاں میں محرک عبارت کا مفہوم یہی وہ مقام جس کی مسافت میقات کی
مسافت سے برابر ہو۔

محاذات کی ان دونوں تفسیروں کا مصداق تقریباً ایک ہی ہے، استقبال مکہ کو مکہ کی
حالت میں جس مقام پر دائیں یا بائیں جو نسب سے میقات کی مسافت ہوگی تقریباً اس کی
مسافت بھی مساوی ہوگی، البتہ ظلم اور انصاف کے درمیان سمندر میں جہہ کی طرٹ جانے پر
یہی صورت پیش آ سکتی ہے جس میں مقام مساوی المسافت سے بہت آگے جا کر واقع یا یا عظیم
ہے مسافت ہوئی ہے، جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے،

شیخ احمد بن محمد البیہقی المکی نے تحفۃ الحاج بشرح المنہاج میں اس صورت کو فان لہ
یکس بعجت بھادی فعلی مرحلتین کعبۃ کا مصداق قرار دیا ہے، مگر جو کہ دوسرے
میقات کی مسافت کا انما زہ لگا بہت مشکل ہے، وغیرہ صاحب کہ عارضیں یا پہاڑ یا سمندر
کا کبر جانی جو مزید بریں اس میں ایک وقت یہ بھی ہو کہ مسافت کی لینیں استقبال مکہ کو مکہ

پر مؤثر ہے، درہ ضروری نہیں کہ ہر کہنہ مکہ مکرمہ کی طرف مبدعات ہو، اس کے برخلاف مسافت کی تعیین پہل سے، اور اس میں مستحب بھی ہے، کیونکہ مساواة مسافت مسافت کے کچھ تبدیل ہی جو مباح ہے، اور جسے بڑی وجہ ہے کہ مسئلہ محاذات کی اصل بنیاد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ”فانظروا حذوہا من طریقکم“ اور آپ کا ذات عرق کی تعیین فرمایا ہے، آپ کے اس قول دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محاذات میں مسافت کی بجائے مساواة مسافت کا محاذ کیا جائے گا، کما سوائی ان شاء اللہ تعالیٰ، اس لئے اگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے محاذات میں مساواة مسافت ہی کا اعتبار کیا ہے،

فوقہ ابن حجر مثنیٰ نے محاذات میں اصل اعتبار مسافت کا کیا ہے، جو کو یہ اگر محاذات میں تعسیر مساواة مسافت کو مستلزم ہو، اس لئے انھوں نے بار بار مساواة مسافت کا بھی ذکر کیا ہے، اور چنانہ ان دونوں میں تفاوت کی صورت پیدا ہوئی، اسے خان لم یکن جیسے بجادی الخ سے حل کر دیا، اور جو رضا رحمہم اللہ تعالیٰ نے اصل دار ہی مساواة مسافت پر رکھا ہے، اس صورت میں عدم محاذات مستقر ہی نہیں ہو سکتی، اس لئے یہ خان لم یکن ہیئت بجادی کی تفسیر یوں فرماتے ہیں: ”ای فان لم یجد المحاذات فانه لا یتیم سور عدم المعاداة فعلى محلین یعنی تحریری کا مل کے باوجود بھی محاذات کا تصور کر کے کہ مکہ مکرمہ سے دراصل مکہ فاصلہ پر ملازما حرام یا نہ ملے،

محاذات کی تفسیر میں معمولی اختلاف صرف تکمیل فائزہ کے لئے لکھ دیا ہے، درہ مسئلہ زیر بحث ہر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، تفسیر محاذات سے منقطع چند عبارت تحریری محاذاتینا (۱) حادی جہا تا اسی سامتہ بان کان علی بعیدہ اویسارہ (حق المعاداة علی هامش حاشیۃ الشروانی ص ۳۴۱)

(۲) ولعل مرادہم بالمعاداة المعاداة القریبہ والّا فآخر المراقبۃ باعتبار المعاداة قرن المنازل (البحر الرائق ص ۳۴۲)

(۳) قولہ ومرضی اللہ تعالیٰ عنہ فانظروا حذوہا من طریقکم کوفہ لہم ذات عرق، قال فی النہایۃ ذات عرق حذوہا وقرن المنازل والحدیۃ الاذی و المقابل اسی انہما معادیتہما ذات عرق میقات اہل العراق وقرن میقات اہل نجد و مسافتہما من الحرم مولود نہایۃ لہ من اشیاء (ص ۳۴۲)

مركز اور نود و نوروس وغیرہ لفظ سے۔ وہم نہ کیا جائے کہ محاذات کی یہ تفسیر اقلیدس میں کی اصطلاحات و اشکال پر موقوف ہے، اس لئے کہ ہم نے یہ اصطلاحات مرت اہل فن کی تعلیم کے لئے تحریر کی ہیں اور محاذات کی تعریف بہت واضح اور عام ہے، میں مساواة مساوت، تحقیق مذکور سے معنی ہو کہ جبرہ کا حل یا قانون پر ہوا، میں تحقیق پر موقوف ہو کہ جبرہ اور علم میں کہیں کی مساوت نہ رہے اس پر اتفاق ہے کہ مکرر سے جبرہ تعریف کیا گیا ہے میں ہے تعلیم کے بارے میں ابن حزم نے جس میں کا قول نقل کیا ہے، جسے حافظ ابن حجر اور علی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں، تقریباً جمیع سلف و خلف اس پر متفق ہیں کہ ہلک کی مساوت ساتھ میل کے قریب ہے، چند عبارات ملاحظہ ہوں :-

① قرن انازل بالاتفاق اقرب انراقت ہے جس کی مساوت بقول ابوالی شاخ ملحق الانحر پچاس میل ہے (حیاء القلوب من افق الخلد و محمد اتم غفریٰ اور حافظ و احمد بن یزید تحقیقات کے مطابق مطبوعہ مہرہ افسرول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

② وقال الیومانی بلسلمہ جبل من تمامہ علی مرحلتین ونصف (حاشیۃ التبیہ عبد الحمید الشروانی علی تحفة الصالحین ص ۳۴۷) حسب الترمذی فقہار رحمہ اللہ بیان مرحلہ غفر ہرادی ہر جو چوبیس میل کا ہوتا ہے، قوتوں کے مراحل میں ساٹھ میل ہوتے،

③ علاء الدین فی زیارة الحرمین لانی بدلائل حمیری موسیٰ الکرمی الترمذی ۱۱۸ھ میں ساٹھ میل بھی نقل کیا ہے (ص ۳۲)

④ ومن قال بالجواز دخول جدة بغیر احرام) التتمیل مفتی مکہ و انقیہ احمد بدعاج و ابن زبیر الیہنی وغیرہم وہ من قال بعدم الجواز عبد اللہ بن ابی بکر و محمد بن ابی بکر الاشجری و تلبین الشارح عبد الرؤف ذال لان جزیرہ افرا، مسافہ بتعوا لریح کا ہوتا ہے ہر ذی ان قال: عبارة الیومانی قلہ من یسیر لحرامة من معاذاة بلسلمہ لى رأس العلم لفرودت قبل مرسی جدة و هو حان توجه السفينة الی جهة الحرم و لم یس لہ ان یزحوا الی جدة لانها اقرب من یسلمہ بتعوا لریح و قلہ ان جدة و یسلمہ مرحلتان مرادہم ان کلا لا یتقص عن مرحلتین و ان لغاوتہ لسا فذان کہ لحققة من سلك الطريقین و هم عدة کاد و ان یزحوا نہایت النجدة من جوار التخیروالی جدة ذہر لعدم معرفتہ المسافة فلا یفریہ

کتابتہ علیہ تلمیذہ عبد الرؤف بن یحییٰ الزمزمی و قال محمد بن الحسن بن یونس عن الشیخ رحمہ اللہ فقال بحقیقۃ الاسماء ان فی ہذا النسخ علی بن الجہسال دما فی النسخۃ من علی اتعاذ الہافۃ الظاہر من کلہم فاذا تحقق التفاوت فهو قائل بعدم الجواز قطعاً لیل صد رکلا منہ النص فی ذلک انتہی، وایضا کل محل من البحر بعد داس العلم اقرب الی مکہ من یسلو وقد قال بذلک فی الجعفۃ ونص عبارتہ بخلاف الجہانی فیہ من مص لیس لہ ان یؤخر اعرامہ من معاذۃ الجعفۃ لان کل محل من البحر بعد الجعفۃ اقرب الی مکہ منہا العروۃ الشریانی علی النسخۃ معہم، ⑤ اہل کی جہد تری محبتات اور مقامی حکومت کے مصدقہ نقوشوں سے بھی یہ اقطع طریق ثابت ہو گیا ہے کہ طلم کفریہا نامہ طلم کی مسافت پر ہے،

مسند درجہ بالا نصوں کے مقابل میں صرف ابن حزم کا تیس میل کا قول قابل مستبول نہیں، لہذا اسے یا تو سہو یا غلطی پر مبنی کہا جائے گا یا میلوں کی مقدار میں اختلاف ہے، تاج العرب میں شریح کے بارے میں، وہ قول نقل کئے ہیں، یمن میل اور تھمیل دونوں میں تصحیف و تضعیف کی نسبت ہے، نیز حاشیہ شروانی علی النسخۃ میں ہے کہ طلم کے قریب ایک اور پہاڑ ہے، جو کہ مکہ کی طرف متصل ہے، اس کی آخری طرف مکہ مکرمہ سے دور طلم سے بھی کم ہے، بعض نے اس پہاڑ کو طلم بھٹہ قریب مسافت کا قول نقل کیا ہے جو صحیح نہیں (ص ۲۶۱ ج ۲)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مساوات مسافت باعتبار مراحل کے نہ جائے گی، میلوں کا فرق غیر معتبر ہے، اس لحاظ سے جہد اور طلم کی مسافت مساوی ہے، بخلاف عداۃ کی مذکورہ بالا دونوں تفسیروں کے خلاف جوئے کے علاوہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے بھی خلاف ہے،

قال الشارح فی ان معنی المواقیم علی النقص یب کلام النسخۃ والنهاية والمقصود غیرہم صریح فی خلافہ وحاشیۃ الشروانی علی النسخۃ ص ۲۶۲ (۲) آگے یہ بحث رہ جاتی ہے کہ جہد پہنچنے سے قبل طلم کی عداۃ جہاں سے بدوین احرام آئے بڑھاجائے نہیں کس مقام پر ہوتی ہے؟ سو معتبر اور مصدقہ نقوشوں کے ملاحظہ اور

بحری جہاز کے کپتان کی ہر ممکن تحقیق کے بعد یہ ثابت ہوا کہ یلم کی محاذات کا واقعہ جزدہ سے تقریباً ساٹھ میل قبل سندھ کے ساحل پر پہنچتا ہے، مگر ساحل تقریباً پندرہ میل کے عرض میں غیر محفوظ ہے۔ اس لئے جہاز ساحل سے دور رہتا ہے، اس صورت میں جبکہ سے تقریباً تیس میل قبل یلم کی محاذات (مداوینہ محالہ) آتی ہے، مگر آئندہ چل کر شاید کسی وقت ساحل محفوظ ہو جائے، نیز کشتیوں پر بھی سفر ہوتا ہے جو اس وقت بھی ساحل کے قریب سے گزر سکتی ہیں، لہذا اجتہاد سے کچھ میل قبل ہی مقام احرام تشرار دینا لازم ہے، فقط واخذہ سہعاتہ وتعلق اطمیناناً

رشید احمد

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَنبِئُوا النَّاسَ بِالْحَقِّ وَالْعَصْرَ الْآخِرَ

بعض ضروری

مسائل

۱۔ پہلی جمعہ متفقہ منسلک و مختصرہ شہادۃ کیا ہیں، کبھی کبھی میں نے یہ بھی
اس رسالہ میں مندرجہ مسائل بھی متفرق طور پر موجود ہیں، معہذا ان
مسائل میں عوام بلکہ خواص میں غلطی کرتے ہیں، اس لئے ان کو الگ
کتابچہ کی ضرورت میں ہر سال حجاج کرام میں تقسیم کیا جائے گا،



حج کے بعض ضروری مسائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

① عمری حجاج جب مکہ کے ساتھ لگا ہوا ہو اس میں نماز کا جو نقصت فہم ہے، وہ حج گزارا کرے، لہذا اجازت اذکار نماز پڑھیں، اگر چہ اگر اذکار کے کی اجازت دینے تو حجاج میں نماز پڑھ لیں، اگر چہ اجازت پھینکے، بعد نماز کا اذکار کریں، چونکہ کتا ہے لگے ہوئے حجاج میں نماز کے جو ایسا بھی ایک قول ہے، اس لئے اس مسئلہ میں دو مردوں پر شدت نہ کریں، خود احتیاط کریں۔

جو ایسا ہے کہ اس پر اس سے قبل نماز صحیح ہو چکی ہو، اس پر ضرورت صحیح نہیں، بعد کا خطو ہو گا کثرت بھلا اگر کسی نے بعد میں اذکار واجب نہیں۔

② حرام کالہ سے پہلے سر نہ دھو کر نفل پڑھیں، بلکہ سر کھول کر طیبہ پڑھیں۔

③ عمری احرام میں سر پر ڈھالی، نہ نماز و نہ کسی بھی چیز اور اس کو احرام بھی ہیں یہ جو حالت اور بدعت ہے، بغیر حرم سے سر اور حجرے کا پردہ فرض ہے، اور ان کی حفاظت کے لئے سر پر ڈھالی یا نہ بھی فی غلبہ جائز ہے، مگر چونکہ حرام اس کو احرام سمجھنے لگے ہیں ان کو مال باندھنے سے ان کے غلط عقیدے کی تائید ہوتی ہے، اس لئے یہ صورت اس سے احتراز لازم ہے، برتنے کے لئے برقع یا چادر کافی ہے، نقاب یا چادر حجرے پر اس طرح لٹکائیں کہ پردہ حجرے سے چھوئے، بعض عورتیں دھوکے و قبا کی سرے ڈھالیں کھولیں اور ڈھال پر سر رکھتی ہیں ان کا نہ دھونا ہوتا ہے نہ نماز۔

④ مسجد میں پانی کی خرید سے احتراز کریں۔

⑤ حالت احرام میں چڑھو سو کا وسہ نہیں اور نہ ہاتھ لگائیں کیونکہ اس میں خوشبو لگی ہوتی ہے۔

⑥ طواف کے درمیان حرام سو کا وسہ لینے کے لئے انتظار نہ کریں، بلکہ موقع مل جائے تو بہتر درجہ درجہ سے بائیں سے اشارہ کر کے بائیں کو چڑھیں، چھری نہیں کیونکہ سلطان کے درمیان چھری ناخواندہ ہے، لہذا ان کے شرع یا باطل آؤں پس وسہ کے انتظار میں ٹھہرنے میں مضائقہ نہیں۔

⑦ حرام سو کا وسہ لینے وقت چاندی کے صفحہ پر ہاتھ نہ ٹکیں۔

⑧ حجرہ سود کا وسہ اس حالت میں جائز نہیں جبکہ ازواج کی وجہ سے اپنے نفس کو لگیں دوسرے کو حلیف پہنچے کا خطو ہو، اور عورتوں کے لئے اس حال میں حجرہ سود پہنچنا بالکل حرام ہے جبکہ اسلمی عورتوں کے ساتھ جسم لگنے کا احتمال ہو۔

① جب حجر اسود کی طرف منہ کریں تو اسی حالت میں دائیں جانب کو سرگرد مگر کسی بکرہ میں دائیں طرف کو گھوم جائیں اور پھر آگے چلیں۔

② طواف کرتے وقت بہت اشد سے استاکبار چلیں کہ جسم کا کوئی حصہ بیت المقدس کی بنیاد پر نہ لگے،

③ طواف میں گرہ بونی کو بوسہ دیں، بلکہ اس کی طرف سینہ پھیر کر دو گویں، تھوڑا صرف دھانسا تھو لگائیں ورنہ اتنا لگا سکیں تو لیان نہ لگائیں اور نہ ہی زور سے اشارہ کریں،

④ عورتوں کو ایسے عزم کے تحت طواف کرنا جائز نہیں جس میں غرور کے ساتھ جسم لگنے کا اندیشہ ہو، مگر اذیت میں بھی غرور سے باہر کی طواف طاعت کے کٹاؤ کے قریب طواف کریں،

⑤ مگر کوہ میں جو تہ طواف کے برابر کوئی فضل عبادت نہیں خوب طواف کریں،

⑥ عورتوں کے لئے مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے اپنے مکان میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے،

⑦ حرمین شریفین میں کئی حضرات اس پریشانی میں مبتلا ہیں کہ نماز کی جماعت میں کوئی عورت آگے ساتھ یا ان کے آگے نہ کھڑی ہو ان کو پریشانی نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ اس صورت میں مرد کی نماز

ناقص ہوتی ہے۔ امام نے غرور کو ایسا مست کی بھی نسبت کی ہوا اور اس کا لائق نہیں، اس لئے کہ وہ ان کے ساتھ کہیں کھائے کھائیں کی نسبت ضروری نہیں، لہذا مردوں کی نماز ہو جانے کی، البتہ مردوں کی صحبت

میں کھڑی ہونے والی صورت کی نماز تہوگی۔ بلکہ امام عورتوں کی نسبت نہ کرے تو مردوں کے پیچھے کھڑی ہونے والی عورتوں کی نماز میں بھی اختلاف ہے، عدم صحبت رافع ہے، مسجد اقصیٰ کے پیش پر انفر

دوسروں پر خدشہ نہ کریں، خود اختیار کریں، تعصیب میرے رسالہ مشکوٰۃ لیسالۃ الامامۃ میں ہے۔

⑧ سنی، عرفات اور مزدلفہ میں نماز امام کے ساتھ نہ پڑھیں، کیونکہ وہ مسافر شرعی نہ ہونے کے

باوجود قصر کرتے ہیں، لہذا الگ جگہ میں جماعت کریں،

⑨ عورت دایمی برکاتی گاڑی دانے مزدلفہ کی حد شروع ہونے سے قبل ہی اتار دینے چاہئے پھر اگر طواف سے کچھ پہلے برسرک پر پہنچا کر دیکھا جائے تو لگا ہوا ہے اس سے آگے گزر کر اڑیں،

⑩ مزدلفہ میں معلم اپنی سہولت کے لئے فیر کی اذانیں قبل از وقت دلاتے ہیں، اس وقت فجر کی نماز صحیح نہیں ہوتی، اور صحیح صادیق سے قبل مزدلفہ سے نکلنے پر مذموم واجب ہو گا، صحیح صادق ۲

بیتین میں ملے کے بعد فجر کی نماز پڑھیں، اور اس کے بعد مزدلفہ سے نکلیں، ۸۰ روٹی کھجور مسجد اقصیٰ میں جماعت قائم ہونے کا وقت محفوظ کر لیں، اور اس سے بھی پہلے منٹ بعد مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھیں،

⑪ عورت پر خودی کرنا لازم ہے، اگر اس کی حالت مردی کرے گا تو صحیح نہ ہوگی، اور عورت پر مذموم

راجپوتوں کا

(۲) رقی نور قرانی میں: تنگی جلدی کرنا کہ از حرام کی وجہ سے اپنے نفس پر یا کسی دوسرے کو مصلحت پہنچانا مغلوط ہو حرام ہے۔ غریب کو تحقیر، اطمینان سے رہی کریں، اگر اس وقت بھی سخت از حرام ہو تو غریب کے بعد رہی کریں، ایسی حالت میں غریب کے بعد رہی کرے کہ فتنہ کوئی گراہت نہیں،

(۳) دیکھ کر تیرے دوست سنگرمیاں پتھر سے گڑ جوڑ رہا ہے اس کے احاطہ میں پہنچیں، اگر پتھر کو کٹکری مار دی اور وہ پتھر سے ٹکر اکر احاطہ کے اندر گر گیا تو رومی درست ہو گیا، اور اگر باہر گر گیا تو صحیح نہیں ہوئی، دوبارہ ماریں۔

(۳۶) باوریں ہی اللہ کو سب سے لوگ تو والے قبل ہی رمی کر کے مکہ مکرمہ پہلے جاتے ہیں، اُن کی رمی نہیں ہوتی، اس لئے اُن پر عزم واجب ہوگا،

۳۰) حاج مشرف ایران میں جو جانور شی میں ذبح کیا جاتا ہے اسے ذم مشکر کہتے ہیں اور یہ عید کی قربانی سے الگ ہے، حاجی زیستہ کے وجہ سے عید کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ انوکھ اور قس کے مکرم میں اگر کوئی ایسا شخص ہو گیا: اس لئے قربانی کے دلوں میں اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر ذم مشکر کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہے، بخلاف شی میں ذبح کر کے پانے وطن میں کرے، اگر کسی نے ذم مشکر کو عید کی قربانی سمجھ کر ادا کیا تو ذم مشکر ادا نہیں ہوا، اگر ذم مشکر ادا کرنے سے پہلے احرام کھول دیا تو اس پر ذم مشکر کے علاوہ ایک اور ذم بھی واجب ہو جائے گا، اور اگر احرام غرض کے بعد ذم مشکر نہیں دیا تو تازیکی وجہ سے عید پر ذم واجب ہو جائے گا، اس حصر میں اسے چار جانور ذبح کرنے پڑیں گے،

۱۴۱۱ھ احرام کھولنے کے لئے نہ فرموا دیں، یا کم از کم چوتھائی سر کے بال اٹھنے کے پورے کی لمبائی کے برابر کٹا دیں، اگر بال ملتے پھوٹے ہوں گے اٹھنے کے پورے کی لمبائی کے برابر نہ کٹائے جا سکتے ہوں تو ان کا منڈانا ضروری ہے، کٹانے سے احرام نہ ٹکٹے گا۔

(۱۵) سفار و مردہ بزرگوار اور حیرت منجھالت ہے،

۴۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضری کرتے دھکا بازی خصوصاً عورتوں کا غیہ و محروم کے جرم میں داخل ہونا حرام ہے، ایسی حالت میں دُور سے سلام پڑھیں :

طواف کی دعائیں

طواف کے چکروں میں جو دعائیں پڑھنے کا عام دستور ہو گیا ہے ان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، چکروں کی تخصیص کے بغیر صرف چند ایک کی منیف روایت ملتی ہے البتہ ایک دو دعائیں قابلِ اعتماد روایت سے ثابت ہیں مگر ان کی بھی کسی چکر کے ساتھ تخصیص ثابت نہیں۔

وجودِ ذیل کی بناء پر چکروں کی دعائیں پڑھنا بدعت اور گناہ ہے :

- (۱) جو کل ضعیف حدیث سے ثابت ہو اس کو سنت بکھنا بدعت اور ناجائز ہے جبکہ یہ دعائیں کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں، اور عوام و خواص ان کو سنت سے بھی بڑھ کر فرض سمجھتے ہیں، اس لئے یہ بہت خطرناک بدعت اور بہت بُرا گناہ ہے۔
- (۲) ان دعائوں کے التزام اور دینی اداروں کی طرف سے ان کی روز افزوں شاعت کی وجہ سے عوام ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں، ایسی حالت میں امرِ مذہب بھی مکروہ ہو جاتا ہے چرچا بلکہ کثرتِ ثبوت ہی نہ ہو،

(۳) اکثر لوگوں کو دعائیں یاد نہیں ہوتیں، طواف میں کتاب یکھ کر پڑھتے ہیں، اولادِ حق میں کتاب پڑھتے ہوئے چلتے سے خشوع نہیں رہ سکتا،

(۴) از عوام میں کتاب پر نظر رکھنا اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی باعثِ ایذا ہے، بالخصوص دعاؤں کی خاطر جتھوں کی صورت میں چٹا سخت تکلیف دہ ہے جو حرام ہے۔

(۵) جتھوں کی صورت میں چلا جاتا کہ دعائیں پڑھنے سے دوسروں کے خشوع میں خلل پڑتا ہے،

(۶) عوام دعاؤں کے الفاظ صحیح نہیں ادا کر پاتے تو مسلم جتھہ کو روکنے لگتا کہ لو اپنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ طواف میں ٹھہرنا مکروہِ تحریمی ہے، علاوہ ازیں اس صورت میں بعض لوگوں کی ہمت اٹھ کر طوافِ پشت یا سینہ ہو جاتا ہے یہ بھی مکروہِ تحریمی ہے، اور اسی حالت میں کھڑے کھڑے کو سرک گئے تو اتنے حصہ کے طواف کا اعادہ واجب ہے۔

اللہ کرے کہ علماء، دین کو مفاسد نہ کورہ کی طرف الشغلت ہو اور وہ اس بدعتِ شنیعہ و معصیتِ علانیہ کی اشاعت کی بجائے اس سے اجتناب کی تبلیغ کا فرض ادا کریں۔



ہر صبح صبح کے پہلے پڑھ کر
 کہیں تال کہیں تال کہیں تال کہیں تال
 ۲۰۰

انوار الشیخ

فقیہ العصر شیخ الحدیث مفتی اعظم
 حضرت الامامی رشید اور صاحب فیضی اور امام

فیضت کمزور و ہیبت افزہ حالات و ارشادات
 جس طرح طالب سے پیشاد کو کوئی نہ گھبراوے ایسے غافل و غافل
 آئی کہ وہ دنیا کی ہر بات کو نہ سمجھ سکی۔

انسان کو یہ نصیحت ہے کہ
 ایچ ایم سی پی کے لئے
 اور بہتر منزل کے لئے